حافظ الکرم

ابوالحسن
پیر محمد طاہر حسین قادری

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا (پ۱۶:ع۹)

(بے شک جولوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اُن کے لیے اللہ الرحمٰن (لوگوں کے دلوں میں محبت والفت پیدا فرمادے گا)

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

حافظ الکرم

سوانح حیات

قطب الاصفیاء، فخر الاولیاء، خواجہ خواجگاں

حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قطبی قادری نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ

ابوالحسن
پیر محمد طاہر حسین قادری

قادریہ آرگنائزیشن

آستانہ عالیہ منگانی شریف ڈاکخانہ چک نمبر 214 تحصیل وضلع جھنگ

0300-6504030,0346-7249750
www.manganishareef.webnode.com
Email:ainaekaram@yahoo.com

زیر سرپرستی: حضرت پیر محمد مظہر حسین صاحب حنفی القادری

نام کتاب	حافظ الکرم
تصنیف	پیر محمد طاہر حسین قادری
تاریخ اشاعت	۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ / جنوری 2014ء
منتظم اشاعت	پیر سید رفاقت علی شاہ کاظمی قادری
کمپوزنگ	الکرم کمپوزنگ سنٹر کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین
تعداد	500
ہدیہ	....
پرنٹر	بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

برائے رابطہ

پیر محمد طاہر حسین قادری

0345-7605097, 00447541072127

سید رفاقت علی شاہ قادری

0300-9548082, 0333-5121200

انتساب

میں اپنی سعی جمیلہ کو قطب الاقطاب، فرد الاحباب، ناطق بالحق والصواب حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر مخلوی قدس اللہ سرہ المعنوی کے مبارک نام سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کے دو فیض یافتگان صحبت ابدالِ عصر حضرت سائیں محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ اور سردار الاصفیاء حضرت سید سردار علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کے توسل سے میرے جدِ بزرگوار حضرت خواجہ کو حضور قطبِ عالمؒ کی روحانی برکتیں اور امانتیں میسر آئیں۔

ہدیہء عقیدت بحضور جدِ کریمؒ

قبلہء اہلِ صفاء ہیں میرے خواجہ حافظ
معدنِ لطف و عطا ہیں میرے خواجہ حافظ
ان کی توصیف میرے منہ سے ادا ہو مشکل
مظہرِ نورِ خدا ہیں میرے خواجہ حافظ

ابوالحسن محمد طاہر حسین غفرلہٗ

فہرست ابواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

تیرے نام سے ابتداء کرکے میں نے کئی بار جوڑے ہیں اس دل کے ٹکڑے
پیئے سینکڑوں بار اشکوں کے ساغر کئی بار دھوئے خیالوں کے مکھڑے

''آؤ کبھی تو چاہنے والوں کے شہر میں''

مجھے بچپن سے ہی دُرویشوں کے پاس بیٹھنے کا اور اُن سے اپنے بزرگوں اور مشائخ کی باتیں سُننے کا شوق تھا ویسے بھی خانقاہوں کا ماحول کچھ اس طرح ہوتا ہے۔ ہر وقت اہلِ محبت کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ جب دُرویش مل کر بیٹھتے تو آپس میں اکثر اپنے مشائخ کے چشم دید حالات و فرمودات اپنی یادوں کے دریچے کھول کر بیان کرتے جو اِن راہِ سلوک کے مسافروں کے لیے بطورِ چراغِ راہ ہوتے لہٰذا جب سے شعور کا دروازہ کھلا انہی پاکیزہ واقعات و حالات کی دستک سُنائی دی۔ سکول آنے جانے لگا تو قصے، کہانیوں والی کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا۔ ہمارے گھر میں ایک بڑی الماری کتابوں سے بھری ہوئی تھی جس میں سے میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ کوئی نہ کوئی کتاب مجھے کہہ کر منگوایا کرتے تھے اکثر کتاب کا نام بھی بتاتے اور یہ بھی فرماتے فلاں رنگ کی جلد ہوگی۔ میں وہ کتاب ڈھونڈ کر پیشِ خدمت کر دیتا جو کچھ روز مطالعہ فرما کر واپس رکھ آنے کا ارشاد ہوتا۔ پھر آخری زمانہءِ حیات میں کوئی کتاب منگواتے تو میں اُن دنوں کچھ پڑھ سکتا تھا مجھے ہی فرما دیتے پڑھ کر سناؤ۔ لیکن ابھی میں مشکل الفاظ پڑھنے سے قاصر تھا۔ ایک دو مرتبہ میں نے پڑھتے ہوئے وہ الفاظ چھوڑ دیئے تو نہایت شفقت و عنایت سے فرمایا اگر کوئی لفظ پڑھنا نہ آئے تو مجھے دِکھا دیا کرو میں پڑھ دوں گا۔ آہستہ آہستہ میرے پڑھنے میں روانی آتی گئی۔ وصال سے کچھ عرصہ پہلے میں نے حافظ ابنِ قیم کی سیرت نبوی ﷺ پر مشہور و معروف کتاب ''زاد المیعادؔ'' (توشہؔ آخرت) حضور کو سنائی تھی۔ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ پھر تو مجھے بھی کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا۔ فقہی مسائل اور تصوف کی مشہور کتابیں ابھی میری سمجھ سے ماوراء تھیں سرِ دست اولیاء اللہ کے ملفوظات اور سوانح حیات میں میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ جس کتاب نے مجھے بے حد متاثر کیا اور اپنے اسلاف کی سیرت و سوانح پر کام کرنے کی طرف مائل کیا وہ عارفِ ربانی حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کی مشہور و معروف سوانح حیات ''مہرِ منیر'' تھی گویا اس کتاب نے میرے اندر اپنے اسلاف کے بارے میں جستجو و تحقیق کے دَروازے کھول دیئے پھر ایک اور المیہ

یہ بھی تھا کہ ہمارے سارے ہی مشائخ طبعاً گمنامی پسند تھے اور شہرت کے نام سے بھی کوسوں دور رہتے تھے۔ اصحابِ حال کی باتیں صرف اربابِ شوق ہی سمجھتے ہیں اور شوق والے ہمیشہ حال مست ہوتے ہیں وہاں لکھنے پڑھنے کا دستور ہی نہیں۔

صد کتاب و صد ورق در نار کُن جان و دل را جانب دلدار کُن

(یہ سینکڑوں کتابیں اور صفحے نذرِ آتش کر دے اور اپنی جان و دل کا رُخ دلدار کی طرف پھیر دے)

ہمارے سلسلہء طریقت میں حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کے بعد بہت کم مشائخ نے تالیف و تصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ حضور غوث اعظمؓ کے بعد حضور قبلہ عالمؒ تک ستائیس 27 واسطوں میں اگر دیکھا جائے تو صرف پانچ بزرگوں کی چھوٹی بڑی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف ملتی ہیں اور سوانح حیات سرکارِ بغداد کے بعد کسی بھی ہمارے سلسلہ کے بزرگ کی قلمبند نہیں کی گئی۔ یہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے میں لکھنے کی طرف مائل ہوا۔ سلسلہء قادریہ کی تمام شاخوں میں بلا مبالغہ ہمارا خاندان ہی مرکزی حیثیت کا حامل ہے اِس سلسلہ میں کم و بیش بیس (20) مشائخ یکے بعد دیگرے حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی اولادِ امجاد بلکہ فرزندِ اکبر و جانشین صادق حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہابؓ کے خاندان عالیشان سے چلے آرہے تھے۔ مگر تالیف و تصنیف میں ہم برصغیر پاک و ہند کے تمام سلاسل سے پیچھے تھے۔ جب کتابوں سے میرا واسطہ پڑا تو میں نے اس المیہ کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور جستجو و تحقیق کے سفر کا آغاز اپنے ہی گھر سے شروع کیا یعنی دادا بزرگوار (حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قادریؒ) کے جو کوائف و حالات میں نے سنے ہوئے تھے انہیں ایک کاپی میں لکھنے کا ارادہ کیا۔ ابھی میں انہی خیالوں میں تھا کہ ایک روز دربار شریف پر گراسی پلاٹ میں حضور قبلہ عالم کی مجلس میں حاضر ہوا تو قدرتی طور پر حضور اُس دن اپنے والدِ ماجد حضرت خواجہ کے بعض واقعات بیان فرما رہے تھے۔ میں دوڑ کر گیا اور اپنے کمرہ سے کاپی پین لے آیا اور مجلس میں اُس جگہ بیٹھ گیا جہاں مجھے لکھتا ہوا حضور نہ دیکھ سکیں۔ اور بطور یادداشت اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو میں لکھنے لگا۔ حضور کی نظر مبارک بھی پڑ گئی اور مجھے فرمایا تم اپنے دادا کے واقعات لکھ رہے ہو۔ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ؟ میں نے شرماتے ہوئے وہ کاپی حاضر کر دی۔ حضور نے ملاحظہ فرمائے اور ایک دو مقام پر میرا پین لے کر تصحیح بھی فرمائی پھر مجھے کاپی واپس کرتے ہوئے مُسکرا کر شاباش دی اور فرمایا۔ سکول سے آنے کے بعد مجھے یاد دلا دیا کرو میں خود تمہیں ان کی باتیں سُناؤں گا۔ جو لکھ لیا کرنا۔ یہ موسم سرما 1990ء کا واقعہ ہے اس وقت میری عمر بمشکل چودہ برس ہوگی اور ساتویں کلاس کا طالب علم تھا۔ سوانح حیات قلمبند کرنا ویسے بھی بڑا مشکل کام ہے۔ اس وقت نہ میرا ذہن اِس قابل تھا اور نہ اُردو تحریر پختہ تھی صرف شوق کے گھوڑے پر سوار تھا۔ جو کچھ حضور سے سُنتا بغیر عنوان دیئے چل سو چل لکھتا ہی جاتا۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس میں علیحدہ علیحدہ ابواب بنا کر حالات و کوائف زمانہ کے

حساب سے درج کرتے ہیں۔ایک اور بات بھی تھی کہ ہمیں حضور سے سوال کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔جب حضور کو یاد آتا ایک دو واقعات سُنا دیتے حضور ہمیشہ اپنے روایتی انداز میں پنجابی لب ولہجہ میں بیان فرماتے جنہیں میں اپنی شکستہ اُردو کے قالب میں ڈھال لیتا۔اس دوران میں نے حضور سے حضرت خواجہ کی ولادت تعلیم وتربیت، جوانی کے مشاغل، راہ سلوک کا سفر، خرقہء خلافت اور وصال کے بعض واقعات گاہے بگاہے سُنے جو میں نے قلمبند کر لیے آخر میں حضور قبلہ عالم کی مختلف ڈائریوں سے حضرت خواجہ کا منظوم کلام نقل کر کے اُس کاپی میں درج کیا اور خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا جو نہ صرف حضور نے پڑھا بلکہ بعض اشعار میں خود تصحیح بھی فرمائی۔ ایک روز مجھے فرمایا ''میرا خیال تھا کوئی آدمی قبلہ والد صاحبؒ کے احوال واقوال قلمبند کرتا کیونکہ بوڑھے دُرویش اکثر فوت ہو رہے ہیں میں خود اپنے مشاغل اور طویل علالت کے باعث ایسا کام نہیں کر سکتا۔ یحیٰ حسین کے بارے خیال تھا کہ وہ شاید لکھے گا مگر وہ برطانیہ چلا گیا ہے۔تمہارے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین ہے تم ہی اب لکھو گے'' اور میری دلجوئی میں بعض کلمات ارشاد فرمائے۔

الحمد لله علیٰ ذالک

گشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

حضور قبلہ عالم کی ظاہری حیات مبارکہ میں یہ سلسلہ کوئی چھ، سات ماہ ہی چل سکا اس دوران بھی جب کبھی حضور مجھے دیکھ کر از خود چند ایک واقعات سُنا دیتے میں لکھ لیتا۔ ورنہ سوال کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں تھی یہ تمام حالات کاپی کے تقریباً 20 صفحات پر مشتمل ہونگے کہ 2 جون 1991ء کو حضور قبلہ عالم بھی عالمِ آخرت کو تشریف لے گئے پھر تو ہماری دُنیا ہی بدل گئی۔ کیسا لکھنا اور کیا پڑھنا۔ نہ وہ شوق رہا اور نہ وہ جستجو۔ اب حضرت خواجہ کے حالات بھول گئے اور اس بات کی فکر ہوئی کہ حضور قبلہ عالم کے بارے میں بھی یارانِ طریقت سے کچھ نہ ہو سکا۔ حضور کو تالیف وتصنیف سے آپ کے ہادی ورا ہنما حضرت اقدس دہڑویؒ نے منع فرمادیا تھا لیکن کسی پڑھے لکھے دُرویش نے بھی آپ کی مجالس وملفوظات کا تذکرہ قلمبند نہ کیا۔ اب تو ہر طرف کام ہی کام تھا اور لکھنے والا دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر میں نے ہی ٹھان لیا۔ اگر توفیق الٰہی میرے رفیق رہی تو ان شاء اللہ میں اپنی زندگی سلسلہ شریف کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کروں گا۔ اور اپنے بزرگوں اور مشائخ کے بارے میں جس قدر مجھ سے ہو سکا خود بھی کام کروں گا اور اپنے احباب کو بھی اس کارِ خیر میں اپنا ہمراہی بناؤں گا۔ اور آہستہ آہستہ حسب توفیق اس راہ پر گامزن ہوا۔

دل میں جو کچھ ہے ، انہی کا ہے ہمارا کیا ہے
آرزو اُن کی ، طلب اُن کی ، تمنا اُن کی

یہ ایک علیحدہ باب ہے یہاں پر مقصود صرف حضرت خواجہ کے پیش خدمت تذکرے کا تعارف ہے۔حضرت خواجہ کے بارے میں حضور قبلہ عالم کے بیان فرمودہ واقعات تو اپنی صحت کی دلیل آپ تھے مگر دُرویشوں کے بیان کردہ واقعات میں جانچ پڑتال کا مجھے علم نہیں تھا۔لہٰذا حضور قبلہ عالم کے بعداز وصال جس دُرویش سے حضرت خواجہ کے بارے جو کچھ سُنا من وعن لکھ لیا اور یوں یہ تذکرہ پہلی مرتبہ اکتوبر 1994ء میں مکمل ہوا۔پھر کافی لوگوں سے اس بارے میں گفت وشنید ہوئی تو راویوں کا اختلاف سامنے آیا۔جو میرے لیے بڑا مسئلہ بنا آخر میں نے اب کی بار معتبر لوگوں کی معلومات کو پیشِ نظر رکھا اور مسودہ کو دوبارہ کانٹ چھانٹ کر کے دوسال بعد رمضان المبارک 1996ء کو مکمل کیا۔عزیزی قاسم حسین ان دنوں اپنی تعلیم کے سلسلہ میں کراچی چلا گیا تو کمپوزنگ کے لیے یہ مسودہ بھی مجھ سے لے گیا۔ابھی تک یہ مسودہ میں نے کسی اور کو چیک کرنے کے لیے نہیں دکھایا تھا۔کچھ عرصہ بعد کراچی اور سندھ کے تبلیغی دورے کا پروگرام بنا اور راقم الحروف بمع ڈاکٹر علی محمد سندھی و لالہ محمد رفیق سندھ سے ہوتا ہوا کراچی پہنچا۔انہی دنوں قاسم حسین مسودہ کمپوزنگ کر رہے تھے لالہ محمد رفیق نے بعض مقامات پر سے پڑھا تو ابھی کچھ راویوں پر شک کا اظہار کیا۔اور مزید انکشاف کیا کہ حضورؒ کے بڑے بھائی بابا علی گُل صاحبؒ کو آپ کے بارے کتاب لکھوانے کا بڑا شوق تھا اور انہوں نے حضور کے ابتدائی حالات ،مجاہدات اور خرقہ ءخلافت تک تمام واقعات خود مجھے لکھوائے تھے۔اگر چہ وہ کاپی مجھ سے گُم ہوگئی مگر اُن کے بتائے ہوئے واقعات آج تک مجھے یاد ہیں آپ اس مسودہ کو ابھی شائع نہ کریں میں وہ تمام حالات لکھ کر آپ کو دیتا ہوں پھر ان کی روشنی میں تحقیقی کام زیادہ بہتر انداز میں مکمل ہو سکے گا اور انہوں نے حسب وعدہ اس مسودہ کی مزید جانچ پڑتال کی۔مارچ 1997ء میں ایک روز انہوں نے میری موجودگی میں اس مسودہ کا ذکر چچا پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب سے کیا تو انہوں نے مجھے کہا جیسے بھی ہے اُسے ایک مرتبہ شائع کرا دیں۔پھر تبدیلیاں ہوتی رہیں گی۔انکی منشاء تھی ،حضور کو وصال فرمائے تقریباً نصف صدی گزرنے والی ہے۔مگر کسی نے ایک مضمون تک آپ کی شخصیت پر نہیں لکھا۔لہٰذا یہ بھی غنیمت ہے لیکن میں نے مزید تحقیق کا عذر پیش کیا۔اور یہ مسودہ کچھ عرصہ کے لیے رکھ دیا۔میرا خیال تھا جتنی دیر لگاؤں گا۔اس قدر زیادہ معلومات اور تحقیق ہو سکے گی۔سرِ دست حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے بارے کام مکمل کرلوں۔اس طویل عرصہ میں راقم الحروف نے کئی ایسے پیر بھائیوں کے انٹرویو کیسٹ کیے جو آج ہم میں موجود نہیں تبلیغی دوروں پر 1994ء میں آجا رہا ہوں۔اس دوران تمام پرانے درویشوں سے گھنٹوں بات چیت رہی اور جستجو و تحقیق کا یہ سلسلہ جاری رہا۔بعض واقعات کی صحت کے لیے میں نے متعلقہ لوگوں سے ملنے کے لیے کئی سفر بھی

کئے۔صرف ایک واقعہ کی تحقیق کے لیے حافظ اللہ دین کو ملنے دریا خان گیا۔اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور کو دیکھنے والے اکثر راہی ملک عدم ہو گئے ہیں۔

ع ۔بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

اب مزید کسی واقعہ کے بارے میں زندہ موجود احباب سے اُمید نہیں تھی لہٰذا سابقہ مسودے اور جو کچھ اس دوران تحقیق شدہ مواد میرے پاس تھا میں نے از سرِ نو لکھنا شروع کیا اور 3 جنوری 2010ء کو اس کام کا آغاز ہوا۔ پھر تو میں نے رات دن ایک کر کے اپنی بیس (20) سالہ تحقیق و جستجو کا نچوڑ آئندہ ماہ 3 فروری تک مکمل کر لیا۔اس دوران کئی راتیں ایسی گزریں کہ میں فجر کی نماز پڑھ کر سویا۔اس طرح کتاب مکمل کرنے کی دھن سوار تھی۔اب چند قریبی احباب کے بارے میں تعارفی مضامین لکھنے باقی ہیں وہ ان شاء اللہ پاکستان پہنچ کر لکھ دوں گا خالی جگہ میں نے چھوڑ دی ہے۔جو کوئی مشکل بات نہیں۔ورنہ حضرت خواجہ کے متعلق تمام مستند مواد اس کتاب کی صورت میں جمع ہو گیا ہے۔گویا ایک طویل عرصہ کی تحقیق و جستجو کا نتیجہ ''حافظ الکرم'' کے روح پرور نام سے ارمغانِ عقیدت کا ایک دل آویز گلدستہ یارانِ طریقت کی خدمت میں حاضر ہے۔

ع ۔برگ سبز است تحفہء دُرویش

میں نے قطرہ قطرہ کر کے حضور کے متعلق یہ مواد اکٹھا کیا ہے۔گویا اس کتاب میں آپ کی حیات و خدمات اور تعلیمات کے کم و بیش سارے تموجات بند ہیں۔

ع ۔رشتہ بہ رشتہ، نخ بہ نخ، تار بہ تار، پو بہ پو

آج اگرچہ ''سوداء عشق'' اور ''دوائے دل'' بیچنے والوں کی دکانیں سُونی پڑی ہیں۔اور ہر طرف ''مادی اَجناس'' اور ''متاعِ مکر و فن'' کے لین دین کی گرم بازاری ہے تاہم ابھی ''عشق و محبت'' اور ''سوز و گداز'' کی جنس کمیاب ضرور ہے مگر بالکل نایاب نہیں ہوئی۔ہاں! تلاش شرط ہے۔اگر تلاش و جستجو کی ہمت نہیں رہی تو ان قُدسی صفات عباد الرحمٰن کے پاکیزہ حالات و فرمودات ہی صحبت کے برابر فیض کا درجہ رکھتے ہیں۔

آنکھوں میں نُور دل میں اُجالے نہیں رہے
جلوے وہی ہیں دیکھنے والے نہیں رہے

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔اَلْحِکَایَاتُ جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی یُقَوّٰی بِھَا قُلُوْبَ الْمُرِیْدِیْنَ (رسالہ قُشیر یہ از امام قشیری) اولیاء کی حکایات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جن کے ذریعہ مریدین کے دلوں کو تقویت ملتی ہے۔

خاصانِ الٰہی کے احوال و ملفوظات میں آج بھی دلوں کو عشق حقیقی کی گرمی پہنچانے اور معرفتِ حق کی چاشنی

کا مزاد ینے کی تاثیر موجود ہے۔

"اے گُل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری"

(اے پھول! تجھے دیکھ کر دل خوش ہوا کہ تو کسی کی خوشبو لئے ہوئے ہے)

میں کوئی یونیورسٹیوں میں پڑھا ہوا دانشور یا رائٹر نہیں ہوں۔ لہٰذا پسندیدہ الفاظ، مرصع عبارات اور شاعرانہ جوڑ توڑ میرے بس میں نہیں۔ الفاظ وعبارت سے قطع نظر مضمون و مطالب ہی اصل مقصد ہے۔ میں نے آج تک جو کتابیں لکھی ہیں اپنے بزرگوں اور مشائخ سے والہانہ محبت وارادت ہی ان کے لکھنے کی تحریک بنی۔ جب کتاب مکمل ہوئی میں نے سمجھا جو کچھ میرے سینہ میں اپنے اسلاف کی روح پرور یادیں محفوظ تھیں وہ میں نے آئندہ نسلوں کو بطورِ امانت پیش کر دیں اور اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔ محض ناموری دکھانا یا کسی ستائش کی اُمید رکھنا ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔ اگر کوئی اور صاحب یہ خدمت سرانجام دیتا تو میں کبھی اس راہ نہ پڑتا۔

چونکہ گُل رفت و گلستاں شد خراب

بوئے گُل را از کہ جویم از گلاب

(جب پھول چلا گیا اور گلستان ویران ہو گیا تو ہم پھول کی خوشبو کس سے حاصل کریں گے؟ عرقِ گُل سے لیں گے)

لیکن یہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے۔ یہ وہی کچھ ہے جو ظاہری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ جُرعہ عشق سے سرشار اصحابِ شوق کے باطنی احوال میں کیا بیان کر سکتا ہوں۔ میں نے تو اُس گُلِ خُوشنما کی چند پتیاں اِن اوراق کے دامن میں اکٹھی کی ہیں ورنہ اُس گُلِ شگفتہ کی محبوبیت اور نورانیت کا عکس صفحہ قرطاس پر کیسے رقم کیا جا سکتا ہے جسکے دیکھنے والے بے اختیار پکار اُٹھتے تھے۔

ہرگز مدور نظر نقشے ز رویت خوب تر

شمسے ندانم یا قمر ، حُورے ندانم یا پری

(آنکھ کبھی بھی ایسی نقش وصورت دیکھ نہیں پائی جو آپ کے چہرے سے حسیں تر ہو، اے میرے چاند! نہ تو میں کوئی سورج جانوں اور نہ ہی اے پری! میں کوئی حور جانوں)

ہاں! اِس کتاب کی تالیف وتصنیف میں خاکسار کے لیے لطف وعنایت کے دو بول ہی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے ایک میرے پیر دستگیر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کا ارشاد کہ "تمہارے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین ہے تم ہی اب لکھو گے" اور دوسرا جدِ بزرگوار حضرت خواجہ اکا ایک فرمان جو بعد میں خلیفہ میاں غلام علی گجراتی نے مجھے بتایا کہ ایک روز دورانِ مجلس فرمایا "ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب میرا ایک بیٹا یہ بھی تحریر کرے گا کہ میں

مجلس کس طرح کیا کرتا تھا اور میرا اندازِ گفتگو کیسا ہوتا تھا یعنی معمولی معمولی باتیں بھی اکٹھی کر کے تحریر کرے گا'' اسی مفہوم کی ایک پیشن گوئی کا ذکر خلیفہ بابا محمد رمضان نے بھی مجھ سے کیا۔

ع ۔ شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

میرے لیے یہ خاص عنایت تھی کہ اس بارگاہ میں ہماری یاد کسی بہانے رہی۔ اپنی زندگی یہی ہے کہ جو وقت یادِ یار میں گزرے وہی غنیمت ہے اور اس کی لطف و عنایت کی ایک نظر ہی ہماری متاعِ حیات ہے۔

بدہ یک جام اے ساقی بنگر وفا از من　　　که تا عمر ابد من رہن یک پیمانہ خواہم شد

(اے ساقی! ایک جام تو دے اور میری وفا دیکھ، کہ ابدی عمر کے لیے میں ایک جام کے عوض رہن ہو جاؤں گا)

ہمارا سلسلہ شریف ہی عاشقانِ ازلی کا سلسلہ ہے خلیفہ مولٰنا شیر محمد قادری نے مجھے بتایا گولڑہ شریف حاضری کے موقع پر ایک مرتبہ حضرت شاہ معین الدین عرف لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے تعارف پوچھا تو میں نے عرض کی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین صاحب منگانویؒ جو کہ حضرت قطب عالم پیر محلویؒ کے سلسلہ شریف سے تعلق رکھتے ہیں ان سے شرف بیعت رکھتا ہوں۔ حضرت لالہ جی بڑے خوش ہوئے اور فرمایا'' مولوی صاحب! تمہیں مبارک ہو تم تو عاشقوں کے سلسلہ میں مرید ہو'' ہمارے طریقہ کی ابتداء و انتہا محبت ہی محبت ہے۔ میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ جب کبھی یہ شعر پڑھتے۔

نہ بندگی ہے ، نہ سجدہ ، نہ عبادت

محبت ہے ، محبت ہے ، محبت

تو فرماتے سانس ختم ہو جاتا ہے ورنہ کہتا رہتا کہ'' محبت ہے، محبت ہے، محبت'' ایک حدیث پاک میں ہے ''مَنْ عَشِقَ وَ عَفَّ وَکَتَمَ فَقَدْ مَاتَ شَهِيْداً'' (جس نے عشق کیا اور پاک (پرہیزگار) رہا اور اسے چھپایا وہ شہید کی موت مرا) شہزادہ دارا شکوہ قادری فرماتے ہیں

سلسلۂ زلفِ یار ، سلسلۂ ما بُود

طالب ایں روی را ، خوشتر ازیں جا بُود

(ہمارا سلسلہ زلفِ یار کا سلسلہ ہے۔ اس چہرے کے طالب کے لیے اور کون سی چیز اس سے بہتر ہے۔)

اللہ کریم بجاہِ حبیبہ الرؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اِن پاکیزہ احوال و فرمودات کے پڑھنے سُننے والوں کو شرابِ شوق کی لذت اور بیخودی کا سرور نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

پاؤں اٹھتے ہی نہیں منزلِ جاناں کے خلاف
اور اگر ہوش کی پوچھو تو مجھے ہوش نہیں
بیٹھ گئے کمر کو کھول یار کے دَر پہ جَم گئے
لاکھ کہے سُنے کوئی ، دیکھیں ہمیں ہٹائے کون

19۔صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
بمطابق 5،فروری 2010ء

خاک راہِ صاحبدلاں
ابوالحسن محمد طاہر حسین قادری غفرلہٗ
خادمِ خانہ زار۔۔۔۔دربار کرم بار طاہر آباد (منگانی شریف) جھنگ
حال مقیم : برمنگھم (برطانیہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر فضل وکرم فرماتا ہے تو اس کے لئے ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔ کچھ ایسا ہی فضل ایک ولی کامل حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ (پیدائش 1914ء۔ وصال 15 دسمبر 1954ء) پر ہوا۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور علم دین حاصل کرنے کے بعد جب آپ بھرپور جوان ہوئے تو آپ کشتی (پہلوانی) اور لمبی کھیڈ والی کبڈی کی طرف راغب ہو گئے اور اپنے علاقہ کے نامور کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ آپ کے دیہات میں اکثر مسلمان غریب اور ہندوؤں کے مقروض تھے اور ہندو اپنی دولت کے گھمنڈ میں مسلمانوں کو اتنا تنگ کرتے کہ بعض دفعہ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جاتی لیکن آپ کی جوانی میں جہاں کہیں ہندو جھگڑا کرتے آپ اپنے نوجوان ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچ جاتے اور ہندوؤں کو مار بھگاتے۔ ان لڑائیوں کی پاداش میں آپ کو تین ماہ کیلئے میانوالی جیل میں بھی رہنا پڑا۔

ایک دن ایک مجذوب فقیر حضرت بابا محمد رمضان آپ کے دیہات میں آیا اور آپ سے کہنے لگا: ''تیرے مقدر میں کیا ہے اور تو کہاں ہے؟ تم ملتان میں حضرت شاہ شمسؒ کے روضہ پر جاؤ''۔ آپ نے گھر والوں کو یہ قصہ سنایا اور ملتان جانے کا ارادہ کر لیا۔ گھر والوں نے آپ کے بڑے بھائی حضرت علی گل صاحب کو بھی آپ کے ساتھ ملتان روانہ کر دیا۔ آپ نے ملتان میں حضرت شاہ شمسؒ کے مزار کے قریب ایک مسجد میں چلہ کیا اور خواب میں آپ کو حضرت پیر سید سردار علی شاہؒ (دھڑ شریف منٹگمری) کے پاس جانے کا اشارہ ہوا۔ یہ موسم گرما 1942ء کا زمانہ تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ جب آپ دھڑ شریف میں حضرت پیر سید سردار علی شاہؒ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا رب تعالیٰ کو پانے آیا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا میرے پاس اکثر لوگ مال ودولت اور اولاد کیلئے آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کوئی رب تعالیٰ کی معرفت کے لئے بھی آیا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے آپ کو مرید کیا، وظائف اور اسم اعظم (پاس انفاس) کی تلقین کی اور فرمایا ''اب چلے جاؤ اور یہ سبق یاد کر کے آنا''۔ چنانچہ آپ گھر تشریف لائے اور گھر والوں کو بتایا میں فلاں پہاڑی پر چالیس راتوں کا چلہ کاٹوں گا اور اسم اعظم کا سبق یاد کروں گا۔ چنانچہ آپ بھنے ہوئے چنے اور پانی کی ایک مشک لے کر وہاں چلے گئے اور چالیس راتوں کے بعد گھر والے جب آپ کو لینے گئے تو ساتھ چارپائی بھی لے گئے کہ شاید کمزوری کی وجہ سے چلنے میں دقت پیش آئے مگر آپ پیدل چل کر واپس اپنے دیہات میں آئے اور ہندو مسلمان سبھی آپ کو دیکھنے کیلئے آئے لیکن اب وہ جوانی والا گھمنڈ اور رعب نہیں تھا بلکہ ہر ایک سے عاجزی اور انکساری سے بات کرتے اور وقفے وقفے کے بعد جب بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے تو دیہات والے بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد بھی آپ کے ساتھ ذکر کرنے لگ جاتے۔

اپنے پیرومرشد کا بتایا ہوا سبق یاد کرنے کے بعد آپ دہڑ شریف روانہ ہوئے۔ یہ جنوری 1943ء جمعہ کا دن تھا، جب آپ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آستانہ میں داخل ہوئے تو آپ کے پیرومرشد نے آپ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا "واہ حافظا، واہ حافظا! میں نے یہ سبق بہت لوگوں کو بتایا لیکن تو نے اس کو یاد کرنے کا حق ادا کر دیا"۔ آپ نے اسی وقت آپ کو قادری سلسلہ میں خلافت عطا فرمائی اور بلوآنہ (جھنگ) میں قیام کر کے تبلیغ اسلام کا کام شروع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اکثر لوگوں کو کئی سالوں کے بعد خلافت ملتی ہے مگر آپ کو صرف چھ ماہ میں یہ نعمت مل گئی۔

جب آپ بلوآنہ (جھنگ) منتقل ہوئے تو وہاں جہالت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اکثر لوگ دن کو علاقائی گیت یعنی ڈھولے گاتے اور رات کو چوری ڈاکہ کے ذریعہ آس پاس کے لوگوں کو تنگ کرتے تھے۔ آپ نے جب وہاں جمعہ کا خطاب اور محافل ذکر وفکر کا اہتمام کیا تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور وہی لوگ جو علاقائی گیتوں اور چوری ڈاکہ میں مست رہتے تھے اب وہ نمازی بن کر کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگے اور بلوآنہ کو لوگوں نے بلوآنہ شریف کہنا شروع کر دیا۔ خلافت کے بعد آپ صرف دس بارہ سال زندہ رہے اور پندرہ دسمبر 1954ء کو آپ کا وصال ہو گیا مگر اس مختصر سے عرصہ میں متعدد علاقوں تک آپ کی بیعت کا سلسلہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ چار دنوں تک کئی بار آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ اس وقت آمدورفت اور اطلاعات کے ذرائع بہت محدود تھے۔ اسلئے مختلف علاقوں سے مریدین کی جماعتیں آتی رہیں اور جنازے پڑھتی رہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آج جب کوئی مسافر بلوآنہ شریف کے پاس سے گزرتا ہے تو اس کی نگاہ سب سے پہلے 130 فٹ اونچے مسجد کے منارے، 50 فٹ اونچے سفید گنبد والے خوبصورت مقبرہ پر پڑتی ہے جو اپنے مکین کی عظمت کا علمبردار ہے اور اپنے گردو پیش میں رشد وہدایت کا نور پھیلا رہا ہے۔ اس مقبرہ میں اللہ تعالیٰ کا جو ولی آرام فرما ہے ان کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت پیر حافظ گل محمد القادریؒ ہے۔ آپ ایک عظیم خطیب، حافظ قرآن اور قادری سلسلہ کے شیخ طریقت تھے اور یہی بزرگ میرے والد گرامی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں خصوصی جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

آپ کے تفصیلی حالات اس کتاب "حافظ الکرم" میں درج ہیں۔ اس کتاب کو میرے بھتیجے اور داماد عزیز القدر پیر محمد طاہر حسین قادری اسعدہ اللہ تعالیٰ فی الدارین نے تصنیف کیا ہے اور اس کی تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

بانی و پرنسپل جامعہ الکرم برطانیہ

19 جولائی 2013ء بمطابق 3 رمضان 1434ھ

تقریظ

کتاب حافظ الکرم حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادریؒ (1914-1954ء) کی مبارک سوانح حیات جسے عصرِ حاضر کے معروف شیخ طریقت حضرت پیر محمد طاہر حسین قادری، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ غوثیہ، قطبیہ دربارِ کرم منگانی شریف، ضلع جھنگ نے تالیف کیا ہے۔

حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ کی نسبت ''قطبی'' حضرت عون قطب شاہ سے ہے، موصوف حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد میں سے تھے اور حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے براہِ راست بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ آپؒ کے حکم پر ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں اس وقت کفار راجاؤں کی حکومتیں تھیں جو عوام خصوصاً مسلمانوں پر بڑے ظلم وستم کرتے تھے۔ حضرت عون قطب شاہ نے یہاں آکر ان راجاؤں کے خلاف جہاد کیا۔

برعظیم پاکستان و ہند میں ایسے بہت سے افراد اور مجاہدین آئے جنہوں نے یہاں کے ہندو راجاؤں کے خلاف جہاد کیا لیکن ہندوؤں کے ہاں تاریخ کا تصور نہ ہونے اور مسلمانوں کی حکومتوں کے عدم قیام کے باعث ان حضرات کے حالات اور کارنامے تاریخی صورت میں محفوظ نہیں کیے جا سکے۔ البتہ ان مجاہدین کے مناقب میں کچھ کتابیں ضرور لکھی گئی ہیں جن سے ان کے اوصاف وصفات تو معلوم ہو جاتی ہیں لیکن ان کے تاریخی حالات نہیں ملتے۔ ان کی کن راجاؤں کے ساتھ جنگیں ہوئیں ان کے نام اور سنین تک کا ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح کی ایک ''تاریخِ محمودی'' ہے جس کا فارسی متن شاہ عبدالستار علوی قادری نے تیار کیا اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کروایا۔ اس میں سلطان محمد غوری کی فتح تراوڑی سے بھی (588-587ھ/1192-1191ء) کے جہاد کے واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ جہاد مظفر نگر، سہارنپور، میرٹھ، ہریانہ اور کرنال کے اضلاع میں ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت مسعود سالار غازی اور ان کے ساتھ مجاہدین کے وقائع جہاد کی بھی کوئی عصری شہادتیں نہیں ملتیں۔ دیپالپور کی تحصیل جھوجھہ میں ایک موضع شہید انوالہ کے مقام پر ان کی بارہ قبور ہیں(۱)۔ ان کے علاوہ سارے ہندوستان و پاکستان میں ایسے نامعلوم مقابر موجود ہیں جو یہاں جہاد کی غرض سے آئے، راجاؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور یہیں دفن کر دیئے گئے۔

حضرت عون قطب شاہ بھی جو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم پر یہاں پنجاب میں تشریف

---

(۱)۔ نجیب اللہ خان: التحقیق مرتبہ زبیر احمد گلزاری، مطبوعہ اسلام آباد، 2013ء

لائے، جہاد کئے۔ ان کی اولاد یہیں بس گئی۔ موصوف خود واپس بغداد چلے گئے۔ اس مجاہد کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت حافظ گل محمد قطبی بھی تھے جن کی دینی و روحانی بصیرت قرونِ وسطیٰ کے بزرگوں جیسی تھی۔ آپ نے بڑے بڑے دینی مباحثے بھی کئے، بہت سے تشنگان کو روحانی فیض بھی پہنچایا۔ 1947ء میں ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کی بھی بھرپور خدمت کی۔ ان کے لئے امدادی کیمپ لگائے۔ ان کی آبادکاری کی کوششیں کیں۔

موصوف کے پُرخلوص احوال، کرامات، ملفوظات اور عوام کی رہنمائی کے واقعات حضرت مؤلف نے بہت ہی دلنشین پیرایۂ بیان میں تحریر فرمائے ہیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ صرف قرونِ وسطیٰ کے ملفوظات کے مجموعوں میں ہی عوام کی آہیں، سسکیاں اور درد کے آثار پائے جاتے ہیں اور دورِ آخر کے صوفیاء تو محض تعویذ فروش اور اپنے خزانے بھرنے والے ہیں لیکن پیشِ نظر کتاب "حافظ الکرم" نے میری غلط فہمی دور کر دی کہ روحانی رہنما ہر دور میں راہبر ہی ہوتے ہیں۔ ان کی نظریں عوام کی جیبوں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہیں اور یہی دکھی طبقہ کے ہمدم و معاون ہوتے ہیں۔

لاتعداد انسانوں کو ان فرشتہ صفت حضرات نے اپنے روحانی عروج سے زوال فرما کر خلقت میں بیٹھ کر ان کی اصلاح کی ہوتی ہے اور وہ خود کو ان میں گرفتار نہیں ہونے دیتے۔ ان کے دکھ درد دور کر کے خود کو راحت میں محسوس کرتے اور اسے اپنا دینی و روحانی فریضہ سمجھتے ہیں۔

ان حضرات نے اپنی مبارک زندگیاں خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دی تھیں، جس کے عوض انہیں رضائے خداوندی کے سوا کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔ وہ دعا کرتے تو "اُعونی" کے حکمِ قطعی پر عمل کرنے کیلئے کرتے۔ اللہ اللہ کرتے یا اس کا سبق دیتے تو نصِ قرآنی "ذکرکم" کے حکم پر کرتے جس کی برکت سے طالب اپنی استعداد کے مطابق واصل ہوتے رہتے تھے۔

اس کتاب کے مولف حضرت پیر طاہر حسین قادری خود صاحبِ سوانح کی اولاد مبارک میں سے ہیں۔ اس میں درج روایات کے امین ان کے قریب ترین اعزہ ہیں اسلئے اس سوانح کو اعتماد کا معاصرانہ درجہ حاصل ہے۔ موصوف اس نفسانفسی کے دور میں اپنے بزرگوں کی جس طرز اور اسلوب سے سوانح عمریاں لکھ رہے ہیں ان کی اس وقت ساری دنیا میں اشد ضرورت ہے جنہیں پڑھ کر ہر طبقہ کے افراد مستفید ہو کر بزرگوں کے نقشِ قدم کی تلاش میں نکلیں گے۔ ربِ کریم انہیں مزید خدمت کی توفیق فرمائے۔ آمین

عاجز

محمد اقبال مجددی

13 رمضان المبارک/24 جولائی 2013ء

دارالمورخین، 196 بی، سبزہ زار، لاہور

حضرت خواجہ کا سلسلۂ فقر المعروف شجرۂ طریقت

شجرة طیبه "اَصْلها ثابت" وَ فرُعهَا فی السّماءِ هذهٖ سِلْسِلَتِی منْ مَشا ئِخی فی طَریقةِ العَالیه القادریه القطبیةالحافظیة الکرمیة رضوان الله تعالیٰ عَلَیْهِمْ اجمعین الیٰ یوم الدین

(۱) سید الکونین ورسول الثقلین خاتم الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت ابوالقاسم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ

(وصال باکمال ۱۲ ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ مزارپُر انوار مسجد نبوی ﷺ، مدینہ منورہ)

(۲) اسد اللہ غالب، امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔

(شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ مزار اقدس نجفِ اشرف، عراق)

(۳) سید الشہداء، سبطِ رسول اللہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ وعلیٰ ابیہ ولنبہ وجدہٖ الصلوٰۃ والسلام

(شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مزار کربلائے معلیٰ عراق)

(۴) حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

(شہادت ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۵) حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

(وصال ۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۶) حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

(شہادت ۲۴ شوال المکرم ۱۴۸ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۷) حضرت سیدنا امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام

(شہادت ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ مزار کاظمین شریفین بغداد شریف، عراق)

(۸) حضرت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام

(شہادت ۱۹ صفر ۲۰۳ھ مزار مشہد مقدس۔ ایران)

(۹) حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ مزار الکرخ۔ بغداد شریف (کہنہ)، عراق)

(۱۰) حضرت شیخ سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ مزار گورستان شونیزیہ بغداد شریف، عراق)

(۱۱) سید الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ مزار گورستان شونیزیہ بغداد شریف، عراق)

(۱۲) حضرت شیخ ابو بکر جعفر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مزار مقام سامرہ بغداد شریف، عراق)

(۱۳) حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۹ جمادی الثانی ۴۲۵ھ مزار مقبرہ امام احمد بن حنبلؒ بغداد شریف، عراق)

(۱۴) حضرت شیخ ابو الفراح یوسف طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۳ شعبان المعظم ۴۴۷ھ مزار طرطوس شام)

(۱۵) حضرت شیخ ابو الحسن علی ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ مزار قصبہ ہکار۔ بغداد شریف، عراق)

(۱۶) حضرت شیخ ابو سعید مبارک المخرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۷ محرم الحرام ۵۱۳ھ مزار منطقہ سعیدیہ۔ بغداد شریف، عراق)

(۱۷) محبوب سبحانی غوثِ صمدانی حضور سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی

(وصال ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ مزار باب الازج المشہور باب الشیخ۔ بغداد شریف، عراق)

(۱۸) حضرت سیدنا سیف الدین عبد الوہاب بن حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲۵ شوال المکرم ۵۹۳ھ مزار مقبرہ حلبہ۔ بغداد شریف، عراق)

(۱۹) حضرت سیدنا صفی الدین عبد السلام صوفی بن حضرت سیدنا عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۳ رجب المرجب ۶۱۱ھ مزار مقبرہ حلبہ۔ بغداد شریف، عراق)

(۲۰) حضرت سیدنا ابو العباس احمد بن حضرت سیدنا عبد السلام صوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲۵ رجب المرجب ۶۳۰ھ مزار حلب، شام)

(۲۱) حضرت سیدنا مسعود احمد بن حضرت سیدنا ابو العباس احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(وصال 5 شعبان المعظم 660ھ مزار حلب، شام)

(۲۲) حضرت سیدنا ابو الحسن علی بن حضرت سیدنا مسعود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲ محرم الحرام ۷۱۵ھ مزار حلب، شام)

(۲۳) حضرت سیدنا شاہ میر بن حضرت سیدنا ابو الحسن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۸ ماہ ذیقعد ۷۶۶ھ مزار حلب، شام)

(۲۴) حضرت سیدنا شمس الدین بن حضرت سیدنا شاہ میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۸۳۴ھ مزار حلب، شام)

(۲۵) حضرت بندگی سید محمد غوث گیلانی اوچوی بن حضرت سیدنا شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۷ رجب المرجب ۹۲۳ھ مزار اُوچ شریف ضلع بہاول پور، پاکستان)

(۲۶) حضرت سید عبد القادر ثانی بن حضرت سید محمد غوث گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۸ ربیع الاوّل شریف ۹۴۰ھ مزار ''اندرونِ روضہ حضرت سید محمد غوث گیلانی'' اُوچ شریف ضلع بہاولپور پاکستان)

(۲۷) حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبد القادر ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۵ شوّال المکرّم ۹۵۹ھ مزار ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

(۲۸) حضرت سید عبد القادر ثالث بن حضرت سید محمد غوث بالا پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۰۲۲ھ مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۲۹) حضرت سید عبد الوہاب بن حضرت سید عبد القادر ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۰۳۷ھ مزار ''اندرونِ روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۰) حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(تاریخ وصال نامعلوم مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۱) حضرت سید عبد الرزاق المشہور حضرت شاہ چراغ لاہوری بن حضرت سید عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۲۲ ذیقعد ۱۰۶۸ھ مزار ''روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۲) حضرت سید مصطفیٰ گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۸۴ھ مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۳) حضرت سید محمود گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال جمادی الاول ۱۰۸۶ھ مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۴) حضرت سید مجتبیٰ گیلانی بن حضرت سید مصطفیٰ گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۱۲۳ھ ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۳۵) حضرت سید حیدر بخش بن سید اللہ بخش بن سید اسمٰعیل گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال نامعلوم مزار قصبہ سلطان پور لودھی ریاست کپورتھلہ۔ ہندوستان)

(۳۶) حضرت سید غلام غوث بن سید غلام مرتضیٰ بن سید نصر اللہ بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال 1749ء اور 1757ء کے درمیان کسی سال مزار "بیرونِ روضہ حضرت غوث بالا پیر" ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

(۳۷) حضرت سید امان اللہ شاہ المعروف سلطان ہاتھیوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(تاریخ وصال نامعلوم مزار محلہ سلطان ہاتھی وان جھنگ شہر، پاکستان)

(۳۸) حضرت سید علی شیر بن حضرت سید فتح خان بن حضرت سلطان ہاتھیوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(تاریخِ وصال نامعلوم مزار میرک شریف تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ، پاکستان)

(۳۹) حضرت سید چراغ علی شاہ بن حضرت سید علی شیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۳ صفر المظفر ۱۳۰۶ھ مزار میرک شریف تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ، پاکستان)

(۴۰) حضرت سید قطب علی شاہ بخاری قادری المشہور بحضور قطب عالم پیر محلوی نور اللہ مرقدہ،

(وصال ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مزار سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان)

(۴۱) حضرت سید شیر محمد گیلانی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۳ ذیقعد ۱۳۵۰ھ مزار فتح پور شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

(۴۲) حضرت سید سردار علی شاہ بخاری قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۸ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مزار دھڑ شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

(۴۳) حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(وصال ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مزار بلوآنہ شریف ضلع جھنگ، پاکستان)

(۴۴) حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المشہور بحضور قبلہ عالم منگانوی قدس اللہ سرہ المعنوی

(وصال ۱۸ ذیقعد ۱۴۱۱ھ مزار خانقاہ غوثیہ قطبیہ دربار کرمیہ طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان)

شجرۂ طریقۃ السلسلۃ القادریۃ الغوثیۃ القطبیۃ الحافظیۃ الکرمیۃ

(علی أصحابها رضوان اللّٰہ تعالٰی)

یـا الٰهی! کَـرَمـاً أَرْجُوْ بِـجَـاهِ الْـمُصْطَفٰی — سَیِّـدِ الْـکَـوْنَیْـنِ طُـرًّا وَمَـلِیْکِ الأَنْبِیَـاء

وَاقِفٌ اِنِّـیْ خُشُـوْعـاً فِـی جِنَابِکَ سَـائِلا — حَـلِّ اِشْکَـالِـی لِـوَجْـهِ مَـنْ یَـحُـلُّ الْمُعْضِلا

بِـأَمِیْـرِ الشُّهَـدَاءِ ذَا (الْـحُسَیْـنِ بْـنِ عَـلِـی) — اِرْحَـمَـنْ بِبَهَـاءِ وَجْـهِ مَـنْ هُـوَ زَیْـنُ الـعِبَـا

(بَـاقِـرُ) ، (جَـعْـفَـرُ) ، (مُوْسٰی کَاظِماً) هُمْ جُنَّتِی — هَـبْ رِضًـی بِرِضَـاکَ کَی تُرْضِیْ بِهِ (مُوْسٰی الرِّضَا)

عَـرَفَ (أَهْـلَ الـلّٰهِ) عَرَّفَنِیْ بِفِی مَعْرُوْفِ (کَرْخ) — بِشَـذَا (السِّـرِّی السَّـقَـطِی) و (جُنَیْدِ) جُنْدَ کَا

رَبِّ هَبْ لِی رَحْمَةً بِالشِّبْلِی ای شِبْلِ عَلِی — أَفْـرِحَـنِّـی بِـأَبِـی الْفَضْلِ أَبِی فَـرَحِ الْوَرٰی

بِأَبِی الْحَسَنِ وَشَیْخِ الأَصْفِیَاءِ أَبِی سَعِیْد — نَـجِّـنِـی مِـنْ کُـلِّ غَـمٍّ ثُـمَّ خَـوْفٍ وَ أَسٰـی

بِـأَمِیْـرِ الْأُمَـرَاءِ یَـعْـنِـی ذَا شَـیْـخِ الشُّیُوْخ — غَـوْثِـنَـا الْأَعْـظَـمِ مُـحْـیِ الدِّیْنِ شَاهَنْشَاهِنَا

بِـعَبْدِ الْـوَهَّـابِ ، فَـضْـلِ الـلّٰهِ ، ثُمَّ أَبِی الْفَرَح — وَبِسَیِّـدْ أَحْـمَـدَ مَـلِکِ الْبَـقَـاءِ فَـاغْـفِـرْلَـنَا

حَـضْـرَةُ (مَسْـعُـوْد أَحْمَدْ) أَسْعِدَنْ بِهِ عِیْشَتِی — وَبِـنُـوْرِ الـدِّیْـنِ شَـهْ مِیْـرَ مَـلِیْکَ (دُوسَـرَا)

أَرِنِیْ بِضِیَـاءِ شَـمْـسِ الـدِّیْنِ شَمْسَ الْوَحْدَةِ — وَبِـنُـوْرِ حَـضْـرَةِ سَـیِّـدْ مُـحَـمَّـدْ غَـوْث شَاه

وَبِـعَـبْـدِ الْـقَـادِرِ الثَّـانِـی و شَـاهِ بَـالَا پِیر — وَبِـعَـبْـدِ الْـقَـادِرِ الثَّـالِثِ مِرْآةِ الصَّـفَـاء

بِشَـذَا عَبْدِالْـوَهَّـابِ ، عَـابِدِ ، عَبْدِالرَّزَّاق — هَـبْ لَـنَـا رِزْقـاً کَـرِیْـماً مِنْ سَخَاءِ الْمُصْطَفٰی

أَفْـرِحَـنْ وَاعْـمُـرْ بِـعِـشْـقِکَ قَلْبَنَا ، قَـالَبَنَا — بِـوَسِیْلَةِ حَضْرَةِ (مَحْمُوْد) و حَضْرَةِ (مُجْتَبٰی)

بِـاسْـمِ (حَیْدَرْ بَخْش) أَرْجُوْ العَفْوَ بَخْشِیْشَ الْکَرِیْم — وَبِـفَـضْـلِ (شَـاهْ غُلَامْ غَـوْث) شَـاهِ الْأَتْقِیَاء

اِرْحَـمَـنَّـا الْـمُـذْنِبِیْنَ نَـحْـنُ یَـا رَبَّ الْوُجُوْد — بِـوَسِیْلَةِ حَـضْـرَةِ (سُـلْطَانُ أَمَانُ الـلّٰـهِ شَاه)

وَبِـفَـضْـلِ خَوَاجَهْ أَبِی الْخَیْرِ حَضْرَتْ عَلِی شَیْر — هَـبْ لَـنَـا نُـوْراً بِـفَـضْـلِ (چِرَاغ) مِرْآةِ الْهُدٰی

آهِ! لَا تَـفْـضَـحْـنِی فِی الدَّارَیْنِ وَ اکْرِمْ یَا کَرِیْم! — بِوَسِیْلَةِ قُطْبِکَ الْأَعْظَمِ غَوْثِ الْعَالَمِ اَیْ (قُطْب شَاہ)

اِحْـتَـفِـظْ بِـمَـدَارِ خَـمْـرِ الْـقَـادِرِیَّةِ عَـامِراً — بِـوَسِیْلَةِ حَـضْـرَةِ (شَیْـرِ مُـحَـمَّـدْ) قِبْلَتِنَا

آمِـنَـنَّـا رَبِّ مِـنْ کُـلِّ بَلَاءٍ وَّخَـطَـاء — بِوَسِیْلَةِ سَیِّدِی (سَرْدَار عَلِی شَاه) الْمُقْتَدٰی

وَاعْتِنِ أَنْـتَ بِـنَـا دُوْنَ حِـسَـابٍ وَّ کِـتَـاب — بِـوَسِیْلَةِ (گُـلْ مُـحَمَّدْ) بَحْرِ جُوْدٍ وَ سَخَاء

اُنْـظُـرَنْ حَـالَ (مَـظْـهَـرْ) یَا لَطِیْفُ ،یَا بَصِیْر — بِـنَـدٰی (کَـرَمِ الْـحُسَیْـنِ)هُوَ فَخْرُ الْأَوْلِیَاء

آتِـنَـا یَـا رَبِّ فِـی الـدَّارَیْـنِ نِـعَمَ الْحُسْنَیَیْن — بِـوَسِیْلَةِ قَـادَةِ أَفْنَانِ الشَّجَرَةِ الـطَّیِّبَه

شجرہ شریف (فارسی)

کریما کرم فرما لطف کُن بر حالِ زارِ ما — طفیلِ مصطفیٰ، مشکل کشا ؓ و سید الشھدا ؓ
بنامِ عابدؒ و باقرؒ و جعفرؒ، موسیٰ کاظم — زِرُوئے حضرتِ موسیٰ رضا ؒ حلال مشکلہا
پئے معروفؒ و سقطیؒ و از جنیدؒ و حضرتِ شبلی — فضل فرما پئے ابوالفضلؒ، ابو الفرحؒ شاہا
بحقِ بو الحسن، شیخ ابو سعیدؒ مخزومیؒ — بنامِ غوثِ اعظم شیخ محی الدینؒ ارحمنا
مدد از حضرتِ عبد الوہابؒ سیف الدین یا رب — پئے عبد السلامؒ و احمدؒ و مسعودؒ کن یارا
زِرُوئے نور الدینؒ، شہ میرؒ، شمس الدین گیلانیؒ — ترحم از محمد غوثؒ و ثانی عبدِ قادرؒ را
بحقِ غوث بالا پیرؒ و عبد القادرؒ ثالث — پئے عبدالوہابؒ اَللّٰھم نور قلوبنا
طفیل عابدؒ و عبد الرزاقؒ و مصطفیؒ شاہے — نگہ کن از پئے محمودؒ و حضرت مجتبیٰؒ مولا
زِحیدر بخشؒ، بالاغوثؒ، شہ سلطان امان اللہؒ — پئے علی شیرؒ و حضرت چراغ شاہؒ از حُزن نجینا

بنامِ قطب علیؒ، شیر محمدؒ، شاہ سردارےؒ
بحقِ گُل محمدؒ کرم کن بر کرمؔ یا اللہ

شجرہ شریف (اردو)

یا خداوندا کرم کر مصطفیٰ ﷺ کے واسطے | سرورِ کونین شاہِ انبیاء کے واسطے

سر جھکائے ہاتھ پھیلائے کھڑے تیرے حضور | کر میری مشکل کشا، مشکل کشاؓ کے واسطے

از طفیلِ سیدالشہداء حسینؓ ابنِ علیؓ | رحم کیجیے حضرتِ زین العباءؓ کے واسطے

حضرتِ باقر و جعفر، موسیٰ کاظمؓ کے طفیل | بخش تسلیم و رضا موسیٰ رضاؓ کے واسطے

معرفت معروفؓ کے معروف اہل اللہ سے کر | سری سقطیؒ و جنیدؒ با صفا کے واسطے

از طفیل شیخ شبلیؒ رب حبلی رحمتہٗ | کر فضل ابو الفضل ابو الفرحؒ کے واسطے

دور کر رنج و حزن ابوالحسنؒ کے نام سے | شیخ ابو سعیدؒ شیخ اصفیاء کے واسطے

پیرپیراں، میرمیراں شاہ محی الدیںؒ ولی | غوثِ اعظمؒ شاہِ جیلاں شہنشاہ کے واسطے

از پئے عبد الوہابؒ، صفی الدیں عبدالسلامؒ | مغفرت دے سید احمدؒ بادشاہ کے واسطے

دے سعادت حضرتِ مسعود احمدؒ کے لیے | نور الدیں، شاہ میرؒ شاہِ دوسرا کے واسطے

شمس وحدت سے شناسا کر طفیل شمس الدیںؒ | حضرتِ سید محمد غوث شاہؒ کے واسطے

ثانی عبد القادرؒ و شاہ پیر بالاؒ کے لیے | ثالث عبد القادرؒ حق آشنا کے واسطے

از پئے عبدالوہابؒ، عابدؒ و عبدالرزاقؒ | رزق پاکیزہ عطا کر مصطفیٰؒ کے واسطے

جان و دل کو شاد رکھ آباد اپنے عشق سے | حضرتِ محمودؒ حضرت مجتبیٰؒ کے واسطے

نام حیدر بخشؒ کے سب بخش دے جرم و خطا | شاہ غلام غوثؒ شاہِ اتقیاء کے واسطے

ہم گنہگاروں پہ بخشش کر خداوندِ جہاں | حضرتِ سلطان امان اللہ شاہؒ کے واسطے

حضرت علی شیرؒ ابوالخیر خواجہ کے لیے | روشنائی دے چراغِ حق نما کے واسطے

کر کرم فرما کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم | قطبِ اعظم غوث عالم قطب شاہؒ کے واسطے

میکدۂ قادری کے مے کشوں کو شاد رکھ | حضرتِ شیر محمدؒ قبلہ گاہ کے واسطے

ہر خطا و ہر بلا سے دے پناہ میرے خدا | سیدِ سردار علی شاہؒ راہنما کے واسطے

کیجیئے ہر حال میں ہم پر عنایت بے حساب | گل محمدؒ صاحب جود و سخا کے واسطے

نظر فرما بر مظہر اے صاحب لطف و نظر | پیر کرم حسینؒ فخرِ اولیاء کے واسطے

النا حسنا فی الدنیا و فی الآخرۃ | رہبرانِ سلسلہ طیبہ کے واسطے

شجرہ شریف (پنجابی)

میرے مولیٰ کرم کر سید الابرار دا صدقہ
تیرے پیارے محمدؐ حسن دے شہکار دا صدقہ

کھلوتا ہاں تیرے دربار وچ جھولی نوں پھیلا کے
میری مشکل کریں حل، حیدرِ کرارؓ دا صدقہ

حسینؓ ابنِ علی، زین العباؒ دے نام تے یا رب
بلاواں دور ہون آلِ نبی اطہار دا صدقہ

طفیلِ باقرؒ و جعفرؒ و موسیٰؒ دے میرے مولیٰ
رضا اپنی تے راضی رکھ، رضاؒ دے پیار دا صدقہ

نظر کر مہر دی معروفؒ و سریؒ پاک دے پاروں
جنیدؒ با صفا و شبلیؒ دی گفتار دا صدقہ

وسیلہ عبدِ واحدؒ، یوسفِؒ طرطوس دا مولیٰ
ہمیشہ خیر منگاں بوالحسنؒ دلدار دا صدقہ

سعادت مند رکھ یا رب مبارکؒ پیر دے ناں تے
شرابِ شوق دے اُس عارف سرشار دا صدقہ

الٰہی غیر دی اُلفت توں میرا پاک سینہ کر
جنابِ غوثؒ اعظم قادری سالار دا صدقہ

شہِ عبدالوہابؒ، عبدالسلامؒ، احمد دے پاروں چا
کریں مسرور مسعودؒ و علیؒ غمخوار دا صدقہ

بنامِ شہ میرانؒ، شمس دینؒ دل نوں مصفا کر
محمد غوثؒ خواجہ بندگی سرکار دا صدقہ

ہویا مشہور عالم وچ جیہڑا مخدوم ثانیؒ توں
اُسےؒ دے لعل بالا پیرؒ شاہ اسوار دا صدقہ

شہِ ثالثؒ، شہِ عبدالوہابؒ دے وسیلے تھیں
تیرے زین العباؒ دے چمکدے رخسار دا صدقہ

محبت ماسوا دی دل دی تختی توں مٹایا رب
شہِ عبدالرزاقؒ منبعِ انوار دا صدقہ

طفیلِ مصطفیٰؒ، محمودؒ دے روشن میرا دل کر
جنابِ مجتبیٰؒ دی دیدہء بیدار دا صدقہ

میرے عیباں نوں بخشیں شاہ حیدر بخشؒ دے ناں تے
غلامِ غوث ہادی واقفِ اسرار دا صدقہ

اَمان اپنی دے وچ رکھ شاہ امان اللہؒ دے پاروں
علی شیرؒ ولی محرم حریمِ یار دا صدقہ

عطا کر روشنی دل دی چراغِؒ حق نما وچوں
شہِ قطبِ علیؒ دے گیسوئے خمدار دا صدقہ

رہوے میخانہء شیرِ محمدؒ تا ابد قائم
پیوا جامِ محبت سید سردارؒ دا صدقہ

جمالِ گل محمد دا وسیلہ دے کے منگدا ہاں
کرم چاہواں سدا تیرا کرمؒ سرکار دا صدقہ

فقر دا باب کھلا پیر کرم حسینؒ دی صورت
میرے مولیٰ تیرے اُس عاشق بیمار دا صدقہ

بھلائی دین و دنیا دی عطا فرما کے طاہر نوں
کریں چا شاد یا رب! قادری دربار دا صدقہ

باب نمبر 1

آباؤ اجداد

(تاریخی پسِ منظر)
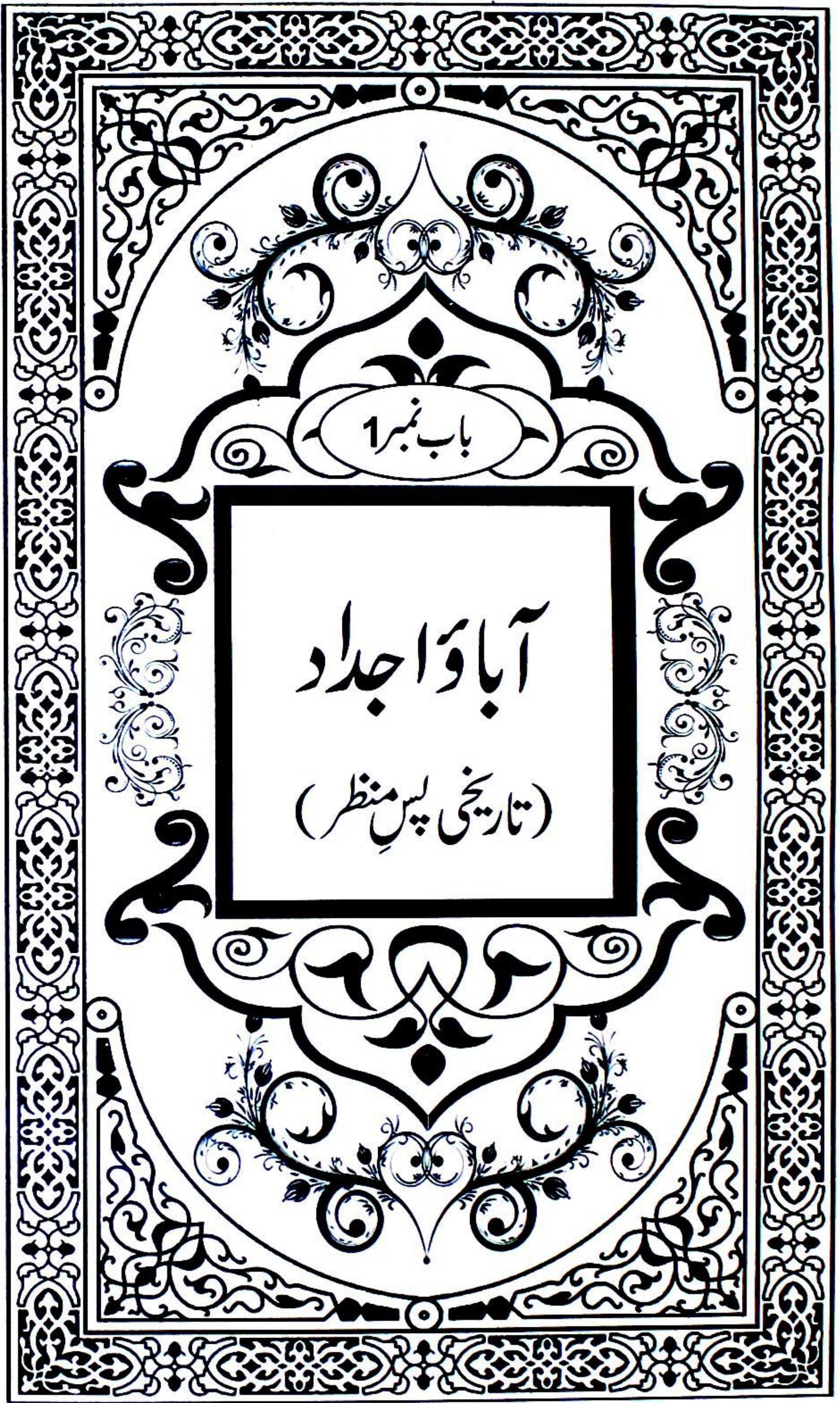
نسب نامہ:۔ قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المشہور حضور قبلہ عالم منگانویؒ (بانی خانقاہ منگانی شریف ضلع جھنگ) بن خواجہء خواجگان حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری بن خواجہ یار محمد بن مولینا غلام محمد بن محمد اعظم بن خان محمد بن غلام محمد بن احمد بن شہباز بن محمد صدیق بن حسن بن عمر بن فیروز بن غازی بن برخوردار بن قیصر خاں بن بہادر علی عرف بہادر ڈھیر بن جہاں خاں عرف جہانیاں بن خنجر علی بن مہر علی بن مانک علی عرف مالک بن رحمان علی بن بدیع الدین بن محمد عالم الدین عرف سکن شاہ بن محمد شاہ کنڈان بن قطب الہند، نائب و خلیفہء غوث الاعظمؓ حضرت عون یعلیٰ المشہور قطب شاہ بن ابو یعلیٰ قاسم بن حمزہ ثانی بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن ابو جعفر محمد بن ابو محمد القاسم بن حمزہ الاکبر بن حسن بن عبید اللہ مدنی بن ابوالفضل حضرت غازی عباس علمدارِ کربلا بن اسد اللہ الغالب امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

عصرِ حاضر کے معروف ایرانی سکالر، محقق، مترجم اور مصنف تصنیفاتِ کثیرہ ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رھا نے آپ کا نسب نامہ فارسی میں اس طرح منظوم فرمایا ہے۔

شجرۂ نسب منظومؒ (فارسی)

ترا فضل خدا باشد ترا خیر الوریٰ گویند
تویی دریای بخشش ها، ترا صلِّ علا گویند

عیان است راز بر مردم، تو هستی نور یکتایی
که تقلید محمد ﷺ را، علی شیر خدا گویند

به دشت کربلا عباسؑ علمدار شجاعت ها
نباشد هم چنان غازی مَهِ حُسن وفا گویند

عبید اللّٰه و آن زیبا حَسنؑ آمد در این دنیا
بحمد اللّٰه مثال حمزهؓ پور مرتضیٰؑ گویند

سلام بر حضرت منگانویؒ و جدّ او اقدس
بود او بو محمدؒ صاحب فقر و فنا گویند

پیامبر ﷺ بر ابو جعفرؒ محمد کرد عنایت ها
تویی مانند آن جعفرؒ ترا حق آشنا گویند

کرم بود از علیؒ و آل علیؒ، باز هم علیؒ آمد
در آغوش علیؒ، باز قاسمؒ صدق و صفا گویند

سپس آن حضرت طیّارؒ که باشد ثانی حمزہؓ
در این دنیا ابو یعلیؒ هم او را مقتدا گویند

سپاس ذات اللہ، قطب هند، آن حضرت عونؒ است
هم او را فخر و ناز مرتضیؓ غوث الوریٰؒ گویند

محمد شاہ صدقیؒ و هم او صدقی دین عالم
بدیع الدینؒ غلام تاجدار هلی أتی گویند

طفیل شاہ رحمانؒ از تصدّق مالکؒ نیکو
که آن سان مهر علیؒ مانند یک مرد خدا گویند

چنان در پاکی او باشد، چنان خانؒ پور خنجرؒ نیز
بهادر ڈھیرؒ عکس مرتضیؓ مُشکل کُشا گویند

به لطف و مهر برخوردارؒ جناب حضرت قیصرؒ
همان غازیؒ به پوشیدن همان قطبی قبا گویند

سلام بر حضرت فیروزؒ کہ باشد پدرش عمرؒ
کہ اولاد تو نیز مثل حسنؒ یک پارسا گویند

خوشا صدیقؒ و آن شہبازؒ کہ از مہر جناب احمدؒ
غلامؒ خواجۂ بطحا ﷺ حبیب دوسرا گویند

گھی خان محمدؒ ہم گھی اعظمؒ بُوَد مانند
چنان کہ بازھم آن یک غلامؒ مصطفیٰ ﷺ گویند

سراپا زھد و تقویٰ نام ھمان یار محمد شد
حدیث "فقر فخری" گشتہ او با مدّعا گویند

ھمان دم لازم آمد روشنی اصل تصوّف شد
کہ حافظ گل محمّد قادریؒ چون پیشوا گویند

بہ ھر جا مصطفیٰ ﷺ و مرتضیٰؓ فیّاض می باشند
گلستان ولایت را یقیناً ماہ لقا گویند

نگھدار کرم، عکس کرم، دستِ کرم باشد
جناب پیر کرم حسینؒ، چو فخر اولیاء گویند

شرفِ نسب:۔ اسلام میں عزت و بزرگی کا معیار ذات پات نہیں بلکہ عزت و عظمت کا معیار تقویٰ ہے۔ لیکن نیک وصالح لوگوں کی اولاد ہونا بھی بہت بڑا شرف ہے۔ حدیث پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کی سات پشتوں میں برکت دیتا ہے۔ آباؤ اجداد کی صداقت اور شرافت اولاد کیلیے دنیا و آخرت میں باعثِ عزت اور اقوامِ عالم میں نسب کا احترام ایک مسلمہ امر ہے۔ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر و موسیٰؑ کا ذریعے دو یتیم بچوں کی دیوار جو گر رہی تھی۔ اور جس کے نیچے ان کا مال دفن تھا۔ بلا معاوضہ تعمیر کرانا گویا اس امر کا باعث تھا کہ وَکَانَ

اَبُوْ هُمَا صَالِحاً۔ان کا باپ نیک آدمی تھا۔تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ'' اَبُوْ هُمَا'' سے مراد اُن کا باپ نہیں تھا بلکہ بچوں کی ساتویں یا دسویں پُشت کا بزرگ تھا۔اس ولی اللہ سے نسبت کے باعث اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر و موسیٰ سے یہ دیوار تعمیر کروائی۔آباؤ اجداد کے نیک اور صالح ہونے سے ہی اولاد کو یہ فائدہ پہنچا سورہ طور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۝ (سورہ طور آیت ۲۱)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم (آخرت میں) ان کی اولاد کو انہیں کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اپنے اعمال صالح کے انعامات میں سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے۔اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کئی مفسرین نے حضرت ابنِ عباسؓ کی زبانی نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بہشت میں اس کے ہمراہ اسی درجہ و مقام میں رکھیں گے تاکہ اس مومن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی یہ شرف نسب ہی کا احترام اور لحاظ ہے بشرطیکہ وہ اولاد مومن ہو۔

اولادِ علی المرتضیٰؓ:۔ تمام اعوان مؤرخین اس بات پر متفق ہیں۔کہ وہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں۔سیدنا علیؓ کی اولاد ہونا ان کے لیے سب سے بڑا شرف، تقدس، اعزاز اور فخر ہے۔اعوانوں کے خون کے اندر جو شجاعت، سخاوت اور اولوالعزمی کی جھلک موجود ہے۔یہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے خون کا اثر اور صدقہ ہے جس ذات کی نسل پاک کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی اہلبیت ہونے کا شرف عطا کیا ہو۔اس مقدس ہستی کی نسل و خون سے ہونا اتنا بڑا اعزاز اور عظمت ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی اظہار تشکر کیا جائے کم ہے مؤرخین کی تصریحات کے مطابق سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، کی مختلف ازواج میں سے اٹھارہ بیٹے تھے۔لیکن نسل کا سلسلہ پانچ بیٹوں سے چلا۔باقی یا تو کم سنی میں وفات پا گئے یا شادی سے قبل کسی معرکہ میں شہید ہو گئے۔''طبقات ابنِ سعد'' جلد سوم کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے پانچ بیٹوں امام حسنؓ، امام حسینؓ، عباس علمدار، محمد بن حنیفہ اور عمر اطراف سے نسل چلی۔''کتاب التخفید'' میں ہے آپ کے ان پانچوں فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے تاہم برِ صغیر پاک و ہند میں ایک خاص امتیاز ہے کہ حسنین کریمین کی اولاد کو سید اور باقی فرزندوں کی اولاد کو علوی یا اعوان کہا جاتا ہے۔لہذا برِ صغیر پاک و ہند میں حضرت عباس علمدارؓ، حضرت محمد بن حنیفہؓ اور حضرت عمر اطراف یعنی تینوں بھائیوں کی اولاد کو علوی اور اعوان کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔معروف اعوان قبیلہ خانوادہ حضرت سلطان باہوؒ اپنا شجرۂ نسب حضرت امیر زبیر ابنِ سیدنا علی المرتضیٰ سے بیان کرتے ہیں۔ہمارے اسلاف حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے ہیں۔کتاب'' میزان ہاشمی و میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق ہمارے مورث اعلیٰ حضرت عون المعروف قطب شاہ ہیں۔جو حضرت عباس علمدارؓ کی بارہویں پشت سے ہیں۔کتب مذکورہ کی

اصل عبارت اس طرح ہے۔"ومن العلو بین الاعوان و شجر تهم هٰذا' عون بن یعلی بن حمزه بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزه بن حسن بن عبدالله بن عباس بن علی بن ابی طالب الهاشمی القریشی.

(ترجمہ) علویوں سے اعوان ہیں اور انکا شجرۂ نسب اسطرح ہے۔ عون بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابوطالب ہاشمی قریشی۔

حضرت عون بن یعلی جو کہ، قطب حیدر اور قطب الہند کے نام سے بھی مشہور ہیں لیکن برِ صغیر میں زیادہ معروف "قطب شاہ" کے نام سے ہوئے اور اسی وجہ سے آپ کی اولاد کو "قطب شاہی اعوان" کہا جاتا ہے۔

قطب الہند حضرت عون المعروف قطب شاہ قادریؒ

آپ کی ولادت بقول صاحب خلاصۃ الانساب بغداد میں ہوئی آپ کا نام نامی "عون" کنیت سامی "ابو عبداللہ" تھی اس کے علاوہ کئی القاب سے شہرت پائی لیکن سب سے زیادہ معروف نام قطب شاہ ہے۔

صاحب میزان ہاشمی نے لکھا ہے" آپ بڑے حسن خاطر، کمال دانا اور حاضر جواب تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ، حضور سیدنا غوث الاعظم کی والدہ ماجدہؓ کی سگی بہن تھیں آپ نے حضور سیدنا غوث الاعظم کے دست اقدس پر بیعت کی اور انہی کے حسب الارشادؒ اپنی اولاد سمیت ہندوستان کی طرف ہجرت فرمائی "میزان ہاشمی" میں اس کا تذکرہ کچھ یوں ہے۔

کان قطباً من جانب الشیخ عبدالقادر الجیلی علی الهند فلهٰذا الشتهر لَقبه، فیه بقطب شاه و اشتهر اولاد، فیه باسم اعوان.

یعنی عون، شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف سے ہندوستان کے قطب تھے۔ اس لیے قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور ان کی اولاد اعوان کے نام سے مشہور ہوئی حضرت قطب شاہؒ ایک عرصہ تک ہندوستان میں تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے اور پھر حضور غوث پاک کے حسب فرمان واپس بغداد شریف آگئے یہاں بعہد خلافت المستنجد باللہ بن المقتفی عباسی وصال فرمایا۔ حضور غوث پاک نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقبرہ قریش بغداد شریف میں تدفین ہوئی مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے۔" باب البصرہ کے راستہ میں ایک بڑی عمارت والی زیارتگاہ ہے۔ اس میں ایک چوڑے تعویذ کا مزار ہے، جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔" هذا قبر عون من اولاد علی بن ابی طالب" یہ عون کا مزار ہے جو حضرت علی بن ابوطالب کی اولاد سے ہیں۔

برِصغیر میں حضرت قطب شاہ کی شہرت کا باعث ان کی ولائت یا مرتبہ قطبیت پر فائز ہونا نہ تھا۔ بلکہ آپ برِصغیر میں ایک عظیم مجاہد کے طور پر بہت معروف ہوئے یہاں ہندو راجاؤں سے آپ نے جہاد بالسیف کیا اور کئی راجاؤں کو

شکست دے کر اسلام کی تیغ کے سائے میں لائے "باب الاعوان" میں درج ہے آپ بڑے مجاہد ہوئے ہیں باقاعدہ ایک لشکر لے کر ہرات کے راستہ بغداد سے ہندوستان آئے اور پنجاب کے اہل ہنود کے ساتھ کافی عرصہ مصروف جہاد رہے۔

حضرت قطب شاہ نے پنجاب میں کوہستان نمک کو اپنا مسکن بنایا جو آج تک اعوانوں کا مسکن قدیم ہے۔

آپ نے چار شادیاں کیں پہلی شادی حضرت عائشہ سے ہوئی تھی اور باقی تین شادیاں ہندوستان میں آ کر کیں۔ جن میں کل گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔

1۔حضرت عائشہؒ (جو حضور غوث پاکؒ کی خالہ تھیں) ان کے بطن سے دو بیٹے۔عبداللہ عرف گولڑہ اور محمد عرف کندلان پیدا ہوئے۔

2۔بی بی خدیجہ (جو ہندوستان سے تھیں) سے تین بیٹے محمد علی، فتح علی، نجف علی اور ایک بیٹی فاطمہ پیدا ہوئی۔

3۔بی بی زینب (یہ بھی ہندوستان سے تھیں) ان کے بطن سے مزمل علی۔ جہان شاہ، زمان علی اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی۔

4۔بی بی ام کلثوم۔(یہ بھی ہندوستان کی تھیں) ان کے بطن سے کرم علی، بہادر علی، نادر علی اور ایک بیٹی ہاجرہ پیدا ہوئیں۔

محمد کندلان بن حضرت قطب شاہؒ:۔ محمد کندلان جنہیں عرف عام میں محمد شاہ کنڈان بھی کہتے ہیں حضرت قطب شاہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ عبداللہ کے سگے بھائی اور حضرت عائشہ کی اولاد سے تھے۔"حقیقت الاعوان" کے مؤلف ہاشم الدین نے اور "باب الاعوان" کے مؤلف نور الدین نے بحوالہ "تاریخ کندلانی" لکھا ہے میر قطب شاہ کا بیٹا محمد المعروف کندلان شمالی پنجاب کے کوہستان نمک دوآبہ آیا تھا اور یہ دوآبہ دریائے جہلم اور چناب کے درمیان واقع ہے۔آپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔جس کا نام "سکن شاہ" تھا اور سکن شاہ کے بیٹے کا نام بدیع شاہ تھا۔بدیع شاہ کے دو پوتے فیروز شاہ اور مالک تھے۔

فیروز اور مالک دونوں ضلع خوشاب کے موضع پدھراڑ میں آباد تھے جو کہ ان کے دادا بدیع شاہ نے آباد کیا تھا۔موضع پدھراڑ کے پہاڑ میں ایک مکان ہے جو کہ بھیومٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پختہ مکان غیر آباد ہے اس میں ایک پتھر سے شفاف پانی کا چشمہ نکلتا ہے۔اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ مکان بدیع شاہ کا تھا فیروز شاہ کی اولاد سے متیال اور مالک کی اولاد سے ملکال مشہور اعوان گوتیں ہیں۔ ان کے علاوہ گندلانی، کندوال، گل شاہی، برتھ، برتھال اور سکوال بھی محمد کندلان کی اولاد سے ہیں ان کی اولاد پدھراڑ ضلع خوشاب، شاہ پور، سیال شریف اور کوہستان کے مشرقی حصہ دریائے جہلم کے درمیان دوآبہ اور سندھ دوآبہ ضلع میانوالی میں آباد ہیں۔

فیروز شاہ کی اولاد کوہستان نمک پنجاب میں زیادہ آباد ہے۔ ضلع میانوالی کے تحصیل عیسیٰ خیل میں دریائے سندھ کے کنارے اور دریائے کرم کے درمیان دوآبہ میں ایک گاؤں کنڈل آباد ہے کنڈل کے رہنے والے مکینوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مانک علی عرف مالک کی اولاد ہیں۔اور محمد کندلان کی نسل میں سے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مالک نے

ایک شادی کنڈل میں بھی کی تھی۔کنڈل کے رہنے والے لوگ بدیع شاہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے مکان (بھیومٹ) کے نام کی نسبت سے بھمب مشہور ہوئے۔

بھمب اعوانوں کا جدامجد ''عمراعوان''

بھمب اعوانوں کے جدامجد ''عمر اعوان'' نے تحصیل عیسیٰ خیل کے گاؤں کنڈل سے سولہویں صدی عیسوی میں ہجرت کی اور دوآبہ سندھ تحصیل پپلاں کو اپنا مسکن بنایا۔دریائے سندھ کے درمیان یہ دوآبہ بہت زرخیز تھا۔انہوں نے بہت بڑے علاقہ کو آباد کیا ضلع بنوں کے ریکارڈ کے مطابق عمر اور اس کی اولاد کے نام پینتیس ہزار کنال رقبہ کی ریاست ہے۔عمر اعوان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی اور آج آپ کی اولاد کے کئی قصبے آباد ہیں مثلاً کنڈل، دوآبہ، بھمبا نوالہ، اور ڈھینگانہ وغیرہ یہ تمام علاقے بھمبوں کے ہیں اوران کا مرکز ''دوآبہ'' ہے جو کہ عمر کا مسکن تھا۔

بابا محمد اعظم اعوان

آپ عمر اعوان کی ساتویں پشت میں سے تھے ان کا شجرہ نسب ضلع بنوں کے محکمہ مال کے ریکارڈ میں کچھ یوں درج ہے۔''محمد اعظم ولد خان محمد ولد غلام محمد ولد احمد ولد شہباز، ولد محمد صدیق ولد حسن ولد عمر'' بابا محمد اعظم عالمِ شباب میں انتقال کر گئے۔آپ کے چار بیٹے تھے۔محمد عبداللہ، غلام محمد، نور محمد اور اللہ یار، بابا محمد اعظم کے انتقال کے بعد ان کی بیوی اپنے بیٹوں کو لے کر ''نواں'' تھانہ چکڑالہ کے گاؤں میں اپنے میکے چلی آئی۔کیونکہ بابا محمد اعظم کا صرف ایک بھائی برخوردار تھا جو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔بچے بہت چھوٹے تھے ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔اس لیے بابا محمد اعظم کی بیوی نے وہاں سے مجبوراً ہجرت کی۔یہ ہجرت انیسویں صدی کے وسط میں ہوئی ان کے والد فقیر نور حسینؒ ایک کامل ولی اللہ تھے۔تھانہ چکڑالہ کے گاؤں نواں میں آباد تھے۔بچوں کے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد فقیر نور حسین نے اپنے نواسوں کی دینی و مذہبی تربیت کی اور چاروں نواسوں کو قرآن کی تعلیم دلوائی۔ولی کامل کی تربیت نے بچوں کو مذہبی اور محبِ دین بنادیا۔یہ مردِ فقیر کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ دوآبہ کا یہ زمیندار گھرانہ خالص دینی و مذہبی خاندان بن گیا اور نسل در نسل کئی پشتوں تک امامت کے فرائض انجام دیتا رہا۔فقیر نور حسین کا مزار آج بھی نواں کے قبرستان میں موجود ہے۔اور ''بنی والہ فقیر'' مشہور ہے۔ان کے مزار پر بیری کے درخت تھے کوئی آدمی ان درختوں پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔جو بھی بچہ بیری کے درخت پر چڑھتا، بیر کھاتا اس کو بخار ہو جاتا اور رات کو ڈرتا، جب یہ بات مشہور ہوگئی تو کوئی بھی ڈر کے مارے ان درختوں کے قریب نہ جاتا ایک دن آپ کے نواسے بابا غلام محمد کو کسی نے کہا تمہارا نانا عجب فقیر ہے کہ کسی بچے کو بیر نہیں کھانے دیتا۔وہ غصہ کے عالم میں نانا کے مزار پر آئے اور کہا نانا جان! یہ کیسی فقیری ہے کہ بچوں کو بیر بھی نہیں کھانے دیتے۔اب اگر کسی بچے کو تکلیف ہوئی تو

میں تمہاری قبر کھول دوں گا۔اس دن سے لیکر آج تک پھر کسی بچے کو ان درختوں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔آج بھی آپ کے مزار پر ہر جمعرات کی شام چراغ جلائے جاتے ہیں۔تاہم یہ معلوم نہ ہوسکا کہ فقیر نور حسین کا اصل وطن کون ساتھا اوران کا محمد اعظم سے داماد کے علاوہ بھی کوئی رشتہ تھا یا نہیں۔لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ فقیر نور حسین ایک مرد کامل ولی اللہ تھے اور ہندوؤں کے گاؤں نواں میں مسلمانوں کے دینی رہبر تھے۔آپ کی بیعت پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ سے تھی۔

فقیر نور حسین کے وصال کے بعد بابا محمد اعظم کے سب سے چھوٹے بیٹے اللہ یار بھائیوں کے باہمی مشورہ سے نواں سے دوآبہ اپنی زمینوں پر چلے گئے اور کئی سالوں تک وہاں مقیم رہے پھر بھائیوں اور والدہ کے اصرار پر واپس نواں آگئے۔

بابا جی مولٰنا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہؒ کے دادا تھے اور اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے آپ کو نانا بزرگوار نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا مرید کروایا۔اس سے قبل یہ خاندان نسل درنسل قادریہ سلسلہ سے منسلک رہا کہ حضور غوث پاکؓ نے ہی تبلیغ وارشاد کیلیے اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت قطب شاہؒ کو ہندوستان روانہ فرمایا تھا لیکن آپ پہلے شخص تھے جو اپنے نانا بزرگوار کی وساطت سے تونسہ شریف سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔

آپ کی والدہ نہایت متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں انہیں اپنے پیرومرشد سے اس قدر والہانہ لگاؤ تھا کہ جب بھی روٹیاں پکاتیں۔آٹا نکالتی یا کسی اور کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگاتیں تو ایک مٹھی بھر کے ایک الگ برتن میں رکھ لیتی سال بھر یہ چیزیں جمع کرتی رہتی اور پھر سال کے بعد اپنے پیر کے عرس پر یہ سب چیزیں لے جاتی اپنی اولاد کی تربیت نہایت سادگی،ایمانداری اور تقویٰ کے ساتھ کی۔اس نیک خاتون کا انتقال رات کے اندھیرے میں ہوا۔اپنے کمرہ میں تنہا تھی کوئی ان کے پاس موجود نہ تھا ایک دم کمرہ روشن ہوگیا۔پڑوسی سمجھے کہ کمرے کو آگ لگ گئی ہے دوڑ کر آئے لیکن کمرے سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔اندر داخل ہوئے تو یہ صالح خاتون زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی اور زبان پر کلمہ کا ورد جاری تھا بس اسی حال میں وصال فرماگئیں۔

جب کوئی مرید آپ کے شیخ کی طرف سے لنگر کا حصہ لینے کے لیے اس علاقہ میں آتا تو حضرت خواجہ تونسویؒ اسے تاکید فرماتے صرف فقیر نور حسین کے گھر رہنا ہے جب یہ مرید حضرت خواجہ تونسوی کے دوسرے مریدوں کے پاس لنگر کی غرض سے جانے لگتا تو آپ اپنے بیٹے بابا جی غلام محمد کو ساتھ بھیج دیتیں بابا جی غلام محمد کئی دن مرشد خانہ کے لیے لنگر اٹھائے رکھتے۔کافی دنوں تک لنگر جمع کیا جاتا پھر یہ لانگری اپنے شیخ کے حسب الارشاد کچھ لنگر اس صالح خاتون کو پیش کرتے مگر وہ کہتی کہ میرے مرشد سے عرض کرنا مجھے اس لنگر

کی نہیں آپ کی نظر کرم اور دعاؤں کی ضرورت ہے جب یہ مرید واپس تونسہ شریف جاتے تو حضرت خواجہ تونسویؒ تمام احوال پوچھتے کہاں ٹھہرا کس نے کتنا لنگر دیا؟ آخر میں پوچھتے کہ فقیر نور حسین کی بیٹی کو کتنا دیا تو مُریدان کا پیغام عرض کر دیتا کہا جاتا ہے کہ ایک بار نہیں بلکہ کئی سال اس کے جواب میں خواجہ تونسویؒ نے یہی فرمایا کہ ''اس نے لنگر میں سے تو حصہ نہیں لیا مگر فقر میں ہم سے حصہ وصول کر لیا ہے''

بابا جی غلام محمد نہایت پارسا، اور نیک سیرت انسان تھے۔ آپ اتنے نیک سیرت اور ہر دلعزیز تھے کہ نواں کے بوڑھے، بچے اور جوان ہر وقت آپ کے گرد جمع رہتے۔ آپ بے حد میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔ بچوں، بڑوں اور عورتوں سے اسقدر پر لطف گفتگو کرتے کہ گاؤں بھر میں ہر وقت آپ کی باتوں کا تذکرہ رہتا۔ آج بھی لوگ آپ کی بہت سی باتیں مثالیں دے دے کر بیان کرتے ہیں۔

حضرت بابا جی امام مسجد کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن کبھی کسی مقتدی سے کچھ وصول نہ کرتے تھے۔ قرآن مجید بے لوث پڑھاتے۔ اس زمانہ میں گھی، سوتر اور شکر کوٹہ پر ملا کرتی تھی۔ یہ کوٹہ آپ کو مل گیا کاروبار خوب چمکا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر معاش سے آزاد و غنی کر دیا۔

آپ نے ننھیال میں شادی کی۔ آپ نے بیسویں صدی کے شروع میں نواں پر وصال فرمایا۔ مزارِ اقدس نواں کے نواحی قبرستان میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام ''یار محمد'' تھا۔

حضرت مولینا خواجہ یار محمد صاحب قادریؒ

آپ بابا جی مولینا غلام محمد صاحبؒ کے اکلوتے فرزند تھے آپ کا سنِ ولادت حتمی تو نہیں ہے۔ بعض اقارب کا خیال ہے آپ کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ میری تحقیق کے مطابق آپ کی عمر کم و بیش سو سال تو ضرور تھی۔ لہٰذا آپ کی ولادت ایک اندازے کے مطابق 1870ء اور 1880ء کے درمیان کسی سال نواں ضلع میانوالی میں ہوئی۔ اُس دَور میں سکول کی تعلیم کا تو اس علاقہ میں نشان بھی نہ تھا البتہ چند ابتدائی کتب اور ناظرہ قرآن مجید پڑھا آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والدِ ماجد کے ہی مرہونِ منت رہی۔ پھر انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے امامت کے مقدس فریضہ سے منسلک ہو گئے۔ اور سونک، پپڑ اور سَید آباد کی مساجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ساری زندگی لوگوں کو بے لوث قرآن مجید پڑھایا۔ نہ صرف مسجد بلکہ گھر میں بھی باقاعدہ درس کی صورت میں قرآن مجید کی تعلیم دیتے۔ آپ کے گاؤں ''نواں'' کی اکثریت نے آپ سے ہی قرآن مجید پڑھا۔ کثرتِ تلاوت اور پڑھانے کے باعث قرآن حکیم کا بیشتر حصہ آپ کو یاد ہو گیا تھا۔ قریب بیٹھا کوئی شخص دورانِ تلاوت کہیں سے بھول جاتا یا غلط پڑھ جاتا تو آپ بغیر دیکھے اسکی اصلاح فرما دیتے۔ آپ کو تلاوتِ قرآن پاک سے ایک والہانہ اُنس تھا۔ دن کا بیشتر حصہ تلاوت میں گزرتا۔ بقول برادرم پیر یحییٰ حسین صاحب ایک مرتبہ میری موجودگی میں حضور قبلہ

عالم منگانویؒ سے فرمانے لگے بیٹا! آجکل زیادہ تلاوت نہیں کرسکتا پہلے تو کافی تلاوت کرلیتا تھا اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔حضور نے پوچھا پھر بھی روزانہ کتنے پارے پڑھ لیتے ہیں فرمایا اب تو ہر روز صرف دس پارے پڑھتا ہوں۔ گویا آخری زمانہء حیات میں تلاوت پہلے کی نسبت کم ہونے سے بھی روزانہ دس پارے ضرور پڑھتے اور تا وقتِ وصال ہر تیسرے روز قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے فرمایا! باباجی رسولِ خدا ﷺ سے لے کر والد صاحب قبلہ تک ہمارے سلسلہء طریقت میں 43 بزرگ ہیں میرا خیال ہے میں اور آپ مل کر ہر بزرگ کی خدمت میں ایک، ایک قرآن مجید پڑھ کر پیش کریں اور اُنکی ارواح مبارکہ کو بطورِ تحفہ ملک کریں۔باباجی قبلہ نے تائید فرمائی لہٰذا حضور اور باباجی نے کوئی دوعشرہ میں حضرت حافظ صاحب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک اپنے سلسلہء طریقت کے ہر بزرگ کی خدمت میں ایک، ایک قرآن مجید پڑھنے کا ثواب پیش کیا۔کبھی کبھی حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرماتے باباجی! آؤ مقابلہ میں سپارہ پڑھتے ہیں۔دیکھتے ہیں کون جلدی ختم کرتا ہے۔یہ بھی ایک محبت کا انداز تھا۔یوں دادا، پوتا مسجد میں بیٹھ جاتے اور تلاوت شروع ہوتی باباجی اُن دنوں ضعیف تھے اور حضور قبلہ عالم جوان تھے۔اس لیے ہمیشہ آپ ہی جلدی قرآن پاک ختم فرماتے چونکہ باباجی قبلہ کو تلاوت کلامِ پاک سے والہانہ اُنس تھا۔لہٰذا یہ سب کچھ حضور قبلہ عالم اُنکی خوشنودی اور دلداری کے پیش نظر اس طرح کے مقابلے فرمایا کرتے۔اللہ تعالیٰ نے باباجی کو طویل عمر عطا فرمائی تھی۔سو سال کے قریب آپ کی عمر تھی۔آخری دنوں میں بھی تلاوت قرآن مجید کے معمول میں کمی نہ آئی۔قدرت نے ایسے قوی اعضاء بخشے تھے کہ روزِ وصال بھی نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔عمر رسیدہ ہونے کے باوجود نظر اتنی تیز تھی کہ باریک حروف والے قرآن مجید پر تلاوت فرماتے تھے آپ کے زیرِ تلاوت رہنے والے قرآن مجید اس وقت بھی راقم الحروف کے پاس منگانی شریف محفوظ ہیں۔آپ پہلے اپنے والد کے مرشد حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے مرید تھے۔اُنکے وصال سے ایک طویل عرصہ بعد حضرت حافظ صاحب نے آپ کو حضرت اقدس دہڑویؒ کا مرید کروایا۔آپ کو حضرت اقدس دہڑویؒ سے اس قدر والہانہ عقیدت و محبت تھی کہ جب بھی اُن کا ذکرِ خیر فرماتے ادب سے گردن جھکا لیتے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

جس دن آپ کو حضرت اقدس دہڑویؒ کے وصال کی خبر ملی تو نہایت بے قراری میں آہ بھری اور فرمایا:

''دُنیا توں چانن مُک گیا اے'' (دنیا سے روشنی ختم ہوگئی ہے)

آپ نے اپنی حیات مبارکہ کا ایک طویل عرصہ ''نواں'' کی سرزمین پر گزارا۔اپنی نیک فطرت، شرافت اور تقویٰ کے باعث بہت قدر و عزت پائی۔آپ نے قناعت پسندی اور دُرویشی کی زندگی بسر کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندگی بھر کبھی کسی چیز کی کمی نہ دی ۔ ''نواں''میں جب بھی کوئی شخص مجبور ہوتا یا کسی پر کوئی مصیبت آن پڑتی

تو وہ رقم یا گندم آپ کے گھر سے ہی لیتا تھا۔

1968ء میں حضرت قبلہ عالم منگانویؒ کے ایماء پر آپ نے "نواں" سے جھنگ ہجرت فرمائی اور بقیہ حیات یہیں بسر کی۔ آپ بے حد شریف النفس، کم گو اور نہایت صابر و شاکر تھے۔ طبیعت میں کمال درجہ کی انکساری تھی۔ ہمیشہ سادہ لباس دیہاتیوں والا یعنی سفید قمیض چادر پہنتے سر پر بغیر شملہ والی پگڑی باندھا کرتے۔ اور پاؤں میں سادہ پاپوش استعمال میں لاتے، آخری عمر میں قد چھوٹا دکھائی دیتا تھا کیونکہ بڑھاپے کے باعث جھک گئے تھے۔ لیکن کہا جاتا ہے جوانی میں مضبوط جسم کے ساتھ ساتھ قد آور شخص تھے، رنگ سانولا تھا البتہ جوانی میں چہرہ سرخ دکھائی دیتا تھا۔ عمر بھر عبادت و ریاضت سے کام رکھا بچپن سے لیکر یومِ وصال تک فرض نمازوں کے علاوہ تہجد بھی قضاء نہیں کی۔ خود فرمایا کرتے'' میں نے سترہ سال کی عمر میں تہجد شروع کی پھر قضاء نہیں کی''بلوآنہ شریف میں بھی سارا سارا دن مسجد میں گزار دیتے۔

معمول کچھ اس طرح تھا رات کو گھر میں رہتے پچھلی رات کو مسجد میں آتے پھر باہر ہی رہتے دوبارہ گھر میں نمازِ عشاء کے بعد آتے۔ اتنے صابر و قانع تھے گھر والوں سے بھی ساری زندگی کبھی کوئی فرمائش نہیں کی جس وقت جو مل جاتا کھا لیتے کبھی بہو اور پوتیاں دوپہر کا کھانا لیٹ بھیجتیں اور بطورِ ندامت یاد سے رفتہ ہونے کا عذر پیش کرتیں تو مسکرا کر فرماتے بیٹی! کوئی بات نہیں میں کوئی نمک ہوں کہ جلدی پگھل جاؤں گا۔

برادرم پیر سخی حسین بیان کرتے ہیں بابا جی قبلہ کی حیات کے آخری پانچ سال میں اکثر اُنکی خدمت میں رہا میں نے اُن سے کبھی نہ سُنا کہ آج مجھے کوئی تکلیف ہے، بخار ہے یا سر درد ہے کسی معالج کو بلاؤ یا دوائی لے آؤ۔ نہ انہوں نے کبھی کوئی شکایت کی اور نہ انہوں نے کسی سے اپنی ضرورت کا اظہار کیا۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ ان کی روش کو پیش نظر رکھتے ہوئے از خود ہمیں اُنکی خدمت اور خوشنودی کے لیے ترغیب فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ میں آیا تو دیکھا چارپائی پر دھوپ آئی ہے لیکن بابا جی قبلہ حسبِ معمول بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کسی سے فرما دیتے وہ آپ کی چارپائی چھاؤں (سایہ) میں ڈال دیتا۔ گرمی بھی ہے اور آپ پر دھوپ آئی ہوئی تھی۔ آخر میں نے جب دوبارہ عرض کیا تو صرف اتنا کہا'' میں نے سوچا کسی کو اپنی خاطر کیوں تکلیف دوں اسی لیے بیٹھا رہا'' بابا جی قبلہ آئینہ نہیں دیکھتے تھے۔ اور ہنس کر فرماتے'' بھلا اب جوانی والی صورت کہاں رہی'' کبھی کبھی اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے'' ہائے جندڑی شودھی'' یعنی ہائے جان بیچاری۔ سو سال گزر چکا ہے ابھی تجھے اس قفس (خاکی پنجرہ) سے آزادی نہیں ملی۔ اکثر یہ دعا مانگتے'' یا اللہ! میرا اوکھا ویلا، سوکھا کریں'' یعنی میرا مشکل وقت آسان کرنا۔ بقول میری والدہ صاحبہ ہم پوچھتے بابا! مشکل وقت کونسا ہوتا ہے؟ تو فرماتے انسان پر مشکل ترین وقت موت کا ہے جب عزرائیلؑ سر پر آتا ہے۔

اسی مفہوم سے متعلق حضور قبلہ عالم منگانویؒ کبھی کبھی میراں بھیک صاحب کا یہ شعر پڑھا کرتے۔

جَم کے ساتھ پڑی جب پریت تَب پَت رہے تو مَان

جَم ہندی میں مَلک الموت کو کہتے ہیں اور پَت سے مراد عزت سلامتیٔ ایمان ہے۔

وصال سے ایک روز قبل آپ نے غسل فرمایا۔ اسی روز دوپہر کے بعد ہلکا سا بخار ہو گیا۔ دوسرے دن نمازِ مغرب کے بعد گھر میں موجود تمام لوگوں کو بلایا۔ حاضر ہوئے تو اپنی روانگی سے متعلق آگاہ کیا پھر بابا خادم حسین گجراتی کو سورۃ یٰسین پڑھنے کو فرمایا خود بھی ساتھ ساتھ پڑھنے لگے۔ بعد ازاں برادرم پیر سخی حسین، پیر اختر حسین اور دیگر حاضرین کو کلمہ طیبہ کے ذکر سے متعلق فرمایا اور اپنا چہرہ رو بقبلہ کر کے کچھ پڑھنے لگے ذکر جاری تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے اچانک ہونٹوں کی حرکت رک گئی گھر والوں نے ہاتھ لگایا تو آپ وصال فرما چکے تھے اللہ کریم نے آپ کی دُعا مستجاب فرمائی اور مشکل وقت اسقدر آسان بنا دیا کہ حاضر خدمت احباب آج بھی بطورِ مثال بیان کرتے ہیں۔

3 دسمبر بروز پیر 1973ء بمطابق ۷ ذیقعد ۱۳۹۳ھ رات آٹھ بجے آپ کی روح مبارک کا طائر عالم بالا کی طرف پرواز کر گیا۔ اصحاب حال فرماتے ہیں روح ندائے ربانی پر عاشق ہے جب آدمی کا وقت آخر ہوتا ہے تو وہ ندا آتی ہے جس کو سنتے ہی رُوح پرواز کر جاتی ہے عارف رومؒ نے اس ندا کو لفظ ارغنون سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون گویدم کا نا الیہ راجعون

(پس میں عدم ہو جاؤں گا باجے کی طرح، تو میں کہوں گا ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' (تحقیق ہمیں اس خدا کی طرف لوٹنا ہے)

دوسرے دن بعد از نماز ظہر آپ کو غسل دیا گیا بقول مولوی شمس الدین دورانِ غسل آپ کے جسم مبارک سے نورانی شعاعیں (روشنی) نمودار ہوتی۔ میرے چچا پیر زادہ محمد امداد حسین صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ گھر پر نہیں تھے بلکہ گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں داخل تھے لہٰذا بابا جی قبلہ کی تجہیز و تکفین حضور کی غیر موجودگی میں روضہ شریف کے باہر دُرویش بابا خان محمد گجراتی کے ساتھ مغربی جانب کی گئی۔ بابا جی قبلہ کی شادی بھی اپنے والدِ ماجد کی طرح ننھیال میں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ حضرت بابا علی گُل صاحبؒ (م۔ 6 جنوری بروز پیر 1986ء بمطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ) حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قطبی قادریؒ ،اور حاجی بابا فضل الٰہی صاحب۔ ایک بیٹا جس کا نام ''علی محمد'' تھا اور بیٹی بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

اللہ کریم اس مردِ حق پر اپنی ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

وادیٔ نواں (حضور کا آبائی مسکن)

''نواں'' کوہستان نمک کے پہاڑی سلسلہ کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو کہ میانوالی راولپنڈی روڈ سے شمال کی جانب پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔نواب آف کالا باغ کی سٹیٹ کے کنارے میں واقع تھانہ چکڑالہ کی حدود میں سرسبز پہاڑوں کے درمیان خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے کئی روایات کے مطابق یہ قصبہ انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ہندوؤں نے آباد کیا تھا۔لوٹ مار کا زمانہ تھا۔متمول و مالدار ہندوؤں نے دور دراز پہاڑ کو جائے پناہ سمجھتے ہوئے ابتداء میں پہاڑ کے ساتھ ایک بستی آباد کی بعدازاں موجودہ جگہ پر اس گاؤں کی بنیاد رکھی۔اس گاؤں کو از سرِ نو آباد کرنے کے باعث اس کا نام ''نواں'' رکھا۔

مسلمان اس قصبہ میں تقریباً تیں، چالیس سال بعد آ کر آباد ہوئے۔ابتداء میں چکڑالہ کے کئی لوگ یہاں اپنے مال مویشی لے کر آئے۔کچھ عرصہ بعد کھیتی باڑی شروع کی۔انہیں یہ رقبے چکڑالہ سے اچھے معلوم ہوئے تو انہوں نے پہاڑی نالوں کے کنارے رقبے آباد کرنے شروع کر دیئے۔دیکھا دیکھی میں اعوان مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد چکڑالہ اور دوسرے قصبات سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہونے لگی۔انیسویں صدی میں یہ رقبے مسلمانوں کو الاٹ ہو گئے۔

برِ صغیر کی آزادی کے بعد تمام ہندو یہاں سے ہجرت کر گئے۔اور تمام قصبے میں مسلمان آباد ہو گئے۔ حضرت خواجہ کی جائے ولادت ''نواں'' ہمیشہ نقل مکانی کا شکار رہی۔اس لیے اس کی آبادی جو دو صدیاں قبل تھی آج بھی وہی ہے۔کہا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار گھر یہاں سے ہجرت کر چکا ہے۔اس گاؤں کی آبادی جتنی بڑھتی ہے نقل مکانی سے اتنی ہی کم ہو جاتی ہے۔کسی نے کیا خوب کہا کہ:

''انسان کی بنائی ہر چیز پرانی ہو جائے گی لیکن نواں ''نواں'' ہی رہے گا''

اس گاؤں کے لوگ پورے علاقہ میں سب سے زیادہ جفاکش اور ذہین مانے جاتے ہیں۔اس گاؤں میں ایسی ہجرت کی روایت رہی ہے کہ یہاں کئی ولی اللہ آئے لیکن مستقل طور پر نہ رہے بلکہ کچھ عرصہ بعد ہجرت کر کے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر2

ولادت، تعلیم و تربیت
اور عالم شباب

وادیٔ نواں (حضور کا آبائی مسکن)

''نواں'' کوہستان نمک کے پہاڑی سلسلہ کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو کہ میانوالی راولپنڈی روڈ سے شمال کی جانب پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔نواب آف کالاباغ کی سٹیٹ کے کنارے میں واقع تھانہ چکڑالہ کی حدود میں سرسبز پہاڑوں کے درمیان خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے کئی روایات کے مطابق یہ قصبہ انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ہندوؤں نے آباد کیا تھا۔لوٹ مار کا زمانہ تھا۔متمول و مالدار ہندوؤں نے دور دراز پہاڑ کو جائے پناہ سمجھتے ہوئے ابتداء میں پہاڑ کے ساتھ ایک بستی آباد کی بعدازاں موجودہ جگہ پر اس گاؤں کی بنیاد رکھی۔اس گاؤں کو از سر نو آباد کرنے کے باعث اس کا نام ''نواں'' رکھا۔

مسلمان اس قصبہ میں تقریباً تیس، چالیس سال بعد آ کر آباد ہوئے۔ابتداء میں چکڑالہ کے کئی لوگ یہاں اپنے مال مویشی لے کر آئے۔کچھ عرصہ بعد کھیتی باڑی شروع کی۔انہیں یہ رقبے چکڑالہ سے اچھے معلوم ہوئے تو انہوں نے پہاڑی نالوں کے کنارے رقبے آباد کرنے شروع کر دیئے۔دیکھا دیکھی میں اعوان مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد چکڑالہ اور دوسرے قصبات سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہونے لگی۔انیسویں صدی میں یہ رقبے مسلمانوں کو الاٹ ہو گئے۔

برصغیر کی آزادی کے بعد تمام ہندو یہاں سے ہجرت کر گئے۔اور تمام قصبے میں مسلمان آباد ہو گئے۔

حضرت خواجہ کی جائے ولادت ''نواں'' ہمیشہ نقل مکانی کا شکار رہی۔اس لیے اس کی آبادی جو دو صدیاں قبل تھی آج بھی وہی ہے۔کہا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار گھر یہاں سے ہجرت کر چکا ہے۔اس گاؤں کی آبادی جتنی بڑھتی ہے نقل مکانی سے اتنی ہی کم ہو جاتی ہے۔کسی نے کیا خوب کہا کہ:

''انسان کی بنائی ہر چیز پُرانی ہو جائے گی لیکن نواں ''نواں'' ہی رہے گا''

اس گاؤں کے لوگ پورے علاقہ میں سب سے زیادہ جفاکش اور ذہین مانے جاتے ہیں۔اس گاؤں میں ایسی ہجرت کی روایت رہی ہے کہ یہاں کئی ولی اللہ آئے لیکن مستقل طور پر نہ رہے بلکہ کچھ عرصہ بعد ہجرت کر کے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 2

ولادت، تعلیم و تربیت
اور عالم شباب

بُلبُلِ بُوستانِ توحید، سَرِوِ گلستانِ تفرید، شاہبازِ اَوجِ قطبیہ، شاہسوارِ چرخِ قادریہ،
مظہرِ جمالِ الٰہی، موردِ فیضِ لامتناہی، سرگروہِ عاشقاں، خواجہء خواجگاں

حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قطبی قادری

نور اللہ روحہ و افاض علینا فتوحہ

جس زمانہ میں حضرت حافظ پاکؒ کی ولادت ہوئی اُس وقت ملک کے طول وعرض پر فرنگی سامراج قابض تھا۔مسلمان قوم عبرت کا نشان بنی ہوئی تھی۔وسائل پر انگریز اور تقسیم پر ہندو قابض تھے۔وادی نواں اوراس کے گردونواح پر ہندوؤں کا راج تھا۔مندروں میں گھنٹیوں کی آوازیں ہر طرف سنائی دیتیں اور پہاڑوں میں گونج رہی ہوتیں۔مسلمان متمول ہندوؤں کے قرضوں تلے دبے ہوئے تھے۔جو کچھ اپنے مال، مویشی اور کھیتی باڑی سے کماتے ہندو قرض وسود میں لے لیتے یوں نئے سال کا نیا قرض پھر سے شروع ہو جاتا ویسے تو پورے برصغیر میں مسلمان زوال پذیر اور بدترین حالت میں تھے مگر یہ علاقہ تو پسماندگی میں اپنی مثال آپ تھا۔یہاں قرب وجوار میں نہ کوئی مدرسہ تھا اور نہ تعلیمی مرکز۔گاؤں میں صرف ایک پرائمری سکول تھا جس میں ہندو ٹیچر تھے۔البتہ بعض قصبات میں ایک دو مساجد میں چھوٹے چھوٹے مدرسے کچھ اہلِ علم نے ذاتی طور پر بنا رکھے تھے لیکن انکی تعلیم بھی بڑی محدود تھی۔خود آپ کے گاؤں کی یہ حالت تھی کہ اس میں مسجد کا امام بھی صرف ناظرہ قرآن مجید پڑھا ہوا تھا۔رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اس علاقہ میں ایک ایسا مردِ کامل پیدا فرمایا جسکے انفاسِ مبارکہ کی برکت سے ان پہاڑوں میں گھری وادیوں میں مندروں کی گھنٹیوں کی بجائے کلمہ طیبہ کا ذکر بلند ہونے لگا اور یہ سارا علاقہ ذکرِ الٰہی کی صداؤں سے گونج اُٹھا علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے جو پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

ولادت سے قبل بشارات:۔ آپ کی ولادت سے قبل ہی چند بشارتوں کی وجہ سے اہلِ خاندان اور آپ کے والدین اس اَمر پر مطلع ہو چکے تھے۔کہ ہمارے گھر میں ایک نورانی چراغ روشن ہونے والا ہے۔میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا۔''نواں'' سے مشرق کی جانب ایک برساتی چشمہ ہے جسے ''سنڈھی'' کہتے ہیں۔پہلے زمانہ میں گاؤں کی عورتیں وہاں کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ایک دن میری دادی اماں وہاں کپڑے دھو رہی تھی کہ وہاں سے ایک مردِ قلندر کا گزر ہوا۔جو گھوڑے پر سوار تھے جنگل سے آرہے تھے۔دادی اماں اُن کا چہرہ دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ولی اللہ ہے۔اور آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ

لی اور عرض کی میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اس کے بعد پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی دُعا فرمائیں اللہ کریم مجھے ایک اور صالح بیٹا عطا فرمائے۔ اُس مردِ قلندر کے ہاتھ میں بکرے کا ذبح کیا ہوا ایک سَر تھا۔ وہ دادی ماں کو پکڑا دیا۔ فرمایا اسے پکا کر کھالینا اور ساتھ ہی بشارت دی تمہارے بطن سے ایک ولی اللہ پیدا ہوگا۔ وہ بچپن میں ڈاڈھا (سخت مزاج) ہوگا جو مرضی کرتا رہے تم اس سے کچھ نہ کہنا دنیا میں چانن (روشنی) کرے گا۔ ''ڈیوا بالے دا'' یعنی چراغ روشن کرے گا۔ پھر جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں تھے تو حضرت خواجہ عبدالرحمٰن تونسویؒ نے بھی ''نواں'' تشریف آوری کے موقع پر اس اَمر کی تصدیق فرمائی کہ اِس گھر سے ولایت کا نُور نظر آرہا ہے۔ گویا مدت دراز کے بعد کوئی دانائے راز پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک کے نصیب میں یہ دولت کہاں؟ حکیم سنائی ایک جگہ اس اَمر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

روز ہا باید کہ تا یک مشتِ پشم از پشتِ میش
زاہدے را خرقہ گردد یا حمارے را رَسن

(بہت سے دن درکار ہیں اس کام کے لیے کہ بھیڑ کی پشت سے ایک مُٹھی اُون حاصل ہو۔ جس سے یا تو زاہد کا خرقہ (گدڑی) تیار ہو یا کسی گدھے کے لیے رسّی)

ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ داز زآب و گل
زاہدے را حُلہ گردد یا شہیدے را کفن

(بہت سے ہفتے درکار ہیں تا کہ آب وگل سے ایک دانہ روئی سے کسی معشوق کے لیے جُبہ تیار ہو یا کسی شہید کے لیے کفن)

ماہ ہا باید کہ تا یک قطرۂ از پشت و رحم
صفدرے خیزو بمیداں یا عروسِ انجمن

(بہت سے مہینے درکار ہیں تا کہ رحمِ مادر کے ایک نُطفہ سے کوئی صفدر (صفیں چیرنے والا، دلیر) پیدا ہو یا محفل کی کوئی دُلہن)

سالہا باید کہ تا یک سنگِ قابل ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

(بہت سے سال درکار ہیں تا کہ ایک اچھا پتھر بدخشاں میں آفتاب سے لعل بن جائے یا یمن میں عقیق بن جائے)

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از فیضِ طبع
عالمے دانا شود یا شاعرِ شیریں سخن

(بہت سی صدیاں درکار ہیں تا کہ ایک بچہ طبیعت کے فیض سے یا تو ایک عالم دانا بن جائے یا کوئی شیریں سخن شاعر)

عمر ہا باید کہ تا گردونِ گرداں یک شبے
عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن

(بہت سی عمریں درکار ہیں تا کہ یہ گردش کرنے والا آسمان ایک رات کسی عاشق کے لئے وصل کا سامان کرے یا کسی پردیسی کے لیے وطن کا)

دور ہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود
بایزیدؒ اندر خراساں یا اُویسؒ اندر قرن

(بہت سے دَور (زمانے) درکار ہیں تا کہ ایک مرد صاحبدل بن جائے یا خراسان میں حضرت بایزید بسطامیؒ یا پھر قرن میں حضرت اویس قرنیؒ)

سِن ولادت کی تحقیق:۔ حضور کی عمر سے متعلق تین قول ہیں۔ اوّل 40 سال دوم 44 سال اور سوم 53 سال۔ ریش مبارک میں سفید بال آجانے کے بعد آپ سنتِ شیخ کی وجہ سے داڑھی پر سرخ مہندی لگایا کرتے تھے۔ جھنگ میں رہنے والوں نے چونکہ ریش مبارک میں سرخ جھلک دیکھی تھی ان کا خیال ہے کم وبیش 53 برس عمر ہوگی۔ حالانکہ یہ مجاہدات اور ذاتی کایا کی وجہ تھی آپ کی اولاد کے بیشتر افراد کی چالیس برس تک عمر پہنچتے تک داڑھی میں سفیدی نمایاں ہوجاتی ہے۔ جن کا خیال ہے کہ عمر مبارک 44 سال وہ تھی، بہت کم لوگ ہیں۔ البتہ 40 سال کا قول تقریباً ٹھیک ہے اور میانوالی میں رہنے والے احباب جو آپکے ساتھ بچپن میں کھیلتے رہے اُنکا بھی یہی خیال ہے اُس دور میں تاریخ ولادت کا اندراج بہت شاذ و نادر ہوتا تھا لہٰذا حضور کی عمر کا حساب میں نے کئی وجوہات کی بنا پر لگایا ملک مہر خان کہتے ہیں میں اور آپ اکٹھے مرید ہونے کے لیے گئے تھے۔ میری داڑھی نہیں آئی تھی اور آپ کی مکمل اُتری ہوئی تھی یعنی آپ مجھ سے چند سال بڑے تھے۔ انہوں نے اپنی ولادت کا اندازہ 1917ء کے قریب لگایا۔ چچا قاضی میاں غلام رسول صاحب کے بارے میں حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے وہ عمر میں تو حضور سے چھوٹے تھے البتہ ڈھوک غزن کے مدرسہ میں اکٹھے پڑھنے جایا کرتے تھے۔ انکی تاریخ ولادت ان کے والدِ بزرگوار کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی میں نے ایک قلمی کتاب میں دیکھی ہے یعنی 23 جنوری 1921ء۔ اِس حساب سے اور مزید کچھ حالات کے مطالعہ سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ حضور اُن سے کم وبیش 6 برس بڑے تھے۔ حضور کی جب بڑی بیٹی پیدا ہوئی اس وقت آپ کی عمر 24 برس تھی اور اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کشتی کھیل رہے تھے۔ والدہ نے اطلاع دی اور کہا آج سے لنگوٹی کھول دو یعنی کُشتی کھیلنا بند کردو گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ حیا کے پیش نظر تمہاری ٹانگیں ننگی نہ ہوں۔

لہٰذا میری تحقیق کے مطابق حضور کی ولادت 1914ء بمطابق ۱۳۳۲ھ میں ''نواں'' ضلع میانوالی میں ہوئی۔ حضور کے والدین اور اہل خاندان گذشتہ بشارتوں کے پیشِ نظر شاداں و نازاں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر میں ایک نُورانی چراغ روشن فرمایا ہے۔

سیرتِ اولیا کا ایک المیہ:۔ قیام پاکستان کے بعد جب اولیاء اللہ کی سیرت و سوانح لکھنے کا ایک سلسلہ چل نکلا ہے یہ چیز شدت اختیار کرگئی ہے کہ جن بزرگانِ دین کی تاریخ ولادت یا عمر کا تعین حتمی طور پر نہیں ہوتا ہمارے بعض خوش فہم اصحابِ قلم انہیں عاشقِ رسول اللہ ﷺ کا لبادہ چڑھا کر 63 سال عمر خود ہی لکھ دیتے ہیں۔ جو تحقیق و جستجو کے منافی ہے۔ ولی اللہ کے لیے عمر کا 63 سال ہونا کوئی ضروری نہیں۔ رہی بات عاشقِ رسول اللہ ﷺ ہونے کی تو جو شخص خواہ بڑی عمر کا ہو یا تھوڑی عمر کا عشقِ مصطفیٰ ﷺ اُسکے سینہ میں نہیں تو اولیاء ہونا تو کیا وہ صحیح طور پر مومن بھی نہیں بن سکتا۔ باقی رہا عمر رسیدہ ہونا تو ولایت کے لیے عمر کی قید نہیں۔ یہ خام خیال ہے کہ جس قدر عمر زیادہ ہوگی فقر میں کامل ہوگا۔

رسول کریم ﷺ کی عمر شریف سابقہ انبیائے کرام میں سے کم تھی لیکن حضور علیہ السلام سے افضل ہونا تو الگ بات ہے۔ کوئی مقام و مرتبہ میں آپ کے مماثل بھی نہیں تھا۔ عہد حاضر کی اکثر کتب سوانح میرے زیرِ مطالعہ رہی ہیں اُن میں صرف ایک چوتھائی کتب ہونگی جو تحقیق و جستجو کی کسوٹی پر مرتب ہوئیں ورنہ بیشتر جو کچھ سُنا یا مَن میں آیا بغیر تحقیق لکھ دیا۔ یعنی ذاتی محنت و جد و جہد مفقود ہوگئی ہے۔ میں نے جدِ بزرگوار حضرت خواجہ سے متعلق جب لکھنا شروع کیا تو ہر طرح کا مواد سننے میں آیا لیکن کتاب میں وہی کچھ لکھا گیا جو میری ذاتی تحقیق کے بعد سامنے آیا یا جو ثقہ بزرگوں سے سُنا گیا۔ گویا عمر کا کم ہونا ولایت کے کم ہونے پر دلالت نہیں۔ بڑے بڑے نامور اہل اللہ کی عمریں بہت کم ہوئی ہیں تو کیا اُن کا نام ختم ہوگیا۔ یہ اپنے بس کی بات نہیں عطیہء خداوندی ہے۔

ع۔ یہ اُسکی دین ہے جسے پروردگار دے

ہمارے مشائخ طریقت میں سے کئی ایسے حضرات ہوئے ہیں جنکی عمریں طویل نہیں تھیں مثلاً حضرت سیدنا مسعود گیلانی بن سیدنا ابو العباس احمد حلبی کی عمر 40 برس تھی۔ (سنِ ولادت ۶۲۰ھ /1223ء۔ وصال ۵ شعبان المعظم ۶۶۰ھ /25 جون 1262ء) سیدنا غوث بالا پیر (ستگھرہ شریف) کی عمر 42 سال تھی (ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۹۱۷ھ /1510ء۔ وصال ۵ شوال ۹۵۹ھ /1552ء) سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ اجل حضرت خواجہ باقی باللہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے پیر و مرشد تھے انکی عمر بھی 40 برس تھی (ولادت 12 جولائی 1564ء/ ۹۷۲ھ۔ وصال 30 نومبر 1603ء/ ۱۰۱۲ھ) حضرت امام نوویؒ جن کی تصنیفات کا ایک جہان معترف ہے انکی عمر بھی 45 سال تھی (سن ولادت ۶۳۱ھ۔ وصال ۶۷۶ھ) پیر صاحب آف مانکی شریف (پیر امین الحسنات بن پیر عبد

الرؤف) جنہوں نے تحریک پاکستان میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ انکی عمر بھی صرف 38 سال تھی۔ (ولادت 1922ء وصال 1960ء) (انسائیکلو پیڈیا مسلم شخصیات از محمد علی چراغ)۔

اگر مزید لکھوں تو طوالت کا اندیشہ ہے مقصد بات سمجھانا ہے۔ آج کل زمانہ بڑا پڑھا لکھا ہے لیکن پچھلی نصف صدی میں جو کتب لکھی گئی ہیں انکی تہائی تحقیق سے عاری ہے۔ جن بزرگوں کو 63 سال سے عاشق رسول ﷺ بنایا گیا ہے اُن کا واضح ثبوت یہ ہے کہ صرف سالِ ولادت لکھا گیا ہوگا۔ تاریخ اور مہینہ کا اندراج نہیں ہوگا۔ لہٰذا اِس اہم کام کے پیشِ نظر جس قدر بھی محنت اور تحقیق کی جا سکے اُس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ تاکہ اہلِ حق کے پاکیزہ احوال غُلو سے مبّرا ہوں۔

پاکیزہ فطرت اور ماں کا پیار:۔ حدیث پاک میں ہے۔ مَنْ سَعَدَ سَعَدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَ مَنْ شَقِیَ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ (نیک ماں کے پیٹ سے ہی نیک ہوتا ہے اور بُرا ماں کے پیٹ سے ہی برا ہوتا ہے۔) بچپن سے ہی سعادت آپ کی پیشانی سے جھلکتی تھی۔ گھر والوں اور اہلِ خاندان کی آنکھوں کے تارے تھے۔ ماں کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے بچے کے لیے لازوال محبت رکھی ہے ویسے تو ہر ماں اپنے بچے سے والہانہ محبت رکھتی ہے لیکن حضور کی ماں کا آپ سے پیار انوکھا تھا کہ اُس میں فطری محبت کے علاوہ حضور کی ولادت سے پہلے انہوں نے جو بشارتیں سُنی تھیں اُن خوشخبریوں نے انکے دل میں پیار و محبت کو مزید جلا بخشی تھی۔ اس لیے آپ کی والدہ ہمیشہ اپنی جان سے بڑھ کر آپ کا خیال رکھتیں اور تھوڑے لمحات بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ کرتیں۔ حد تو یہ تھی کہ جب حضور مسجد میں قرآن پڑھنے کے لیے جاتے تو ساتھ جاتیں اور مسجد میں اس وقت تک بیٹھی رہتیں جب تک آپ قرآن پڑھتے رہتے۔

ایک ہندو سادھو کی پیشین گوئی:۔ ایک مرتبہ نواں گاؤں میں ہندوؤں کا ایک گرو میاں بنوں وارد ہوا اور بڑے پیپل کے نیچے جہاں ان کا مندر تھا اور مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اقامت اختیار کی۔ ایک روز اُسی پیپل کے نیچے ہندوؤں کی مجلس لگا کر بیٹھا تھا۔ حضور کے بچپن کا زمانہ تھا اور اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ وہاں پاس ہی کھیل رہے تھے۔ میاں بنوں آپ کو کافی دیر دیکھتا رہا پھر اپنے پاس بلا کر کہا "میرے مرید ہو جاؤ میں تمہیں فقیر بنا دوں گا" اگرچہ ابھی حضور بچے تھے مگر اُسے دوٹوک جواب دیا کہ "میں ایک مسلمان ہوں اور مجھے زیب نہیں دیتا کہ ہندو سے فقیری لوں" اور اس کی طرف پشت کر کے چل دیئے۔ میاں بنوں نے وہاں پر موجود اپنے عقیدت مندوں سے کہا "ایک دن یہ لڑکا بہت بڑا فقیر ہوگا کیونکہ اس کی پیشانی پر فقر کی لکیر ہے"

بعد ازاں حضور کو جب دہڑ شریف سے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ اور آپ نواں واپس آئے۔ ہندوؤں نے بھی خوشیاں منائیں اور اپنے مندر میں مٹھائیاں تقسیم کیں مسلمانوں نے وجہ پوچھی تو کہا آج ہمارے گرو کی

پیشین گوئی پوری ہوگئی ہے۔ پھر تو اکثر حضور کی مجلس میں آ کر بیٹھتے اور بڑی نیازمندی سے پیش آتے۔

ابتدائی تعلیم اور حفظ القرآن:۔ حضور نے اپنی تعلیم کا آغاز گاؤں کی جامع مسجد سے کیا۔ آپ کے والدین کو حضور سے والہانہ محبت ہونے کے باعث حافظ قرآن بنانے کا شوق ہوا۔ اور امام مسجد میاں مولینا قمرالدین صاحب کے پاس لے کے گئے وہ ان دنوں بہت کم لوگوں کو حفظ کرواتے تھے۔ انہوں نے آپ کے والدین کا شوق دیکھتے ہوئے کہا'' آپ کا بیٹا سحری کے وقت اُٹھ کر پڑھے تب حفظ کر سکے گا'' حضور کے والدِ گرامی نے فرمایا آپ پڑھانے کی محنت کریں رات کو اُٹھانے کی ہم کوشش کریں گے۔ حضور کے بڑے بھائی بابا جی علی گل صاحب بتایا کرتے ہمارے والدین کو حضور کے حافظ بنانے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ دونوں میاں، بیوی رات کو باری، باری سوتے تا کہ سحری کے وقت دونوں کی آنکھ نہ لگ جائے اور آپ کا سبق نہ رہ جائے۔ سحری کے وقت حضور کو اٹھاتے اور دونوں میاں بیوی چراغ جلا کر مسجد ساتھ آتے۔ مسجد میں سناٹا ہوتا۔ حضور قرآن مجید کھول کر بیٹھ جاتے اور آپ کے والدین ذکر و نوافل کے علاوہ وہیں بیٹھے آپ کو دیکھتے رہتے۔ حضور کو اللہ کریم نے جہاں اور بہت سارے اوصاف حمیدہ عطا فرمائے تھے وہاں حافظہ بھی کمال کا نوازا تھا۔ آپ کے ہم مکتب اور استادِ محترم لوگوں کو بتایا کرتے آپ کا ذہن اور حافظہ لاجواب تھا۔ صرف ایک بار قرآن مجید کھول کر پڑھتے تو بڑے غور سے دیکھتے پھر اپنی منزل (اسباق) سُنا دیتے۔ کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ آپ قرآن مجید پڑھتے ہوئے بھول گئے ہوں۔ قرآن مجید پڑھتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتے۔ تلاوت اس قدر خوش الحانی سے کرتے کہ سبق سُناتے وقت کئی لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے بعض اوقات کئی لوگوں کو آپ کے استادِ محترم خود قرآن سُنانے کے لیے بلوا لیتے اور ہمیشہ آپ کی شاگردی پر فخر کا اظہار کرتے۔ میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا کہ آپ نے صرف دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

"ڈھوک غزن" کے مدرسہ میں داخلہ:۔ حفظ قرآن کے بعد آپ کے والدین کو مزید تعلیم دلوانے کا اشتیاق ہوا۔ دُور دراز علاقوں میں مسلمانوں کے بڑے بڑے مدرسے تھے۔ لیکن آپ کی والدہ کا آپ سے جدا رہنا ممکن نہیں تھا لہٰذا آپ کے والدین نے آپ کو ڈھوک غزن کے مدرسہ میں جہاں مولینا میاں احمد صاحب درسِ نظامی کا ابتدائی کورس پڑھاتے تھے۔ داخل کرانے کا فیصلہ کیا۔ ڈھوک غزن آپ کے گاؤں نواں سے شمال مشرق کی جانب تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ اس مدرسہ میں والدین کو سب سے بڑی سہولت یہ دکھائی دی کہ شام کو ان کا نورِ نظر، لختِ جگر واپس گھر آ جائے گا۔ ابتدا میں حضور کے والدِ ماجد آپ کے ساتھ جاتے رہے آپ کے رضائی بھائی قاضی میاں غلام رسول صاحب جو آپ سے چھوٹے تھے انہیں بھی والدین نے آپ کے ساتھ بھیجنا شروع کر دیا۔ لہٰذا دونوں اکٹھے صبح کو پیدل چلے جاتے اور شام کو واپس گھر آ جاتے۔ بقول حضور قبلہ عالم منگانویؒ

یہاں عرصہ دو سال حضور پڑھتے رہے عربی، اُردو، فارسی کی چند ابتدائی کتابیں، کریمہ، نامِ حق، زلیخا وغیرہا اور صَرف، نحو کے اسباق پڑھے۔

گاؤں میں پہلا مصلّٰی سُنانا:۔ مدرسہ سے فراغت کے بعد حضور نے رمضان المبارک میں اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں مصلّٰی سُنایا تو گاؤں میں آپ کی دھوم مچ گئی۔ کئی حفاظ بطورِ سامع بُلائے گئے مگر کسی نے ایک غلطی بھی نہ نکالی۔ گھروں اور گلیوں میں آپ کی قابلیت اور خوش الحانی کا تذکرہ ہونے لگا۔ سامع حفاظ کو دن بھر لوگ باتیں کرتے تم اس لڑکے کی ایک غلطی بھی نہیں نکال سکتے۔ وہ مزید محنت کرتے مگر ہمیشہ قاصر رہتے۔ حضور جب قرآن تراویح میں سُناتے تو گاؤں کے بچے، بوڑھے، جوان مسجد میں اُمڈ آتے گاؤں کی عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتیں اور آپ کا قرآن سنتیں۔ لہٰذا حضور نے پہلا مصلّٰی کیا سنایا کہ ہر طرف مشہوری ہوگئی جس طرف جاتے لوگ استقبال کرتے اور اپنی محافل میں بھی آپ کے حافظہ اور خوش الحانی کی تعریف کرتے حتّٰی کہ جب کبھی ہندوؤں کی دکانوں پر جاتے تو نہ صرف وہ آپ کا احترام کرتے بلکہ قرآن مجید سننے کی بھی فرمائش کرتے۔

علاقہ میں محافلِ شبینہ کا انداز:۔ ماہِ رمضان ختم ہوا تو لوگوں نے محافلِ شبینہ پر آپ کو بلانا شروع کیا۔ اُس زمانہ میں محفل شبینہ یوں ہوتی کہ علاقہ بھر کے حفاظ مسجد میں جمع ہوتے لوگوں کی کثیر تعداد قرآن سننے کے لیے آتی ایک ایک حافظ اپنی باری پر قرآن پڑھتا اور حاضرِ محفل تمام حفاظ پر قرآن پاک نہ کھولنے کی پابندی ہوتی جس محفل میں حضور کو بلایا جاتا نہ صرف قرب وجوار کے مسلمان سننے کے لیے آتے بلکہ اکثر حفاظ بھی صرف آپ کا قرآن سننے آتے جب محفل میں آپ کی باری آتی ایک عجیب رقت کا سماں ہوتا ہر طرف سناٹا چھا جاتا اُس زمانہ میں سپیکر نہ ہونے کے باوجود آپ کی آواز ہر طرف ایک جیسی سُنائی دیتی کئی حفاظ آپ کو بُھلانے کے لیے از خود لقمہ دیتے لیکن جب آپ قرآن پڑھ رہے ہوتے آنکھیں بند کر کے اسقدر قرآن میں محو ہو جاتے کہ کسی کی کوئی آواز سُنائی نہ دیتی۔

"ٹھٹھے والی" میں حفاظ کا سالانہ مقابلہ:۔ اُس زمانہ میں ہر سال "نواں" سے تین میل دور "ٹھٹھے والی" میں ایک بڑا دینی اجتماع ہوتا جس میں علاقہ کے سردار ملک غلام محمد صاحب بڑے بڑے علماء کو بلاتا اِس اجتماع میں مولانا گل شیر اور مولانا سرسری خطاب کرتے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد خطابت میں ان علماء کی اُس زمانہ میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ جہاں جاتے خلقِ خدا کا ایک سیلاب اُمڈ آتا۔ مولانا سرسری جب وعظ شروع کرتے تو فرماتے جتنے حفاظ کرام اس محفل میں تشریف فرما ہیں سب میرے قریب آجائیں۔ ہمیشہ اجتماع میں حفاظ کے جھرمٹ میں اُنکا سٹیج ہوتا۔ مولانا سرسری دورانِ خطاب جب کوئی آیت مبارکہ تلاوت کرتے تو اپنے قریب بیٹھے حفاظ سے باری باری پوچھتے کہ بتاؤ یہ کس پارہ اور کس رکوع کی آیت ہے۔ لہٰذا یہ اجتماع حفاظ کرام کے لیے بھی ایک امتحان گاہ تصور کیا جاتا۔ اس سال جب اجتماع ہوا تو مولانا سرسری کو حضور کے متعلق بھی ایک حافظ نے بتایا کہ

اس علاقہ میں ایک لڑکا حافظ ہوا ہے مگر نہایت ماہر قرآن ہے۔ مولانا سرسری نے آپ کو بلایا، نام پوچھا پھر اپنی کرسی کے قریب بٹھالیا۔ دورانِ خطاب مولانا سرسری جو بھی آیت مبارکہ حضور سے پوچھتا آپ فوراً بتا دیتے کہ فلاں پارے اور فلاں رکوع کی آیت ہے پھر آیت مبارکہ چھوڑ کر بات لفظوں پر آگئی اور حفاظ سے پوچھا قرآن مجید میں ہے بَشَراً سَوِیًّا اس کے پیچھے کیا ہے؟ تمام حفاظ خاموش ہو گئے۔ مولانا سرسری ایک ایک حافظ کی طرف اشارہ کر کے دریافت کرتا لیکن کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ آخر میں حضور سے پوچھا تو آپ نے کھڑے ہو کر بآوازِ بلند پڑھا۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پ۱۶: ع ۵) مولانا سرسری حیران رہ گئے اور جواب پر شاباش دی پھر دورانِ خطاب ایک اور ایسا مرحلہ پیش آیا۔ جب انہوں نے ایک حدیث مبارکہ کے چند الفاظ پڑھے جو بعض آیات مبارکہ سے ملتے جلتے تھے اور حسبِ عادت حفاظ سے پوچھا یہ قرآن مجید میں کہاں پر واقع ہے؟ تمام حفاظ نے اپنے اپنے اندازے لگا کر بتایا لیکن وہ نفی میں سر ہلاتے رہے۔ جب تمام حفاظ ناکام ہوئے تو آخر میں حضور کو آواز دے کر کہا۔ اب کہاں ہو حافظ گل محمد؟ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا آپ وہ الفاظ دوبارہ پڑھیں۔ انہوں نے دہرائے۔ آپ نے فرمایا یہ قرآن نہیں ہے۔ مولانا مسکرائے اور فرمایا" پھنس گئے ہوناں" مجھے قرآن سناتے چالیس برس ہو گئے ہیں۔ میں نے قرآن سے پڑھا ہے اور تم کہتے ہو یہ قرآن نہیں ہے۔ بتاؤ کہاں ہے یا صاف کہہ دو کہ مجھے علم نہیں؟ حضور نے آنکھیں بند کیں اور سر کو سینہ پر جھکایا پھر سر اٹھایا اور فرمایا" میں نے تیس پاروں کو دیکھا ہے یعنی الحمد سے والناس تک نظر پھیری ہے یہ آیت قرآن میں نہیں ہے" اور جوش وجذبہ میں اُن کی طرف بڑھے اور فرمایا" پھر آپ ہی وہ قرآن دکھاؤ جس میں یہ آیت ہے۔" مولانا کھڑے ہو گئے اور آپ کی پیشانی چوم کر کہا، اللہ کی قسم! میں نے زندگی میں تجھ جیسا حافظ نہیں دیکھا۔ اور اعتراف کیا میں نے مسلم شریف کی یہ ایک حدیث پڑھی تھی جو آیتِ قرآنی سے ملتی جلتی تھی۔ پھر حفاظ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔" تم نے قرآن کو یاد کیا اور فقط دماغ میں اتارا ہے اس لڑکے نے قرآن کو دل میں اتارا ہے" پھر مولانا سرسری جہاں بھی جاتے اور حسب عادت حفاظ سے جب کوئی آیت پوچھتے تو اپنی ہر محفل میں حضور کا تذکرہ بڑی محبت سے کرتے اور علاقہ بھر میں آپ کا چرچا ہونے لگا یوں سمجھیے اللہ تعالیٰ نے مولانا سرسری جیسے عالم کو ہر طرف آپ کا ایک اشتہار بنا دیا۔

ایک نامور حافظ سے مقابلہ:۔ ایک ماہِ رمضان میں حسبِ معمول حضور اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں قرآن سُنا رہے تھے۔ کہ علاقہ نمبل کے ایک نامور حافظ صاحب ایک رات آپ کا قرآن سننے کے لیے آئے۔ حضور کے والد ماجد نے آپ کو گھر پر اطلاع دی آپ مسجد میں آئے۔ اور مہمان سے ملے انہوں نے بڑے فخریہ انداز میں کہا آپ کی شہرت سنکر آیا ہوں لیکن آج تک کوئی حافظ میرے آگے مصلّٰی پر قرآن نہیں سُنا سکا۔ دیکھتا ہوں آپ کیسے پڑھتے ہو؟ حضور مسکرا دیئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ لگتا ہے یہی مسکراہٹ سب سے بڑا جواب تھا کہ محترم!

آپ نے آج تک صرف حفاظ کا قرآن سُنا ہے۔عشاق کا سُنا ہی کب ہے؟ آج ایک عاشق کا قرآن سنو گے تو خود بھول جاؤ گے۔حضور نے پہلی دو تراویح میں ہی اپنی اُس رات کی منزل سُنا دی دورانِ سماعت محترم مہمان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی وہ صحتِ الفاظ اور آپ کی خوش الحانی پر سَر ہلاتا رہا اور حضور دریا کی طرح رواں رہے اور وہ ایک لفظ تو کیا زیر، زبر کی بھی غلطی نہ نکال سکا۔سلام پھیرنے کے بعد حضور نے انہیں فرمایا میں نے اپنی آج رات کی منزل سُنا دی ہے۔لہٰذا اَب آپ قرآن سنائیں اور میں سنوں گا۔وہ مصلّٰی پر آئے اور تلاوت شروع کی تو چند آیات کے بعد بھولنے لگے حضور نے لقمہ دیا، پھر بھولے پھر بتایا۔تیسری بار لقمہ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔حضور نے پیچھے کھڑے ہوئے وہیں سے تلاوت شروع کر دی اور وہ پارہ مکمل کر دیا۔انہوں نے دوسری رکعت میں ایک چھوٹی سی سورت پڑھی اور سلام پھیر کر کہا قسم بخدا! تم حافظ نہیں قرآنی انجن ہو۔اور یہ قوت حافظہ نہیں یہ تو کوئی روحانی طاقت ہے۔مجھے زندگی بھر کسی حافظ نے آج تک نہیں ٹوکا تھا اور تیرے سامنے میں قرآن پڑھنا بھول گیا تھا۔یہ واقعہ اُن دنوں بڑا مشہور ہوا۔

حضرت خواجہ کا عالمِ شباب:۔ بچپن اور لڑکپن کی طرح آپ کا عالم شباب بھی بے مثل تھا۔آپ نہایت حَسین و جمیل اور پُر کشش نوجوان تھے۔چہرۂ انور کا رنگ اتنا سفید اور چمکدار تھا کہ ریش مبارک کے عکس کی جھلک رخساروں پر پڑتی تھی۔پیشانی کشادہ اور روشن تھی، ناک بہت خوبصورت پتلا اور اونچا تھا۔آنکھیں بڑی تو نہ تھیں لیکن نہایت پُر کشش تھیں جب ان میں سُرمہ ڈالتے تو مزید چمک پیدا ہو جاتی۔ابرو باریک اور معمولی خمدار تھے۔لب مبارک پتلے اور پھول کی کلیوں کی طرح رنگت گلابی تھی۔دندان مبارک نہایت موزوں چمکدار اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے جب کبھی مسکراتے تو دانتوں کی چمک کرنیں بکھیرتی۔ریش مبارک نہ تو زیادہ گھنی تھی اور نہ پتلی۔گیسو کانوں کی لَو کو چومتے۔عالمِ شباب میں بالوں پر تیل لگا کر درمیان سے مانگ نکالتے تو چہرے کا حُسن اور کھِل اُٹھتا۔قد لمبا، سینہ کشادہ اور مضبوط جسامت کے مالک تھے۔بہت نفیس اور قیمتی لباس پہنتے ململ کا سفید قمیض اور لٹھے کی بڑی سفید چادر باندھا کرتے۔سَر پر مایہ والی دستار باندھتے ہمیشہ ہاتھ میں ایک خوبصورت عصا رکھتے۔جس گلی سے گزرتے لوگوں کی توجہ کا محور بن جاتے۔گاؤں میں آپ کی جوانی کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

استاد مومنؔ نے کیا خوب کہا تھا۔

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہونگے نیم بسمل کئی ہونگے، کئی بے جاں ہونگے

حضور اپنی جوانی میں لمبی کھیڈ والی (کبڈی) کے بڑے اچھے کھلاڑی رہے، کُشتیاں کرتے اور بڑے بڑے جوانوں کو پچھاڑتے۔اس وقت کے نامور کھلاڑیوں سے کھیلا کرتے تھے۔اُس دَور کے ایک ساتھی منگ لدھا کمہار سکنہ "تھے والی" بعد ازاں ایک مرتبہ ملاقات پر کہنے لگا حضرت! اب تو آپ فقیر ہو گئے اگر منگ لدھا کے ساتھ

رہتے تو سارے ملک میں ہماری دھوم ہوتی ۔ اگر چہ راہِ سلوک پر چلنے سے حضور نے کھیل چھوڑ دیا تھا۔لیکن پھر بھی قرب وجوار میں کبھی آپ کے ساتھی کھیلنے کے لئے آتے تو انکی حوصلہ افزائی کے لیے ضرور تشریف لے جاتے اور جوانوں کو داد دیتے ۔حضور بچپن سے ہی نہ صرف اپنے والدین بلکہ سارے خاندان کے لاڈلے تھے اس لیے کوئی کسب معاش اختیار نہ کیا البتہ گھر میں ہی صبح وشام بچوں کو قرآن مجید پڑھا دیا کرتے تھے۔

ہندوؤں سے لڑائیاں:۔ جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "نواں "اصل میں ہندوؤں کا ایک بڑا مرکز تھا اور یہاں پر امیر ترین ہندو تاجر رہتے تھے ۔وہ حسب دستور مسلمانوں کو قرض دیتے پھر سود بڑھاتے چلے جاتے ۔حتٰی کہ تمام مسلمانوں کی زمینیں انہوں نے رہن رکھی ہوئی تھیں جو فصل ہوتی ہندو آکر وصول کر لیتے ۔مسلمانوں پر غربت و بے بسی چھائی ہوئی تھی اور یہ لوگ غریب مسلمانوں کو بے حد تنگ کرتے تھے۔علماء کی رفاقت کا یہ اثر ہوا کہ غیرت ایمانی کے باعث یہ سب باتیں حضور برداشت نہ کر سکتے تھے لہٰذا غریب مسلمانوں کی مدد میں آپ نے ہندوؤں کے ساتھ کئی لڑائیاں کیں اور انہیں اپنے اس مخصوص عصاء سے ہر جگہ خوب پیٹا۔ جہاں کہیں گاؤں میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا جھگڑا ہوتا آپ اپنا عصا (کھونڈا) لیکر پہنچ جاتے پھر کیا ہوتا ہندو بھاگ کھڑے ہوتے ۔ ہندوؤں پر آپ کے نام کی ایسی ہیبت بیٹھ گئی کہ آپ کا نام سن کر ہی کانپنے لگتے ۔جس مسلمان کو ہندو ساہوکار تنگ کرتا وہ آپ کو بلا کر لے جاتا۔تو ہندو نہ صرف مزید قرض دینے پر راضی ہو جاتے بلکہ سابقہ قرض کی مدت بھی بڑھا دیتے ۔جو مسلمان ہندوؤں کی طرف داری کرتے آپ اُن سے بھی سختی سے پیش آتے اور انکے ساتھ بھی لڑ پڑتے یوں گاؤں میں آپ کی لڑائیاں اتنی مشہور ہوئیں کہ جہاں کہیں سے شوروغل کی آواز آئی آپ کے والدین گھر میں پریشان ہو جاتے کہ دیکھیں پھر حافظ کسی سے لڑ رہا ہے۔ایک ہندو ساہوکار نے جب مسلمانوں کو زیادہ تنگ کیا اور رہن زمین سے ساری فصل اُٹھائی تو انکی دوہائی پر حضور نے اپنے چند نوجوان ساتھیوں کے ساتھ اُس ہندو کا تجارتی قافلہ جو گندم لے کر جا رہا تھا راستے میں ہی روک لیا اور گندم اُتار کر گاؤں کے لوگوں میں بانٹ دی یوں مسلمانوں نے تو آپ کی جوانمردی اور دلیری کی تعریف کی مگر ہندوؤں نے انگریز کی عدالت میں آپ پر مقدمہ دائر کر دیا۔جسکی پاداش میں آپ کو تین ماہ میانوالی جیل میں رہنا پڑا۔وہاں عام قیدیوں سے تو کام لیا جاتا مگر آپ حافظ قرآن ہونے کی نسبت سے مسلمان آفیسرز کے بچوں کو صبح وشام قرآن پڑھایا کرتے ۔میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانوی فرمایا کرتے آپ کبھی اُن ایام کا ذکر فرماتے تو اکثر مجھے کہتے نوجوانی میں مجھے صحبت اچھی نہیں ملی تھی لوگوں کی باتوں میں آکر میں نے ہندوؤں سے جھگڑے کیے اور ان کے لیے اذیت کا باعث بنا یعنی آپ اُس دور کو ناپسند فرماتے تھے ۔

شادی خانہ آبادی:۔ حضور کو ابتدائے جوانی میں ہی اپنی برادری اور برادری سے باہر بھی کئی رشتوں کی پیشکش ہوئی لیکن آپ کی والدہ جسکو آپ سے والہانہ لگاؤ تھا کسی رشتے پر راضی نہ ہوئیں اور اصرار کیا کہ میرے بھائی کی

بیٹی سے شادی کرو۔ لہٰذا حضور نے اپنی والدہ کی خواہش پر پہلی شادی اپنے ماموں کی بیٹی سے کی اس وقت آپ کی عمر کم وبیش اٹھارہ، بیس سال کے قریب ہوگی لیکن ابھی آپ کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کے ننھیال اور ددھیال میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا آپ نے اپنے ددھیال کا ساتھ دیا۔ جس پر ننھیال ناراض ہوگئے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی طلاق کا مطالبہ کر دیا اور یوں بات طلاق تک پہنچ گئی۔ چونکہ تھوڑا عرصہ گزرا تھا ان سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اسکے بعد پھر رشتوں کی پیشکش ہوئی۔ حضور کے والد بزرگوار نے نزدیکی گاؤں کے ایک گھر میں بات کی۔ اُس لڑکی کو پتہ چلا تو حضور کو کہلا بھیجا اگر میرے والدین نے انکار کر دیا تو میں پھر بھی آپ سے ہی شادی کروں گی اور گھر سے بھاگ آؤں گی۔ حضور نے سنا تو اس لڑکی سے شادی کے لیے انکار کر دیا اور اپنے والد سے کہا جس لڑکی کو اپنے والدین کی عزت وآبرو کا خیال نہیں میں اس سے ہرگز شادی نہیں کروں گا۔ میرے پاس ہر وقت لوگ اُٹھتے، بیٹھتے ہیں یہ آج میرے ساتھ بھاگنے کو تیار ہوگئی ہے کل کسی اور کے ساتھ بھاگ جائے گی۔ عورت کی سب سے بڑی خوبی حیاء اور پاکدامنی ہے۔ آخر کچھ عرصہ بعد آپ نے خود ہی فیصلہ کیا کہ میری شادی میاں طالع وند مرحوم کی بیٹی سے کردو کیونکہ جہاں تک میں نے سُنا ہے اُن کا گھرانہ بڑا شریف النفس ہے۔ میاں طالع وند ولد میاں محمد اسحاق "جھور" کے رہنے والے تھے نوجوانی میں ہی انتقال کر گئے اس وقت انکی ایک معصوم بیٹی تھی اور زوجہ حاملہ تھی۔ ان کی بیوہ نے منت مانی اگر اللہ کریم مجھے بیٹا عطا فرمائے تو میں زندگی بھر دوسری شادی نہ کروں گی۔ لہٰذا کچھ ماہ بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام "غلام رسول" رکھا گیا۔ پھر یہ بیوہ نواں میں آگئیں اور خود محنت کر کے تقویٰ وپاکدامنی کے ساتھ اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی۔ نہ دوسری شادی کی اور نہ کبھی کسی سے خیرات لی۔ اس قدر غیور اور صابر خاتون تھیں نہ کبھی کسی سے کچھ مانگا اور نہ اپنے گھر سے باہر قدم رکھا رات دن چرخہ کات کر بچوں کو رزق حلال سے کھلایا۔ ان کی تربیت اور صبر وشکر کا بچوں پر بھی نمایاں اثر پڑا اور یہ دونوں نہایت صابر، متقی، خداترس اور سادگی کی مثال بن گئے۔ اس بیوہ اور اس کے بچوں کی پاکدامنی اور پرہیزگاری کی گاؤں میں مشہوری تھی لہٰذا حضور نے اس گھر میں شادی کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت بابا علی گل صاحب نے اپنی بیٹی "غلام رسول" کو دے کر حضور کے لیے ان کی ہمشیرہ کا رشتہ مانگ لیا۔ اس طرح اغلب گمان یہی ہے کہ 1936ء کے کسی مہینے میں حضور کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ آپ خود فرمایا کرتے میں نے شادی نہ قوم قبیلہ دیکھ کر کی، نہ شکل و صورت اور مال وزر دیکھ کر کی بلکہ شرافت اور پاکدامنی دیکھ کر اپنی زوجہ سے شادی کی تا کہ اس کے بطن سے نیک اور صالح اولاد پیدا ہو پھر دنیا نے دیکھا اُس مائی صاحبہ سے حضور قبلہ عالم منگانویؒ جیسی نابغہء روزگار ہستی نے جنم لیا جنہوں نے اپنی ولایت کے نور سے پورے ملک کو روشن ومنور کر دیا۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر 3

راہ سلوک کی ابتداء

مجاہدات اور بیعت و خلافت
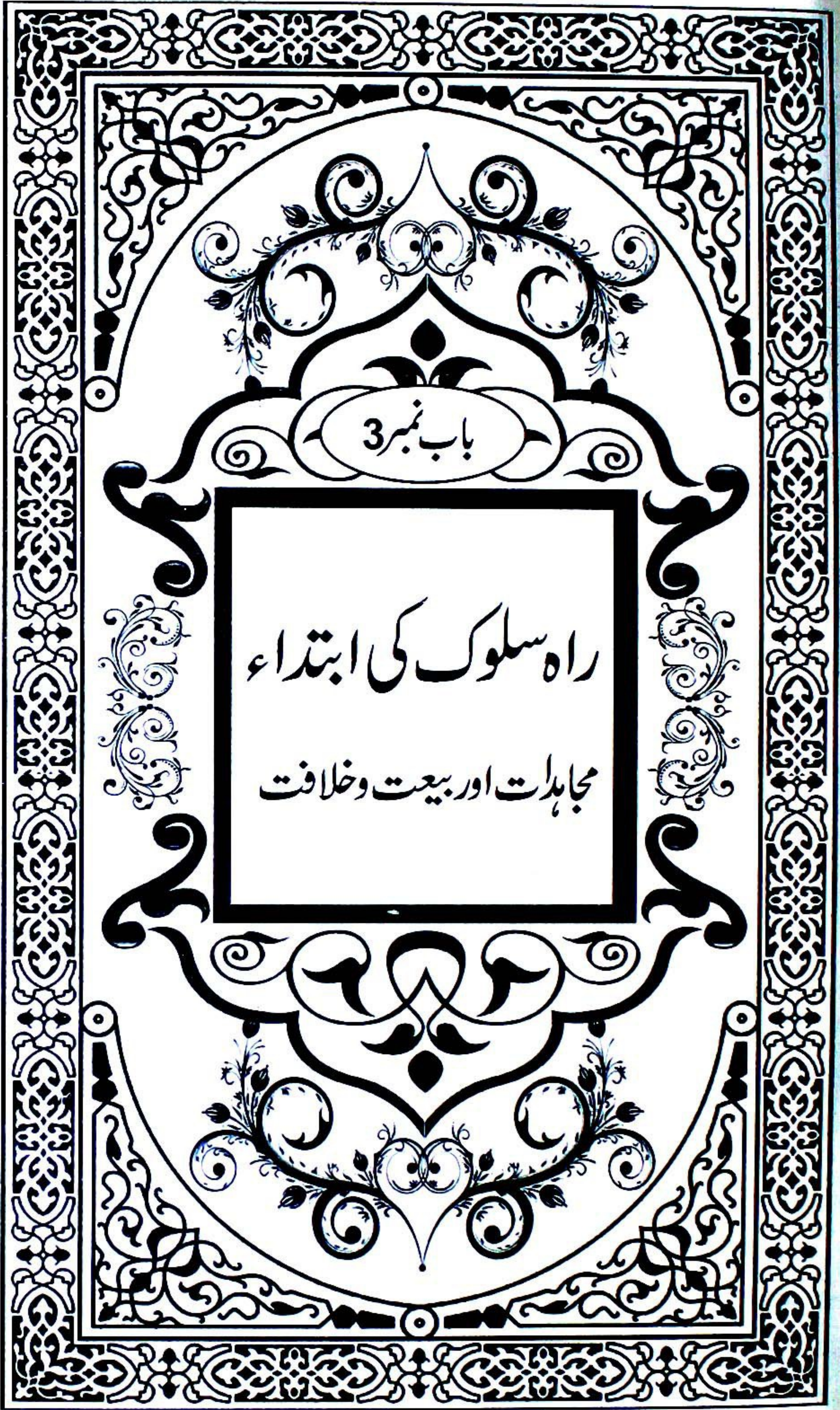
مقامِ ابدال

احادیث کی روشنی میں:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "میری امت میں تیس (30) ابدال رہتے ہیں انہیں کے طفیل زمین قائم ہے۔ انہی کے سبب تم پر بارش برستی ہے، انہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔" (جامع ترمذی، طبرانی کبیر) ایک اور حدیث میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "ابدال، شام میں چالیس ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر دوسرے کو بدل دیتا ہے۔۔ انکی برکت سے بارانِ رحمت برستی ہے اور دشمنوں پر مدد دی جاتی ہے اور ان کے ذریعے سے بلائیں دور ہوتی ہیں" (مسند امام احمد بن حنبل) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ چالیس ابدال میں سے بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان ابدال کے دل حضرت ابراہیمؑ کی منہاج پر ہیں۔ امام زرقانیؒ نے ابدال کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ ابدال "بدل" سے ہے۔ جو ایک کی وفات کے بعد دوسرا بدلتا ہے۔ اور یہ اولیاء کرام کی ایک صنف ہے جو کہ اخلاق سیہ کو اخلاق حسنہ میں بدلتے ہیں۔

امام شاذلیؒ نے فرمایا ہے کہ ہر ابدال کے مراتب مختلف ہیں اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ یہ ابدال فقط شام تک محدود نہیں بلکہ تمام زمین پر ان کا تصرف ہے۔ ابدال کی صفات یہ ہیں کہ وہ نماز، روزہ اور تقوٰی کے باعث مراتب حاصل نہیں کرتے بلکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "میری امت کے ابدال کثرتِ نماز، روزوں سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ قلب کی سلامتی، سخاوتِ نفس اور اہلِ اسلام کے ساتھ رحم کرنے سے جنت میں داخل ہوں گے۔" (جامع ترمذی)

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ "ابدال کو مراتب نماز، روزہ کے باعث نہیں ملتے بلکہ سخاوت اور مسلمانوں سے خیر خواہی کے باعث فضیلتیں عطا ہوتی ہیں ان ابدالِ وقت کو زمین پر مختلف امور سونپے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام زمین پر تصرف عطا کیا ہے اور یہ اپنے فیض سے مخلوق خدا میں کسی ایک کو فیض یاب کر کے اُسکا قلب نُورِ خدا سے منور فرما کر سارے جہان کی روشنی کا کام لیتے ہیں۔

ابدالِ وقت حضرت بابا فقیر محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ:۔ اسی مبارک طائفہ میں سے ایک منفرد نام ابدالِ وقت حضرت بابا فقیر محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ راقم الحروف نے بعض احباب خاص کی زبانی سُنا۔ حضرت فقیر صاحب، حضرت قطب عالم پیر محلویؒ کے مرید اور اپنے وقت کے ابدال تھے۔ کئی سال پہلے حضرت قطب عالم نے انہیں بطورِ خاص فرمایا تھا "پہاڑوں میں ایک شہباز پَر نکال رہا ہے اس کو پکڑنا۔" یہ راز و نیاز کی باتیں یا حضرت قطب عالمؒ جانتے تھے یا حضرت فقیر صاحبؒ آپ کے متعلق تا حال کچھ پتہ نہ چل سکا کہ یہ فقیر

صاحب کون تھے، کہاں پیدا ہوئے، کب مرید ہوئے اور کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے؟

حضرت بابا علی گل صاحب فرماتے ایک دن اپنا تعارف اسطرح کروایا کہ ''نیلی بار کا ترکھان ہوں اور قطب پاک'' کا غلام ہوں'' لیکن خدا جانے کون سے ترکھان تھے؟ لکڑیاں کاٹ کر کچھ بنانے والے یا قلب و روح کی تعمیر کرنے والے؟

1941ء کی ایک شام کا ذکر ہے "نواں" سے پانچ میل دُور ایک گاؤں "کلری" کی جامع مسجد میں حضرت فقیر صاحبؒ وارد ہوئے۔ رات کو مسجد کا خادم "یارن موچی" مسافر سمجھ کر کھانا لایا اور کچھ دیر پاس بیٹھا رہا۔ سُرخ آنکھیں اور عجیب کیفیت دیکھی تو سمجھ گیا یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہے۔ صبح پھر حاضر ہوا، اور خدمت بجالایا۔ آپ نے اُسے فرمایا مجھے "نواں" لے چلو۔ یہ باتیں اُس نے خود بتائی ہیں۔ وہ ساتھ چل پڑا۔ راستہ میں آپ کی مزید کیفیات کا مشاہدہ کیا تو پتہ چلا یہ تو کوئی مردِ قلندر ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے موقع پا کر عرض کی جناب! رات بھر آپ کی خدمت کی اب گرمی میں آپ کے ساتھ پانچ میل پیدل سفر کیا ہے کچھ مجھے بھی عنایت فرمائیں؟ ارشاد ہوا۔ "میرے پاس ایک پھول ہے اور وہ صرف ایک آدمی کیلئے لایا ہوں۔" جیسے ہی ہم نواں کے جنوبی سمت بابا میاں مصطفیٰؒ کے قبرستان کے نزدیک پہنچے اور گاؤں نظر آیا تو میں نے عرض کی جناب! یہ ہے نواں۔ فرمایا تم یہیں سے لوٹ جاؤ۔ میں نے عرض کی آپ نے جس آدمی کو ملنا ہے اسکا نام بتائیں تا کہ میں آپ کو وہاں تک چھوڑ آؤں فرمایا نہیں تم چلے جاؤ میں خود مل لوں گا لہٰذا میں وہیں سے پلٹ آیا۔

نواں میں تشریف آوری:۔ بھادوں (جولائی، اگست) 1941ء کا زمانہ تھا سخت گرمی کے دن تھے، گاؤں کے لوگ حسب معمول دوپہر کو مندر والے بڑے پیپل کے نیچے بیٹھے تھے کہ اچانک جنوب کی سمت سے ایک ہیبت و جلال کا پیکر مجذوب فقیر نمودار ہوا۔ ادھیڑ عمر، سفید بال، گندمی رنگ، سُرخ آنکھیں، ننگے پاؤں، جسم پر سوائے ایک لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ خاموشی سے سَر جھکا کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ نہ تو کسی سے پانی مانگا اور نہ ہی کسی کے گھر کا پتہ پوچھا پیپل کے نیچے بیٹھے ہوئے بچے، بوڑھے، جوان سب آپ کے گرد جمع ہو گئے اور طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔ لیکن مجذوب فقیر نے نہ تو کسی کے سوال کا جواب دیا اور نہ کسی کی طرف توجہ دی۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ ہجوم دیکھ کر نزدیک آئیں چہرۂ انور دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ یہ ولی اللہ ہے۔ ولی اللہ کا تصور آتے ہی اپنی پریشانی یاد آ گئی اور عرض کی "اے فقیر! میرا بیٹا انگریز کی فوج میں ہے نہ تو اسکی کوئی خبر آئی ہے اور نہ ہی پتہ چلا ہے کہ وہ کہاں پر ہے دُعا کرو خیریت سے واپس آجائے" (ان دنوں حضور کے چھوٹے بھائی بابا فضل الٰہی صاحب فوج میں ملازم تھے)

مائی صاحبہ کے الفاظ سنتے ہی یکدم فقیر کی نظریں اُٹھیں اور پوری توجہ سے دیکھا یوں لگا جیسے مسافر کو اپنی

منزل مل گئی ہو اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مائی تیرے اُس بیٹے کو تو خیر ہے۔ جو گھر میں ہیں انکی خیر منا" حضور کی والدہ گھر واپس آئیں تو آپ کے والد بزرگوار اور دونوں بیٹوں (حضرت خواجہ اور بابا علی گل صاحب) سے فقیر کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی لفظ بہ لفظ فقیر کا ارشاد بھی سُنایا۔ بابا علی گل صاحب فرماتے ہم فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں بھائی اپنے والدِ محترم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جیسے ہی فقیر صاحب کے سامنے ہوئے تو انہوں نے ہم پر نظریں جمالیں ہم قریب ہوتے گئے فقیر صاحب کی توجہ بڑھتی گئی۔ والدِ محترم سب سے آگے تھے، میں درمیان میں تھا اور حضرت خواجہ پیچھے تھے۔ فقیر صاحب کے قریب پہنچ کر والدِ محترم نے سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ ملایا تو آپ نے پوچھا بابا کچھ آتا ہے "عرض کی "جی ہاں "فرمایا" سناؤ" والد صاحب نے قرآن مجید کی یہ آیتِ مبارکہ پڑھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ (پ۲۲:ع۳) فقیر صاحب نے فرمایا "تیری اولاد کو ذکر میں ڈال دیا" پھر مجھے فرمایا۔ "کچھ آتا ہے "تو میں نے یہ آیتِ شریفہ پڑھی۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (پ۲۸:ع۱۴) فرمایا" تجھے بھی ذکر میں ڈال دیا" آخر میں حضرت خواجہ سے پوچھا" کچھ آتا ہے "عرض کی میں قرآن کا حافظ ہوں فرمایا "اچھا سناؤ" آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (پ۲۸:ع۱۲) فرمایا" جاؤ تجھے ذکر بنا دیا"

پھر حضرت خواجہ کو سَر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور فرمایا حافظ تیرے مقدر میں کیا ہے اور تو کہاں ہے؟" جا کالی مجھی دیاں دھاراں پی" یہ فرماتے ہوئے ہاتھ اٹھایا اور درمیان والی انگلی کو انگوٹھی والی انگلی سے ملا دیا (یہ اشارہ حضرت اقدس دہڑوی کی طرف تھا کیونکہ ان کی یہ دونوں انگلیاں پیدائشی طور پر ملی ہوئی تھیں)

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل آں اندر دلش انداختند

(ہر کسی کو کسی نہ کسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس کام کی طرف توجہ یا اس سے محبت اس کے دل میں ڈالی گئی ہے)

حضرت خواجہ فرمایا کرتے "اس وقت مجھے اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا البتہ میرے دل میں فقیر صاحب کے لیے ایک خاص محبت پیدا ہوگئی"

حضرت خواجہ پر نگاہِ ابدال کا فیض:۔ جب شام ہوئی تو فقیر صاحب گاؤں کی جامع مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں بھی لوگوں نے فقیر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ البتہ یہاں واسطہ تماش بینوں سے زیادہ عقلمند نمازیوں سے تھا۔ میاں محمد نظام خیل جو مسجد کا متولی تھا اُس نے پُوچھا کون ہو؟ فرمایا" افسر ہوں" کہاں سے آئے ہو فرمایا" عرش سے" کیوں آئے ہو؟ فرمایا" آدمی بھرتی کرنے کے لیے" کوئی کیا بھی ہے؟ فرمایا" صرف ایک کو کرنا ہے جب آیا

تو کروں گا" یہ باتیں لوگوں کے فہم و ادراک سے بالا تھیں۔ لہٰذا کوئی بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ کسی نے کہا دیوانہ ہے، کوئی بولا فقیر ہے، کسی نے کہا، گھر سے بھاگا ہوا زمیندار ہے جو گرمی کی شدت سے ہل جوتنے (کھیتی باڑی) سے بھاگا ہوا ہے۔ مگر آپ ایک مسافر کی طرح مسجد میں بیٹھ گئے۔ امام مسجد نے نمازیوں سے کہا ایک مسافر کے لیے گھر سے کھانا بھجوا دینا۔ حسب معمول نمازِ مغرب کے بعد چند گاؤں والے مسافر سمجھ کر فقیر صاحب کے لیے کھانا لائے تو حضرت خواجہ بھی اپنے گھر سے آپ کے لیے روٹی اور دودھ لے گئے۔ آپ اگرچہ صبح کے بھوکے، پیاسے تھے لیکن کھانے کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی بلکہ مستی کے عالم میں لوگوں سے پوچھنے لگے۔ یہ کون لایا ہے؟ یہ کس کا ہے؟ اور لانے والے عرض کر دیتے۔ جب حضرت خواجہ کے لائے ہوئے کھانے کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کون لایا ہے؟ تو آپ نے عرض کی "میں" فقیر صاحب جوش میں آ گئے آنکھیں سرخ تھیں۔ وجد میں کھڑے ہو کر زور سے ایک تھپڑ حضور کے چہرے پر مارا اور فرمایا ابھی "میں" بس اُسی وقت آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی آپ سیدھے گھر واپس آئے اور چپ چاپ لیٹ گئے۔ بقول حضور قبلہ عالم منگانویؒ بعد میں فرماتے تھے کہ "میرا کام تو اُسی وقت ہو گیا تھا" یعنی فوراً قلب جاری ہو گیا تھا۔ صبح اُٹھے تو آپ کی آنکھیں بھی سُرخ تھیں اور مجذوبانہ ادائیں جھلک رہی تھیں۔ کھانا پینا چھوٹ گیا۔ زبان پر سکوت چھا گیا نہ کسی کی بات سُنی اور نہ کسی کا جواب دیا۔ اپنا لباس اُتار کر چادر کی جگہ لنگوٹا اور گلے میں ایک لمبا سلوکا پہن لیا اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے دن جنگلوں میں اور راتیں پہاڑوں پر بسر ہونے لگیں۔

عین شباب کے عالم میں آپ کی یہ مجذوبانہ کیفیت والدین کے لیے انتہائی تکلیف کی باعث اور پریشان کن تھی۔ والدہ جو آپ کو دل و جان سے بڑھ کر چاہتی تھی۔ صبح و شام نہ صرف کھانا چھوڑ دیا بلکہ رو، رو کر بے حال ہو گئیں۔ والد بھی چُھپ چُھپ کر روتے، بڑے بھائی بابا علی گُل صاحب دن، رات جنگلوں، پہاڑوں میں آپ کے پیچھے پیچھے رہتے اور کبھی کبھی شام کو گھر بھی لے آتے۔ نقاہت و کمزوری کا یہ عالم ہو گیا کہ گاؤں کا خوبصورت اور کڑیل جوان پہچانا نہ جاتا تھا۔ جسمِ اطہر اب محض ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا جو بھی دیکھتا آپ کی حالت پر افسوس کرتا۔ تین، چار ماہ آپ پر یہی کیفیت رہی اچانک ایک روز جنگل سے واپسی پر حضرت فقیر صاحب سے آمنا سامنا ہو گیا انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا "حافظ! میں نے تیرا برتن ہر فقیر کے آگے کیا مگر سب نے ڈاڈھا (سخت) کہہ کر معذرت کر لی۔ البتہ شاہ شمسؒ نے فرمایا اسے میرے حوالے کر دو جاؤ ملتان تمہارا حصہ ہے"

ملتان روانگی اور قیام:۔ حضرت فقیر صاحب کے یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ حضرت خواجہ سے وہ مجذوبی کیفیت اتر گئی۔ گھر تشریف لائے کھانا کھایا والدین کے لیے تو عید کا چاند طلوع ہو گیا انہوں نے خیرات کی۔ تمام عزیز و اقارب ملنے کے لیے آئے اور اس کیفیت سے متعلق پوچھنے لگے آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ "اب میں وہ

حافظ نہیں رہا میں نے اپنے آپ کو خداوند کریم کے سپرد کر دیا اب اس کی رضا ہے جو مجھ سے کام لے"

پھر آپ نے والدین کو تسلی دی کہ آپ کا بیٹا دیوانہ نہیں ہے بات صرف یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں وقف کر دیا ہے۔اب والدین کو تشفی ہوئی اور انہیں وہ بشارتیں یاد آنے لگیں جو آپ کی ولادت سے پہلے اُنہیں ملی تھیں۔ملتان جانے کی تیاری شروع ہوئی تو والدین نے آپ کے بڑے بھائی بابا علی گل صاحب کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کیا۔لہٰذا ملتان پہنچ کر سیدھے درگاہ شاہ شمسؒ پر حاضر ہوئے۔وہاں پر شیعہ حضرات کا قبضہ تھا۔آپ نے فرمایا ہم یہاں پر کچھ عرصہ ٹھہرنے کے لیے میانوالی سے آئے ہیں۔انہوں نے کہا ہم یہاں پر صرف شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے والوں کو ٹھہرنے دیتے ہیں۔اہلِ سنت کا یہاں رہنا ممنوع ہے۔بابا علی گل صاحب نے اندازِ تبسم سے کہا ہمیں بھی شیعہ سمجھو۔انہوں نے کہا اگر شیعہ ہو تو سارا دربار تمہارا ہے۔جتنے دن چاہو ٹھہر سکتے ہو۔ بابا علی گل صاحب نے کہا یہ میرا بھائی حافظ ہے۔یہی ٹھہرے گا جب درباریوں نے حافظ کا لفظ سُنا تو کہا پورے ملتان میں مشہور ہے کہ شیعہ مذہب میں حافظ نہیں ہوتے ہم ابھی سے اعلان کرتے ہیں کہ آؤ ہمارا حافظ آگیا ہے۔ اس سے مقابلہ کر لو۔بابا جی نے کہا پہلے انہیں قرآنِ دہرا لینے دو پھر اعلان کرنا درباری حضرات خوش ہو گئے اور مزار شریف کے سرہانے دیوار میں محراب نما جگہ پر ٹھہرنے کی اجازت مل گئی۔حضرت خواجہ دن بھر روضہ شریف کے اندر اُسی محراب میں بیٹھتے اور شب ساتھ والی کچی مسجد میں گزارتے (حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب فرماتے ہیں میں جب بھی حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی معیت میں حضرت شاہ شمسؒ کی درگاہ شریف پر حاضر ہوتا تو آپ اس محراب کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تمہارے دادا بزرگوار اس مقام پر چالیس دن رہے تھے)

حضرت خواجہ نے چلہ کی پہلی شب جب مسجد میں قیام کیا تو وہاں جنات رہتے تھے۔بابا علی گل صاحب جب چراغ روشن کرتے تو وہ اُوپر اُڑنا شروع ہو جاتا اور پھر بجھ جاتا۔سردیوں کا موسم تھا وہ دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگاتے تو دروازہ جھٹکے کے ساتھ خود بخود کھل جاتا آخر جہاں حضور محوِ عبادت تھے وہ آپ کے پیچھے آکر بیٹھ رہے مگر چھت سے بھیانک آوازیں شروع ہو گئیں۔وہ بڑے تنگ ہوئے مگر حضرت خواجہ پر ان باتوں کا ذرا بھی اثر نہ تھا وہ دنیا و مافیھا سے بے خبر اپنے رب سے لَو لگائے بیٹھے تھے۔بابا جی کو جنات نے جب بے حد پریشان کیا تو انہوں نے حضور کو متوجہ کیا اور کہا مجھے جنات نہیں ٹھہرنے دیتے۔فرمایا پھر آپ واپس چلے جاؤ۔لیکن والدین کے حکم پر انہوں نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔البتہ کچھ دنوں کے لیے رہائش بدل لی۔

میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سنا۔حضرت خواجہ نے چلہ کے پہلے تین روز کچھ نہ کھایا اور مشغول بحق رہے۔کیونکہ حضرت فقیر صاحب نے بوقتِ رخصت آپ سے فرمایا تھا "کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا البتہ کوئی اصرار کرے تو لے لینا" چوتھے روز صبح کے وقت جب آپ مزار شریف کے سرہانے اپنے مخصوص مقام پر

یادِ الٰہی میں محو تھے تو ایک شاہ صاحب جو درگاہ شریف کے سجادہ نشین تھے اپنے ہاتھوں میں کھانا لیے حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا حضور نے نفی میں اپنے سر کو ہلایا تو وہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو پھر ہمارا بازو پکڑ کر دربار شریف سے نکال دیں۔ آج رات کو مجھے حضرت شاہ شمسؒ کی زیارت ہوئی ہے آپ مجھ پر رنج ہوئے اور فرمایا میرا مہمان تین دن سے بھوکا بیٹھا ہے اور تم گھروں میں انواع واقسام کے کھانے کھاتے ہو۔ اگر میرے مہمانوں کی خدمت تم پر بھاری ہے تو یہاں سے نکل جاؤ۔ حضرت خواجہ مسکرائے اور سجادہ نشین صاحب کی دلجوئی کے لیے تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد سجادہ نشین آپ کی خدمت میں پیش پیش رہے لیکن حضور بہت کم کھانا تناول فرماتے تھے۔ ہر وقت حالتِ جذب میں مستغرق رہتے۔ بابا علی گل صاحب فرماتے ابتدائی ایام میں دن کو مزدوری کرنے کے لیے شہر میں نکل جاتا اور شام کو جو کچھ ملتا اس سے کھانا لے آتا۔ آپ بہت کم تناول فرماتے لیکن اس کے باوجود آپ کے جسم پر کوئی نقاہت کے آثار نہیں تھے۔ جب بھی مجھ سے گفتگو فرماتے چہرہ مبارک تروتازہ ہوتا۔ درباری حضرات گاہے بگاہے مجھ سے پوچھ لیتے حافظ صاحب نے قرآن دہرالیا ہے۔ ہم کب مقابلے کا اعلان کریں؟ تو میں ہنس کر کہہ دیتا کچھ دن اور صبر کرلیں تاکہ تمہیں لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ درباری مطمئن ہو جاتے اور میری بڑی آؤ بھگت کرتے۔

ملک محمد یوسف اعوان سکنہ موضع کُکّی نو (شورکوٹ) راقم الحروف کے نام اپنی کچھ یادداشتوں میں لکھتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے مجھے تنہائی میں حضرت شاہ شمسؒ کی درگاہ پر چلہ کے دوران پیش آنے والا واقعہ سنایا کہ جب ابتداء میں مجھے حضرت شاہ شمسؒ کی درگاہ پر چلہ کشی کا حکم ہوا۔ تو وہاں پہنچ کر میں نے ماحول کو ناسازگار پایا لیکن رہنا تو تھا ہی بالآخر گوشہ نشین ہوا۔ پہلی رات میں نے دیکھا کہ میرا نفس ایک جانور کے بچے کی شکل میں ہے اور اس کے اندر سارا قرآن لکھا ہوا ہے۔ پھر جب تیس یا بتیس دن گزر گئے تو پھر میں نے اپنے نفس کو اس طرح دیکھا کہ ایک نورانی بچے کی صورت میں حضرت شاہ شمسؒ کی گود میں کھیل رہا ہوں۔

چلہ کی آخری شب بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضری:۔ میں نے اپنے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سنا۔ آپ فرمایا کرتے چلہ کی آخری رات میں نے دیکھا کہ ایک وسیع وعریض میدان میں چھڑکاؤ ہوا پھر وہاں کرسیاں لگائی گئیں جن پر تمام اولیاء کرام، غوث، قطب، ابدال، قلندر آکر بیٹھ گئے کچھ ہی دیر بعد اللہ کے محبوب رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تمام اولیاء اللہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور حضور علیہ السلام اپنی مخصوص مسند مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت شاہ شمسؒ نے میرے بازو سے پکڑ کر سرکار دوجہاں ﷺ کی خدمت میں پیش کیا (بقول میاں محمد بخش حضور فرمایا کرتے حضرت شاہ شمسؒ کی آنکھیں بڑی اور سرخ تھیں۔ مونچھیں بھی قدرے بڑھی ہوئی تھیں چہرے پر وجاہت وجلال ٹپکتا تھا۔ ہاتھ میں عصا اور سبز رنگ کے

جبہ میں ملبوس تھے) رسولِ خدا ﷺ نے مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا (بطور سند) عطا فرمایا جس پر یہ الفاظ تحریر تھے۔

"امیر ، مومن ، ناظمِ دینِ محمدؐ خواجہ حافظ گل محمدؒ"

اور ارشاد فرمایا "منٹگمری میں عیسیٰ ء وقت کے پاس چلے جاؤ" (منٹگمری ضلع ساہیوال کا پرانا نام ہے اور عیسیٰ ء وقت سے مراد حضرت اقدس دہڑویؒ تھے کیونکہ آپ مردہ دلوں کو زندہ کرتے تھے)

بابا علی گل صاحب فرمایا کرتے چلہ کی آخری شب کو میں بھی حضور کے پاس تھا آپ تو حسب معمول یادِ الٰہی میں مشغول رہے جبکہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا عرش سے ایک کھلا ہوا قرآن مجید آہستہ آہستہ نیچے زمین پر آ رہا ہے۔ یہ قرآن مجید اُسی جگہ آ کر اُترا جہاں مسجد میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے میں نے دیکھا اس کھلے ہوئے قرآن مجید میں یہ الفاظ درج تھے۔

امیر ، مومن ، ناظمِ دینِ محمدؐ خواجہ حافظ گل محمد

میری آنکھ کھلی تو میں نے اسکا ذکر حضور سے کیا آپ نے فرمایا "بھائی جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے میں نے وہ سب کچھ بیداری میں دیکھا ہے۔ اب تیاری کریں واپس چلیں ہمارا کام ہو گیا ہے" اور صبح سویرے وہا ں سے رخصت ہوئے۔

ایک مجذوب فقیر سے ملاقات اور پیغامِ ابدال:۔ بابا علی گل صاحب فرماتے جب ہم درگاہ شاہ شمسؒ سے واپس آ رہے تھے تو ملتان شہر کے بازاروں میں ہم نے ایک مجذوب فقیر کو دیکھا جو سفید ریش تھا۔ لوگ اُسے پتھر مار رہے تھے اور وہ آگے آگے دوڑ رہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی حضرت خواجہ اسکی طرف دوڑے لوگوں کو روکا اور قریب جا کر مجذوب کو سلام کیا اور عرض کی حضرت بابا فقیر محمد رمضانؒ نے آپ کے لیے ایک پیغام دیا تھا مجذوب رک گیا بڑے غور سے آپ کو دیکھا اور پوچھا کیا پیغام ہے۔ عرض کی انہوں نے پوچھا ہے "اب میرے لیے کیا حکم ہے فرمایا اُسے کہنا پہاڑ کی دوسری طرف ہو جا" یہ سنتے ہی حضرت خواجہ پلٹ آئے۔ جب میں نے تفصیل پوچھی تو فرمایا "نواں" سے آتے ہوئے حضرت فقیر صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ ملتان شہر میں تم ایک مجذوب فقیر اس حال میں دیکھو گے کہ لوگ اسے پتھر مار رہے ہونگے انہیں میرا اسلام اور پیغام عرض کر دینا" حضور نے ملتان سے واپس آ کر جب یہ پیغام حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں پہنچایا تو وہ کچھ دن بعد نواں چھوڑ کر نواب آف کالا باغ کی اسٹیٹ والے پہاڑ "جابہ" چلے گئے اور تا وقتِ وصال وہیں پر رہے۔"

ملک محمد خان کا حضور کو دہڑ شریف کی خبر دینا:۔ حضرت خواجہ ملتان سے جب واپس گھر آئے تو ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی بابا علی گل صاحب نے جب والدین اور عزیز و اقارب کو بشارتیں سُنائیں تو سب کو یقین ہو گیا کہ حضرت خواجہ سے کوئی بڑا کام لیا جانے والا ہے۔ اب کی بار حضور کے چہرہ سے نقاہت کی بجائے ایک نُور ٹپکتا

تھا ملتان سے واپسی کے بعد آپ کی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ ہندو، مسلمان ہر کوئی آپ کا احترام کرتا اور آپ جس پر نظر اٹھاتے اُس پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی کچھ دنوں بعد آپ کی ملاقات ملک محمد خان سے ہوئی۔ وہ بھی آپ کے متعلق بہت کچھ سُن چکے تھے اور آپ سے ایک برادری کا قُرب بھی تھا۔ انہوں نے مشورہ دیا حافظ صاحب! میرا ماموں ملک محمد یار کچھ عرصہ پہلے ضلع منٹگمری چلا گیا تھا۔ اُس نے وہاں سے ہمیں خط لکھا کہ میری ملاقات ایک اللہ کے ولی سے ہوئی ہے میں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اُسی کا مرید ہو گیا ہوں اور انہی کے پاس دہڑ شریف رہتا ہوں ۔اور تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں یہاں آؤ اور ان کے مرید ہو جاؤ ایسا ولی اللہ ہے جسکی مثال نہیں لہٰذا میں وہاں گیا جسطرح سُنا تھا ویسے ہی پایا۔ نگاہوں میں بلا کی تاثیر ہے اور لوگوں کے دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ میرا مشورہ ہے تم بھی وہیں جاؤ۔ پھر آپ کو حضرت اقدس دہڑویؒ کا نام، حلیہ اور ایڈریس بتایا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا اُن کے ہاتھوں کی انگلیاں کیسی ہیں ملک محمد خان نے کہا درمیانی انگلی انگوٹھی والی انگلی سے جڑی ہوئی ہے۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی کیونکہ بابا فقیر محمد رمضان نے جب یہ کہا تھا کہ کالی مجھی دیاں دھاراں پی تو ہاتھ کی انگلیوں کو ملا لیا تھا۔ چونکہ آپ کو اِس طرف واضح اشارے مل چکے تھے لہٰذا دہڑ شریف کیلیے تیاری فرمائی۔ ملک عبدالرحمٰن ثانی کی والدہ نے سُنا تو اپنے بڑے بیٹے ملک مہر خان کو آپ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ اکیلے سفر نہ کریں۔

(یہ مائی صاحبہ حضور سے بے حد محبت کرتی تھی اور اپنے بچوں سے بڑھ کر آپ کا خیال رکھتیں۔ جب کڈھی کے چشمہ پر آپ کچھ عرصہ مشغول یادِ الٰہی رہے یہ اکثر آپ کے لیے کھانا تیار کر کے لے جاتیں اور اپنے بچوں کو بھی حضور کی خدمت ونگہداشت کی تلقین کرتیں جب حضور کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ تو آپ کی مرید ہو گئیں انہوں نے حضور کے بچپن سے ہی آپ سے متعلق بشارات سُن رکھی تھیں اور ایک کامل دُرویش خاتون تھیں اللہ کریم انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے)

دہڑ شریف روانگی اور بارگاہِ ابدال سے اجازت:۔ حضرت خواجہ نے جب دہڑ شریف جانے کی تیاری فرمائی تو بقول ملک مہر خان، ہم اجازت کے لیے حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ وہیں پیپل کے نیچے بیٹھے تھے حضرت خواجہ کو دیکھتے ہی فرمایا'' چلے جانا، چلے جانا، آگے اور آگے۔ بڑھتے چلے جانا راستے میں کتے آئیں گے، بھونکیں گے، لیکن کچھ پرواہ نہ کرنا'' پھر اپنے ہاتھ والی چھڑی حضرت خواجہ کو عطا کی اور فرمایا ''اسے ہاتھ میں رکھنا اور کتوں کو بھگانا'' پھر ہمیں رخصت کیا۔ حضرت فقیر صاحب کی باتوں میں کتنے راز پوشیدہ تھے۔ اس چھڑی میں کیا قوت تھی؟ اور کیا نشانی تھی؟ کس کے لیے تھی؟ وہ کتے کونسے تھے؟ حضرت خواجہ کے راستے میں کونسی رکاوٹیں اور مشکلات تھیں؟ مردِ قلندر نے چند لفظوں میں وہ سب بتا دیا پھر اُن مشکلات کو عبور کرنے کا حوصلہ بھی دیا۔ وہ عصاء کی صورت میں ایک ایسا ہتھیار فراہم کر دیا گیا تھا جو ہر مشکل کے لیے عصائے کلیمی تھا مگر

ماسوائے حضوران باتوں کی حقیقت کسی پر عیاں نہ تھی۔آج حضرت فقیر صاحب اپنے شیخ طریقت حضرت قطب عالم پیر محلویؒ سے ایک عرصہ پہلے کیے ہوئے عہد کی تکمیل فرما رہے تھے پہاڑی شہباز کو شکار کر کے انہیں کے سلسلہ طریقت میں بطور تحفہ پیش کر رہے تھے۔حضور نے رختِ سفر دہڑ شریف کے لیے باندھا تو حضرت فقیر صاحب بھی نواں سے رخصت ہوئے اور اپنی اگلی منزل ''جابہ'' میں سکونت اختیار فرمائی۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے ،اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے،اِدھر نکلے (علامہ اقبال)

ملک مہر خان بتاتے ہیں جب ہم نواں سے روانہ ہوئے اور ریلوے اسٹیشن ''مسان' جارہے تھے راستے میں میرے بڑے بھائی ملک اللہ یار خان ہمیں مل گئے اور وہاں جانے پر ہمیں بہت روکا۔لیکن ہم نہ رکے اور ریل گاڑی میں سوار ہوگئے۔رات بھر سفر کیا صبح آٹھ ،نو بجے کے قریب ریلوے اسٹیشن ریناله خورد پر اُترے۔اسٹیشن کے ساتھ ہی ایک مسجد تھی اُس میں چلے گئے وضو کیا، کچھ دیر ٹھہرے وہاں ایک سُرخ داڑھی والے مولوی صاحب بیٹھے تھے۔حضرت خواجہ نے اُن سے دہڑ شریف کا پتہ پوچھا۔دہڑ شریف کا نام سنتے ہی مولوی بپھر گیا بولا تم کون ہو؟ کیوں پوچھتے ہو؟

یہاں کوئی دہڑ شریف نہیں بس نوؔ چک دہڑاںؔ کا ہے۔حضرت خواجہ نے فرمایا وہی ہے اور حضرت اقدس دہڑویؒ کا نام لیا کہ ہم اُن کے پاس جارہے ہیں۔حضرت اقدس دہڑویؒ کا نام سنتے ہی مولوی کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور غصے میں اُچھل کر بولا۔مت جاؤ اسکے پاس وہ کوئی پیر فقیر نہیں ہے۔بلکہ وہ تو لوگوں کو کافر کر رہا ہے۔لوگ اس کے ہاتھ چومتے اور اسکے پاؤں پر گرتے ہیں جو بھی وہاں جاتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔تم مجھے پڑھے لکھے اور سمجھ دار نوجوان دکھائی دیتے ہو۔ہرگز ہرگز وہاں نہ جاؤ۔مولوی یوں ہی بُڑبُڑاتا رہا اور ہم مسجد سے نکل پڑے راستے میں ایک شخص نے دہڑ شریف کا راستہ بتایا اور ہم دہڑ شریف کی طرف پیدل چل پڑے۔

ہَوا کی مست خرامی تہِ کمند نہیں
اسیرِ دام نہیں ہے بہار کا موسم

دہڑ شریف پہنچنا اور مرید ہونا:۔ یہ موسمِ گرما 1942ء کا زمانہ تھا اور دوپہر کا وقت تھا جب ہم دہڑ شریف پہنچے گاؤں سے باہر سڑک پر ایک دُرویش کھڑا تھا (حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے وہ ابدال وقت بابا مست ابراہیم تھے جنہیں آپ کو لانے کے لیے حضرتِ اقدس دہڑویؒ نے خود بھیجا تھا) اُس نے حضرت خواجہ کو جونہی دیکھا پوچھا کہاں جانا ہے آپ نے حضرت اقدس دہڑویؒ کا نام لیا۔تو اشارہ سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور خاموشی سے چل دیا۔حضور کے دولت کدہ کے نزدیک پہنچ کر اُس نے باآواز بلند کلمہ شریف کا ذکر کیا

ہم نے بھی اسکے ساتھ پڑھا۔ حضرت اقدس دھڑوئیؒ ان دنوں اپنی گاؤں والی حویلی میں کنواں کھدوا رہے تھے (جہاں آج کل پیر سید غلام اصغر شاہ صاحب کے مکان ہیں) دُرویش کام کر رہے تھے جبکہ آپ ایک سائبان کے نیچے جلوہ افروز تھے۔ حضرت خواجہ سامنے آئے تو آپ نے اپنی نگاہیں حضور پر جمالیں۔ قدمبوسی کے بعد پوچھا ''کن تو آئے او'' (کہاں سے آئے ہو؟) حضرت خواجہ نے عرض کیا۔ نواں ضلع میانوالی سے فرمایا ''اچھا محمد یار کے وطن سے آئے ہو'' پھر پوچھا ''کیسے آئے ہو؟'' حضرت خواجہ نے عرض کی ''رب کو پانے آئے ہیں'' حضرت اقدس دھڑوئیؒ کا چہرۂ انور خوشی سے کِھل اُٹھا فرمایا ''پھر آؤ میرے سینے سے لگو تم پہلے آدمی ہو جو میرے پاس رب کو پانے آئے ہو۔ میں تو بیٹھا ہی اسی لیے ہوں۔ میرے پاس رب کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں جو بھی لوگ صبح وشام آتے ہیں۔ اولاد، مال اور زمین کے لیے آتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ آج کوئی رب کی معرفت کے لیے بھی آیا ہے'' اور مرید ہونے سے پہلے ہی ایسی نظر کرم (توجہ) فرمائی کہ حضرت خواجہ پر وہیں کیفیت طاری ہوگئی۔ چہرہ سرخ ہوگیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ملک مہر خان بتاتے ہیں حضرت اقدس دھڑوئیؒ کی اس توجہ کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ تین دن تک نیم بے ہوشی کی حالت رہی البتہ حضرت خواجہ کے قلب مبارک میں جذب کرنے کی خداداد صلاحیت تھی لہٰذا آپ کے ہوش وحواس قائم رہے۔ تین دن رہنے کے بعد چوتھے دن حضرت اقدس دھڑوئیؒ نے ہمیں مرید کیا اور ازراہِ عنایت خود وظائف تلقین فرمائے پھر ایک دُرویش کو حکم دیا حافظ صاحب کو میرے حجرہ میں بٹھا آؤ اور دروازہ باہر سے بند کر دو۔ حضرت خواجہ فرمایا کرتے میں نے اسمِ اعظم (پاس انفاس) شروع کیا تو پھر کیا تھا میرا قلب روشن ہوگیا اور مجھے ہر طرف نُور ہی نُور نظر آنے لگا ایک رات دن آپ حجرہ میں بند رہے پھر دُرویش آیا اور حضور کو لے جا کر حضرتِ اقدس دھڑوی کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ نے فرمایا حافظ صاحب! جنہوں نے تمہیں بھیجا ہے۔ ساتھ تمہاری سفارش بھی کی ہے'' (اس سے مراد حضرت فقیر صاحب تھے) میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا اِس دوران آپ کنواں کی کھدائی میں بھی کام کرتے رہے۔ آپ بڑے زور آور جوان تھے کنوئیں سے مٹی کہی (کَسّی) کے ساتھ باہر پھینکتے تو گاؤں کے لوگ دیکھنے آتے کہ میانوالی سے دو جوان آئے ہوئے ہیں وہ تنہا کئی آدمیوں کا کام کرتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد آپ کو اجازت ہوئی حضرت اقدس دھڑوئیؒ نے فرمایا ''حافظ صاحب ہماری تمہاری ایک یاری ہے اس سبق کو خوب یاد کرنا۔ میں نے یہ سبق بہت لوگوں کو پڑھایا ہے لیکن کسی نے آج تک مجھے یاد کر کے نہیں سُنایا۔'' آپ نے عرض کی ''حضور اب میں تب آؤں گا جب ان شاء اللہ یہ سبق یاد کرلوں گا'' اور واپس نواں کے لیے روانہ ہوئے۔

نواں واپسی اور دوسرا چلہ:۔ دھڑ شریف سے واپس نواں آئے تو آپ کی طبیعت میں بڑا سکون، تمکنت اور اطمینان تھا۔ چہرہ مبارک پر پہلے سے کہیں زیادہ جاذبیت اور نورانیت تھی لیکن خاموشی اور تنہا پسندی

میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اب حضور نے ایک نئے انداز سے ذکر وفکر شروع کیا قادریہ سلسلہ کا یہ اندازِ ذکر لوگوں کے لیے عجیب تھا آپ رات کو ذکر بالجہر اسطرح کرتے کہ پورے گاؤں میں ذکر کی آواز گونجتی کافی لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ جسکے باعث آپ کے ذکر وفکر میں خلل واقع ہونے لگا تو آپ نے ملک مہر خان کا جو مکان گاؤں کے اندر ایک پہاڑی پر تھا۔ خالی کروایا اور وہاں یادِ الٰہی میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے۔ تاہم اس دوران اہلِ خاندان میں سے یا قریبی عزیزوں میں سے کوئی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو کچھ وقت اسے بھی دیتے کبھی کبھی تھوڑا سا کھانا بھی تناول فرماتے۔ مہینہ بھر یہی کیفیت رہی اسکے بعد دہڑ شریف چلے گئے دوسری مرتبہ حضور دہڑ شریف اکیلے چلے گئے تھے۔ اس لیے کوئی تفصیل نہ مل سکی یہ بات حتمی ہے کہ مہینہ بعد گئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو باقاعدہ چلہ کشی کے لیے نواں سے شمال کی جانب ایک راستہ ''علووالہ'' کو جاتا ہے۔ گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر وہاں پہاڑی پر ایک ویران غیر آباد مکان تھا لہٰذا اپنے پیرومرشد کا دیا ہوا سبق یاد کرنے کے لیے حضرت خواجہ نے دوسرا چلہ یہاں پر کیا۔ گھر سے آپ فقط ایک بُھنے ہوئے چنوں کی تھیلی اور پانی کا برتن (مٹی کا ایک برتن ہوتا تھا جسے مقامی زبان میں ''جھاری'' کہتے ہیں) ساتھ لیکر گئے اور فرمایا میں اپنی خوراک ساتھ لیکر جارہا ہوں گھر سے کھانے کے لیے کچھ نہ بھیجنا۔ آپ کے احباب نے وہ مکان صاف کر دیا اور اُس میں لوٹا، مصلیٰ بھی رکھ دیا۔ یہاں حضور چالیس شب وروز یادِ الٰہی میں منہمک رہے اور اپنے شیخ کا دیا ہوا سبق یاد کرتے رہے۔

بھوک اور پیاس کا ختم ہونا:۔ بقولِ خلیفہ میاں محمد بخش حضرت خواجہ فرمایا کرتے، چلہ کے پہلے تین شب وروز مجھے بھوک کا احساس ہوا۔ تیسری شب بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں ایک وسیع وعریض میدان ہے جہاں تمام اولیاء اللہ موجود ہیں۔ میں بھی وہاں گھوم رہا ہوں یونہی پھرتے پھرتے مجھے اپنے شیخ کریم حضرت اقدس دہڑویؒ مل گئے میں بڑا خوش ہوا۔ آپ نے میرے بازو سے پکڑا اور ایک مائی صاحبہ کے پاس لے گئے جو چولہے پر گوشت پکا رہی تھیں آپ نے اُس بڑھیا سے فرمایا۔ اماں! یہ میرا بیٹا بھوکا ہے اِسے کھانے کیلئے کچھ دیں۔ انہوں نے جواب دیا کھانا ابھی تیار نہیں ہوا۔ تھوڑی سی دیر ہے۔ مگر آپ نے فرمایا، اسے بہت بھوک ہے کچھ تو دیں مائی صاحبہ نے ایک پلیٹ میں سالن نکال کر مجھے پکڑا دیا۔ جونہی میں نے وہ سالن کھایا تو میری بھوک، پیاس سب ختم ہوگئی۔ آنکھ کھلی تو ایسی بھوک پیاس ختم ہوئی کہ پھر آج تک مجھے کھانے، پینے کی طلب نہیں رہی میں نے مائی صاحبہ کے بارے پوچھا تو حضرت خواجہ فرمایا کرتے وہ حضرت رابعہ بصریؒ تھیں جنہوں نے عشق ومحبت کے چولہے پر ایسا سالن تیار کر رکھا ہے کہ جس نے زندگی میں ایک بار کھایا پھر اُسے ساری زندگی کھانے کی طلب نہ رہی۔

آگ کے ڈھیر میں جن کا بیٹھنا:۔ میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا "آپ مجھے فرمایا کرتے ایک رات میں اُسی ویران مکان میں آگ کا ڈھیر جلا کر اپنے وظائف میں مشغول تھا۔ اچانک میں

نے دیکھا ایک شخص برہنہ اس مکان میں داخل ہوا اور آگ کے درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی جن ہے۔ میں نے ''الا اللہ'' کی ضرب لگائی (جلی ماری) تو وہ مکان کی دیواروں سے ٹکرانے لگا اور چلاتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

ایک درندے کا ہلاک ہونا:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ایک رات آپ پہاڑی پر تشریف رکھتے تھے وہاں سے رات کو ایک بھیڑیے یا چیتے کا گزر ہوا۔ وہ آپ کے پاؤں کے نشان سونگھتا ہوا پہاڑی پر چڑھ آیا۔ اور آپ کے قریب پہنچ کر حملہ کرنے لگا۔ آپ نے اسکی طرف متوجہ ہو کر فقط ''الا اللہ'' کی جلی ماری۔ اسکے پاؤں پھسلے اور سَر کے بل پہاڑی سے نیچے گر کر مر گیا۔ حضور کا ایک دُرویش خان زمان چرواہا بتاتا ہے میں روزانہ حضور کے وضو کے لیے پانی لیکر جاتا تھا آپ کبھی کبھی مجھ سے گفتگو بھی فرمالیا کرتے ایک دن میں نے دیکھا پہاڑی کے نیچے ایک درندہ مرا پڑا ہے میں نے حضور سے دریافت کیا تو فرمایا ''اسے الا اللہ کی ضرب لگی ہے'' اور سارا واقعہ سنایا۔

چلہ کا آخری دن:۔ چلہ کے آخری دن حافظ اللہ دین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کی حجامت بنائی اتنے میں آپ کے والدِ بزرگوار، بڑے بھائی، اور دیگر عزیز واقارب بھی آگئے۔ وہ اپنے ہمراہ ایک چارپائی لائے تھے (گھر والوں نے سوچا انہوں نے چالیس روز ہوئے کچھ نہیں کھایا کمزور ہو گئے ہونگے اور چل کے نہیں آسکیں گے اس لیے اُنہیں چارپائی پر اُٹھا کر لائیں گے۔) حضرت خواجہ نے چارپائی دیکھی تو مُسکرا کر فرمایا ''چارپائی پر تو مُردوں کو لایا جاتا ہے اور میں تو ابھی زندہ ہوں پھر وہ چنے کی تھیلی اپنے والدِ بزرگوار کے سامنے رکھ دی اور فرمایا اسے گن لیں اس میں کوئی چنا کم تو نہیں یعنی وہ تھیلی جسطرح بند لائے تھے ویسے ہی پڑی تھی اور آپ نے اس دوران کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ آپ کے والد رو پڑے اور آپ سے لپٹ کر کہا کب تک یہ تکالیف اٹھائیں گے۔ لہٰذا حضرت خواجہ وہاں سے اپنے احباب کے ساتھ پیدل چل کر نواں آئے۔ ہر کوئی حیران تھا۔

گھر پہنچے، تو کیا ہندو کیا مسلمان، بچے، بوڑھے، جوان آپ کی زیارت اور دُعا کے لیے حاضر تھے۔ آپ پر جسقدر انعامات الٰہیہ ہوتے آپ اس قدر عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے اور اپنے احوال ہمیشہ پوشیدہ رکھتے اِن دنوں اکثر خاموش رہتے۔ دوست احباب میں سے اگر کوئی اس تبدیلی کی وجہ پوچھتا تو فرماتے ''وہ حافظ تو مر چکا ہے۔ میری اپنی ذات ختم ہو گئی ہے اب جو کچھ ہے وہ میرا ''یار'' ہے اللہ کریم نے آپ کی ذات کو لوگوں کے قلوب کا محور بنا دیا۔ ہندو، مسلمان آپ کی باتیں کرتے، گاؤں میں آپ کی ولایت کا چرچا ہونے لگا۔ گلی سے گزرتے تو دیکھنے والے بچے، بوڑھے، جوان احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ ہندو جن کے ساتھ لڑکپن میں حضور کی لڑائیاں رہیں اب والہانہ انداز سے جھک کر سلام پیش کرتے اور اپنے لیے دعائیں کرواتے۔ دن گزرتے گئے اور اس گھر میں ولایت کے طلوع ہونے والے چاند کی چمک دمک مزید بڑھتی چلی گئی۔ پہلے پہل تو اس نورانیت سے صرف آپ کا گھر روشن تھا۔ اب اسکی کرنیں پورے گاؤں کو منور کرنے لگیں۔ اِس دوران دو اڑھائی ماہ کے بعد حضرت خواجہ کے

بعد دیگرے دو تین مرتبہ دہڑ شریف حاضر ہوئے۔ انہی ایام میں ایک مرتبہ پھر حضرت بابا فقیر محمد رمضانؒ سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ابدال وقت نے فرمایا "حافظ میں نے تجھے اپنے جیسا بنالیا ہے۔ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تجھے مل چکا ہے لیکن منزل ابھی آگے ہے تجھ سے مخلوق خُدا نے فیض یاب ہونا ہے جاؤ دہڑ شریف سے شریعت کی دستار پہن کر آؤ" حضرت فقیر صاحب کے یہ الفاظ سن کر آپ سمجھ گئے کہ مجھے خرقہء خلافت عطا ہونے والا ہے لہٰذا دہڑ شریف کے لیے تیاری فرمائی اس مرتبہ ساتھ کچھ پیر بھائی اور بابا علی گل صاحب بھی تیار ہوگئے اور دہڑ شریف روانہ ہوئے۔

خرقہء خلافت:۔ جس ستارے کے طلوع ہونے کی خوشخبری ایک مردِ قلندر نے آپ کی والدہ ماجدہ کو دی تھی جسکے نُور کی چمک دیکھ کر حضرت خواجہ عبدالرحمٰن تونسوی نے آپ کے والدین کو نوید سنائی تھی۔ جس پہاڑی شہباز کی نگرانی کے لیے حضرت قطب عالم پیر محلوی نے اپنے ابدال کو بھیجا تھا۔ جسے بال وپَر عطا کرنے کے لیے حضرت فقیر صاحب نے میلوں کا سفر طے کیا تھا۔ جس ستارے کو چمک عطا کرنے کے لیے شاہ شمسؒ نے مانگا تھا اور عنایت کی حد کرتے ہوئے فرمایا ظاہراً صرف ایک شخص مولانا رومیؒ کو مرید کیا اور باطناً صرف تجھے مرید کررہا ہوں۔ جس مرد کامل کو رسول خدا ﷺ نے روحانی طور پر "ناظمِ دینِ محمدؐ" کا خطاب عطا فرمایا اور امت کی راہبری وراہنمائی کا فریضہ سونپا تھا۔ اب اُس ستارے کو اندھیری رات سے دن کے اُجالے میں چمکنے کا شرف ملنے والا تھا۔ اب اُس نور کو کئی سیاہ قلوب کو منور کرنے کا اذن ملنے والا تھا جس شہباز کو ابدال وقت نے بال وپَر عطا کیے تھے اب اسے پرواز کے جوہر دکھانے آسمان دنیا پر اُڑان کے لیے بھیجا جانے والا تھا۔ صراطِ مستقیم سے بھٹکی ہوئی خلق خدا کو دین کے نور سے محروم ہو جانے والی اُمتِ محمدیہ ﷺ کو راہِ حق پر لانے کے لیے اب "ناظمِ دین" کو ایک ذمہ داری سونپی جانے والی تھی۔

حضرت خواجہ کو مرید ہوئے ابھی ایک سال سے بھی کم عرصہ گزرا تھا کہ آپ کو خرقہء خلافت عطا ہوا۔ واقعہ یوں پیش آیا حضرت خواجہ اپنے کئی رفقاء کے ہمراہ دہڑ شریف حاضر ہوئے تو قلب میں اسمِ اعظم اسطرح جاری تھا۔ اپنے پیر کا دیا ہوا سبق نہ صرف آپ نے یاد کیا تھا بلکہ آپ کے جسمِ اطہر کے ہر مُو سے ذکر اسمِ ذات کا نُور ظاہر ہو رہا تھا بقول ڈاکٹر علی محمد سندھی حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا "واہ حافظا، واہ حافظا! میں نے یہ سبق بہت لوگوں کو بتایا لیکن تو نے اس کو یاد کرنے کا حق ادا کردیا" دوسرے دن جمعۃ المبارک تھا اور یہ جنوری، فروری ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "آپ کے دہڑ شریف پہنچنے سے پہلے ہی حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کے لیے دستار مبارک اور کپڑوں کا جوڑا تیار کرکے رکھا ہوا تھا لہٰذا نماز جمعہ سے قبل ہی آپ کی دستار بندی فرمائی اور خلافت سے نوازا گیا" گویا ذکر بالجہر کی فلک شگاف صداؤں میں یہ نعمت آپ کو عطا ہوئی۔ یہ منظر دیکھنے والے بیان کرتے ہیں روحانی کیفیات کا ایسا روح پرور منظر ہماری آنکھوں نے پہلے کبھی

نہیں دیکھا تھا ہر کسی پر فرطِ محبت میں گریہ طاری تھی۔ بظاہر تو یہ ایک لباس تھا لیکن روحانیت میں اس کے ایک ایک ریشہ اور دھاگے میں فقر کی خیرات کا نُور پوشیدہ تھا۔ اور یہ بظاہر نظر آنے والے کپڑے اصل میں عظمت وعزت کا ایسا تاج تھے جسکی حقیقت یا عطا کرنے والے حضرتِ اقدس دہڑویؒ کو معلوم تھی یا پھر قلب ونظر میں نُور سے منور ہونے والے حضرت خواجہ کو علم تھا۔ خلیفہ میاں محمد بخش بیان کرتے ہیں اس موقعہ پر حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کی ولولہ انگیز طبیعت کے پیشِ نظر بطور نصیحت حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر بھی ارشاد فرمایا۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کُن باخاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام، رام

(اے حافظؔ! اگر تو وصلِ الٰہی کا خواہشمند ہے تو خاص وعام کے ساتھ صُلح رکھ یعنی مسلمان کے ساتھ ''اللہ، اللہ'' اور برہمن کے ساتھ ''رام، رام'')

اہل اللہ کا طریق صُلح کُل ہے۔ ڈنڈا لیکر کسی کے پیچھے نہیں پڑنا ہر ایک سے دلجوئی اور محبت سے پیش آنا ہے یہی اولیاء کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور اِسی سے برِصغیر پاک وہند میں اہل اللہ نے اسلام کو پھیلایا ہے۔

بہت آسان ہے کاغذ پہ کوئی نام لکھ دینا
دلوں پر نام ہوتے ہیں رقم آہستہ آہستہ

محبت کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے بھی کہا ہے ''محبت فاتح عالم'' اللہ کی مخلوق کو اللہ کی وجہ سے ہی محبت سے دیکھا جائے اُس نے خود فرمایا ہے ''الخلق عیال اللہ'' ''مخلوق میرا کنبہ ہے لہٰذا ہمیشہ اُسکے کنبہ سے بھلائی کی جائے اولیاء اللہ کی مخلوق سے محبت فقط رضائے الٰہی کے لیے ہوتی ہے۔ انکا مقصد یار کو خوش کرنا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

گرم رکھتے ہیں ملاقات بد و نیک سے ہم
تیرے ملنے کے لیے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

پہلا وعظ:۔ جیسے ہی خرقہ خلافت عطا فرمانے کی تقریب ختم ہوئی۔ جمعۃ المبارک کی پہلی اذان ہوئی حضرت اقدس دہڑویؒ بمعہ دُرویشاں مسجد میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ سے فرمایا ''ممبر پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو'' اس سے قبل آپ نے کبھی وعظ نہیں فرمایا تھا۔ مگر شیخ کے حکم پر ایک لمحہ بھی تردد کا مظاہرہ نہ کیا اور ممبر کے سامنے کھڑے ہو کر کلمہ شریف کا ذکر شروع کیا۔ تو دربار شریف کے در و دیوار سے اللہ، اللہ کی صدائیں آنے لگیں۔ مسجد اور صحن درویشوں سے بھر گیا۔ حضور نے قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں اور اپنے سلسلہ کے مزاج کے مطابق اپنی زندگی کا پہلا وعظ بھی ''توحید'' کے موضوع پر فرمایا۔ ہر طرف ذوق وشوق کے نعرے بلند ہوئے کئی پیر بھائیوں پر وجد طاری ہوا۔ حضرت اقدس دہڑویؒ بھی بہت روئے۔ (اللہ کریم حضرت

بابا علی گل صاحب کی قبر کو نُور سے بھر دے جب وہ یہ منظر بیان کرتے تو رونے لگ جاتے اور اُن پر وہی کیفیت طاری ہو جاتی) حضرت خواجہ کی آواز میں بجلی کی سی کڑک اور الفاظ میں دریا کی سی روانی تھی یوں لگتا تھا جیسے مدتوں سے آپ خطابت کر رہے ہیں۔ حاضرین پر بے خودی اور حیرانگی کی عجیب کیفیت طاری تھی۔ اب لوگ سمجھے حضرت اقدس دھڑویؒ نے صرف خلافت ہی عطا نہیں فرمائی۔ قوتِ گویائی اور ہدایت سے پُر نور وہ زبان بھی عطا کی ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ سے سینکڑوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوگی۔ گویا آپ بزبان سید تصدق علیشاہ صاحب فرمار ہے تھے۔

جو میری ہستی تھی مٹ چکی ہے، نہ عقل میری، نہ جان میری
ارادہ اُن کا ، دماغ میرا، خیال اُن کا ، زبان میری

جھنگ والوں کا دستِ سوال:۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضرتِ اقدس دھڑویؒ جب محفل میں تشریف فرما ہوئے تو بلوآنہ شریف ضلع جھنگ کے میاں شہامند خان بلوچ گلے میں پگڑی ڈال کر ایک سائل کے انداز میں کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی حضور! ہماری قوم بلوچوں کی سات جھوکیں دین سے دُوری کے سبب برباد ہو رہی ہیں۔ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہدایت و راہنمائی کے لیے یہ حافظ صاحب ہمیں عنایت فرمائیں لیکن آپ خاموش ہو گئے کوئی حتمی فیصلہ اسوقت نہ فرمایا دوسرے دن حضور کو اجازت ملی اور آپ نواں کے لیے روانہ ہوئے تو ولایت کا نُور اسقدر آپ کی پیشانی سے چمک رہا تھا کہ راستہ میں جو بھی آپ کو دیکھتا مرید ہونے کی درخواست کرتا۔ ریل گاڑی میں بھی کئی لوگوں نے عرض کی مگر آپ نے کسی کو بیعت نہ فرمایا۔

سلسلہء بیعت کی ابتداء:۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ آپ سے والہانہ محبت رکھتی تھی۔ آپ کو بھی اُن سے اسی قدر محبت تھی جب گھر پہنچے اور بابا علی گل صاحب نے خلافت کے متعلق عزیز و اقارب کو آگاہ کیا تو سب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُسی وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے آگے بڑھ کر فرمایا۔ بیٹا! مجھے تیری ولادت سے بھی پہلے بشارت ملی تھی کہ تو ولی اللہ بنے گا اب سب سے پہلے مجھے ہی مرید کرو۔ حضرت خواجہ نے اپنی والدہ کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا اور فرمایا آپ کی محبت کے پیشِ نظر میں بھی سب سے پہلے آپ کو ہی مرید کرنا چاہتا ہوں اسی لیے ابھی تک کسی کو بیعت نہیں کیا۔ کہ مجھے جو نعمت ملی ہے اسکی سب سے پہلے حقدار میری ماں ہے ۔اور اپنی والدہ ماجدہ کو بیعت کیا۔ پھر جب گاؤں میں آپ کی خلافت کا چرچا ہوا۔ تو گاؤں کے ہر گھر سے لوگ بیعت و زیارت کے لیے آنے لگے اور چند ہی مہینوں میں "نواں" کے ہر گھر سے کلمہ شریف کی صدائیں آنے لگیں۔ وہ گاؤں جو ہندوؤں کا مرکز تھا جہاں مندر میں گانے، بجانے اور گھنٹیوں کی آوازیں آتی تھیں اس گاؤں کا چند ہی مہینوں میں سارا سماں بدل گیا۔ اب صبح و شام مسلمانوں کے گھروں سے کلمہ شریف کی آوازیں گونجنے لگیں ۔شوق و محبت کا یہ عالم تھا جو بھی مرید ہوتا مرد، عورتیں ساری ساری رات جاگتے رہتے اور کلمہ شریف کا ذکر کرتے

بقول بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ع۔ جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سوئے داس

مجاہدات بہ لبِ چشمہ کڈھی:۔ صاحب مہرِ منیر لکھتے ہیں، بزرگانِ اسلام کے معمولِ صحرا نوردی یعنی جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جانے کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ابتدائے حال میں یکسوئی کے لیے انہیں خلوت کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اِن ایام میں لوگوں سے زیادہ میل جول ان کے حال میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے۔ اور جب تکمیل کے بعد مشاہدہء دوام اور مقامِ ارشاد پر فائز ہوتے ہیں تو پھر جلوت کی طرف رجوع فرماتے ہوئے ہدایتِ خلق میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت اُن کو جلوت میں خلوت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ گھر میں لوگوں کی آمد و رفت سے حضور کے معمولات میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی لہٰذا آپ کچھ عرصہ کے لیے نواں سے مشرق کی جانب تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ''کڈھی'' تشریف لے آئے۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کے دامن میں قدرتی طور پر مصلیٰ نما پتھر کی ایک بڑی سِل (پڑی) بنی تھی یہ پہاڑ اوپر سے اس مصلیٰ نما سِل پر قدرے جُھکا ہوا تھا جسکی وجہ سے بارش کا پانی وہاں نہیں گرتا تھا اور اسکے نیچے پانی کا ایک نالہ (چشمہ) بہتا تھا جس میں بارش کا پانی اکٹھا ہو کر گزرتا تھا۔ اُن دنوں اِس چشمہ کے دونوں طرف پُھلاہی اور کوندر کا جنگل تھا۔ حضرت خواجہ نے یہ جگہ اپنے قیام کے لیے پسند فرمائی اور دن کو اس مصلیٰ نما چٹان پر اور رات کو پہاڑی کے اوپر تشریف رکھتے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ کبھی کبھی جنگل میں پھرتے ہوئے ذکر بالجہر کرتے تو انسان ہی کیا جانور بھی بے ساختہ کھڑے ہو جاتے۔ راقم الحروف نے وہاں ایک دو چرواہوں کی زبانی سنا۔ جب آپ ذکر کرتے تو پہاڑوں میں ذکر کی گونج آتی بلکہ ہمارے ریوڑ گھاس چرنا (کھانا) بند کر دیتے۔ جب تک آپ کی آواز آتی رہتی ایسے لگتا ہمارے ریوڑ مست ہو گئے ہیں منہ اٹھائے کھڑے رہتے جب آپ خاموش ہوتے تب وہ گھاس دوبارہ کھاتے۔ آپ کے ذکر میں ایسا سوز و گداز ہوتا کہ پتھر سے پتھر دل بھی آپ کا ذکر سنتا تو موم ہو جاتا۔ آپ نے چشمہ کے کنارے چند بڑے بڑے پتھر لا کر رکھ دیے جن پر وضو فرماتے اور جب کبھی تھک جاتے تو اپنے پاؤں مبارک پانی میں ڈال کر وہاں بیٹھے رہتے۔ سخت سردیوں میں بھی رات کو پاؤں ٹھنڈے پانی میں لٹکا کر بیٹھے رہتے اور ذکر کرتے۔ یہاں پر کئی دُرویش حاضرِ خدمت ہوا کرتے لیکن اس دوران آپ گفتگو بہت کم فرمایا کرتے تھے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ایک مرتبہ ملک محمد خان کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ کے بازو سے پکڑ کر اپنے ڈیرہ پر لایا اُس دَور میں لوگ گھی شکر کے ساتھ روٹی کھایا کرتے تھے ملک صاحب نے کھانا حاضر کیا تو آپ نے ایک نوالہ گھی شکر کے ساتھ لگا کر پاس ہی پڑے چولہے کی راکھ سے لگایا اور پھر اُٹھا کر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ گھی شکر دیکھ کر خوش ہوتے ہو اب کیوں نہیں کھاتے ملک صاحب

معاملہ کی نزاکت سمجھ گئے اور آپ کو واپس وہیں چھوڑ آئے۔ گویا اس عرصہ میں بھی حضور کی روحانی غذا ذوق وشوق اور سوز وگداز تھی یہاں پر کئی واقعات پیش آئے۔

پہاڑی ناگ کا بھاگنا:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ایک مرتبہ ایک بڑا سا پہاڑی ناگ (سانپ) آپ کے پاس آ گیا آپ اسوقت ذکر وفکر میں مشغول تھے وہ ناگ آپ کے اوپر چڑھ آیا۔ لیکن آپ اپنی مستی میں بیٹھے رہے۔ اس پر توجہ نہ دی۔ ناگ نے اپنا منہ جونہی آپ کے قلبِ اطہر والی جگہ پر رکھا تو فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ اسے بھاگتے ہوئے دور تک دیکھتے رہے بعد ازاں حضور فرمایا کرتے دُرویش کے پاس ''الا اللہ'' کی تلوار ہے کسی کی مجال ہے جو اسکے سامنے آئے۔

ایک عجیب وغریب سانپ کا واقعہ:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ آپ نے مجھے بتایا ایک رات میں کلڈھی کے چشمہ پر انہی بڑے پتھروں کے اوپر بیٹھا تھا اچانک میں نے دیکھا کوئی باریک اور چمکدار چیز ہے جو آہستہ آہستہ چل رہی ہے چھوٹی سی باریک لکیر رسی کی مانند تھی اور اس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا میں نے اس سے پہلے اسقدر چھوٹا سانپ نہ دیکھا تھا اور اسکا ہیرے کی طرح جگمگانا بھی میرے لیے عجیب تھا پہلے تو میں اُسے بڑے غور سے دیکھتا رہا جب میرے قریب پہنچا تو میں نے اپنی لکڑی کی ایک کھڑاویں (چپل نما جوتا) اُسے مارنے کے لیے پھینکا۔ اُس کے لگتے ہی سانپ کے چار ٹکڑے ہو گئے لیکن میری اس کھڑاویں کو بھی آگ لگ گئی میں نے اُسے چشمہ کے پانی میں ڈالا تب آگ بجھی۔ یعنی اسقدر زہریلے سانپ بھی ہوتے ہیں۔

راقم الحروف نے کتاب ''نافع السالکین'' (ملفوظات حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ) میں بحوالہ ''عوارف المعارف'' از شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ پڑھا ہے ایک سانپ کی نظر میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ جس چیز پر اسکی نظر پڑ جاتی ہے۔ وہ اُسی وقت جل جاتی ہے۔ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایک حیوان کی نگاہ میں ایسی تاثیر رکھی ہے تو ایک کامل انسان کی نگاہ میں کیا تاثیر ہوگی۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ ایک شب آپ انہی پتھروں پر اپنے رب سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ آپ کو سامنے چشمہ کے پانی پر چلے آتے ایک نورانی بزرگ نظر آئے جن کے سر پر کپڑے کی ایک گٹھڑی تھی جب وہ آپ کے نزدیک سے گزرنے لگے تو آپ ادب سے کھڑے ہو گئے اور عرض کی حضرت! یہ گٹھڑی مجھے دے دیں۔ آپ نے جہاں جانا ہے میں آپ کو وہاں پر چھوڑ آتا ہوں۔ تو وہ بزرگ مسکرائے اور فرمایا'' حافظ صاحب! میرا نام خضرؑ ہے اور یہ گٹھڑی تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کی ہے۔ مجھے حضور غوث الاعظمؓ نے حکم دیا ہے کہ اسے دریائے سندھ میں ڈال آؤں'' اب حضور بھی مسکرائے اور عرض کی حضرت

!انہیں درمیان میں ڈال آنا کہیں واپس نہ لوٹ آئیں اور حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔

حضور غوث الاعظمؒ کی زیارت:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔آپ نے مجھے بتایا کہ اس دوران جناب محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک گھوڑے پر تشریف لائے اور فرمایا ''واہ حافظا، واہ حافظا! تو نے مرید ہونے کا حق ادا کر دیا'' پھر تو روزانہ آپ تشریف لاتے رہے۔کبھی گھوڑے پر سوار پہاڑیوں پر جاتے اور کبھی میرے پاس تشریف لاتے۔حضور فرماتے میں ہر وقت سرکار بغداد کے عشق میں مسرور رہتا اور ایسا ذوق وشوق طاری ہوتا کہ میرا دل کرتا آپ کو قیامت تک اسی طرح دیکھتا رہوں اور آپ کے دیدارِ پُر انوار سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

وہ مخاطب بھی ہیں، قریب بھی ہیں اُن کو دیکھوں یا اُن سے بات کروں

حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔''سرکارِ بغداد کی ملاقاتوں سے آپ کی بھوک، پیاس ختم ہوگئی اور آپ کا جسمِ اطہر بھی رُوح کی طرح لطیف ہوگیا اور بشری کثافتوں سے پاک ہو کر وجہہ اللہ کا مظہرِ کامل بن گیا تھا پھر ساری زندگی پیٹ بھر کر کھانے سے متنفر رہے''

رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں حاضری:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ اِسی پہاڑی پر آپ مراقبے میں بیٹھے تھے۔کیا دیکھتے ہیں۔آپ کے پیر و مرشد حضرت سید سردار علی شاہ بخاریؒ تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

حافظ صاحب! آؤ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں چلیں۔بس چند سیکنڈ میں ہی رسول خُدا ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر حضور آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔سرکارِ دو عالم ﷺ نے توجہ فرمائی اور روحانیت کا بے پایاں سمندر عطا ہوا۔ارشاد مبارک ہوا۔کہ اب دوسرے لوگوں کو روحانیت کا درس دو۔آپ نے عرض کی۔میں تو صرف قرآن کا حافظ ہوں۔ارشاد ہوا سارے علم تمہیں عطا کر دیے گئے ہیں۔آپ گھر تشریف لائے اور قرآنِ کریم کھولا تو ایک ایک لفظ میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا معانی کا سمندر نظر آنے لگا۔بقولِ حافظ اللہ دین جب اس واقعہ کا ذکر آپ نے مجھ سے فرمایا تو میں نے بطورِ آزمائش قرآن مجید کی بعض آیاتِ مبارکہ تلاوت کیں۔آپ نے انکا ترجمہ اور تشریح وتفسیر اسقدر جامع انداز میں فرمائی کہ میں ششدر و حیران رہ گیا۔

مسندِ ارشاد:۔ اس کے بعد آپ جنگلوں اور پہاڑوں میں نہیں گئے۔مشاہدہ دوام اور مقامِ ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے۔اب دوسرا مرحلہ آ گیا تھا۔لہٰذا جلوت میں خلوت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنا تھا۔حضور نے چشمہء کڈھی کو خیر باد کہا اور اپنے گھر واپس تشریف لائے۔تمام دوست احباب سے ملے عزیز و اقارب کے گھر خود

تشریف لے گئے سب کے لیے عید کا سماں تھا۔ دُرویشوں اور پیر بھائیوں کے ساتھ مجلسیں ہونے لگیں۔ اُن کا حال چال پوچھتے ہنسی مذاق بھی سُن لیتے۔ اب جو راستہ آپ نے طے کیا تھا اُس پر لوگوں کو چلانا شروع کیا۔ وعظ و نصیحت کا سلسلہ دن بھر جاری رہتا۔ پیر بھائیوں کی خبر گیری اور دہڑ شریف حاضری کے پروگرام تشکیل دیئے جانے لگے۔ دُرویشوں کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا جو دعوت پیش کرتے انکی قبول فرماتے مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے جاتے اور امامت خود کرواتے۔ نماز کے بعد کچھ دیر کے لیے مصلیٰ پر بیٹھے رہتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ حضور کا لوگوں کی طرف توجہ کرنے کی دیر تھی کہ گاؤں کے لوگ تیزی سے حلقہء ارادت میں داخل ہونے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دُرویشوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ اب گاؤں میں ایک عجیب روحانی خوشی کا سماں تھا۔ ہر گھر سے صبح و شام اور بالخصوص پچھلی رات کو ذکر کی صدائیں آتیں۔ بکریاں اور بھیڑیں چرانے والے چرواہے بھی ڈھولے، ماہیے چھوڑ کر پہاڑوں میں کلمہ پڑھتے گویا اس گاؤں سے رات دن فقط کلمے کی صدائیں آتی تھیں۔

حضرت خواجہ عصر کے وقت مردوں کے ساتھ مجلس فرماتے رات کو عشاء کے بعد گھر میں عورتوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ ہمہ وقت آپ کی زبان پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فرمان جاری رہتے۔ جو لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو جاتے۔ اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عشق و محبت کے تذکرے ہوتے۔ کرامتیں ظاہر ہوتیں جس بیمار کو دم فرماتے اللہ کریم اسے شفایاب کرتا جس گھر میں قیام کرتے اس میں خیر و برکت کی بارش ہونے لگتی۔

بچپن کے دوستوں پر کرم نوازی

بابا نور محمد وزیر عرف نور گلا یا:۔ حضور کے بچپن کا دوست تھا ہمیشہ مل کر کھیلا کرتے تھے۔ حضور مرید ہو کر آئے اور گاؤں میں آپ کے فقر و ولایت کا چرچا ہوا تو ایک روز یہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور عرض کی جناب! میں آپ کے بچپن کا ساتھی ہوں جو نعمت آپ کو ملی ہے مجھے بھی اُس میں سے کچھ حصہ عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا میں بھی کئی دنوں سے تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا اچھا ہوا تم آگئے۔ میں مرید ہونے کے لیے سامنے بیٹھا تو فرمایا میں تمہیں مرید نہیں کروں گا بلکہ اپنے ساتھ دہڑ شریف لے جا کر اپنے پیرو مرشد کا کراؤں گا۔ مگر جو نعمت مجھے ملی ہے تجھے بچپن کا ساتھی خیال کرتے ہوئے اُسکا حصہ ضرور دوں گا اور مجھے اپنے سامنے بٹھا کر ایک نگاہ کرم فرمائی بس کیا تھا میرا قلب جاری ہو گیا اور ایسے لگا جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہو۔ میں دوڑا اور مسجد میں وضو کے لیے بنے ہوئے پانی کے حوض میں کپڑوں سمیت چھلانگ لگا دی حالانکہ سردیوں کا موسم تھا مگر میرے تن، من میں آگ لگی ہوئی تھی کچھ دیر بعد حضور نے خود ہی کرم فرمایا مجھے سامنے بٹھا کر دم فرمایا تب کچھ طبیعت سنبھلی اور چند دنوں بعد دہڑ شریف حاضری کے موقع پر مجھے ساتھ لے جا کر حضرت اقدس دہڑوی کا مرید کروایا۔

میاں غلام حسین لوہار:۔ آپ کے بچپن کا دوست تھا۔انہوں نے مجھے بتایا''نواں'' کے کافی لوگ حضور کی ارادت میں شامل ہو گئے لیکن میں ابھی اسطرف مائل نہ تھا۔ایک دن میں اپنی دوکان پر لوہا کوٹنے میں مصروف تھا کہ حضور میرے سامنے سے گزرے اور مجھے دیکھ کر فرمایا''چلو ہک سٹ ساڈی وی سہی''(چلو ایک ضرب ہم بھی لگا دیتے ہیں)یہ ضرب لوہے پر نہ تھی بلکہ لوہار پر تھی۔فوراً میری کیفیت بدل گئی۔کچھ ہوش نہ رہا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔اسقدر لگن اور جذبہ پیدا ہوا کہ حضور کی خدمت میں نہ پہنچا تو میری جان نکل جائے گی۔میں حضور کے پیچھے اُسی گلی میں دوڑا،ڈھونڈا مگر آپ نہ ملے۔میں بے چین تھا پھر حضور کے گھر آیا۔تو آپ بھی تشریف لے آئے مُسکرا کر فرمایا۔تم میرے بچپن کے دوست تھے بھلا تمہیں اس نعمت سے محروم کیسے رکھتا۔میں قدموں پر گر پڑا کہ حضور مجھے مرید کر لیں آپ نے فرمایا تم میرے دوست ہو اور میرے ہی شکار ہو لیکن میں کچھ ہی دنوں میں دہڑ شریف جانے والا ہوں۔تم تیار ہو جاؤ تمہیں اپنے پیر و مرشد کا مرید کراؤں گا۔جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا چلو تجھے سبق سمجھا دیتا ہوں لیکن مرید نہیں کروں گا اور مجھے دہڑ شریف لے جا کر حضرت اقدس دہڑوی کا مرید کروایا۔

قاضی میاں غلام رسول صاحب:۔ حضور کے رضائی بھائی اور بچپن کے دوست تھے۔فوج میں ملازم تھے دوسری جنگِ عظیم کے دوران کچھ خبر نہ تھی کہ کہاں ہیں گھر والے پریشان تھے۔ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالرسول صاحب نے حضرت فقیر محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ جوان دنوں''نواں''میں تشریف رکھتے تھے۔دُعا کے لیے درخواست کی۔حضرت فقیر صاحب نے فرمایا''تیرا بھائی قربانی کا گوشت گھر آ کر کھائے گا۔لیکن یہاں خون کی نہر بہے گی۔اسکے بعد جو عید قربان آئی تو دوسرے روز یہ بھی گھر پہنچ آئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد حکیم عبدالرسول قتل ہو گئے۔

یہ ایک طویل عرصہ کے بعد نواں میں آئے تو اس گاؤں کو بدلا ہوا پایا۔آپ کو حضرت خواجہ کی ملاقات و زیارت کا اشتیاق ہوا وہ خود فرمایا کرتے''میں حضور کی تلاش میں گھر سے نکلا دیکھا تو آپ کڈھی کی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔مسجد سے باہر نکلے تو ہاتھ میں لوٹا تھا۔میں نے آگے بڑھ کر لوٹا تھام لیا حضور مجھے گلے لگا کر ملے اور فرمایا بھائی غلام رسول!تمہارے بعد میں ایک ولی اللہ کا مرید ہوا ہوں جس نے مجھے رنگ دیا ہے پھر مجھ پر عشق و محبت والی ایک نگاہ فرمائی تو میری دلی کیفیت تبدیل ہو گئی اور میں نے قدم چوم کر کہا کہ جناب پھر مجھے بھی آپ اُسی رنگ میں رنگ دیں۔حضور نے اُسی مسجد میں مجھے مرید کیا۔اور سبق بھی خود بتایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 4

جھنگ ہجرت اور قیام

1943ء سے .... تادمِ آخر

میلاد النبی پر دہڑ شریف حاضری:۔ حضرتِ اقدس دہڑویؒ ہر سال بارہ ربیع الاوّل کو عرس مبارک لگواتے تھے اور پورے ملک سے دُرویش ان مبارک ایام میں دہڑ شریف حاضر ہوتے۔ جونہی عرس مبارک قریب آیا نواں میں دہڑ شریف حاضری کی تیاریاں ہونے لگیں پیر بھائی بیان کرتے ہیں۔ غربت کا زمانہ تھا کرایہ ملتا نہ تھا۔ حضرت خواجہ نے عرس مبارک میں شرکت کے لیے ایسی ترغیب دی کہ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سب تیار ہو گئے البتہ جو بہت مجبور تھے وہ نہ جا سکے۔ نواں کے دُرویشوں کی ایک بڑی جماعت حضرت خواجہ کی معیت و راہنمائی میں دہڑ شریف کے لیے روانہ ہوئی دورانِ سفر جن لوگوں کے پاس کرایہ نہ تھا اور ٹکٹیں نہ خرید سکے انہیں ریل کے عملہ نے بطورِ خاص رعایت دے دی۔ ریل کے ڈبوں میں دوران سفر کلمہ شریف کی صدائیں راستہ بھر بلند ہوتی رہیں۔ یہ گاڑی جس شہر یا گاؤں سے گزری کلمے کا اعلان اور پیغام پہنچاتی گئی۔ حضرت خواجہ اس قافلہءِ عشق و شوق کے ساتھ جب دہڑ شریف میں داخل ہوئے اور کلمہ شریف کا ذکر شروع کیا تو دربار شریف پر موجود پیر بھائی بطور استقبال باہر نکل آئے۔ حاضرِ بارگاہ ہوئے تو حضرتِ اقدس دہڑویؒ خوشی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "واہ حافظا! تو نے میرے پیر کے کلمے کو پڑھانے کا حق ادا کر دیا" نواں کی اس باادب جماعت نے دربار شریف میں قیام کے دوران کمال شوق و ادب کا مظاہرہ کیا ہر کسی نے انکے والہانہ انداز کی تعریف کی۔ عرس مبارک کے اختتام پر حضرت اقدس دہڑویؒ نے حضرت خواجہ کو علیحدگی میں طلب فرما کر نواں سے بلو آنہ ہجرت کا حکم سُنایا کہ تمہارے لیے مرکزِ رُشد و ارشاد جھنگ بنانے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اور آپ نے سرِ تسلیم خم فرمایا

جان حاضر ہے اگر حکم ہو مَر جانے کو
کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

جھنگ ہجرت کا حکم:۔ حضرت خواجہ نے ہجرت کا حکم اپنے رفقاء میں سے کسی کو نہ بتایا اور واپس "نواں" تشریف لے آئے۔ آہستہ آہستہ گھر والوں اور عقیدت مندوں کو جب ہجرت سے متعلق معلوم ہوا تو سب نے مل کر عرض کی حضور یہاں سے ہرگز ہجرت نہ فرمائیں۔ یہ آپ کا آبائی علاقہ ہے عزیز و اقارب اور گاؤں کے باسی سب آپ کے زیرِ حکم ہیں وہاں اہلِ خانہ کو بھی اجنبیت ہوگی۔ پتہ نہیں کیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ ہم حضرت اقدس دہڑویؒ سے معافی مانگ لیتے ہیں مگر آپ نے فرمایا مجھے حکم مل چکا ہے جس پر عمل کرنا میرے لیے فرض ہے لہٰذا میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ عزیز و اقارب اور دُرویشوں نے جب آپ کا پختہ عزم اور تیاری دیکھی تو گاؤں میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ پیر بھائی مرد عورتوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ ملک محمد خان کی معیت میں نواں سے احباب کی ایک جماعت دہڑ شریف بھیجی جائے۔ جو کسی نہ کسی طرح حضرت اقدس دہڑویؒ سے معافی طلب کرے اور حضور کو نواں میں ہی رہنے دیا جائے۔ لیکن حضور کو جب اس مشاورت کا علم ہوا تو انہیں بُلا کر سختی سے منع

کردیا اور فرمایا پیر کامل کا ہر حکم خدا اور رسول ﷺ کا حکم ہے اس پر معذرت یا تبدیلی ایمان کا خسارہ ہے۔ اس میں ہزار ہا حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں جو کچھ اللہ کے ولی کی آنکھ دیکھتی ہے ہم اُسے نہیں دیکھ سکتے۔

بے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مُغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود زِ راہ و رسمِ منزلہا

(اگر تجھے پیرِ مُغاں کہے تو مصلّٰی شراب سے رنگ لے۔ اس لیے کہ سالک منزلوں کی رسم و راہ سے بے خبر نہیں ہوتا ہے)

لہٰذا کوئی شخص اسطرح پروگرام نہ بنائے جوں جوں ہجرت کی تیاریاں بڑھتی گئیں احباب شوق کے دل پیش آنے والی جدائی کے تصور میں غمگین ہوتے گئے۔ آخر فرقت کے وہ لمحات آ پہنچے جس دن آپ نواں سے روانہ ہوئے تو کیا ہندو، کیا مسلمان دِر دولت پر حاضر تھے حضور نے روانگی سے قبل مختصر سا خطاب فرمایا۔ لوگوں کو اللہ، اللہ کرنے کی تلقین، اپنے سینوں کو یادِ خُدا سے روشن کرنے کی ترغیب اور اپنے پیر و مرشد سے محبت برقرار رکھنے کی تاکید کی اور فرمایا میں تم سے ہرگز دُور نہیں۔ بس شیخ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ ورنہ تمہاری عقیدت و محبت مجھے کبھی یہ سرزمین نہ چھوڑنے دیتی۔ حضور کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ، فرزندِ اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ، بڑی بیٹی اور چھوٹا بیٹا چچا نور حسین صاحب (جنکی عمر چھ ماہ تھی) اور چند دُرویش ہمراہ تھے۔ جب یہ چھوٹا سا قافلہ اپنے مالک و مولیٰ کی رضا کے لیے نواں سے نکلا تو پورا گاؤں کلمے سے گونج اُٹھا بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں، ذکر بھی کرتے اور آنسو بھی بہاتے۔ کئی یہ فرقت کے لمحات برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

تو عزمِ سفر کردی و رفتی زبرِ ما

بستی کمرِ خویش شکستی کمرِ ما

(تو نے سفر کا ارادہ کیا اور ہمارے پاس سے چلا گیا۔ تو نے اپنی کمر تو باندھ لی (تیاری کر لی) لیکن ہماری کمر توڑ دی۔)

اہلِ خانہ اونٹ کے کجاوے پر سوار تھے۔ حضرت خواجہ اپنے فرزندِ اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے ساتھ جس گھوڑی پر سوار تھے اُسکی باگ (ڈور) نواں کے سردار ملک سرفراز خان اعوان نے تھام رکھی تھی۔ نواں سے باہر نکل کر آپ نے طویل دُعا مانگی احباب کے گریہ کو دیکھتے ہوئے آپ کی مبارک آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے اور سب کو الوداع فرما کر جھنگ کے لیے روانہ ہوئے۔

اسبابِ ہجرت:۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت خواجہ ابتداء میں ایک ماہر قرآن باکمال حافظ تھے۔ اور یہی آپ کی شہرت کا سبب تھا۔ یہاں کے لوگوں کا ''تھے والی'' میں آنا جانا تھا اور وہاں پر حفاظ کے سالانہ اجتماع اور مقابلہ جات کی روداد بھی سُن چکے تھے وہاں کے ایک آدمی ''مولوی سید علی'' جو ''تھے والی'' کے رہائشی تھے

اور یہاں پر امامت کراتے تھا ''سیمے دی جھوک'' اور ''بہادر دی جھوک'' میں انہوں نے کافی اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ یہ شخص در پردہ وہابی تھا اور یہاں کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو آہستہ آہستہ وہابیت کی طرف مائل کر رہا تھا۔ چونکہ اس علاقے میں وہ امامت کے فرائض سرانجام دیتا تھا لہٰذا یہاں کے لوگ بھی ''تھمے والی'' آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ کی جب کچھ لوگوں نے وہاں پر بحثیت ماہرِ قرآن حافظ شہرت سُنی تو آپ سے ملاقات کی اور اپنی جھوکوں میں ایک مرتبہ مصلّی سنانے کی فرمائش کی۔ انکا خلوص اور محبت دیکھتے ہوئے حضور نے حامی بھر لی اور نوجوانی میں ہی ایک مرتبہ اپنے بھائی بابا علی گل صاحب کے ہمراہ تشریف لائے یہاں انہوں نے آپ کا تذکرہ پہلے سے کر رکھا تھا لہٰذا مولوی احمد الدین بلوچ جو بلوآنہ کے امام مسجد تھے انہوں نے فرمائش کی کیوں نہ وہ ماہرِ قرآن حافظ ہمارے گاؤں بلوآنہ کی مسجد میں مصلّی سنائے۔ اُن کی فرمائش پر آپ کو بلوآنہ لایا گیا۔ اور آپ نے مصلّی سنانا شروع کیا۔ حضور کے بھائی بابا علی گل صاحب تو واپس چلے گئے البتہ آپ مہینہ بھر یہیں رہے اور یہ تمام عرصہ آپ مولوی احمد الدین صاحب کے گھر رہے۔ اُن دنوں ابھی حضور کی داڑھی اتر رہی تھی۔ بہت خوبصورت اور کڑیل جوان تھے دن کو حالتِ روزہ میں بھی اپنے ہم عمر بلوچ ساتھیوں کے ساتھ کبڈی کھیلتے گاؤں والے آپ کے کھیل کو بڑا پسند کرتے رات کو جب آپ مصلّی پر کھڑے ہوتے تو اس خوش الحانی اور پرسوز آواز میں قرآن پڑھتے کہ کئی سادہ دل بوڑھے بلوچ دورانِ نماز ہی جوش میں آ کر ''واہ حافظ، واہ حافظ'' کہہ اُٹھتے۔ بلوچوں نے آپ کی خوش الحانی کی علاقہ بھر میں دھوم مچا دی۔ اردگرد کے قصبات میں رہنے والے حفاظ کو چیلنج دے کر آپ کا قرآن سننے کے لیے بلاتے۔ لیکن جتنے حفاظ بھی بطور سامع آئے حضور کو دورانِ تلاوت لقمہ دینے سے قاصر رہے اور قرآن حکیم پڑھنے میں آپ کی مہارت کے معترف ہوئے اس طرح رمضان المبارک کے بعد آپ تو واپس چلے گئے لیکن بلوچوں کے دلوں میں اپنی خوشگوار یادوں کی بہار چھوڑ گئے۔

مولوی احمد الدین صاحب کے گھرانہ کو حضور کی ذات سے ایک خاص اُنس ہو گیا تھا اور حضور بھی ان کے گھر میں اجنبی بن کر نہ رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد مولوی احمد الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے میاں محمد مراد کو بطورِ وصیت میرے انتقال کی خبر میانوالی والے حافظ صاحب کو ضرور دینا میری خواہش ہے میرا ختم شریف وہی آ کر پڑھیں۔ میاں محمد مراد نے والد کی وفات کے بعد اطلاع کے لیے حضور کو خط لکھا اور انکے چہلم کی تاریخ لکھ کر انکی خواہش کا بھی تذکرہ کیا۔ حضور کو خط پہنچا تو آپ کو بھی صدمہ پہنچا اور جھنگ آنے کی تیاری فرمائی۔ اسطرح جھنگ دوسری مرتبہ آپ مولوی احمد الدین صاحب کے چہلم پر تشریف لائے۔ لیکن اس مرتبہ آپ کی طبیعت بدلی ہوئی تھی، نوجوانی کی شوخی اور اپنے ہم عمر لڑکوں سے ہنسی مذاق کی بجائے اب متانت اور وجاہت جھلکتی تھی۔ اکثر خاموش رہتے جسم بھی نڈھال تھا وہ طاقت و جراءت نہ تھی۔ لوگوں نے دیکھا تو حیران

ہوئے اور اس تبدیلی کا سبب پوچھا۔ حضور نے بتایا ضلع منٹگمری میں ایک ولی اللہ سید سردار علی شاہ بخاریؒ ہیں میں ان کا مرید ہوگیا ہوں بس انہوں نے میرا سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔ پھر اپنے پیرو مرشد کی تعریف و مراتب کچھ اس انداز میں بتائے کہ یہاں کے لوگوں کو بھی مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ لہٰذا یہاں سے آپ میاں محمد مراد اور میاں شہامند خان بلوچ کو اپنے ساتھ لے کر دہڑ شریف گئے اور حضرت اقدس دہڑویؒ کا مرید کروایا۔ ضلع جھنگ میں یہ لوگ دہڑ شریف کے پہلے مرید تھے کچھ دنوں کے بعد یہ لوگ جھنگ واپس ہوئے اور حضور میانوالی چلے گئے۔

دوسرا سبب:۔ میں پچھلے صفحات پر رقم کر چکا ہوں کہ جب آپ کو خلافت عطا ہوئی تو اسوقت میاں شہامند خان بھی حضرت اقدس دہڑویؒ کی مجلس میں حاضر تھے انہوں نے گلے میں پگڑی ڈال کر بطور سائل عرض کی ''حضور! ہم بلوچوں کی سات جھوکیں دین سے دُوری کے سبب برباد ہو رہی ہیں آپ ہم پر رحم فرمائیں اور ہماری ہدایت و راہنمائی کے لیے حافظ صاحب ہمیں عطا فرمائیں'' لہٰذا اپنے علاقے میں اس منبع فیض لے جانے کے لیے میاں شہامند کی دوہائی کام کر گئی۔

تیسرا سبب:۔ جو سب سے اہم تھا وہ یہ ہے کہ اس ستارۂ نُور کا طلوع ہونا ازل سے ہی جھنگ والوں کا مقدر تھا۔ جھنگ کی سرزمین جو حُسن و عشق اور فقر و معرفت کا عظیم گہوارہ ہے یہی اس کا جائے مقام تھا۔ جھنگ کی سرزمین صدیوں سے قادری قافلہ سالاروں کا مرکز چلی آ رہی تھی۔ یہاں پر بسنے والی قوموں نے اسی دسترخوان سے زبان و دل کی مٹھاس پائی تھی اور خاص کر بلوچ قوم بغداد شریف سے لے کر اوچ شریف اور ستگھرہ شریف تک اسی کاروانِ عشق و شوق کی اسیر تھی قادریہ خوشبو سے معمور اب پھر یہاں ایک پھول کھلنے والا تھا۔ جسکی دلفریب مہک نے انکی ویران دُنیا پھر سے آباد کرنی تھی۔ راہزنوں کو راہبر بننا تھا، بے حس سینوں میں عشق و محبت کا رَس بھرنا تھا، انکے دلوں کی برباد بستیاں پھر سے آباد ہونی تھیں جو غافل تھے انہیں یادِ الٰہی میں شاغل ہونا تھا، اور ڈھولے ماہیے پڑھنے والی زبانوں پر معرفت و توحید کے خزانوں کا باب کھلنا تھا۔ اور ذکر کی صداؤں نے اس سرزمین کے کھیتوں، کھلیانوں اور چٹیل میدانوں کو منور کرنا تھا۔

کہاں میانوالی اور کہاں جھنگ؟ کہاں نواں کی سنگلاخ وادیاں اور کہاں بلوآنہ کے ذرخیز میدان۔ فطرت کا عجب دستور ہے بارش پہاڑوں پر برستی ہے لیکن یہ پانی دریاؤں میں بہہ کر میدانوں کو سیراب کرتا ہے۔ حضرت خواجہ نے چلہ کشی پہاڑوں میں کی، دن رات ذکر کی صدائیں جنگلوں میں لگائیں۔ بچپن، لڑکپن، جوانی ''نواں'' میں گزاری اور جب تکمیل سلوک ہوئی اور یہ ولایت کا ستارہ پوری آب و تاب سے چمکا تو اسکی روشنی جھنگ والوں کے مقدر میں لکھ دی گئی۔ ایک طرف یہ قدرت کی لکھی ہوئی تقدیر تھی تو دوسری طرف قوم کے ایک دردمند کی دوہائی تھی جو اسقدر مقبول ہوئی کہ اس ولی کامل کا مسکن انکی جھوکیں بنا دیا گیا وہ جو پہلے ''بلوآنہ کی جھوک''

تھی اب اُسے ''بلوآنہ شریف'' پکارا جانے لگا۔

آباد ہوا کرتا ہے اک شہر وہاں پر
رُک جاتا ہے کچھ دیر کو وہ شخص جہاں پر

لیکن ''نواں'' میں یہ حال تھا۔ جب حضور یہاں آگئے تو بعد میں ایک عرصہ تک وہاں گاؤں کی عورتیں کسی شادی بیاہ پر جب بھی اکٹھی ہو کر کلیاں پڑھتیں تو حضور کو ہمیشہ یاد کرتیں ایک کلی تو مجھے اب تک یاد ہے میری دادی اماں سنایا کرتی تھیں۔

'' نویں دا گُل'' میرا ماہی وچ جھنگ نی سمانڑاں اے
پیو کرمائے'' دا سونے دا گہنڑاں اے

(نواں کا رہنے والا ہمارا محبوب (خواجہ حافظ گل محمدؒ) جھنگ میں جا بسا ہے۔ پیر کرم حسینؒ کا والد ہمارے لیے سونے کا گہنا تھا۔)

بلوآنہ میں تشریف آوری

ہے افق سے ایک سنگِ آفتاب آنے کی دیر
ٹوٹ کر مانندِ آئینہ بکھر جائے گی رات

جولائی 1943ء میں حضرت خواجہ یہاں تشریف لائے اُس دن سے اس گاؤں اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے باسیوں کے بھاگ جاگ اُٹھے۔ وہ علاقہ جو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاں کے رہنے والے باسیوں نے چوری، ڈاکے کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا ہوا تھا۔ اُن کے حالات بدلنے لگے ذکرِ حق کی ایک پُرسوز آواز نے اُن کے دل موہ لئے۔ حضرت خواجہ کے تشریف لانے کی اطلاع پہلے سے یہاں پہنچ چکی تھی۔ میاں محمد مراد، میاں شہامند خان اور کئی لوگ ہمہ وقت بے چینی سے منتظر تھے۔ بلوآنہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ گاؤں کی مسجد میں تشریف لائے۔ میاں محمد مراد سے پرانی شناسائی تھی اس لئے انہوں نے اپنے ہاں ٹھہرنے کی درخواست کی جو قبول فرمائی اور ابتدائی کچھ دن انہی کے ہاں قیام فرمایا اس دوران وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا۔ جمعۃ المبارک خود پڑھاتے اکثر نماز کی جماعت میں بھی امامت فرماتے۔ عصر کے وقت ''فیض سبحانی'' کا درس ہوتا جلد ہی آپ کا حلقۂ ارادت بڑھنے لگا پھر کچھ عرصہ کے لیے میاں شہامند خان نے اپنی ایک حویلی خالی کر دی۔ وہاں بھی مقیم رہے۔ حضور کو یہاں آئے ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے ہونگے کہ ایک مرتبہ دہڑ شریف حاضری کے موقع پر میاں محمد شہامند خان نے اپنی نصف ایکڑ زمین جو گاؤں سے ملحقہ شمال مغربی کونے پر واقع تھی حضرت اقدس دہڑویؒ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کی۔ آپ نے یہ قطعۂ زمین حضرت خواجہ کو عنایت فرمائی۔ کہ

اپنی رہائش کے لیے وہاں پر مکانات تعمیر کروائیں۔ آپ نے دہڑ شریف سے واپسی پر یہاں تعمیرات کا آغاز فرمایا پہلے اندرون خانہ (گھر) کے لیے چند کمرے مع حویلی تعمیر ہوئی پھر آستانہ شریف کی پہلی کچی مسجد اور دُرویشوں کے لیے چند کوٹھڑیاں بنائی گئیں یوں قادری دربار کی تعمیر مکمل ہوئی اور آپ بمع اہل وعیال یہاں پر رہائش پذیر ہوئے۔ پھر حضور کی رہائش کے لیے چوبارہ پر ایک مزید مکان اور احاطہء دربار کے چاروں طرف خام دیوار تعمیر ہوئی۔ ابتدائی دَور میں آپ نمازِ جمعہ اور ماہِ صیام میں تراویح گاؤں کی مسجد میں پڑھاتے باقی نمازیں اپنے دربار کی مسجد میں ہی ادا کرتے تھے۔ نمازِ تراویح میں پانچ، پانچ حفاظ بطورِ سامع بُلائے جاتے لیکن وہ مہینہ بھر ایک غلطی بھی نکالنے سے قاصر رہتے۔ آخر میں حضور جمعۃ المبارک بھی دربار شریف کی مسجد میں پڑھانے لگے۔ اُن دنوں یہاں پر ''وہابیت'' کا آغاز ہورہا تھا۔ ''ٹھٹھے والی'' ضلع میانوالی کا رہنے والا ''مولوی سَید علی'' یہاں عالم سمجھا جاتا تھا چونکہ علم نہیں تھا جہالت کی وجہ سے اسکے سامنے کسی کو بولنے کی مجال نہ تھی۔ وہ ''سیپے دی جھوک'' اور ''بہادر دی جھوک'' میں اپنا اثر بڑھا رہا تھا اور سمجھ دار اور باشعور لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا اور لوگ دیوانہ وار اس شمعِ قادریت کے گرد جمع ہونے لگے تو مولوی صاحب اور اسکے بعض ہمنوا ساتھیوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر انہیں روکا نہ گیا تو ہمارا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔

ویسے بھی اہل اللہ کے تصرفات پر ایک مخصوص طبقہ ہر زمانہ میں معترض رہا وہ جہاں بھی ٹھہرے بعض کینہ پرور لوگ حَسد ورقابت کی وجہ سے انکی آزاری کا باعث بنے رہے جہاں اہل حق نے پڑاؤ ڈالا مخالفت کا طوفان ضرور اُٹھا۔ مگر فقر کی شمع کہاں بجھ سکتی ہے۔ کسی مردِ عارف نے کیا خوب فرمایا ہے

چراغِ را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

(جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرے۔ اسکو بجھانے کے لیے جو شخص پھونک مارے گا۔ اسکی داڑھی جل جائے گی)

اگر گیتی سرا سر باد گیرد چراغ عاشقاں ہرگز نمیرد

(اگر زمانہ سراسر ہوا بن جائے۔ تو عاشقوں کا چراغ پھر بھی نہ بجھے گا۔)

کارِ مرداں روشنی و گرمی است کار دو تاں حیلہ و بے شرمی است

(مردوں کا کام روشنی وگرمی کا ہے۔ اور کم ظرفوں کا کام مکر و بے شرمی ہے)

لہٰذا یہ لوگ آپ کی خدمت میں طرح طرح کے سوال لیکر حاضر ہوتے اور بحث و مباحثہ کرتے۔ کبھی دُرویشوں کی والہانہ عقیدت پر اعتراض، کبھی اُنکے عقائد وطرزِ عبادت پر نکتہ چینی، بالخصوص ذکر بالجہر کی صدائیں تو انکے دلوں پر تلوار کی طرح زخم ڈالتی تھیں یوں آہستہ آہستہ یہ بحث ومباحثے مناظرے کی شکل اختیار کر گئے۔

بلوآنہ شریف میں پہلا مناظرہ:۔ مولوی سَید علی اور اسکے پیروکاروں نے حضرت خواجہ سے کہا کہ روز، روز

کے بحث مباحثہ سے بہتر ہے آپ فیصلہ کن مناظرے کا دن مقرر کریں۔ ہم بھی اپنا عالم بلاتے ہیں آپ بھی بلائیں تاکہ فیصلہ ہو جائے کہ کون حق پر ہے؟ آپ نے چیلنج قبول کیا اور انکے ساتھ دن مقرر فرما کر بلوآنہ شریف میں مناظرے کا انتظام کیا۔ میاں اللہ بخش سپرا (امام مسجد چک نمبر 175) اور دوسرے لوگ جو اس مشہور مناظرہ میں شامل تھے بتاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ''لاہور'' سے شیر پنجاب مولانا محمد عمر اچھروی (م: 21 دسمبر 1971ء) کو بلوایا اور مولوی سید علی نے ''تھل'' سے اپنے مسلک کے مشہور مناظر مولانا رب نواز کو بلوایا۔ مناظرے کے لیے کوئی ایک خاص موضوع مقرر نہ تھا۔ اُس روز سات جھوکیں بلوچوں کی ''بلوآنہ شریف'' جمع تھیں دونوں طرف سے سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہا اور کسی فریق نے ہار نہ مانی۔ وہابیوں کی گستاخیوں سے تنگ آکر مولانا محمد عمر کھڑے ہو گئے اور ''گستاخ رسول کافر ہے'' کے موضوع پر ایک مدلل خطاب کیا اور کہا کہ ''جس نے بھی اللہ کے محبوب کی گستاخی کی وہ کافر ہے۔ لہٰذا میں لکھ کر دیتا ہوں کہ یہاں پر موجود وہابیوں نے جو گستاخیاں کی ہیں یہ کافر ہیں''

وہابیوں کے عالم نے کہا میں بھی لکھ کر دیتا ہوں کہ یہ سُنی مشرک، بدعتی اور کافر ہیں۔ حضرت خواجہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''چلو اسی بات پر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ہم بھی لکھتے ہیں تم بھی لکھو جس کے قلم نے لکھ دیا وہ سچا اور جسکا قلم نہ چلا وہ جھوٹا'' بات اب مباہلہ پر آگئی تھی دونوں طرف سے شور اُٹھا۔ آپ نے شیر پنجاب سے فرمایا لکھو۔ انہوں نے ایک کاغذ پر جلی حروف میں لکھا ''گستاخ رسول ﷺ کافر ہے'' پھر حضرت خواجہ نے وہابیوں کے عالم سے فرمایا۔ اب تم لکھو۔ مولانا رب نواز نے بڑے جوش سے قلم اٹھایا اور کاغذ پر لکھنا چاہا مگر قلم چلتا تھا، لکھتا کچھ نہ تھا۔ مولانا گھبرا گئے اور کہا یہ قلم ٹھیک نہیں مپال خان ولد میاں خان نے کھڑے ہو کر کہا مولانا صاحب کا قلم ٹھیک نہیں ہے شیرِ پنجاب اپنا قلم دیں شاید انکے ہاتھ میں وہ چل جائے۔ لیکن وہ بھی نہ چلا۔ مولانا کے پاؤں تلے زمین نکل گئی شیرِ پنجاب اسکے سَر پر تھے اور کہتے ''لکھ مولوی لکھ'' لیکن وہ بے بس تھا حضرت خواجہ نے فرمایا ''مولانا صاحب! دنیا بھر کے قلم لے آؤ آج نہیں چلیں گے''، محفل میں نعرے شروع ہو گئے۔ مولانا صاحب اور انکے ہمنواؤں کی بڑی درگت بنی اور لوگوں کا ہجوم انہیں گاؤں سے باہر تک نکال آیا۔ اس مناظرے سے نہ صرف اہلِ حق کو فتح ہوئی بلکہ وہابیوں کی ہمیشہ کے لیے کمر ٹوٹ گئی۔

دوسرا مناظرہ:۔ وہابی حضرات کو اپنی شکست کا بڑا صدمہ ہوا۔ مولوی سید علی اپنے مسلک کے بعض سرکردہ افراد سے ملا اور اپنی بے بسی کا رونا رویا۔ انہوں نے کہا مباہلہ کی بات درمیان میں نہ آنی چاہیے تھی۔ اب بھی تم کسی ایک موضوع کا انتخاب کر کے اُن سے مناظرہ کی تاریخ لو۔ لہٰذا بلوآنہ شریف میں دوسرا مناظرہ مخالفین کی متفقہ رائے پر ''علم غیب'' کے موضوع پر ہوا۔ اس بار حضرت خواجہ نے، شیر پنجاب مولانا محمد عمر اچھرویؒ کے ساتھ مناظرِ اسلام مولانا قطب الدین جھنگوی (م: 29 اکتوبر 1959ء) کو بھی مدعو کیا (یاد رہے مولانا قطب الدین صاحب

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید رضوی کے والدِ گرامی تھے) اردگرد کے گاؤں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد مقررہ دن بلوآنہ شریف حاضر تھی۔ وہابی حضرات اپنی سابقہ شکست اور بدنامی کا بدلہ لینے کے لیے مکمل تیاری سے آئے کتابوں کے صندوق لائے اور کئی علماء بلائے گئے۔ لیکن سُنی علمائے حق کے سامنے ان کی زبانیں بند ہوگئیں۔ مولانا قطب الدین کے خطاب میں مولانا محمد عمر کتابیں بطورِ حوالہ جات کھول کر دکھاتے اور مولانا محمد عمر کے خطاب کے دوران مولانا قطب الدین حوالہ جات کتابوں سے نکال کر سامنے پیش کرتے۔ اِن حوالہ جات نے وہابی علماء کے اوسان خطاء کردیئے۔ اور وہ محض ضد پر اُتر آئے شیرِ پنجاب مولانا محمد عمر کا موضوع خطاب یہ آیت مبارکہ تھی وَ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط (پ۵:ع۱۴)

"اور وہ سب تمھیں بتادیا جو تمہیں معلوم نہ تھا" اور مناظرِ اسلام مولانا قطب الدین نے اس حدیث مبارکہ پر خطاب فرمایا جو حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ "ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم ﷺ نمازِ فجر میں دیر سے تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ہمیں ڈر پیدا ہوا کہ سورج طلوع نہ ہوجائے۔ آپ جلدی سے تشریف لائے اور اقامت کہی گئی نماز مختصر قرآءت کے ساتھ پڑھائی۔ پھر آپ نے ہمیں مخاطب ہوکر فرمایا آج رات میں نے اپنے رب کو اسکی شان کے مطابق نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ ربِ کریم نے فرمایا۔ اے محمد ﷺ! ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں بحث کررہے ہیں۔ میں نے عرض کی (از خود) مجھے علم نہیں۔ پھر رب کریم نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ اسکے بعد ہر چیز مجھ پر ظاہر ہوگئی۔ اور مجھے ہر چیز کا علم ہوگیا۔ جو میں نہ جانتا تھا پھر میرے رب نے جو سوالات مجھ سے پوچھے میں نے جواب دیئے۔" یہ حدیث بڑی طویل ہے آخر میں فرمایا "یہ خواب حق ہے یہ حدیث خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی اسکی تعلیم دو" (جامع ترمذی جلد دوم ص ۱۵۵ بقولِ امام ترمذی یہ حدیث صحیح حسن ہے میں نے اسکے بارے میں امام بخاری سے پوچھا تو انہوں نے بھی فرمایا "یہ حدیث صحیح ہے" دیگر مسند امام احمد بن حنبلؒ اور مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے) مولانا قطب الدین نے جب اس حدیثِ مبارکہ کے ایک ایک فقرے کی تشریح فرمائی تو مجمع میں "یارسول اللہ ﷺ" کے نعروں کی گونج پڑگئی۔ لوگوں کا یہ جوش و جذبہ دیکھتے ہوئے مخالفین نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی اور اپنے علماء کو سواریوں پر بٹھا کر بھاگ گئے۔ سچ ہے جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (پ۱۵:ع۹) حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

اس کے بعد بھی ایک دو مناظرے ہوئے لیکن اب یہاں سے وہابیوں کا قلع قمع ہوگیا تھا پھر آج تک اس علاقہ میں انہوں نے سر نہیں اُٹھایا اس دَور کے چند ایک واقعات جو بعض دُرویشوں اور احباب کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچے وہ بھی بطورِ یادگار قلم بند کردیتا ہوں تاکہ محفوظ رہیں۔

سید عطاء اللہ بخاری کے نمائندہ کی گستاخی پر قہرِ فقیر:۔ حضرت خواجہ بچپن سے ہی خطیب العصر علامہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا خطاب بڑے شوق سے سُنا کرتے تھے۔ جھنگ ہجرت کر آئے تو کچھ عرصہ بعد سُنا شاہ صاحب وعظ کے لیے فلاں دن جھنگ آ رہے ہیں۔ حضور بھی اُنکا خطاب سُننے کے لیے چلے گئے یہ بلوآنہ شریف ہجرت کے ابتدائی سالوں کا واقعہ ہے۔ وہاں کسی حاسد نے شاہ صاحب کو رقعہ بھیجا۔ اس مجمع میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو پیری مریدی کرتا ہے۔ اکثر مرید بوقت ملاقات اسکے پاؤں پر سُر رکھتے ہیں اس علانیہ شرک کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ شاہ صاحب نے اسکا رقعہ پڑھنے کے بعد دریافت کیا جس شخص نے یہ رقعہ بھیجا ہے اسکے پاس کوئی گواہ بھی موجود ہے لیکن کسی نے اسکی گواہی نہ دی تب شاہ صاحب نے کہا جب تک گواہی نہ دی جائے میں فتویٰ نہیں لگا سکتا۔ البتہ سائل کے ساتھ ایک نمائندہ بھیج سکتا ہوں اگر وہ تصدیق کر دے تو پھر اس شخص پر فتویٰ لگاؤں گا۔ سائل وہیں ٹھہر گیا اور جلسہ سے فراغت کے بعد شاہ صاحب سے ملا۔ انہوں نے اسکے ساتھ ایک مولوی صاحب بھیجے۔ حضرت خواجہ واپس آئے تو کچھ ہی دیر بعد مولوی صاحب کو لے کر وہ شخص بھی بلوآنہ شریف آ گیا۔ اور حضرت خواجہ سے گفت وشنید کی۔ مولوی صاحب بڑا گستاخ تھا۔ بات بات پر نا مناسب فقرے بولتا۔ حضرت خواجہ اسکی گستاخانہ گفتگو پر ناراض ہو گئے۔ اور قہرِ فقیر بصورت نگاہِ فقیر اُس پر وارد ہوا۔ پھر کیا تھا وہیں بیٹھے بیٹھے مولوی صاحب کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا اور اُس نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی شاہ صاحب سے ملا تو کہا میں اُس شخص سے مل آیا ہوں اس کے عقائد بریلوی مکتبِ فکر پر مشتمل ہیں اور کوئی بڑا جادوگر ہے۔ میری کچھ باتوں پر خفا ہو کر اُس نے فقط نظر بھر کر مجھے دیکھا تو میری حالت خراب ہو گئی اور وہاں سے بھاگ کر جان بچائی۔ شاہ صاحب حقیقتِ حال سمجھ گئے اور سائل سے کہا میں اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ حضرت خواجہ کے چھوٹے بھائی حاجی فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں یہ واقعہ اُن دنوں بہت مشہور ہوا تھا۔

میاں شیخ احمد لانگری:۔ بتایا کرتا میری رہائش ان دنوں بلوآنہ شریف میں ہی تھی۔ ایک مولوی صاحب میری موجودگی میں کافی دیر حضور سے بحث مباحثہ کرتا رہا۔ وہ کراماتِ اولیاء کا منکر تھا۔ واپسی پر جب گاؤں سے باہر نکلا تو اُسے محسوس ہوا کہ پگڑی میں آگ لگ گئی ہے۔ اُس نے سَر سے اُتار کر دیکھا تو واقعی آگ تھی بڑا حیران ہوا اور اسے بجھا کر دوبارہ سر پر رکھا تو پھر آگ محسوس ہوئی، اُتار کر دیکھا تو آگ بدستور تھی۔ فوراً سمجھ گیا اور پگڑی گلے میں ڈال کر دربار شریف پر حاضر ہوا۔ معافی مانگی اور اپنے سابقہ عقائد سے تائب ہوا۔

خدا دادہ گان ستیزان مکن خدا دادہ گان را خدا دہ است

(تو خدا کے ہو جانے والوں کے ساتھ لڑائی مت کر، کیونکہ خدا کے ہو جانے والوں کا خدا خود ہو جاتا ہے)

خلیفہ میاں عبدالعزیز خان:۔ بتاتے ہیں۔ایک مرتبہ بلوآنہ شریف مناظرہ کے اختتام پر حضرت خواجہ نے وہابی مولوی سے فرمایا۔آؤ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کرتے ہیں۔وہ اس طرح کہ مجھے اور تجھے لوگ علیحدہ علیحدہ مکانوں میں داخل کر کے دروازوں کی جگہ اینٹیں لگا کر بند کر دیں اور چالیس دن کے بعد کھولیں۔جو سچا ہوگا وہ سلامت رہے گا اور جھوٹا مر جائے گا۔اُس نے کہا آپ تو پہاڑوں میں چلہ کشی کرتے رہے ہیں آپ کی بھوک، پیاس ختم ہو چکی ہے لہٰذا آپ کو تو کچھ نہ ہوگا لیکن میں تیسرے دن مَر جاؤں گا۔حضور نے اسکی حالت پر افسوس کا اظہار کیا اور فی البدیہہ یہ شعر ارشاد فرمایا

لکھ جہاندے سُتے حافظ میں ہمیں ، ہمیں ہمیں ، کردے

ہمیں ، ہمیں دے وچ رہن ہمیشہ ، ہمیں ہمیں دے وچ مَردے

حافظ محمد وریام ڈب:۔ سابقہ (امام مسجد چک نمبر 170) نے ایک مرتبہ مجھے بتایا ہمیں وہابیوں کا علم بھی نہیں تھا۔اس گروہ کا انکشاف بلوآنہ شریف کے مناظروں کے دوران ہم پر ہوا۔تب ہمیں پتہ چلا کہ انکے عقائد ہمارے عقائد سے کس قدر مختلف ہیں اور یہ رسول کریم ﷺ اور بزرگانِ دین سے متعلق کیا کیا گستاخیاں کرتے ہیں۔

میاں اللہ بخش سپرا:۔ سابقہ (امام مسجد چک نمبر 175) نے اس دور کی تفصیل بیان کرتے ہوئے راقم الحروف کو بتایا۔میں نے قرآن شریف بچپن میں جس استاد سے پڑھا وہ وہابی تھا۔اتنا اثر مجھ پر بھی ہوا کہ جب میں سیال شریف جا کر حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب کا مرید ہوا تو ان کے ہاتھوں پر بوسہ نہ دیا کہ یہ بدعت ہے۔پھر حضرت خواجہ بلوآنویؒ جب یہاں تشریف لائے اور بلوآنہ شریف میں مناظروں کا سلسلہ شروع ہوا تب ہمیں پتہ چلا کہ ہمارا مسلک کیا ہے۔اسقدر جہالت تھی کہ ہمیں سُنی اور وہابی کا علم ہی نہ تھا۔میں اکثر حضرت خواجہ کی خدمت میں بلوآنہ شریف حاضر ہوتا اور آپ کی مجالس سے فیض حاصل کرتا حضور بھی میرے ساتھ بڑی محبت وعنایت سے پیش آتے۔ایک روز میں نے عرض کی ہمارے گاؤں چک نمبر 175 میں حضور کرم فرمائیں اور جمعۃ المبارک پڑھائیں۔آپ میری منشاء کے مطابق آئندہ جمعہ ہمارے گاؤں میں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ سے ملاقات:۔ ایک روز مجھے (میاں اللہ بخش سپرا) فرمایا تم کہاں مرید ہو؟ میں نے بتایا سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سے بیعت ہوں۔آپ بڑے خوش ہوئے۔اور فرمایا تم انہیں اپنے علاقے میں کیوں نہیں لے آتے تا کہ اور لوگ بھی اُن سے فیض یاب ہوں میں نے عرض کی حضور میری اتنی اوقات نہیں۔وہاں تو بڑے بڑے امیر کبیر اور رئیس لوگ بول نہیں سکتے میں کیا عرض کروں۔حضور نے مجھے ایک وظیفہ سمجھایا کہ یہ پڑھتے رہنا تمہارا پیر خود بخود تم پر مہربانی کرے گا۔اور تمہاری دعوت قبول کرے گا۔میں نے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ ہمارے گاؤں کے دو

آدمی امیر لوہار اور محمد بخش موچی میرے پاس آئے اور کہا ناصر آباد میں پیر سیال تشریف لا رہے ہیں۔ کیا ہم دعوت منظور نہ کروائیں۔ میں نے کہا عرض کرنا اگر منظور ہو جائے تو کیا بات ہے۔ جب وہ ناصر آباد پہنچے تو اس وقت چک نمبر 173 (فلوری دی جھوک) والے دُرویش دعوت کے لیے اصرار کر رہے تھے۔ پیر سیال نے پوچھا چک نمبر 175 تم سے کتنا دُور ہے۔ انہوں نے کہا نزدیک ہی ہے۔ جب چک نمبر 175 والوں نے سُنا تو انہوں نے عرض کی حضور ہماری دعوت بھی قبول فرمائیں۔ حالانکہ دعوت کا اصرار چک نمبر 173 والے کر رہے تھے۔ پیر سیال نے فرمایا دعوت کا ٹائم چک نمبر 175 والوں کا ہوا البتہ چائے پینے کا ٹائم چک نمبر 173 والوں کو دیتے ہیں۔ ہمارے ساتھی خوشی خوشی واپس دوڑے۔ دعوت کا انتظام سب پیر بھائیوں نے مل کر گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 175 میں کیا۔ حضرت خواجہ بلوآنوی کو بھی دعوت دی گئی۔ دوسرے دن ناصر آباد سے براستہ چک نمبر 173 پیر سیال تشریف لائے ادھر بلوآنہ شریف سے حضرت خواجہ بھی تشریف لے آئے۔ اولیاء اللہ کی بڑی پُر لطف ملاقات رہی دونوں اطراف سے خوب تواضع ہوتی رہی۔ گویا حضرت پیر سیال کی یہاں پہلی بار آمد بھی حضرت خواجہ کے ایماء اور ترغیب پر ہوئی۔ آج بھی وہ لمحات جب یاد آتے ہیں تو بڑا لطف آتا ہے۔

فیضانِ رُشد و ہدایت:۔ بلوآنہ شریف آمد کے بعد حضرت خواجہ نے اپنی بقیہ زندگی کے شب و روز تبلیغ و ذکر میں گزارے اور اس علاقہ کے بھولے، بھٹکے لوگوں میں ''لا الٰہ الا اللہ'' کی روحانی بانسری اس انداز میں بجائی کہ جو لوگ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے انہوں نے اپنا تن، من، دھن راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ اور ہزار جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ قرب و جوار کے ہر گاؤں سے دُرویشوں کی جماعت تیار ہونے لگی۔ نہ صرف بلوآنہ شریف بلکہ اردگرد کے قصبات میں بھی صبح و شام کلمہ شریف کی صدائیں گونجنے لگیں۔ ویسے بھی آپ کا آستانہ گاؤں سے ملحقہ عام گزرگاہ پر واقع تھا۔ حضرت خواجہ رات کو ذکر بالجہر کی پُر سوز اور روح پرور صدا لگاتے تو قرب و جوار سے گزرنے والے چور، ڈاکو رُکنے پر مجبور ہو جاتے۔ جب کچھ دیر کلمہ شریف کی پُر کیف اور وجد افروز صدائیں مشامِ جان کو معطر کرتیں تو انکی قلبی کیفیت بدل جاتی۔ چوری بھول جاتی اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کی پُر کشش صدائیں انہیں دربار شریف پر کھینچ لاتیں۔ پھر اہل علاقہ نے دیکھا چند ہی برسوں میں اس گاؤں کی قسمت ہی بدل گئی۔ جن گھروں سے علاقائی گیت ڈھولے، ماہیے سُننے کی آوازیں آتی تھیں اب وہاں سے کلمہ شریف کی صدائیں آنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کے باسیوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے حلقہء ارادت میں داخل ہو گئی۔ اور آپ کے وفادار اور جانثار دُرویش کہلائے۔ جو کبھی راہزن اور برائیوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اب لوگوں کے لیے راہنما اور ذاکر و زاہد بن گئے۔ اور پھر خدا کے رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ آج بھی صبغت اللہ کے رنگ اُن کے گھرانوں میں نظر آتے ہیں۔ آپ نے کلمہ (ذکر بالجہر) کی ایسی لذت ڈالی تھی کہ وہ اپنے گھروں، گلیوں اور کھیتوں میں بھی ذکر کی

صدائیں لگانے لگے۔ اور آج تک جو بھی دربار شریف حاضری کا قصد کرتا ہے بے ساختہ اسکی زبان سے کلمہ شریف جاری ہو جاتا ہے۔ اور قادری دربار پر آتے جاتے ذکر بالجہر کی روح پرور صدائیں گونجتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اس مردِ کامل پر جس نے اس تاریک علاقہ میں ایک ایسی نُور کی شمع روشن فرمائی جو تا ابد جاری وساری رہے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خواجہ نے بلوآنہ شریف میں جب مسندِ ارشاد بچھائی تو میاں متعلی نمبردار اپنی والہانہ محبت کا اظہار اِن اشعار کی صورت میں بیان کرتا اور پڑھتا۔

میرا سوہنا پیر اعوان نی چل ویکھ آواں
اُہدا جنگل وچ مکان نی چل ویکھ آواں
اُہدی اللہ، اللہ کردی زبان نی چل ویکھ آواں
اُہنوں نیوندا ہندو مسلمان نی چل ویکھ آواں
اوہ ہَسن بولیا، کھیڈن بولیا
بھل گیا سارا جہان نی چل ویکھ آواں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر5

آخری دس سال

حضرت اقدس دھڑویؒ کی حج پر روانگی :۔ حضور 45-1944ء میں حج پر تشریف لے گئے۔ جن دنوں حضور نے پروگرام بنایا کراچی میں حضور کے ایک درویش رہتے تھے انہیں مطلع کیا اور فرمایا بحری جہازوں کے متعلق معلومات ہمیں ارسال کرو۔ اُس دور میں لوگ بحری جہاز کے ذریعے حج پر جایا کرتے تھے دستور یہ تھا کہ سال چھ مہینے پہلے لوگ درخواستیں دیا کرتے جنکی منظور ہو جاتیں وہ زادِ سفر لے کر مقررہ دنوں میں کراچی پہنچ جاتے اور وہاں سے جدہ کے لیے روانگی ہوتی مگر حضور نے تو درخواست بھی نہ دی تھی۔ کراچی میں مقیم دُرویش نے خط کے ذریعے صرف اطلاع بھیجی کہ فلاں تاریخ سے حج کے لیے جہاز روانہ ہو رہے ہیں۔ لہذا حضور نے تیاری فرمائی اور ملاقات وزیارت کے لیے دربار شریف پر درویشوں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ ہر ایک پیر بھائی نے اپنے طور پر بڑھ چڑھ کے خدمت کی۔ لیکن خیال ہوا جو روپیہ حضور نے ساتھ لے کر جانا ہے وہ اس سفر میں کم نہ پڑ جائے لہذا حضرت خواجہ بلوآنویؒ جنہیں حضور کراچی تک اپنے ہمراہ چلنے کا فرما چکے تھے۔ دوروز کی اجازت لے کر گھر ملنے کے لیے آئے۔ مگر اس مرتبہ آپ کچھ فکرمند تھے میری دادی اماں نے عرض کی۔ آپ جب بھی دھڑ شریف سے لوٹتے ہیں تو آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کیوں پریشان ہیں؟ آپ نے فرمایا حضور حج پر جا رہے ہیں تمام پیر بھائیوں نے حسب توفیق خدمت کی لیکن میرے پاس کچھ نہیں تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ گھر میں بھی اس وقت کوئی روپیہ موجود نہیں۔ حضور کو شاید وہاں اور ضرورت پڑ جائے اسی لیے گھر آیا ہوں تاکہ کوئی بندوبست ہو سکے۔ دادی اماں نے اپنے تمام زیورات لا کر پیش کر دیئے کہ اگر روپیہ اس وقت گھر میں نہیں تو زیور تو موجود ہے یہی حضور کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور وہ تمام زیورات بیچ کر حاصل روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بعد ازاں حضرت اقدس دھڑویؒ کو جب معلوم ہوا کہ یہ روپیہ زیور بیچ کر پیش کیا گیا ہے۔ تو حضور نے فرمایا حافظ صاحب! تمہاری بیوی نے اپنا سارا زیور حج کے لیے وقف کر دیا خداوند کریم نہ صرف اُسے بلکہ اس کی آل، اولاد کو بھی حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے گا۔ لہذا حضور کی اس دعا کا صدقہ دادی اماں 1981ء میں عمرہ شریف کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔ اور ان کی آل، اولاد کی اکثریت بھی تادم تحریر بار بار حرمین شریفین کی حاضری سے مستفیض ہو چکی ہے۔

کراچی پہنچنا اور جہاز کا واقعہ :۔ دھڑ شریف سے حضور صرف اپنے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ بلوآنویؒ کے ساتھ کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا۔ حج کے لیے باقاعدہ درخواست دینی پڑتی ہے وہ بھی خوش قسمت افراد کی منظور ہوتی ہے۔ اور حضور نے تو درخواست بھی نہ دی تھی۔ صرف جن دنوں جہاز کراچی سے روانہ ہونے تھے تیاری فرما کر آ پہنچے تھے۔ اطلاع بھیجنے والا درویش بھی نادم تھا دوسرے دن پہلا جہاز جدہ کے لیے روانہ ہوا تو حضور نے کچھ فی البدیہہ اشعار فرمائے جن میں ایک مصرع یہ بھی تھا

چاندی واری جہاز محمدی ﷺ سانوں لا گیا نوسرکاری

چوتھے دن دوسرا جہاز روانہ ہونا تھا۔ حضور نے فرمایا کیا ہوا کہ ہم نے درخواست نہیں دی۔ ہمیں سرکار مدینہ نے بلوایا ہے وہ ہی انتظام بھی فرمائیں گے۔ اگلے روز حضرت خواجہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ ہم نے اسی دوسرے جہاز کی پہلی سیٹ پر بیٹھ کر جانا ہے۔ ہمارا سرکار مدینہ کی طرف سے آڈر آ گیا ہے۔ لہذا مقررہ دن صبح سویرے نہا دھو کر حضور بمع حضرت خواجہ تیاری فرما کر کماڑی (جہاں سے جہاز روانہ ہوتے تھے) تشریف لائے۔ جہاز میں حجاج کے بیٹھنے کا اعلان ہوا۔ لوگ اپنی اپنی باری پر سوار ہونے لگے۔ حتیٰ کہ جہاز فل ہو گیا اور لنگر انداز ہونے کا وقت آ پہنچا۔ حضور برابر فرما رہے تھے یہ جہاز اس وقت تک روانہ نہیں ہو سکتا جب تک میں اس میں نہ بیٹھوں گا۔ آخری وقت میں اعلان ہوا پہلی سیٹ کا مسافر کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکا۔ مجمعے میں کوئی ایسا شخص جسکے پاس زادِ راہ بھی ہو اور وہ گھر سے مکمل تیاری کر کے آیا ہو؟ حضور کے اشارہ پر حضرت خواجہ نے اپنا رومال لہرایا۔ انہوں نے کہا پھر آ جائیں لہذا حضرت اقدس دہڑوی سوار ہوئے تب جہاز بھی روانہ ہوا۔

واپسی پر حضرت خواجہ سے خصوصی محبت کا انداز:۔ حضرت اقدس دہڑوی نے جوانی سے تادم وصال ہمیشہ کانوں کی لَو تک گیسو مبارک رکھے صرف حج کے موقع پر جب سر منڈوایا۔ تو وہ تمام بال ایک رومال میں رکھ لیے۔ حجازِ مقدس سے واپسی پر حضور نے درویشوں کو عرب شریف سے لائے گئے تحائف عنایت فرمائے لیکن حضرت خواجہ کو رومال میں بندھے وہ بال عطا کیے اور فرمایا میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ زلفیں کٹوائی تھیں سوچا یہ نشانی بطورِ محبت و یگانگت حافظ یار کو دوں گا۔ حضرت خواجہ اپنے یار کی یہ نشانی اپنی قبر میں بھی ساتھ لے کے گئے۔

محبت ،محبت ، محبت ، محبت　　　محبت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے

دہڑوی سرکار کا بغیر نشہ آور انجکشن کے اپریشن کروانا:۔ 1946ء کا واقعہ ہے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ کی پیر محل شریف میں تانگہ گرنے کیوجہ سے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ ایک ہی جگہ سے نہ ٹوٹی جسے جوڑا جا سکتا بلکہ ٹوٹنے والی جگہ پر مزید دو تین اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے۔ لہذا سب نے آپریشن کا مشورہ دیا حضرت خواجہ بلوآنویؒ آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے عرض کی حضور جھنگ تشریف لے آئیں ہمارے گھر کے نزدیک ہی موچیوالہ ہسپتال ہے وہاں کا ڈاکٹر بڑا قابل ہے۔ لہذا اُسی سے حضور کا آپریشن کروائیں گے۔ اُن دنوں یہاں پر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب متعین تھے جنکا ہمارے گھرانے کے ساتھ بڑا محبت وعقیدت بھرا تعلق تھا۔

حضور بھی راضی ہو گئے اور وہاں سے بجائے دہڑ شریف جانے کے بلوآنہ شریف آ گئے۔ فوراً ڈاکٹر عبد الرشید صاحب کو بلوایا گیا اس نے بازو کا معائنہ کیا اور بتایا چونکہ ٹوٹنے والی جگہ سے ہڈی کے کئی ٹکڑے ہو گئے ہیں لہذا انہیں آپریشن کے ذریعے نکال کر وہاں بکرے کی ہڈی کا حصہ رکھ کر ٹانکے لگا دیں گے۔

حضرت اقدس دہڑویؒ ہسپتال میں تشریف فرما ہوئے اُن دنوں ہسپتال میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی مسجد نہیں تھی حضور نے فرمایا اب ہم نے یہاں کچھ دن رہنا ہے لہذا کیوں نہ ایک مسجد تعمیر کریں۔ اور حضرت خواجہ بلوآنویؒ کو مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا یہاں کے رہنے والے درویشوں نے دامے، درمے، قدمے حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت خواجہ اس مسجد کی تعمیر میں خود بھی کام کرنے لگے۔ اور تین چار دنوں میں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد حضور نے فرمایا ہمارا نشہ ہے حضور غوث الاعظم کی کتاب "فیض سبحانی" جب ہم مجلس کرنے لگیں تم اپنا کام شروع کر دینا لہذا حسب ارشاد ایک بڑے تکیہ پر حضور کے بازو کو سہارا دے دیا گیا۔ ادھر حضور نے مجلس شروع کی اُدھر ڈاکٹر صاحب نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہڈی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے باہر نکالے پھر وہاں بکرے کی ہڈی رکھ کر ٹانکے لگا دیئے مگر حضور کو احساس بھی نہ ہوا۔ آپ مجلس میں اسقدر محو تھے کہ ذرا بھی ادھر نہ دیکھا آخر آپریشن کے بعد ڈاکٹر صاحب بمع عملہ حضور کے قدموں پہ پڑا تھا۔ تب حضور کا دھیان انکی طرف گیا اور پوچھا ڈاکٹر صاحب آپ نے ابھی تک آپریشن شروع نہیں کیا انہوں نے عرض کی حضور وہ تو کب کا ہو چکا ہے۔ فرمایا بخدا مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ واقعہ ان دنوں بڑا مشہور ہوا۔ راقم الحروف نے خود بھی وہ کمرہ جہاں آپ کا آپریشن ہوا تھا اور وہ مسجد جو آپ نے تعمیر کروائی تھی دیکھی ہے مگر اب وہ کمرے باقی نہیں وہاں نئی عمارت بنا دی گئی اور وہ مسجد بھی شہید کر کے دوبارہ تعمیر ہوئی ہے۔

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ کسی جنگ میں آپ کی پنڈلی میں تیر لگا جو نکالنے سے آپ کو بڑی تکلیف ہوتی۔ خادموں نے مشورہ کیا کہ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو اسقدر مگن ہو جاتے ہیں کہ کسی اور چیز کا احساس ہی نہیں رہتا یہ اس وقت نکالیں گے۔ اسی طرح انہوں نے کیا آپ نماز میں مشغول ہوئے تو خادموں نے وہ تیر نکال دیا نماز کے بعد مصلیٰ پر آپ نے خون دیکھا تو پوچھا یہ خون کیسا ہے؟ عرض کی گئی جو تیر نکل نہیں رہا تھا اور آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی وہ ہم نے نکال دیا ہے۔ فرمایا خدا کی قسم! مجھے تو خبر بھی نہیں ہوئی۔ سبحان اللہ یاد الٰہی میں ایسا انہماک ہونا چاہیے۔ اللہ کے بندے اسکی یاد و معرفت میں اسقدر محو ہو جاتے ہیں کہ گرد و پیش کے علاوہ خود انہیں اپنے آپ کی بھی کچھ خبر نہیں رہتی۔

میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ آیت مبارکہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (پ۱۵:ع۱۶) کا صوفیانہ انداز میں یہ ترجمہ فرماتے کہ "اپنے رب کو اسطرح یاد کر کہ اپنے آپ کو بھول جا" یعنی تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔ کیونکہ ذکر کا کمال یہی ہوتا ہے۔ کہ ذاکر مذکور میں فنا ہو جائے، نہ ذاکر رہے، نہ ذکر رہے بس مذکور رہ جائے۔

نیستم من ہر چہ ہستی بس توئی   چوں یکے نبود کجا باشد دوئی

(جو کچھ ہے تو ہی تو ہے، میں کچھ نہیں ہوں، جب کوئی ایک نہیں ہوگا تو پھر دوئی کہاں رہے گی)

تحریک پاکستان کے مجاہد

حضرت خواجہ اور آپ کے مرشد کامل حضرت اقدس دہڑویؒ نے دوقومی نظریہ کے فروغ کے لیے بڑا کام کیا۔ اگر چہ دُور دراز دیہاتوں میں رہنے کے باعث آپ کا عظیم کردار تاریخ کا حصہ نہ بن سکا لیکن آپ نے اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے دلوں میں پاکستان اور مسلم لیگ سے محبت کی ایسی شمع روشن فرمائی کہ آپ کا ہر مرید اور عقیدت مند تحریکِ پاکستان کا مجاہد بن گیا۔ آپ نے اپنے مشائخ کی مجاہدانہ للکار کی صدائے بازگشت بن کر فرنگی سامراج کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو تلقین فرمائی کہ وہ پاکستان کے قیام کے لیے عملی جدو جہد کریں۔ پاکستان حاصل کرنے کی لگن کا یہ حال تھا کہ آپ کے فرزند اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ جو اُن دنوں ابھی نوعمر تھے۔ بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

نکل فرنگی ہن محمد علی جناح آیا ویکھسی دنیا پاکستان بنا آیا

حضرت خواجہ اپنے دور کے پُر تاثیر مقرر تھے۔ بڑے بڑے اجتماعات میں آپ کے خطابات انتہائی انفرادیت کے حامل ہوتے۔ اُن دنوں آپ کے خطابات کا موضوع دوقومی نظریہ اور پاکستان کا حصول ہوتا۔ حضرت خواجہ کے مواعظ کا نہ صرف پیر بھائیوں اور مریدین پر اثر پڑا بلکہ جو بھی سنتا تحریک پاکستان کا سپاہی بن جاتا۔ میرے چچا پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب کے ایک انٹرویو کے حوالے سے جناب خالد اطہر صاحب چیف ایڈیٹر پاکستان پریس ایجنسی (پی، پی، اے) اپنی مشہور کتاب "برطانیہ کے علماء اہلسنت اور مشائخ" کے صفحہ نمبر 187 پر حضرت خواجہ کا تعارف کچھ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ "انہوں نے اسلام کے لیے بہت خدمات انجام دیں۔ وہ تحریک پاکستان کے مجاہد تھے اور قادریہ سلسلہ طریقت کے روحانی پیشوا بھی تھے"

حضرت پیر سید غلام رسول شاہ کی خدمات:۔ آپ حضرت اقدس دہڑوی کے مرشد کریم شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتح پوری کے اکلوتے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ ایک مرد قلندر تھے اور ہمیشہ خلوت نشین رہتے۔ لیکن جب قیام پاکستان کا وقت آیا تو خلوتوں کے اس شہنشاہ نے یکا یک میدان جلوت میں قدم رکھا۔ اور پاکستان کی تحریک کا علم سنبھالا۔ تمام عقیدت مندوں کو بلا کر حکم دیا کہ اگر تم میرے اور میرے والدِ ماجد کے ساتھ منسلک ہو تو جس قدر ہوسکتا ہے پاکستان کی مدد کرو۔ اس لئے آپ کے ارادت مندوں نے آپ کے حکم پر بڑھ چڑھ کر جان و مال پیش کیا۔ قیام پاکستان کے دوران جب لٹے، پٹے مہاجرین ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تو آپ نے ان کی بے مثال امداد کی۔ فتح پور شریف چونکہ اوکاڑہ، ماڑی پتن روڈ پر واقع ہے۔ ہندوستان سے پاکستان میں آنے والے مہاجرین کی یہ گزرگاہ تھا۔ آپ نے لنگر شریف کے تمام مال، مویشی مہاجرین کو ذبح کر کے کھلادیے۔ ہر روز آٹھ، نو ہزار آدمیوں کو لنگرِ غوثیہ سے کھانا کھلایا جاتا اور یہ سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا۔

آپ نے اپنے مریدین کو یہ بھی حکم دیا کہ جس کے پاس ہندوؤں کا کوئی لوٹا ہوا مال ہو وہ مہاجرین کو دے دے۔ آپ ان مظلوم مہاجرین کو دیکھتے تو آپ پر ایک عجیب رقت طاری ہو جاتی اور ان کی حاجت روائی کے لئے سب کچھ نثار کر دیتے۔ اپنے گھر کے زیورات، کپڑے، برتن حتیٰ کہ گھر میں ایک پیالہ بھی نہ رہنے دیا سب کچھ مہاجرین کو دے دیا اور فرمایا میں چاہتا ہوں آج ہاتھ سے چلو بھر کر پانی پیوں۔ جب گھر میں کوئی چیز نہ رہی تو اپنے فرزند ارجمند پیر سید محمد عارف شاہ کو بھی مہاجرین کو دے دیا اور فرمایا اللہ کریم کا ارشاد ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" تم (درجۂ کمال کی) نیکی کو ہرگز نہ پاسکو گے حتیٰ کہ (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ بعد ازاں عقیدت مندوں نے زر کثیر ادا کر کے صاحبزادہ صاحب کو ان مہاجرین سے واپس لیا۔

تکمیل پاکستان میں مشائخ کا کردار:۔ محترم حاجی غلام محمد صاحب اپنی " خودنوشت " میں لکھتے ہیں۔ " جہاں کانگریسی ذہن والے علماء اور انگریزوں کی اپنی پارٹی یونینسٹ کے علمبردار مسلم زمیندار اور جاگیر دار۔ مسلم لیگ اور پاکستان کے مخالف۔ خود سکھوں کے مظالم کا شکار ہوتے ہوئے بھی اپنی ضد پر قائم تھے۔ وہاں مشائخ عظام، سجادہ نشینان، صالحان امت، تکمیل پاکستان کی حمایت پر کمربستہ تھے۔ اور اپنے عقیدت مندوں، مریدوں، متوسلین کو تن، من، دھن سے پاکستان کی حمایت میں تیار کر رہے تھے۔ حضرت پیر جماعت علیشاہ علی پوری، مخدوم شوکت حسین گیلانی (ملتان)، خواجہ قمر الدین سیالوی، پیر امین الحسنات (مانکی شریف) پیر فضل شاہ جلالپوری، پیر عبداللطیف (زکوڑی شریف) سید اصغر علیشاہ وچن پیر (پاکپتن شریف) اور خصوصاً حضرت سید سردار علی شاہ بخاری دہڑوی، اُن کے پیر خانہ فتح پور شریف اور سندیلیانوالی شریف کے خلفاء و متوسلین نے تکمیلِ پاکستان میں بڑا کردار ادا کیا۔ مشائخ عظام کا اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو یہ فرمان تھا کہ "جس نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا وہ ہمارا مرید نہیں" بلکہ جہاں تک سُنید ہے مشائخ عظام میں سے کسی نے بھی تکمیلِ پاکستان سے انحراف نہ کیا اور ان ہی پاکانِ امت کی مساعی جمیلہ سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا"۔

قیامِ پاکستان کے وقت حالات:۔ قیام پاکستان کے دنوں میں سارے ملک میں افراتفری تھی۔ جھنگ کی نسبت اوکاڑہ میں زیادہ خطرہ تھا کیونکہ وہاں سکھوں کے گاؤں اور کافی آبادیاں تھیں لہٰذا حضرت خواجہ کو ہمیشہ اپنے پیر خانہ دہڑ شریف سے متعلق تشویش لگی رہتی۔ آخر آپ سے گھر میں نہ رہا گیا اور اپنی بڑی بیٹی جو ایک عرصہ دہڑ شریف رہی تھیں ان کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ آگے کی روداد میری پھوپھی صاحبہ نے مجھ سے اس طرح بیان کی کہ جس وقت ہم رینالہ خورد ریلوے اسٹیشن پر اُترے تو ہندوستان جانے والی ایک ٹرین بھی وہاں کھڑی تھی۔ بعض لوگوں نے منع کیا کہ آپ ابھی اسٹیشن پر رہیں جب یہ چلی جائے گی تو پھر روانہ ہو جانا مگر حضور کو دربار شریف کے بارے میں تشویش تھی آپ نہ رکے اور چل پڑے۔ ہندوستان جانے والی ٹرین میں بیٹھے ایک ہندو نے آپ پر

بندوق تان لی۔ ہمیں بھی پتہ چل گیا۔ چونکہ میں ابھی بچی تھی ڈر گئی حضور نے فرمایا تم اپنی آنکھیں بند کرلو۔ آپ کچھ پڑھتے ہوئے میری انگلی پکڑے چلتے گئے۔ ٹرین روانہ ہوئی تو اُس ہندو نے فائر کر دیا۔ الحمد للہ ہم محفوظ رہے گولی ہمارے پاس سے آواز چھوڑتی ہوئی گزر گئی۔ آگے کچھ لوگوں نے بتایا عام راستہ دہڑ شریف والا پُر خطر ہے لہٰذا دوسرا راستہ جو دربار حضرت غوث بالا پیرؒ کی طرف سے جاتا ہے وہ اختیار کر لیں۔ ہم نے لوگوں کی رائے پر دوسرا راستہ اختیار کیا اور دہڑ شریف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے سکھوں اور ہندوؤں کے کئی جتھے دیکھے جو قافلہ کی صورت میں رَواں دَواں تھے۔ ان کے پاس تلواریں، بلم اور نیزے تھے مگر انہوں نے شاید حضور سے مرعوب ہوتے ہوئے ہمیں کچھ نہ کہا۔ حالانکہ ہم اکیلے باپ، بیٹی تھے۔ دہڑ شریف پہنچے تو حضرت اقدس دہڑوی بھی ہمیں دیکھ کر حیران ہوئے کہ اس قدر افراتفری میں آپ لوگ بخیر و عافیت آگئے ہیں۔ آجکل اس راستہ میں بڑا خطرہ ہے۔ آپ نے عرض کی مجھے دربار شریف کے بارے میں تشویش تھی اس لیے گھر رَہا نہ گیا۔ اُن دنوں دہڑ شریف بھی یہی صورتِ حال تھی۔ دُرویش پہرہ پر مقرر تھے۔ آنے جانے والوں پر نظر رکھی جاتی۔ ایک شام اطلاع ملی کہ فُلاں گاؤں والے سکھ آج رات کو دہڑ شریف پر دھاوا بول رہے ہیں۔ لہٰذا مشورہ ہوا تمام خواتین کو نزدیکی کماد کی فصل میں بھیج دیتے ہیں اور مَرد حضرات مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر اُن کا مقابلہ کریں گے مگر حضرت خواجہ نے اس مشورہ کی تردید کی اور فرمایا ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے کہ حضور کے گھر والے اور لنگر شریف میں رہنے والی خواتین کو دوسری عورتوں کے ساتھ پناہ کے لیے فصل کا سہارا لینا پڑے۔ وہ آرام سے گھر میں رہیں۔ جب تک ہم زندہ ہیں۔ دربار شریف کی طرف کوئی ہندو یا سکھ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کے جذبۂ ایمانی کی تعریف فرمائی اور بڑے خوش ہوئے۔ یوں وہ رات دُرویشوں نے آنکھوں میں کاٹی الغرض ہنگامہ کے دنوں میں حضرت خواجہ دہڑ شریف ہی رہے۔

مہاجرین کی امداد کے لیے بیت المال کا قیام

جس سے تو دوسروں کے دکھ بانٹے   ایسے احساس سے محبت کر

جب مہاجرین کے لُٹے پٹے قافلے پاکستان پہنچنا شروع ہوئے تو انکی حالتِ زار دیکھ کر حضرت اقدس دہڑویؒ نے سب دُرویشوں کو حکم فرمایا کہ اپنے مال میں سے اپنے مہاجر بھائیوں کو بھی حصہ دو۔ اور دہڑ شریف باقاعدہ گھر میں ایک کمرہ بیت المال کے لیے مختص فرمایا۔ جہاں دُرویشوں کا لایا ہوا مال رکھا جاتا اور حضور اپنی موجودگی میں اسے مہاجرین میں تقسیم فرماتے۔ حضور کا والہانہ جذبہ دیکھتے ہوئے دُرویشوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی اوقات سے بڑھ کر مہاجر بھائیوں کی خدمت کے لیے ایک مرتبہ پھر مدنی ایثار کی یاد تازہ کر دی اِدھر بلوآنہ شریف بھی دہڑ شریف کیطرح مال جمع ہونے لگا جونہی کچھ مقدار میں اکٹھا ہوتا تو فوراً دہڑ شریف بھیج دیا جاتا۔ خلیفہ

میاں عبدالعزیز و میاں محمد امیر برادران کافی سارا ہندوؤں کا چھوڑا ہوا مال اکٹھا کر کے بلوآنہ شریف لائے۔لنگر میں پہنچا تو میری دادی اماں فرمانے لگیں آج تو ہمارے گھر میں ہر طرف دُنیا کی بُو آ رہی ہے اور ان برتنوں سے مجھے سکھوں کے جوڑے (بال) نظر آ رہے ہیں۔

حضرت خواجہ اس وقت دہڑ شریف تھے واپس آئے تو دادی اماں کی بات سن کر خوشی کا اظہار فرمایا اور جب یہ بات حضرت اقدس دہڑویؒ سے عرض کی تو وہ بھی خوش ہوئے۔لہٰذا حضرت خواجہ نے دُرویشوں کا اکٹھا کیا ہوا مال اور جو کچھ مال آپ کے گھر میں موجود تھا حتیٰ کہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ جو اُن دنوں ابھی نو عمر تھے آپ کے کپڑوں تک سب کچھ دہڑ شریف بیت المال میں بھیج دیا۔جسے حضرت اقدس دہڑویؒ نے خود مہاجرین میں تقسیم فرمایا ان دنوں حضرت اقدس دہڑویؒ اور حضرت خواجہ بلوآنویؒ کا عام اعلان تھا ''جو ہمارا کوئی مرید ہندوؤں یا سکھوں کی چھوڑی ہوئی ایک بھی چیز اپنے گھر میں رکھے گا وہ ہمارا مرید نہیں۔ان کی سب چیزوں پر صرف مہاجرین کا حق ہے''تمام پیر بھائیوں اور دُرویشوں نے ان دنوں اپنی اوقات سے بڑھ چڑھ کر مہاجرین کی خدمت میں حصہ لیا۔

خُدا کے بندے تو ہزاروں ، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

شیخ سے والہانہ محبت وارادت کے تذکرے

حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ''آپ کو اپنے مرشدِ کامل حضرت سید سردار علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق و محبت تھی، مہینہ میں ایک یا دو بار ضرور اپنے شیخ کریم کے دیدار کے لیے حاضری دیتے۔شوقِ زیارت میں کبھی کبھی پیدل ہی چل پڑتے ،اور سارا سفر پیدل طے کرتے ،اپنا تن ، من ، دھن سب کچھ یار پر قربان کیا۔آپ کی جانثاری کی مثال نہیں ملتی۔ہر چھ ماہ بعد گھر کا سارا سامان یار کے دربار میں بطور نذرانہ پیش کر دیتے حتیٰ کہ گھر کے بستر اور برتن بھی نہ چھوڑتے ،بلوآنہ شریف سے دہڑ شریف کم و بیش سو میل بنتا ہے۔اور یہ سفر کبھی پیدل کبھی سائیکل پر اور کبھی گاڑی پر طے کرتے جب کبھی میں (حضور قبلہ عالمؒ) ساتھ ہوتا تو میرا بازو پکڑ کر بطورِ نصیحت فرماتے ''بیٹا! ساری زندگی اِن راہوں پر آتے جاتے رہنا'' آپ کا ارشاد تھا کہ ''یار کے دربار پر اسقدر آیا جایا کرو کہ ابھی راستہ پر پہلے قدموں کے نشان موجود ہوں پھر چلا جائے'' آپ نے خود زندگی بھر اس پر عمل کر کے دکھایا۔''خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحبؒ اپنی ایک کافی میں حضرت خواجہ کے اس معمول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کرمؒ دا صدقہ کرم کرائے مشکل منزل نرم کرائے
غلام عاجز دا شرم رکھائے شاہ سردارؒ دے راہیاں

اکثر دہڑ شریف کی راہوں میں بڑے ذوق وشوق کے عالم میں ''نام جپو مولیٰ نام'' والے اشعار پڑھتے تو

کئی ہمراہیوں کو وجد طاری ہو جاتا گویا سارا راستہ یار کے دیدار کی خوشی میں محبت بھرے اشعار پڑھتے گزر جاتا دھڑ شریف کے نزدیک جب بڑی شاہراہ سے دربار شریف والے لنک روڈ پر پہنچتے تو وہاں سے حضرت اقدس دھڑویؒ کی رہائش گاہ "چوبارہ" دُور سے نظر آتا تھا۔ جونہی یار کا مکان نظر آتا تو اسے دیکھتے ہی آپ پر وجد و کیف طاری ہو جاتا اور بڑے پُرسوز انداز میں اُس جانب اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھتے "اوہ دسدی گلی یار دی اُڑیا" اور کیفیت میں جھومتے خود بھی روتے اور ساتھیوں کو بھی رُلاتے، دربار شریف حاضر ہوتے تو سب سے پہلے ڈیوڑھی مبارک پر زمین بوس ہوتے۔ (یہ مکان تادم تحریر ابھی موجود ہے)

☆ **شیخ کے دربار کا ادب:۔** دھڑ شریف آپ ہمیشہ عجز و انکساری کی تصویر بنے رہتے۔ صحنِ دربار میں جوتا نہ پہنتے حضرت اقدس دھڑویؒ کی مجلس میں سب سے آخر میں بیٹھتے جب تک آپ خود قریب نہ بُلاتے آگے نہ آتے، حضور کے سامنے کرسی یا ممبر پر بیٹھ کر خطاب نہ فرماتے ہمیشہ کھڑے ہو کر دُرویشوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ ہاتھ میں عصا رکھنا اور پگڑی کا شملہ نکالنا آپ کا معمول تھا۔ لیکن دھڑ شریف پہنچتے تو نہ ہاتھ میں عصا پکڑتے اور آستانۂ شیخ سے باہر ہی پگڑی کا شملہ بھی گرا دیتے۔ کبھی دربارِ شیخ پر بلند شملہ نہ رکھتے۔ دھڑ شریف قیام کے دوران ہمہ وقت اپنے پیر و مرشد کی مجلس میں حاضر رہتے لیکن جب حضرت اقدس دھڑویؒ گھر تشریف لے جاتے تو آپ ساری ساری رات اپنے حجرہ میں دُرویشوں، پیر بھائیوں کی مجلس میں بیٹھ کر انہیں وعظ و نصیحت، ذکر و وظائف اور محبتِ شیخ کی تعلیم دیتے رہتے۔

☆ **شیخ کی ذات کا ادب:۔** آپ اپنے شیخ کامل کی ذات کا اسقدر ادب کرتے کہ "سید" کا نام سنتے ہی تعظیم و تکریم سے کھڑے ہو جاتے اور سادات کی خدمت میں تواضع سے پیش آتے، جیسا کہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ بطورِ مثال فرمایا کرتے "پانی اگر میلا بھی ہو تو آگ بجھانے کے کام آتا ہے۔" یعنی سید جیسا بھی ہو اسکی عزت آلِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہم پر ضروری ہے۔

☆ **شیخ کے نام کا ادب:۔** حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "میرے والد صاحب قبلہ اپنے مرشد کریم کے نام کا اس قدر ادب فرمایا کرتے کہ اس نام والا کوئی شخص مرید ہونے کے لیے آتا تو آپ فرماتے۔ اگر میرا مرید ہونا ہے تو پہلے اپنا نام بدل لو۔ موضع مدوکی سے ایک شخص سردار لگوانہ مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اسکا نام پوچھا تو فرمایا "میاں! تیرا نام میرے پیر والا ہے، کبھی بغیر وضو میرے منہ سے نکل گیا تو بڑی بے ادبی ہو گی۔ اگر میرا مرید ہونا ہے تو پھر آج سے تمہارا نام "سراج" ہے۔ وہ حضور کا مرید ہو گیا۔ سارا علاقہ اسے "سردار لگوانہ" کہتا رہا۔ مگر حضرت خواجہ نے ساری زندگی اسے "سراج لگوانہ" کہا۔ اسقدر اپنے شیخ کے نام کا ادب فرماتے تھے۔

ادب اِک تاج ہے لطفِ خُدا کا تو رکھ سَر پر جدھر چاہے چلا جا

☆تبلیغی دوروں پر شیخ کی ہمراہی:۔ حضرت خواجہ اکثر تبلیغی دوروں اور دعوتوں میں بھی حضرت اقدس دہڑویؒ کی معیت میں رہتے۔ کئی کئی میل اپنے شیخ کی سواری کے آگے آگے دوڑا کرتے۔ بعض مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ اپنے تانگہ پر سوار ہوتے تانگہ کے دائیں بائیں لکڑی کے تختوں پر حضرت خواجہ ایک طرف جہاں حضور بیٹھے ہوتے اپنا بازو رکھ لیتے حضرت اقدس دہڑویؒ بھی بطورِ لطف ومحبت اپنا بازو آپ کی گردن میں حمائل کر لیتے۔ اور محبوبانہ راز و نیاز کا سلسلہ شروع ہو جاتا حضرت اقدس دہڑویؒ تانگے پر بیٹھے رہتے جبکہ حضرت خواجہ میلوں تک ساتھ دوڑتے جاتے اور یار سے ہمکلامی کے نشہ میں تھکاوٹ کا احساس بھی نہ ہوتا۔ کبھی حضرت اقدس دہڑویؒ عنایت فرماتے ہوئے آپ کے پیچھے سائیکل پر بیٹھ جاتے اور شوق ومحبت میں سفر گزرتا رہتا۔

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گُزر گئے

راہِ یار ہم نے قدم قدم، تجھے یادگار بنا دیا

حضرت اقدس دہڑویؒ کی دوسری شادی ہوئی تو حضرت خواجہ بارات میں ساتھ گئے اور اس دوران ایک وقت کا تمام بارات کو کھانا بھی دیا۔ حضرت اقدس دہڑویؒ کے سسر صاحب سے حضور کا بڑا یارانہ تھا اکثر دہڑ شریف تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں تاندلیانوالہ کے نزدیک انکے گاؤں میں ٹھہر جاتے۔ تھکاوٹ ہوتی یا شام ہو جاتی تو وہیں قیام فرماتے وہ اپنے گاؤں کے امام مسجد اور خطیب تھے۔

جانثاری کے انوکھے واقعات

☆نہر میں چھلانگ لگانا:۔ یہ واقعہ تواتر سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ اپنے تبلیغی دورے سے واپسی پر زینالہ خورد سے جب دہڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے تو ساتھ ہی بڑی نہر کے پُل سے گزرتے ہوئے آپ نے دیکھا کافی دُرویش پیچھے ذوق وشوق کی باتیں کرتے چلے آ رہے ہیں مگر حضرت خواجہ ان میں نہیں کہیں پیچھے ہیں (آپ وضو کے لیے کنارے پر ٹھہر گئے تھے) تب حضرت دہڑویؒ نے دُرویشوں کا امتحان لینے کے لیے فرمایا ''جو اس نہر میں چھلانگ لگائے گا وہ رب کو پالے گا'' دُرویشوں نے چپ سادھ لی اور محبت و شوق کی باتیں بھول گئے کچھ نے ایک دوسرے سے سرگوشی کے انداز میں کہا حضور کا فرمان برحق ہے جب مر جانا ہے تو خدا کو پانا ہے زندہ سلامت اس نہر سے کون باہر آئے گا۔ کسی نے چھلانگ نہ لگائی اور نیچے سَر کیے چلتے رہے۔ حضرت خواجہ وضو کر کے نہر پر پہنچے تو دُرویشوں کی سرگوشیوں سے اندازہ لگایا کوئی خاص بات ہوئی ہے ایک دُرویش سے پوچھا تو اُس نے من وعن فرمان شیخ کہہ سنایا آپ نے فرمایا افسوس ہے ہاتھ آئی نعمت وصول نہ کی اور اُسی وقت نہر میں چھلانگ لگا دی، نہ جوتا اُتارا نہ دستار کسی کو دی جیسے کھڑے تھے نہر میں کود گئے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے

پانی میں کسی کے گرنے کی آواز سُنی تو ماجرا دریافت فرمایا۔ دُرویشوں نے بتایا حضرت خواجہ حافظ صاحب نے چھلانگ لگادی ہے۔ فرمایا وہ تو پیچھے وضو کر رہا تھا تم میں شامل نہیں تھا تب ہی میں نے یہ کہا تھا ایک دُرویش نے عرض کی انہوں نے شامل ہو کر مجھ سے پوچھا میرے عرض کرنے پر انہوں نے چھلانگ لگادی۔ سب پریشان ہو گئے۔ مزید پریشانی بڑھی کہ جب سے آپ نے چھلانگ لگائی۔ سر نہیں نکالا جیسے نیچے ہی بیٹھ گئے ہوں۔ حضور کنارے پر چل پڑے دُرویش بھی اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کوئی نصف ایکڑ پل سے آگے جا کر حضرت خواجہ نے پانی سے باہر سَر نکالا لیکن دستار ویسے ہی بندھی ہوئی تھی۔ تب دُرویشوں کی جان میں جان آئی۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا اب باہر آجاؤ کچھ نعمت دوسروں کے لیے بھی رہنے دو۔ عرض کی میرے جسم میں بہت حرارت ہے۔ اسطرح لگتا ہے پانی سے باہر نکلا تو جل جائے گا فرمایا کچھ نہیں ہو گا لہٰذا آپ نکل کر قدمبوس ہوئے حضور نے آپ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا۔ میں نے تو تمہارے پیر بھائیوں کا امتحان لینا چاہا تمہارا عشق تو میں جانتا ہوں۔

حضرت خواجہ اکثر فرمایا کرتے ''خداوند کریم کو پانا کوئی مشکل بات نہیں اپنی جان اُس پر تصدق کر دو۔ وہ تمہیں اپنی معرفت کا جام پلا دے گا یہ مقام ذکر و وظائف اور پڑھنے پڑھانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ سروار نے سے حاصل ہوتا ہے۔ حضور اپنے ایک شعر میں بھی فرماتے ہیں۔

علم کتاباں دُور دساون یار دسے ہر جائی نی
گھت کلاوے ماہی ملیا جد عشق دی پھاہی لائی نی

☆ **ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را:۔** حضرت اقدس دہڑویؒ کا اپنے بھائیوں کے ساتھ تنازعہ رہتا تھا ایک مرتبہ گاؤں والی حویلی میں چاروں بھائی اکٹھے تھے بڑے بھائی صاحبان کا آپ کو ضرر پہنچانے کا ارادہ ہوا۔ یہ بات کہیں سے باہر دُرویشوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ انہوں نے سوچا یہ بھائیوں کا معاملہ ہے ہم دخل اندازی نہیں دیتے ہم غلام ہیں بادشاہوں کے معاملات میں ہمارا کیا کام۔ جونہی یہ خبر حضرت خواجہ کو ہوئی تو آپ نے عصاء پکڑا اور چار دیواری پھلانگ کر اندر آگئے اور اپنے پیر و مرشد کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر کسی کی ہمت ہے تو آگے آئے جس نے حضور کی طرف انگلی اٹھائی میں وہ کاٹ کے رکھ دوں گا۔ حضور کے بڑے بھائی سید حسین شاہ صاحب نے کہا حافظ صاحب! تم اُمتی ہو اور ہم سید ہیں۔ تمہیں ہمارے بیچ نہ آنا چاہیے۔ تو حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا۔ بھائی صاحب! یہ تم سیدوں سے دو آنے اوپر سید ہے اور یہ بیت پڑھا۔

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را اوست سید جملہ موجودات را

(جو شخص بھی جمالِ خداوندِ کریم کا عاشق ہے۔ وہی تمام موجوداتِ عالم کا سردار ہے)

حضرت خواجہ بڑے نڈر اور تیز طبع تھے۔ حضور کے برادران معاملہ کی نزاکت سمجھ گئے اور بات رفع دفع ہو گئی۔

☆حُور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا:۔ خلیفہ میاں محمد رمضان (سکنہ علی پور) بتایا کرتے ایک مرتبہ دھڑ شریف میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حضرت اقدس دھڑویؒ پر دورانِ محفل ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے بہ آوازِ بلند فرمایا "جس نے جنت میں جانا ہے ہاتھ کھڑا کرے" تمام دُرویشوں نے ہاتھ کھڑے کیے مگر حضرت خواجہ پہلے سے بھی قدرے جھک کر بیٹھے رہے۔ حضرت اقدس دھڑویؒ نے فرمایا "ایسے مجھے پتہ نہیں چل رہا۔ جنہوں نے جنت میں جانا ہے وہ کھڑے ہو جائیں۔" حضرت خواجہ کے علاوہ سب دُرویش کھڑے ہو گئے۔ تب حضور نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا "حافظ صاحب! میں دیکھتا رہا ہوں نہ آپ نے ہاتھ کھڑا کیا اور نہ خود کھڑے ہوئے۔ کیا تمہیں جنت کی ضرورت نہیں؟" حضرت خواجہ نے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی "حضور! میں آپ کا مرید ہوں جنت کا نہیں" حضرت اقدس دھڑویؒ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا "پھر یہ سب تو جنت کے مرید نکلے میرا مرید تو صرف ایک تو ہی ہے" اور اُٹھ کر آپ کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

حُور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا

☆ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت:۔ حضرتِ اقدس دھڑویؒ ایک مرتبہ عرس پر بلوآنہ تشریف لائے۔ حضور تانگہ پر سوار تھے۔ حضرت خواجہ اپنے والدِ ماجد اور بڑے بھائی کے ہمراہ شرف دست بوسی حاصل کرنے لگے تو حضور نے فرمایا "حافظ صاحب! یہ آپ کے والد صاحب اور بڑے بھائی ہیں؟" حضرت خواجہ نے عرض کی "حضور! میرا سب کچھ تو اس تانگہ میں ہے اور کوئی رشتہ ناتہ میں نہیں جانتا" آپ کے اس جملہ پر حضور بڑے مسرور ہوئے۔

عشق آن شعلہ ایست کہ چوں بر فروخت — ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق ایک ایسا شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑکتا ہے تو معشوق کے علاوہ سب کچھ جلا ڈالتا ہے)

آزمائش کے ایام

حضرت خواجہ جس قدر بارگاہِ شیخ میں قریب ہوتے گئے۔ سابقہ مقربین کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے اور آہستہ آہستہ آپ کے ساتھ رقابت میں اضافہ ہونے لگا۔ حضرت خواجہ جب دھڑ شریف حاضر ہوتے اکثر رات کو دُرویشوں، پیر بھائیوں کا آپ کی خدمت میں جمگھٹا لگا رہتا۔ جو صرف تعلیم و تربیت کے لیے ہوتا لیکن رقابت کا بھوت جن کے سروں پر سوار ہو چکا تھا وہ اس کی طرح طرح سے غلط تعبیریں لیتے اور کہتے دھڑ شریف میں جو دُرویش آتے ہیں اُن کا اعتقاد و یقین حضرت خواجہ پر شیخ کی نسبت زیادہ ہے اور اب وہ بلوآنہ شریف بھی یہاں سے جانے لگے ہیں لہٰذا حضرت خواجہ کی دربار شریف آنے پر پابندی لگا دی جائے اور پیر بھائیوں کو بھی روکا جائے کہ

اِن کے پاس نہ جائیں۔اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ نئے ،پرانے پیر بھائیوں کے علاوہ حضور کے خلفاء بھی اکثر حافظ صاحب کے اردگرد گھومتے ہیں۔جیسے اُنہی کے مرید ہوں۔صبح وشام کی شکایات سے حضرت اقدس دہڑویؒ نے خلفاء کوطلب فرمایااور اِسکی وجہ دریافت کی۔سب ادب کی وجہ سے خاموش رہے۔البتہ میاں غلام رسول سمور نے دست بستہ عرض کی ''جناب یہ محض شکایات ہیں۔ہم لوگ اور حضرت حافظ صاحب بھی جناب کے ہی غلام ہیں۔رہی بات ان کی صحبت کی تو ہمیں ان کی گفتگو سے بڑی جلدی سمجھ آجاتی ہے اس لیے ہم ان کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ورنہ وہ بھی حضور کے مرید ہیں۔اورہم بھی،اگرچہ اس وقت حضرت اقدس دہڑویؒ اُن کے جواب سے خوش ہوگئے لیکن بعض عناصر کی طرف سے اٹھے ہوئے حسد وعناد کا یہ طوفان برقراررہا۔یادرہے حضرت اقدس دہڑویؒ کے ساتھ بھی فتح پور شریف اور حضرت شیر یزدانی کے ساتھ پیر محل شریف بعض حضرات کی رقابت کا یہ سلسلہ رہاہے۔جس کا ذکر حضرت اقدس دہڑوی نے اپنی کتاب ''تحفہ عرفانی'' کے صفحہ نمبر 144 پر بھی فرمایاہے)

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے
تیرا کرم ہے چُنا مجھ کو امتحاں کے لیے

اورایک طویل عرصہ تک آزمائش کا یہ سلسلہ جودرحقیقت آپ کی روحانی تربیت کے لیے ضروری تھا چلتا رہا۔لیکن حضرت خواجہ کے اخلاص میں کبھی فرق نہ آیا۔آپ پر جس قدر آزمائش کے دَر کھلے اُسی قدر ثابت قدمی آپ کا شعاراورشیوہ رہا۔سومیل پیدل سفر طے کرکے دہڑ شریف پہنچتے تو بطور آزمائش حضرت دہڑویؒ کا دُرویشوں کوحکم ہوتا۔حافظ صاحب کودربار کے اندر نہیں آنے دینا باہر سے نکال دینا۔وہی ہوتا کہ ہفتہ،عشرہ بھوکے،پیاسے دربارِ شیخ کے باہر بیٹھے رہتے۔اندرآنا منع تھا۔دہڑ شریف گاؤں کے رہنے والے لوگ اظہارِ ہمدردی کے لیے آتے کچھ دلجوئی کرتے کچھ طعنہ زنی کرتے کہ اتنا سفر طے کرکے آتے ہواورآگے دربار شریف میں تمہیں جانے کوئی نہیں دیتا۔خوبصورت ہونوجوان ہو،حافظ ہو،عالم ہو۔تمہیں اتنے طویل راستہ میں کوئی اور پیر نظر نہیں آتا صرف یہی پیر مِلا ہے جوتم سے اسطرح پیش آتا ہے؟ طرح طرح کی باتیں کرتے۔

حضرت خواجہ فرماتے پیرتو راستے میں بہت ملتے ہیں مگراس جیسا کوئی نہیں۔اور ہمیشہ یار کی دہلیز پر پڑے رہے۔ایک مردِ عارف نے کیا خوب فرمایاہے۔

بیٹھ گئے کمر کو کھول یار کے در پہ جم گئے
لاکھ کہے، سنے کوئی ،دیکھیں ہمیں ہٹائے کون

کئی مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ فرماتے حافظ صاحب کوکچھ نہ کہنا البتہ اس کے مرید جوبھی ساتھ ہوں انہیں اسقدر مارنا کہ پھر کبھی اِدھر کا رُخ نہ کریں۔دُرویش آپ کے ہمراہیوں کی اس قدر پٹائی کرتے کہ خلیفہ میاں

فیض احمد اور کئی قریبی دُرویش بیہوش ہو جایا کرتے لیکن آپ پر ان تکالیف کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جس قدر آزمائش زیادہ ہوتی آپ کے عشق میں مزید نکھار پیدا ہوتا خود اپنے مریدوں کی مرہم پٹی کرتے۔ جو آپ کو سائیکل پر بٹھا کر دہڑ شریف لاتے واپسی پر حضرت خواجہ انہیں بٹھا کر لے جاتے یعنی وہ سائیکل چلانے کے قابل نہ رہتے پیر بھائیوں پر بھی حضور سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بڑی آزمائشیں آئیں لیکن جن پر عشق کی لذت چھائی ہوئی تھی انہیں یہ سب کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ البتہ اِس دوران حسد و رقابت رکھنے والا طبقہ اپنی موج مستی کا میلا لوٹتا رہا۔

☆ خلیفہ میاں خان محمد بلوچ نے مجھے بتایا ایک مرتبہ میلاد النبی والے عرس سے پہلے آپ حاضر ہوئے تو شام کا وقت ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا۔ حافظ صاحب دربار شریف سے نکل جاؤ اور کسی آدمی کے سامنے نہ آنا (یعنی کوئی آدمی تجھے نہ دیکھے) آپ نے سوچا جس طرف بھی جاؤں گا اُدھر لوگ نظر آئیں گے۔ دربار شریف سے باہر مشرق کی جانب حضور کا باغیچہ تھا جس کے چاروں طرف کچی دیوار بنائی گئی تھی۔ باغیچہ کو پانی دینے کے لیے ایک طرف سے دیوار کے نیچے سے ایک چھوٹی سی پُل سات، آٹھ فٹ طویل بنائی ہوئی تھی۔ جس سے پانی باغیچہ کو لگایا جاتا تھا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ اُس پُل کے نیچے گُھس گئے۔ اور دو دن اور دو رات اُسی ٹھنڈے پانی والی پُلی کے نیچے پڑے رہے۔ تیسرے دن میاں محمد بخش لانگری باغیچہ کو پانی لگانے کے لیے آیا تو دیکھا اُس پُل سے پانی آگے گزر نہیں رہا۔ اُس نے سمجھا شاید کوئی لکڑی یا تنکے پھنسے ہوں گے لہٰذا بھیڑ بکریوں والا ایک ''ڈھانگا'' (جس سے درختوں سے پتے شاخیں نیچے گرائی جاتی ہیں) لے آیا پُلی صاف کرنے کے لیے نیچے جُھکا تو وہاں کوئی آدمی پڑا نظر آیا جو سردی کی وجہ سے بے حس و حرکت پڑا تھا۔ دربار شریف پر میلاد النبی کے دن قریب تھے اس نے سمجھا کوئی دشمن کسی کو قتل کر کے پُل کے نیچے چھپا گیا ہے۔ بھاگا بھاگا حضرت اقدس دہڑویؒ کی بارگاہ میں پہنچا اور یہ واقعہ کہہ سُنایا۔ حضور بمعہ دُرویشوں کے وہاں تشریف لائے۔ پُلی سے جب آدمی کو نکالا گیا تو وہ کوئی اور نہ تھا بلکہ حضرت خواجہ تھے۔ دُرویش رونے لگ گئے جسم بالکل بے حس و حرکت تھا فوراً آگ جلائی گئی کافی دیر بعد آپ کے جسم میں حرکت آئی لیکن ہاتھ آنکھوں پر تھے۔ تا کہ کسی آدمی پر نظر نہ پڑ جائے۔ حضرت اقدس دہڑوی کا حکم ہوا تب ہاتھ آنکھوں سے ہٹائے۔ کہ حضور کی حکم عدولی اور نافرمانی سرزد نہ ہو جائے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ پر کافی دیر رقت طاری رہی۔ اور آپ کا سر انور اپنی گود میں لیے بیٹھے روتے رہے۔

سَر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مَر جانے کو
کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

(میں نے یہ واقعہ ایک مرتبہ جب حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو سنایا تو آپ نے فرمایا میں نے بھی پہلی بار سُنا ہے کسی اور سے نہیں سُنا)

گویا جس قدر بھی آزمائش کے دن آپ نے دیکھے حضرت خواجہ پر فیض کا دریا اُمڈ آیا اور پیر و مرشد کی باطنی توجہ اور الطاف کریمانہ میں کبھی فرق نہ آیا۔

☆ انہی ایام کا ایک واقعہ خلیفہ دہڑوی ؒ میاں نور محمد ڈھوٹ کی اہلیہ مائی دین بی بی نے مجھے کچھ اس طرح سُنایا کہ ایک مرتبہ لنگر خانے میں حضرت اقدس دہڑوی ؒ کافی سارے دُرویشوں کی موجودگی میں حضرت خواجہ پر اظہارِ ناراضگی فرما رہے تھے۔ میں بھی وہاں کام کر رہی تھی۔ حضرت اقدس دہڑوی ؒ جس قدر آپ کی سرزنش فرماتے حضرت خواجہ دست بستہ آنکھیں بند کیے وجد میں جھوم رہے تھے۔ کچھ دیر کے لیے حضور کی کرم نوازی سے میری آنکھوں کے سامنے حقیقت کا منظر کچھ اس انداز میں ظاہر ہوا۔ کہ ''سُفید نورانی کرنیں اوپر سے بارش کی طرح حضرت خواجہ پر برس رہی ہیں'' یہ دیکھ کر میں ہنس پڑی کہ دیکھو حضور نے کیا پردہ بنایا ہوا ہے۔ اور اظہارِ ناراضگی کی اوٹ میں فیض کا نزول فرما رہے ہیں۔ حضرت اقدس دہڑوی ؒ نے میرا مسکرانا دیکھ لیا۔ کچھ ہی دیر بعد اچانک ہمیں دربار شریف سے نکال دیا۔ اور عرصہ سات سال حضور ہم پر ناراض رہے جب بھی معافی کے لیے عرض کرتے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتے ہمیں بھی اصل وجہ ناراضگی معلوم نہ ہوئی بلکہ بعض برادری کے معاملات کی وجہ سمجھتے رہے۔ سات سال بعد جب ہمیں معافی ہوئی تو خود پوچھا کس وجہ سے تم لوگوں پر میں ناراض تھا۔ ہم نے اپنے اپنے خیال کے مطابق عرض کیا فرمایا بالکل نہیں۔ ''جب ہم حافظ صاحب سے بظاہر اظہارِ ناراضگی کر رہے تھے اور اصل میں اُن پر خُوش ہو رہے تھے۔ اور انہیں توجہ دے رہے تھے لوگوں کو معلوم نہیں تھا لیکن تم پر انکی حالت عیاں ہو گئی تم نے مسکرا کر پردہ فاش کرنا چاہا۔ ہم نے سمجھا دوسرے دُرویشوں کو بھی تم بتا نہ دو ہم نے تمہیں دربار سے ہی نکال دیا۔''

بعد ازاں فرمایا ''جن مریدوں پر مرشد ہر وقت خوش رہے اور اظہارِ محبت ہوتا رہے وہ اپنے آپ کو پُل صراط پر سمجھیں۔ کہ پتہ نہیں کس وقت دوزخ میں جا گریں گے۔ لیکن دھکے دھوڑے کھانے والے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ ہم نے بھی اپنے پیر خانہ میں بڑی آزمائشیں دیکھی ہیں۔ تب جا کر نعمت پائی ہے۔ کئی مرید اپنے شیخ کی محبت کو غلطی سے چُھٹی سمجھ کر پیر و مرشد کا طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں اور ظاہر و باطن میں پست ہو گئے۔ اگر کسی کی حالت کا تمہیں پتہ چل جائے تو ہمراز بنے رہیے۔ کسی کا پردہ نہ کھولیے اور خود نمائی بھی نہ کریئے۔ جنہوں نے اپنی تعریف کی سب سے بڑے نادان وہی ہیں۔ انہیں عقل مندی کا پتہ ہی نہیں اور ہم حافظ صاحب پر ناراض نہیں ہیں۔ یہی تو میری زندگی کا کھٹیا، وٹیا (کمائی) ہیں۔ ان باتوں میں بہت راز پنہاں ہیں۔''

گویا اس چراغ کی روشنی کو مزید جلا بخشنے کے لیے حضور نے بھی ایک عرصہ یہ رویہ اختیار کیے رکھا۔

خبر اس کی نہیں ان خام کارانِ محبت کو
اسی کو دُکھ بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

پیرومرید کے رازونیاز

حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کو اپنے خلیفہ حضرت خواجہ پر بہت ناز تھا اور والہانہ لگاؤ تھا۔ حضرت خواجہ کو بھی اپنے مرشد پاک سے کمال عشق تھا۔ لیکن تعلیم وتربیت کی خاطر کئی بار حضرت اعلیٰ دہڑویؒ نے آپ کو آزمائشوں میں ڈالا۔ ایک مرتبہ حکم دیا کہ حافظ صاحب تم میرے آستانہ پر نہیں آسکتے۔ حضرت خواجہ پر یہ دن بڑے کٹھن اور تکلیف دہ تھے ان دنوں حضرت خواجہ پر عجیب محویت اور استغراق طاری تھا۔ مرشد کے دیدار کے بغیر کئی دن گزر جاتے تو آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔

بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں کہ ایک دن گھر میں حضور قبلہ عالمؒ منگانوی لیٹے ہوئے یہ ماہیا پڑھ رہے تھے۔

سونے دا رکل ماہیا   روٹھے نوں منالیساں متھے لگن دی ڈھل ماہیا

یہ الفاظ جب حضرت خواجہ نے سُنے تو آپ کے عشق ومحبت کے فراق نے جوش مارا اور قریب آکر فرمایا کرم حسین میرا یار بھی مجھ سے روٹھ گیا ہے کیا تم اسے منالوگے آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور بے ساختہ بولے کیوں نہیں ابا جان ایک دفعہ مجھے ساتھ لے جائیں پھر دیکھیں میں کیسے مناتا ہوں۔ حضرت خواجہ خوشی خوشی فوراً تیار ہو گئے۔ حضور قبلہ عالمؒ کو ساتھ لیا اور دہڑ شریف جا پہنچے چپکے سے دربار شریف میں داخل ہو گئے ۔ کسی نے حضرت اعلیٰ کو شکایت کی کہ آپ نے حضرت خواجہ کو دربار شریف سے نکالا تھا لیکن وہ پھر آ گئے ہیں۔ حضرت اعلیٰ دہڑویؒ نے حکم دیا کہ حافظ صاحب سے کہو دربار شریف سے چلا جائے۔ حکم ملتے ہی حضرت خواجہ نے حضور قبلہ عالمؒ کو ساتھ لیا اور واپس چل پڑے راستہ میں شفیق ومہربان باپ نے بیٹے کی انگلی پکڑ رکھی تھی اور آنسو جاری تھے۔ حضور قبلہ عالمؒ بار بار فرماتے ابا جان! حضور آپ سے ناراض تھے مجھ سے ناراض تو نہیں تھے بھلا مجھے کیوں نکال دیا۔

کسی دُرویش نے یہ باتیں سُن لیں اور آکر حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کو بتائیں۔ آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ حافظ صاحب کے ساتھ کرم حسین بھی تھا جاؤ لنگر کا تانگہ لے جاؤ جہاں ملیں انہیں واپس لے آؤ اور انہیں میرا پیغام دو کہ تمہیں معافی ہے۔ حضرت خواجہ اور حضور قبلہ عالمؒ ابھی دو تین میل ہی چلے ہونگے کہ تانگہ لے کر دُرویش پہنچ گئے معافی کی خوشخبری سنائی دربار شریف پر واپس لے آئے جونہی حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کے سامنے ہوئے تو آپ نے خصوصی محبت اور دلداری کے انداز میں فرمایا "کرم حسین ہم سے تیرا بھار اٹھایا نہیں گیا لہٰذا تیرے والد کو معافی دیتے ہیں اور یہ معافی ہمیشہ کے لیے ہے۔ آئندہ زندگی بھر تیرے والد سے ناراض نہ ہونگے۔" حضرت خواجہ نے ڈوبتی ہوئی آنکھوں سے حضور قبلہ عالمؒ کی طرف دیکھا تو آپ کی خاموش زبان سے نکلا۔ "رُٹھے نوں منا لیساں متھے لگن دی ڈھل ماہیا"

حضرت خواجہ کے ذریعے ایک خلیفہ پر عتاب:۔ خلیفہ میاں نور محمد ڈھوٹ نے ایک مرتبہ مجھے بتایا۔ دہڑ شریف میلاد النبی کے موقع پر حضرت اقدس دہڑویؒ کے ایک معروف خلیفہ صاحب جنہیں ہمیشہ اپنے کلام پر ناز تھا۔ دورانِ محفل حضور کی موجودگی میں دُرویشوں پر سوالات کرنے لگے دُرویش حضور کے ادب سے خاموش رہے حضرت اقدس دہڑویؒ کو ان کی یہ نازیبا حرکت پسند نہ آئی اور حضرت خواجہ کو اشارہ فرمایا۔ آپ حسب ارشاد کھڑے ہو گئے اور خلیفہ صاحب کے تمام سوالات کا جواب اس قدر فصیح و بلیغ انداز میں فرمایا کہ خلیفہ صاحب کی زبان بند ہو گئی آخر میں آپ نے چند سوالات کے جوابات جب بھری محفل میں خلیفہ صاحب سے دریافت کیے تو انہیں کوئی جواب نہ آیا اور اپنی خجالت مٹانے کے لیے حضرت اقدس دہڑویؒ سے کہنے لگے حضور نے ہماری خدمات کا پاس نہ رکھا اور اس سے بھری محفل میں میری ہتک (بے عزتی) کروائی ہے اپنی بے ادبی بھول گئے اور خود ہی ناراض ہو کر چلے گئے۔

حضرت اقدس دہڑویؒ کی حضرت خواجہ سے محبت و عنایت

اب میں حضرت خواجہ سے ان کے پیر و مرشد حضرت اقدس دہڑویؒ کی خصوصی محبت و عنایت کے بعض واقعات سپردِ قلم کرتا ہوں تا کہ قارئین پر واضح ہو۔ اس قدر آزمائش کے باوجود حضرت دہڑویؒ کو حضور کس قدر عزیز تھے۔

محبت ، محبت ، محبت ، محبت
محبت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے

☆ ایک مرتبہ حضرت خواجہ دہڑ شریف میں فرض نماز کی جماعت سے رہ گئے۔ کچھ حضرات جو در پردہ حسد و رقابت رکھتے تھے بڑے خوش ہوئے کہ آج دیکھیں کیسے بچیں گے دہڑ شریف دستور تھا جو نماز کی جماعت سے رہ جاتا اسے بطورِ سزا پانچ جوتے لگائے جاتے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ سے شکایت ہوئی آپ نے سب کو طلب فرمایا۔ تو معلوم ہوا صرف چند آدمی جماعت میں شامل تھے کافی سارے دُرویش جماعت سے رہ گئے ہیں۔ حضور نے سب کو علیحدہ علیحدہ کھڑا کروایا تو اکثریت نماز کی جماعت سے رہ گئی تھی۔ چہ جائیکہ آپ رہنے والوں پر ناراض ہوتے آج حضور با جماعت نماز پڑھنے والوں پر ناراض ہوئے انہیں کان پکڑوا کر فرمایا۔ ابھی تک حافظ صاحب اور پیر بھائی بھی بیشتر مسجد نہ پہنچے تھے تم نے جلدی کیوں کی اور ان کا انتظار کیوں نہ کیا؟ طرفہ تماشا یہ ہوا کہ حضرات کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور گنگا الٹی بہہ گئی جماعت میں بھی شامل ہوئے اور مرمت بھی ہوئی۔

نہ گرے اُس نگاہ سے کوئی اور اُفتاد کیا ، مصیبت کیا

جاتے ہوئے یار کو نہ دیکھوں:۔ میں نے بزرگ دُرویشوں کی زبانی سُنا کہ دہڑ شریف سے حضرت خواجہ کو جب اجازت ہوتی تو حضرت اقدس دہڑویؒ کے چوبارہ پر سڑک کی جانب ایک کھڑکی تھی۔ حضور دُرویشوں سے

فرماتے اسے بند کر دو تا کہ حافظ یار کی جاتے ہوئے میں پیٹھ نہ دیکھوں اور پھر خود دُرویشوں سے پوچھتے اب کہاں پہنچا ہے؟ اب کہاں پہنچا ہے جب دُرویش کہتے حضور اب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں تو فرماتے اب کھڑکی کھول دو اور آپ کی مفارقت میں آنسو بہنے لگتے۔

قصداً جو گرفتارِ محبت نہیں ہوتا وہ دل ہی خیال اپنی طبیعت سے بَری ہے

حضرت خواجہ کی خدمت کا صلہ:۔ حضرتِ اقدس دہڑویؒ جب حضرت خواجہ کے چہلم پر تشریف لائے تو آپ نے پوچھا میں نے سُنا ہے میاں محمد مراد کے دو بیٹے عبدالعزیز و محمد اُمیر میرے حافظ یار کی خدمت میں اکثر رہے ہیں لہٰذا کون زیادہ عرصہ ان کی خدمت میں رہا ہے۔ میاں عبدالعزیز خان نے دست بستہ عرض کی حضور مجھے حضرت حافظ پاک کی نوکری کا شرف زیادہ حاصل رہا ہے۔ حضور نے واپسی پر بطورِ صلہ انہیں خلافت عطا فرمادی کہ یہ حافظ یار کی خدمت کا تمہیں انعام ہے۔ یعنی حضرت خواجہ کے خدمت گزاروں پر بھی حضرت اقدس دہڑویؒ کی یہ عنایت تھی۔ میری دادی اماں فرمایا کرتیں۔ یہ دونوں بھائی کافی عرصہ حضور کی خدمت میں رہے حضرت خواجہ کو دہڑ شریف گئے ہوئے جب کافی دن گُزر جاتے تو یہ دونوں لنگر خانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ کافیاں پڑھا کرتے۔

نت کانواں نوں چُوریاں پانواں منتاں مناں تیریاں
جلدی جلدی آ وے سائیاں توں کیوں لائیاں دیریاں

یار کی ہر ادا پیاری ہے:۔ خواجہ نور محمد دُرویش بتایا کرتا۔ دہڑ شریف دربار کے احاطہ میں بھی حُقہ لانے کی اجازت نہ تھی۔ اس قدر حضرت اقدس دہڑویؒ حُقہ سے نفرت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے پوچھا نور محمد! کبھی حافظ یار نے بھی حُقہ پیا تھا؟ میں نے عرض کی آپ حُقہ نہیں پیتے تھے۔ البتہ جب گجرات والے لوگ مرید ہوئے تو وہ حُقہ کے بڑے رسیا تھے لہٰذا بلو آنہ شریف ان کی آمد کے بعد ایک حُقہ رکھ لیا گیا۔ صرف ایک دو مرتبہ جب میں ان کے لیے حُقہ تیار کر کے لایا تو ان کی دلجوئی کے لیے حضور نے بھی ایک، دو کش لگا لیے ورنہ آپ کبھی نہیں پیتے تھے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا پھر تم ہی جاؤ ایک اچھا سا حُقہ تازہ بنا لاؤ۔ ہم بھی زندگی میں ایک دو کش حافظ یار کی خاطر لگالیں۔ میں حُقہ تازہ کر کے حاضر ہوا تو آپ نے اُس روز زندگی میں پہلی اور آخری بار حُقہ کے ایک دو کش لگا کر واپس کر دیا۔

بادۂ صد سالہ در مینائے شاں
مستیٔ پارینہ در صہبائے شاں

(ان کی صراحی میں سو سالہ شراب بھری ہے، اور ان کی شرابِ انگوری میں پُرانی مستی موجود ہے)

حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے خصوصی محبت:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ میرے والد صاحب قبلہ کے وصال کے بعد میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ مجھ پر ہمیشہ میرے والد صاحب جیسی محبت وشفقت فرمایا کرتے۔ جب میں حاضر خدمت ہوتا تو مجھے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتے اور پیار فرماتے ہمیشہ لوگوں سے میرے متعلق پوچھتے رہتے اور ہر طرح کا خیال رکھتے جب حاضرِ خدمت ہوتا تو میرے سَر سے رومال اُتار کر بالوں کی کٹنگ تک ملاحظہ فرماتے کہ کہیں انگریزی کٹنگ تو نہیں کروائی۔ اور میرے والد صاحب قبلہ کی طرح آپ نے بھی مجھ پر بڑی محنت فرمائی۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ ''کرم حسین! جب میرا وصال ہوگا تو میں قبر میں بھی تمہاری طرف منہ کر کے بیٹھوں گا۔ (تمہیں دیکھا کروں گا) تم اپنے بچوں سے کہہ دینا کبھی دہڑ شریف کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کریں ایسا نہ ہو کہ میں تمہاری طرف منہ کر کے دُعائیں (خصوصی عنایت) مانگوں اور وہ میری طرف منہ کر کے پیشاب کریں'' لہٰذا ہمیں بچپن سے ہی جیسے قبلہ شریف کی سمت کا احترام سکھایا گیا۔ دہڑ شریف کی سمت بھی آج تک ہمارے قلب ونظر میں رہتی ہے۔

حضرت اقدس دہڑویؒ جب تک حیات رہے بلوآنہ شریف عرس پر بہ نفس نفیس تشریف لاتے رہے اور تمام انتظامات کی نگرانی خود فرماتے اکثر ارشاد ہوتا۔ بڑے بڑے امراء و روساء اور خلفاء حضرات مجھے دعوت پر مجبور کرتے ہیں۔ لیکن میں کہیں نہیں جاتا۔ چھوٹا سا بچہ ہے پیر کرم حسین آتا جائے تو جیسے میں جوان ہو جاتا ہوں۔ بڑھاپے کا بھی خیال نہیں رکھتا اور اس کے آگے چل پڑتا ہوں۔ پھر آہیں بھرتے اور فرماتے اِس کے باپ نے آخری دَم تک ہمارے ساتھ یاری نبھائی ہے ہم نے بھی نبھانی ہے وہ آخری مرتبہ جب چل پھر بھی نہ سکتا تھا۔ پالکی پر بیٹھ کر آیا تھا ہم بھی جب تک زندہ ہیں اس کے عرس کا ناغہ نہیں کریں گے۔

حضرت خواجہ کا جب کبھی حضور کی محفل میں ذکر ہوتا تو آنسو مبارک موتیوں کی طرح گرنے لگتے اور فرماتے ''او حافظ یار'' حضور قبلہ عالم جب دہڑ شریف حضرتِ اقدس دہڑویؒ کو بلوآنہ شریف عرس کے لیے لینے جاتے تو آپ رو پڑتے اور فرماتے'' حافظا! میں ساری مریدی وچ تیرے کرمائے توں ودھ کسے نوں نہ سمجھیا''

مجھے دعویٰ نہیں تنہا نبھائی دوستی ہم نے
محبت کو سنبھالا ہے کبھی ہم نے کبھی تم نے

مولانا اسحاق اوکاڑویؒ کی کتاب کا اقتباس:۔ حضرت خواجہ کے پیر بھائی مولانا محمد اسحاق اوکاڑوی نے 1989ء میں ایک کتاب لکھی جس میں بطور تبرک حضرت خواجہ کے بعض حالات بھی قلمبند فرمائے۔ وہ اپنی کتاب ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو دکھانے کے لیے عُرس مبارک پر منگانی شریف بھی لائے۔ اب یہاں پر حضرت خواجہ سے متعلق انکی تحریر من وعن درج کرتا ہوں۔

ایک دفعہ دہڑ شریف سے میاں چنوں کے قریب ایک گاؤں ''وٹوواں'' میں جانا مقصود تھا۔ حضرت اعلیٰ دہڑوی نے چار دُرویشوں کو ارشاد فرمایا جن میں بندہ بھی شامل تھا کہ تم سائیکلوں پر چلے جاؤ ہم لوگ دوسرے روز تقریباً 12 بجے مذکورہ گاؤں پہنچے۔ لہٰذا غسل کرنے اور لنگر کھانے کے بعد دوسرے دُرویش تو آرام کرنے لگے لیکن بندہ اکیلا حضور حافظؒ صاحب کی خدمت میں رہا اور عرض کی جناب! آپ کے پاس کوئی فقیری کی دلیل بھی ہے یا فقط اِلا اللہ ہی کا زور ہے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب آزمالو۔ جاننے والوں کو آزمانا تو نہیں چاہیے لیکن تم یوں کرو کہ مجھے ایک کمرے میں بٹھا کر دروازے، کھڑکیاں بالکل بند کردو اور بیس (۲۰) پچیس (۲۵) آدمی مکان سے باہر جا کر جتنی دیر چاہیں کام کریں۔ پھر تمہیں فقیر بتا دے گا کہ تمام آدمیوں نے جو بھی کام کیا اور جتنے قدم بھی چلے۔ لیکن بندہ نے عرض کیا کہ میں نے کون سے قدم گنے ہوئے ہیں۔ اور میں کیا تصدیق کرسکتا ہوں کہ آپ صحیح ارشاد فرمارہے ہیں یا نہیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ میرا تہبند پاک ہے یا پلید۔ آپ نے فرمایا تیرا تہبند ناپاک ہے کیونکہ اس پر بول (پیشاب) کی ایک چھینٹ پڑی ہوئی ہے۔ (یہ بالکل دُرست تھا) لیکن بندہ نے عرض کیا یہ بھی کوئی فقیری ہے آپ نے فرمایا تم میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو اور ایک مکان میں بٹھا کر دروازہ بند کردو اور ہزاروں آدمی وہاں سے گزارو۔ فقیر تمہیں ہر ایک کے بارے میں علیحدہ علیحدہ آگاہ کرے گا کہ کون اُردو، انگریزی، فارسی یا قرآن مجید پڑھا ہوا ہے۔ کون نیک ہے اور کون بد (برا) کتنے نوجوان اور کتنے بوڑھے ہیں لیکن بندہ نے عرض کیا آپ یہ بتائیں کہ میرے گھر میں کتنی گندم موجود ہے آپ نے فرمایا اتنے من، اتنے ٹوپے اور اتنی پائیاں ہیں۔ (جو کہ بالکل درست تھا حالانکہ میرا گھر وہاں سے بہت دور تھا) پھر بندہ نے عرض کیا کہ آپ نے تو میرے دِل کا خیال جان لیا یہ بھی کوئی فقیری ہے۔ لہٰذا آپ یہ فرمائیں کہ میری بھینس کب بچہ جنے گی آپ نے فرمایا ۱۵ اہاڑ، ۱۲ بجے دن، سٹیو بیر کے نیچے کالے رنگ کا کٹا دے گی۔ جس کے بدن پر کوئی سفید بال نہ ہوگا (چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا) لیکن بندہ نے جان بوجھ کر عرض کیا کہ کیا خبر ایسا ہو یا نہ ہو۔ تو حضور حافظؒ صاحب جو کہ پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے فوراً اُٹھ بیٹھے جلال سے آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ اور فرمایا مولوی صاحب! تو محمدی ولیوں کو کیا سمجھتا ہے؟ اب سے قیامت تک کے حالات سے آگاہ کرسکتا ہوں کیونکہ فقیر انسانی، ہوائی مخلوق نیز حشرات الارض تک ہر ایک کے حالات سے باخبر ہے کہ کب تک زندہ رہیں گے اور کب مریں گے۔ تم کاغذ قلم لے آؤ اور لکھ لو۔ اگر غلطی دیکھو تو کہنا کہ کسی بے دین کی اولاد ہوں (معاذ اللہ ثُمّ معاذ اللہ)۔ چنانچہ بندہ نے عرض کیا حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا بالکل صحیح اور برحق ہے میں تو یونہی دل لگی کر رہا تھا۔ آپ نے ایک آہ بھری اور فرمایا افسوس یہ باتیں بتانے کی نہیں تھیں۔ بعد ازاں فرمایا خدارا مذکورہ باتیں کسی اور سے نہ کہنا لہٰذا بندہ نے ایسا ہی کیا اور آپ کی حیات ظاہرہ میں کسی کو بھی کچھ نہ بتایا لیکن جب آپؒ کا وصال ہوگیا تو میں نے یہ تمام واقعہ حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے ایک

آہ بھری اور فرمایا ''ہاں اُن کا حال ایسا ہی تھا''

عارفِ روم نے کیا خوب فرمایا ہے

بندگانِ خاص علامُ الغیوب

در جہانِ جاں جو اسیسُ القلوب

(بندگان خاص کے لیے غیب، غیب نہیں، وہ مخفی حقیقتوں کو جانتے ہیں اور دل کے چھپے بھیدوں کو پا لیتے ہیں)

پھر بندہ نے حضور حافظ صاحب سے عرض کیا کہ ''جناب! آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بات ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے'' تو آپ نے مختصراً اپنے مرید ہونے سے قبل اور مرید ہونے کے بعد کے واقعات بیان فرمائے کہ پہلے ہم ضلع میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''نواں'' میں رہتے تھے میں نے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر اُردو، عربی، فارسی کی بعض کتابیں پڑھیں، بعدہٗ ماحول اچھا نہ ملا اور ہندوؤں کے ساتھ کئی لڑائیاں ہوئیں ہم انہیں بہت مارتے، پیٹتے۔ انہوں نے انگریز پولیس کو اطلاع دی اور مجھے جیل بھی جانا پڑا۔ ہمارے علاقے میں حضرت فقیر محمد رمضانؒ نام کا ایک مجذوب فقیر آیا۔ جو حضرت قطب عالم پیر مکھڈویؒ کا بھیجا ہوا ابدال تھا۔ وہ کبھی کبھار صرف چائے کی پیالی پیتے تھے میں ان کو دودھ پلاتا ان کے پاؤں دباتا یعنی خوب خدمت کرتا تھا۔ دراصل وہ میرے لیے ہی بھیجے گئے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے تنہائی میں مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی ''میں تو صرف خدا کو چاہتا ہوں'' انہوں نے مجھے دھڑ شریف بھیجا۔ میں دھڑ شریف آیا تو حضرت دھڑوی سرکارؒ نے ارشاد فرمایا ''حافظ صاحب جس نے آپ کو میری طرف بھیجا ہے۔ اُس نے آپ کی سفارش بھی کی ہے'' پھر حضور نے مجھے مرید کر کے اپنے وظائف، پاس انفاس، نفی اثبات، تصورِ شیخ اور مراقبہ سمجھا کر ارشاد فرمایا کہ ''اگر آپ کا لوگوں میں رہنا مشکل ہو جائے تو جنگل میں چلے جانا'' چنانچہ میں جب گھر گیا تو مجھے گھر رہنا بالکل پسند نہ آیا۔ اسی لیے میں جنگل میں چلا گیا۔ میانوالی کے علاقہ میں پہاڑیوں میں پانی کے چشمے ہیں۔ میرے قلب میں اسم اعظم جب زور سے چلا تو بدن میں آگ سی محسوس ہونے لگی۔ تب چشمہ میں پاؤں ڈال کر بیٹھا رہتا۔ جونہی چھ ماہ گزر گئے تو بڑے بڑے سانپ آتے اور میرے سینہ کو سونگھ کر چلے جاتے لیکن مجھے کوئی خوف نہ آتا۔ اسمِ اعظم کا ایسا نشہ تھا کہ نہ معلوم ہوتا کہ میں زندہ ہوں کہ مردہ ہوں تقریباً چھ ماہ بعد میرے شیخِ کامل حضور دھڑویؒ سرکار تشریف لائے۔ اور مجھے ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب! میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کرو۔ چنانچہ بندہ نے تعمیل ارشاد کیا پھر فرمایا۔ آنکھیں کھولو جب میں نے آنکھیں کھولیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضر پایا۔ میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ اپنے دستِ مبارک میں پنکھا لے کر حضور نبی کریم ﷺ کو

جُھل (ہوادے) رہے تھے۔ بعدازاں حضرت دہڑوی سرکار نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا ﷺ! یہ سائل ہے۔ اس پر مہربانی فرمائیں۔" تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے مجھ پر توجہ فرمائی میرے دل کی آنکھ کُھل گئی۔ اس کے بعد کائنات کی ہر چیز مجھے نظر آنے لگی اور میرے وصال کے بعد بھی مجھے ہر چیز نظر آتی رہے گی"

تربیت خواجہ حافظ کا نمونہء کامل (حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)

حضور قبلہ عالمؒ اپنے والد ماجد کی محبت وشفقت، تعلیم وتربیت اور فیضان نظر کا ثمر تھے حضرت خواجہ سفر وحضر میں اپنے نور نظر کو نہ صرف ساتھ رکھتے بلکہ قدم قدم پر نصیحت وتربیت بھی فرماتے جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور لوگ سو جاتے حضرت خواجہ حکم فرماتے جاؤ کرم حسین کو اُٹھا لاؤ۔ حضور قبلہ عالمؒ کو سامنے بیٹھا لیتے کبھی ذکر اور کبھی کافیاں سنتے، اپنے ساتھ نماز تہجد پڑھاتے نوافل، ذکر واذکار کی خود تعلیم دیتے۔ حضور قبلہ عالم صبح ناشتہ کر کے سکول چلے جاتے لیکن سکول سے واپس آکر صرف بستہ رکھنے کی اجازت ہوتی فوراً حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہوتا حضور سے کوئی کتاب پڑھوائی جاتی پھر اس کی تشریح حضرت خواجہ کچھ اس طرح کرتے کہ دن گزر جاتا۔ حضور قبلہ عالمؒ دوپہر کا کھانا اکثر شام کو کھاتے۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے کا وقت بھی بہت کم دیا جاتا۔ سکول سے گھر آتے ہی پہلا کام والد بزرگوار کی مجلس میں حاضر رہنا تھا۔ حضور قبلہ عالمؒ نے کئی بار اس حقیقت کا اعتراف فرمایا کہ "میرے والد نے مجھ پر بڑی محنت کی"۔

☆ **والدین کے تاثرات:۔** جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نور باطن عطا فرمایا تھا وہ حضور قبلہ عالمؒ کو دیکھتے ہی بے ساختہ پکار اُٹھتے یہ اللہ کا ولی ہے۔ حضور قبلہ عالمؒ کے والد بزرگوار اکثر فرمایا کرتے "یہ میرا لڑکا مادری ولی اللہ ہے" حضور کی والدہ ماجدہ سے میں نے خود سُنا وہ فرمایا کرتی تھیں۔ "آپ مادری ولی اللہ تھے بچپن سے ہی ایسی ایسی باتیں کرتے جو بالکل صحیح ثابت ہوتیں جو بھی منہ سے نکالتے وہی پورا ہوتا" لہٰذا حضرت مائی صاحبہ علیہا الرحمت بچپن سے ہی آپ کا بہت اکرام فرمایا کرتی تھیں۔ میری پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں "بچپن سے ہی آپ ہمیں حضور کا نام لے کر نہ بلانے دیتیں بلکہ فرماتیں "سائیں" کہا کرو۔ خلیفہ میاں غلام رسول صاحب مصنف "گل توحید" فرمایا کرتے ایک روز حضور حافظ پاک نے اپنے صاحبزدگان کے بارے ایسے ایسے حالات بیان فرمائے جواب ہم ویسے ہی دیکھ رہے ہیں۔ حضور قبلہ عالمؒ سے متعلق کچھ اسطرح فرمایا "بھائی غلام رسول! یہ میرا لڑکا مادری ولی اللہ ہے۔ اس کا میرے گھر میں پیدا ہونا میرے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا یعنی اس کی ولادت کے کچھ ہی عرصہ بعد میری ملاقات حضرت فقیر محمد رمضان قادریؒ سے ہوئی جنہوں نے میری زندگی ہی بدل کر رکھ دی مجھے اپنے اس لڑکے پر مکمل اعتماد ہے اسی لیے سفر وحضر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔

☆ **زبان فقیر حق کی تقدیر:۔** ایک مرتبہ بچپن میں حضور قبلہ عالمؒ گھر سے کسی بات پر ناراض ہو کر باہر

سڑک کے ساتھ ایک کھال میں آ بیٹھے اور وہیں ریت کے ساتھ کھیلنے لگے یعنی اپنے پاؤں پر ریت ڈالتے پھر اوپر سے اپنے ہاتھوں کو مارتے جب ریت جم جاتی تو نیچے سے اپنا پاؤں نکال لیتے اس شغل میں تھے۔ کہ وہاں سے ایک ماچھی کا گزر ہوا اس نے پوچھا پیر جی یہاں کیا کر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا غرض جاؤ اپنا راستہ لو لیکن وہ وہیں بیٹھ گیا اور بار بار ستانے لگا کہ جب تک یہ نہیں بتاؤ گے میں بھی جاؤں گا نہیں۔ حضور غضب ناک ہوئے اور فرمایا پھر سن لے تیری قبر بنا رہا ہوں۔ وہ ہنس پڑا اور چلتا بنا گھر پہنچ کر لکڑیاں اپنی بیوی کو دیں اور کچھ دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا جب اس کی بیوی کھانا تیار کر کے اسے جگانے آئی تو وہ راہی ملک عدم ہو چکا تھا۔ جب اس واقعہ کا علم حضور حافظ پاکؒ کو ہوا تو فوراً حضور قبلہ عالمؒ کو بلوایا اور بطور تنبیہ فرمایا تم نے ابھی سے یہ کام شروع کر دیے ہیں خبر دار آئندہ کبھی منہ سے ایسی بات نہ نکالنا۔

☆ بارش کا ہونا:۔ میری بڑی پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ ہر طرف قحط سالی تھی اور عرصہ سے بارش نہیں ہو رہی تھی ایک روز حضرت قبلہ عالمؒ سے والد بزرگوار حضور حافظ پاک نے فرمایا ''کرم حسین! دُعا کر بارش ہو جائے کیونکہ تیری دُعا بارگاہِ الٰہی میں رد نہیں کی جاتی'' آپ نے عرض کی پھر ابا جی دیکھتے جائیں ابھی آئی اور اُسی وقت بارش شروع ہو گئی حتیٰ کہ ہم سب مکانوں میں داخل ہونے تک بھیگ گئے۔

☆ تربیتِ اغناء:۔ حضور قبلہ عالمؒ کے والد بزرگوار کو جس قدر آپ سے محبت تھی نگرانی بھی اُسی قدر سخت تھی حضور کی تمام عادات و معمولات کا خود جائزہ لیتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی نگاہ رکھتے۔ لنگر شریف میں عموماً جو کچھ آتا اپنے غریب ہمسائیوں میں بانٹ دیا کرتے اور گھر میں کبھی فاقہ تک نوبت آجاتی مگر آپ کے والد صاحب بہت خوش ہوتے کہ آج تو ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ مائی صاباں (ایک فقیر صفت عورت جس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ لنگر شریف کی خدمت میں گزارا) سے راقم الحروف نے خود سُنا ایک دفعہ گھر میں کچھ نہیں تھا۔ حضور قبلہ عالمؒ ابھی بچے تھے سکول سے آئے تو کھانا مانگا میں نے بتایا آج گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے آپ خاموش ہو گئے جب بھوک نے ستایا تو گھر کے مکانوں میں دیکھنے لگے چکی والے کمرہ میں سے سُوکھی روٹی کا ایک چوتھائی ٹکڑا ملا جسے آپ نے رومال سے صاف کیا اور پانی کے پیالا میں بھگو بھگو کر تناول فرمانے لگے اسی دوران آپ کے والد بزرگوار تشریف لائے۔ حضور کو وہ ٹکڑا کھاتے دیکھا تو سمجھا کہ شاید کہیں سے مانگ کر لایا ہے کیونکہ آج گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے آتے ہی آپ کو ایک تھپڑ مارا۔ حضور ابھی بچے تھے نہ صرف تھپڑ برداشت کیا بلکہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی ''ابا جی! میں آپ کا بیٹا ہوں کسی دنیا دار کا نہیں مجھے یہ ٹکڑا چکی والے کمرہ سے ملا ہے کسی سے مانگ کر نہیں لایا''۔ بس یہ کہنا تھا کہ حضرت خواجہ پر رقت طاری ہو گئی۔ فوراً جھکے اور آپ کو اُٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا بہت روئے اور فرمایا ''بیٹا! میں نے تجھ سے بہت اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں اسی لیے ذرا سختی سے پیش آیا ہوں''

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اَسد اللّٰہی

☆**بچپن سے ہی راہِ فقر طے کرنا:۔** حضور قبلہ عالمؒ نے مقاماتِ فقر کا سفر ابتدائی زمانہ میں ہی طے کر لیا تھا ظاہراً مدرسہ و مکتب میں آپ کو بعد میں داخل کروایا گیا۔ میاں خان محمد بلوچ ساکن چک نمبر 172 سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضور حافظ پاکؒ سے کچھ اس طرح شکایت کی کہ جناب آپ نے پیر کرم حسین کو سکول میں داخل کروا دیا ہے چونکہ بڑے فرزند تھے خود ہی ان کی تربیت کرتے میرا مقصد تھا فقیری کی طرف راغب فرماتے آپ مجھ سے خفا ہوئے اور بڑے جلال سے فرمایا پہلے ہم نے اِسے اپنے مدرسہ (فقر الی اللہ) میں داخل کیا جب یہاں سے پاس ہو گیا تب سکول میں داخل کروایا یعنی پہلے باطنی مدرسہ سے پاس ہوا پھر ظاہری مدرسہ میں داخل کروایا اور مجھے اب اس پر مکمل بھروسہ ہے۔

بلوآنہ شریف میں پہلا عرس

حضرت اقدس دہڑویؒ ہر سال یکم ہاڑ کو اپنے والد ماجد ''حضرت سید میرن شاہ بخاریؒ'' کا عرس لگوایا کرتے تھے بعد ازاں آپ نے یہ تاریخ حضرت خواجہ کو عنایت فرمائی یوں بلوآنہ شریف میں یکم ہاڑ کو عرس ہونے لگا۔ راقم الحروف کی تحقیق اور اس دور کے دُرویشوں کی تصدیق سے یہ بات پورے وثوق کو پہنچی ہے کہ بلوآنہ شریف میں پہلا عرس مبارک یکم ہاڑ بمطابق 15 جون 1949ء بروز بدھ کو لگوایا گیا۔ کھوہ پاک شریف میں حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ کے صاحبزدگان کے رسمِ ختنہ سے واپسی پر حضرتِ اقدس دہڑویؒ وہاں سے سیدھے بلوآنہ شریف آئے۔ دہڑ شریف واپس نہ گئے۔ حضرت خواجہ کے زمانہ میں عرس پر خطاب کے لیے مناظرِ اسلام مولانا قطب الدین جھنگوی اور شیرِ پنجاب مولانا محمد عمر اُچھروی کو بلایا جاتا اُس دور میں آجکل کی طرح لوگوں کو مصروفیات نہیں ہوتی تھی۔ عرس شریف پر جو آتا کئی دن یہاں ٹھہرتا دُرویشوں کی محفلیں گرم رہتیں۔ اور ختم شریف والے دن تو بے انتہا رش ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت اقدس دہڑویؒ یہیں سے اپنے تبلیغی دورے کا آغاز فرماتے جو جھنگ اور شور کوٹ کے نواحی قصبات پر مشتمل ہوتا جھنگ، شور کوٹ کے علاقہ سے اکثر دُرویش بلوآنہ شریف حضرت اقدس دہڑویؒ کے پروگرام سے آگاہی کے لیے جمع ہو جاتے عرس کی حاضری بھی ہو جاتی اور اپنے علاقہ میں حضور کی آمد کا وقت بھی مقرر ہو جاتا میں نے دربار شریف کے بزرگ دُرویشوں کی زبانی سُنا جتنے دن عرس رہتا اور حضرت اقدس دہڑویؒ یہاں بلوآنہ شریف میں قیام پذیر رہتے حضرت خواجہ جوتے نہ پہنتے کبھی ادھر جا رہے ہیں اور کبھی اُدھر حضور کی خدمت میں لگے رہتے جب آپ کی روانگی ہو جاتی تو حضرت خواجہ ایک دن ضرور چارپائی پر رہتے اس قدر تھکاوٹ ہو جاتی تھی لنگر کے خدام پانی گرم کرتے حضور کی مالش کرتے نہلاتے، دھلاتے تب جا کر تھکاوٹ دُور

ہوتی اور حسبِ معمول گفت وشنید اور مجلس شروع فرماتے۔

میاں دانا دُرویش کا مرید ہونا:- قیامِ پاکستان کے بعد کا واقعہ ہے۔میاں دانا قادری (م: 20 جون 1960ء) کو شیخ کامل کے مرید ہونے کا شوق ہوا۔ان کے علاقہ میں گڑھ بغداد (عبدالحکیم) سے ایک شاہ صاحب آیا کرتے تھے انہی دنوں وہ گاؤں اتوانہ تشریف لائے اور مسجد میں خطاب کیا۔یہ مرید ہونے کی نیت سے اُٹھے مگر جب ان کے پاس گئے تو نیت بدل گئی اور دل مطمئن نہ ہوا۔آخر شاہ صاحب سے خود ہی کہنے لگے جناب میں آپ کا مرید ہونے کی نیت سے آتا ہوں مگر جب آپ کے پاس پہنچتا ہوں تو دل مطمئن نہیں ہوتا میرے دِل پر کچھ نگاہ فرمائیں اگر یہ مطمئن ہو جائے تو میں بطورِ نذرانہ ایک اچھی نسل کی گائے جناب کی خدمت میں پیش کروں گا۔شاہ صاحب نے فرمایا میرے مرید ہو جاؤ کام بن جائے گا۔مگر یہ مطمئن نہ ہوئے۔پاس ہی میاں جہاناں موچی بیٹھا تھا۔اُس نے میاں دانا سے کہا ایک بزرگ خواجہ حافظ گل محمد صاحب قادری بلوچوں کی جھوکوں سے تشریف لاتے ہیں جو کلمہ شریف ہی سمجھاتے ہیں۔میں تمہارا مزاج سمجھ رہا ہوں۔تم رات کو دس مرتبہ کلمہ شریف پڑھ کر سینہ پر دَم کر کے سونا۔وہ خود ہی تمہارا بازو پکڑلیں گے۔میاں دانا خوش ہوئے اور کہا یہ ہوئی ناں مَردوں والی بات۔گھر پہنچا اور میاں جہاناں کا بتایا ہوا سبق پڑھا۔پھر کیا تھا دوسرے ہی روز خواب میں حضرت خواجہ حافظ پاک کی زیارت ہوئی۔آپ نے فرمایا ''میاں! تم بڑی گائیں ،بھینیں لوگوں کو دیتے ہو۔میں تمہیں دیکھ لیتا ہوں۔'' صبح ہوئی تو میاں دانا اپنا خواب سنانے کے لیے میاں جہاناں کے پاس ''لالی کے ٹھٹھے'' گیا اور میاں جہاناں سے کہا میں جیسا مرشدِ کامل چاہتا تھا ایسا مجھے مِل گیا۔میرا دل مطمئن ہو گیا ہے۔اَب میرے ساتھ چلو تا کہ مرید ہو آئیں۔میاں جہاناں نے کہا حضور آج سے تیسرے دن یہاں ہمارے گاؤں میں تشریف لا رہے ہیں۔آپ شاہ نکڈر ریلوے اسٹیشن پر اُتریں گے تم اپنا گھر کا کام کاج جلدی ختم کر کے سڑک پر بیٹھ جانا خواب میں تم پہلے ہی زیارت کر چکے ہو۔حضور کے ساتھ ہی یہاں آ جانا۔اور مرید ہونا۔میاں دانا حضور کی آمد والے دن جلدی جلدی کام کاج سے فارغ ہو کر راستے پر آ بیٹھا تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور بھی گھوڑی پر سوار، سَر پر کُلاہ دستار باندھے ہوئے چند دُرویشوں کے ہمراہ تشریف لائے۔میاں دانا ابھی حضور کو پہچان رہا تھا کہ حضور نے خود ہی اُسے مخاطب کر کے فرمایا ''ادھر آؤ۔ابھی بابا کو نہیں پہچانا'' اور ایسی نگاہ فرمائی کہ مصافحہ سے پہلے ہی میاں دانا کا قلب جاری ہو گیا اور وہ گرتا پڑتا حضور کے قدموں سے لپٹ گیا۔اور عرض کی مجھے مرید کر لیں۔حضور نے فرمایا جہاں تم کھڑے ہو یہاں ہندو اپنے مُردوں کو جلاتے رہے ہیں یہ بھی کوئی جگہ ہے گاؤں پہنچ کر تمہیں مرید کریں گے مگر اُس نے کہا مجھ میں ایک لمحہ دیر کا بھی صبر نہیں رہا خدارا مجھے ابھی اپنا غلام بنالیں۔میں جان گیا ہوں آپ جیسا شیخ کامل مجھے آگ سے نکال سکتا ہے۔میری جان نکل رہی ہے مجھے مرید فرمالیں'' اس کا اصرار دیکھتے ہوئے وہیں حضور نے اس

کو بیعت کیا۔ میاں دانا پر وجد طاری ہو گیا اور وہ کیفیت میں تڑپنے لگا۔ حضور گھوڑی سے اُتر آئے اور دُرویشوں سے کہا اسے گھوڑی پر ڈال دو دُرویشوں نے اُسے گھوڑی پر ڈال دیا اور اُسے پکڑ کر چل پڑے حضور بھی آگے آگے چل پڑے اور وہاں سے پیدل "لالی کے ٹھٹھے" آئے۔ گاؤں مذکورہ پہنچ کر دُرویشوں نے میاں دانا کو گھوڑی سے اُتار کر چار پائی پر ڈال دیا۔ اور حضور کا دَم کیا ہوا پانی اُسے پلایا تب اُسے ہوش آیا۔ حضور نے ہنس کر فرمایا۔ تم صرف گائے دیتے تھے میں نے تمہاری اولاد تک لینی ہے۔ میاں دانا نے کہا حضور میرا سب کچھ آپ کا ہے یہ تو حضور کی کرم نوازی ہے کہ آپ نے میرے علاوہ میری اولاد بھی اپنے قدموں میں قبول فرمالی۔ کچھ دیر بعد میاں دانا واپس گھر آیا اپنی اہلیہ اور دونوں بچوں مائی اللہ جوائی عرف مائی حاجن اور ڈاکٹر امیر الدین کو ہمراہ لا کر حضور کا مرید کروایا۔ پھر میاں دانا کی بقیہ زندگی دربار شریف کے راستہ میں گزری۔

ایک مرتبہ موضع اتوانہ حضور دعوت پر میاں دانا کے ہاں تشریف لے گئے وہاں کچھ حاسد لوگ درپے آزار ہوئے اور رائفل لے کر جسطرف سے حضور جارہے تھے پیچھے چل پڑے لیکن جب وہ نصف ایکڑ کے فاصلے پر حضور کے قریب پہنچتے تو اندھے ہو جاتے۔ انہیں آپ نظر نہ آتے حضور گھوڑی پر سوار تھے آپ نے اُن میں سے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تمہاری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں۔ آ میرے ہاتھ پر بیعت کر لے اور اپنی آخرت سنوار لے" لیکن وہ آگے سے غلط بولنے لگا۔ حضور نے فرمایا "بھولے تمہیں خبر نہیں آج کے بعد تیسرے (3) دن تیرے جسم کا گوشت کھجور کے درخت پر لٹک رہا ہوگا۔ اور اُسے پرندے کھائیں گے" پھر اُس کے ساتھی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "آج عذر کا وقت ہے توبہ کر لو۔ ایک وقت تجھ پر ایسا آئے گا جب تیرا سر چھوے کھائیں گے" لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور نامراد ہی واپس ہوئے۔ حضور کا فرمان بعد ازاں پورا ہوا۔ پہلے شخص کے دشمنوں نے تیسرے دن ہی اس پر رائفل سے ایسا فائر کیا کہ اس کے گوشت کے ٹکڑے پیچھے کھجور پر لٹک گئے اور پرندوں نے کھائے اور دوسرا شخص گھر میں سو رہا تھا کہ اس کے دشمنوں نے اُس کا سر کاٹ کر سیم نالہ میں پھینک دیا۔ جسے چھوے کھا گئے۔ اور آج تک اس کا سر نہ مل سکا۔

خوش طبعی:۔ حضرت خواجہ اپنے احباب سے گاہے بگاہے خوش طبعی بھی فرمالیا کرتے لیکن آپ کا مزاح بھی حکمت ونصیحت سے خالی نہ ہوتا ایسے کئی واقعات مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس دھڑویؒ کی اہلیہ محترمہ بیمار ہوئیں تو انہوں نے منت مانی کہ اللہ کریم مجھے شفائے کاملہ عطا فرمائے تو میں قرآن شریف کیلئے نیا غلاف خرید کر دوں گی۔ جب وہ صحت یاب ہوئیں تو انہوں نے اپنی خادمہ کے ذریعہ ایک غلاف مسجد میں بھیجا۔ اس وقت حضرت خواجہ بھی دربار شریف کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ خادمہ کے ہاتھ میں غلاف دیکھ کر آپ نے مسجد میں آنے کا سبب پوچھا تو اس نے تمام ماجرا عرض کر دیا۔ حضرت خواجہ بطور خوش طبعی وہ کپڑا خادمہ سے لے کر اپنے سر پر باندھ

لیا اور فرمایا مائی صاحبہ سے عرض کر دیں کہ آپ کی منت پوری ہوگئی ہے۔ میرے سینہ میں بھی قرآن پاک لکھا ہے۔ اگر میں نے غلاف سر پر باندھ لیا تو کوئی بات نہیں۔ سبحان اللہ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

حاضرِ خدمت دُرویش بڑے محظوظ ہوئے۔ خادمہ نے اندرون پردہ جا کر عرض کیا تو کئی روز یہ قصہ دھڑا شریف معروف رہا۔

ایک مدعیٔ فقر کو نصیحت:۔ حضرت خواجہ ایک مرتبہ ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ وہاں ایک اور پیر صاحب بھی اپنے مریدین کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ حضرت خواجہ سے تعارف ہوا، تو آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ پیر نے بڑے فخر سے حضور کو بتایا کہ ''میں نے ایک طویل عرصہ کی ریاضت سے اپنا نفس مار لیا ہے۔'' آپ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت خواجہ نے اسے جوش دلانے کے لیے کوئی ایسی بات کہی کہ پیر صاحب فوراً بھڑک اُٹھے۔ حضور نے فرمایا ''ناراض ہونے کی بات نہیں میں نے صرف تمہیں دکھایا ہے کہ وہ مَرا نہیں بدستور موجود ہے''۔ وہ بڑے نادم ہوئے۔ حضور نے فرمایا خالی دعوٰی سے بات نہیں بنتی اس کے لیے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔

حضرت خواجہ بلوآنویؒ (کچھ یادیں، کچھ باتیں)

ملک محمد یوسف اعوان سکنہ چک سوم داخلی موضع کگی نو (شورکوٹ) اپنی زندگی کے کچھ ایام حضرت خواجہ کی حضوری میں رہے۔ ان کی بعض یادداشتوں پر مشتمل مضمون جو انہوں نے مجھے ارسال کیا من وعن یہاں درج کرتا ہوں۔

''غالباً 1950ء کا واقعہ ہے بی، اے کے بعد میرے ایک دوست جمال خان بلوچ نے مجھے گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 175 ''کوہڑی دی جھوک'' میں انگلش ٹیچر untrained لگوایا۔ میرے کلاس فیلو میاں خان ولد ہمایوں خان بلوچ کا مکان سکول کے ساتھ تھا۔ انکی بیٹھک میں رہائش پذیر ہوا۔ میاں خان کے چھوٹے بھائی صوفی احمد خان بھی میرے ساتھ رہتے تھے۔ صوفی صاحب قادر بخش شریف پیر سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور نمازی آدمی تھے۔ میں اگرچہ دربار گولڑہ شریف حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ مگر کالج کی فضاء اور وہاں کی سوسائٹی کی وجہ سے نماز کا مکمل عادی نہ تھا۔ ''کوہڑی دی جھوک'' والی مسجد میں جمعہ کا لطف نہیں آتا تھا۔ اس کا شکوہ میں نے صوفی صاحب سے کیا تو انہوں نے کہا ان شاء اللہ اگلا جمعہ چک بلوآنہ میں پڑھیں گے۔ وہاں جو خطاب کرتے ہیں وہ آپ کی قوم اعوان سے تعلق رکھتے ہیں اور سلسلہ قادریہ، قطبیہ میں خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ میں اس وقت ایسی باتوں سے بالکل نابلد اور ناواقف تھا۔ جمعہ پر ہم دونوں بلوآنہ گئے۔ نماز ادا کی بعد از نماز آپ (حضرت خواجہ) اپنی پگڑی گلے میں ڈال کر ایک سائیکل کے کیریر پر دونوں ٹانگیں پسار کر پیڈلوں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گئے اور ایک شخص بائسیکل ہاتھ میں لے کر پیدل چل پڑا۔ چند مقتدی بھی ساتھ ہو لئے۔ میں ایک اجنبی تھا۔ صوفی صاحب کے ہمراہ ہم بھی آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ آپ ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔ میں بھی سامنے پڑی ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ صوفی صاحب میرے ساتھ نہیں بیٹھے تھے۔ لوگ مل رہے تھے۔ کئی جا رہے تھے اور چند لوگ بیٹھ گئے۔ صوفی احمد خان نے میرا تعارف کروایا اور جب انہوں نے یہ عرض کیا کہ یہ آپ کا قومی ہے اعوان ہے تو آپ کھڑے ہو گئے اور میری طرف رجوع کیا۔ میں نے آپ کو ذرا بھی اپنی طرف نہ آنے دیا آپ مجھ کو کھڑے ہو کر ملے۔ کچھ تو آپ کی تقریر کا مسجد میں اثر ہو گیا تھا مگر جب آپ کی شخصیت کا قُرب حاصل ہوا تو جی چاہتا تھا کہ آپ بولتے رہیں اور میں سُنتا رہوں۔ آپ نے میرا مکمل تعارف لیا اور مزید انٹرویو بھی لیا۔ پہلا سوال آپ نے فرمایا کہ ''ملک صاحب آپ نے فارسی بھی پڑھی ہے؟'' میں نے عرض کی جی ہاں بی، اے تک پڑھی ہے۔ شگفتہ چہرہ پر مزید شگفتگی آئی۔ لوگ چلے گئے۔ ہم شاید پانچ، چھ آدمی رہ گئے۔ حضرت حافظ صاحب نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کے چند اشعار خود وجدانی کیفیت میں جہراً بڑی سُر لگا کر پڑھے، بعد میں اُن کا ترجمہ اور مفہوم بیان فرمایا۔ مجھے بھی اس دوران کبھی ساتھ ملا لیتے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کس پانی میں

ہے۔ سچی بات عرض کروں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم نے شیخ سعدیؒ، خواجہ حافظؒ، مولانا جامیؒ، خواجو، انوری وغیرہ کی غزلیں، قصائد وغیرہ پڑھے تھے۔ اور جب وہ اپنے ممدوح کی تعریف کرتے تو ہمارا نشانہ صنفِ نازک تھا۔ ہم جنسی مریض تھے۔ اور اُسی کو ہی اپنا مطمع نظر سمجھتے تھے۔ بس اب کیا تھا۔ تصوف کا سبق کچھ صوفی صاحب کے کلام اور صحبت نے دیا اور حضرت حافظ صاحبؒ کی اجتماعی اور انفرادی مجالس نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

پھر تو یہ ہوا کہ اکثر و بیشتر رات کو وہاں سے کبھی 10 بجے کبھی 11 بجے چل پڑتا تھا کبھی صوفی صاحب ہمراہ ہوتے کبھی اکیلا آجاتا تھا۔ آپ (حضرت خواجہ) ایک کچے چوبارے میں رات گزارتے تھے۔ ہم جب بھی آئے ہم نے آپ کو نیچے لحاف میں، قبلہ رُو بیٹھے پایا۔ چارپائی ساتھ پڑی ہوتی تھی ہم کو بھی دوسرا لحاف جو کہ چارپائی پر پڑا ہوتا تھا۔ لینے کا حکم ہوتا۔ کئی گھنٹے مجلس ہوتی۔ اور اکثر تہجد کے وقت سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ہم واپس چلے جاتے۔

اس احقر نے آپ کی مجالس سے وافر حصہ حاصل کیا ہے۔ جب ہم جمعہ کے دن یا کسی اور دن شام کو حاضر ہوتے تو آپ کے بڑے فرزند حضرت پیر محمد کرم حسین صاحبؒ چونکہ اُن دنوں پرائمری کلاسز میں اُسی سکول میں ہی زیرِ تعلیم تھے۔ اُن کو علیحدہ کچھ پڑھا دیا کرتا تھا۔ مگر جی نہیں چاہتا تھا کہ انہیں زیادہ وقت دیا جائے حضرت حافظ صاحبؒ کی مجلس کی شرینی کی طلب جلد از جلد پھر آپ کی مجلس میں لے آتی۔ یہ تو بندہ نے بھی محسوس کیا کہ جب میں حاضرِ مجلس ہوتا تو آپ پر خدا جانے کیا اثر ہوتا کہ وَجد میں آجاتے اور فارسی کلام مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے چیدہ چیدہ اشعار سُر لگا کر پڑھتے اور ہم کو بھی سمجھاتے۔

ایک دن حضور نے مجھے اپنے لختِ جگر سائیں پیر محمد کرم حسین صاحبؒ کی وساطت بُلوا بھیجا۔ بندہ حاضرِ خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا کل ہم نے آپ کے علاقہ موضع ماہلا میں جانا ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔ آپ دو دن کی رخصت لے لو۔ ایسا ہی ہوا۔ ہم وہاں سے جھنگ صدر اسٹیشن پر آئے۔ گاڑی لی اور شورکوٹ اسٹیشن پر آگئے۔ آپ کے ساتھ صرف ایک دُرویش تھا چونکہ بندہ کی وابستگی زیادہ تر آپ کی ذات تک محدود تھی۔ اس لیے میں نے اُس دُرویش کا مکمل تعارف نہیں لیا اور اگر لیا بھی ہو تو اب یاد نہیں ہے کہ وہ کون صاحب تھے۔ ہم مسجد باہُوؒ میں گئے۔ وہاں پر آپ نے جماعت کروائی اور ہم نے نماز ادا کی۔ بعد از نماز مسجد میں ہم صرف دو ہی تھے۔ دُرویش تانگہ کرایہ پر بنانے کے لیے چلا گیا تھا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بڑی شفقت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کلمہ شریف پڑھایا۔ نفی اثبات کا سبق دیا۔ پھر مشق کرائی اور خود بھی دو تین مرتبہ بطور نمونہ میرے ہمراہ مشق کرائی۔ پاس انفاس کا طریقہ بھی بتایا اور نمازِ تہجد کی سختی سے تلقین فرمائی۔ اتنے میں دُرویش تانگہ لے کر آگیا ہم تانگے میں سوار ہو گئے جب ہم کھمنوالہ سے نکلے تو چونکہ آپ اور بندہ تانگہ میں اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دُرویش پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور تانگے والا بانس پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ خوب خوب باتیں سُناتے جاتے تھے کہ

خاموش ہو گئے۔ مجھے اچانک کپکپی سی ہوگئی اور میرا تمام جسم کانپنے لگ گیا۔ چونکہ آپ میرے بالکل قریب بیٹھے تھے میں نے ترس مانگتی ہوئی نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھا۔ آپ نے بھی مسکراتے ہوئے مجھے دبوچ لیا اور میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ ڈرویش کو اس بات کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ ہم منزل کے قریب ہی آگئے تھے وہاں پر تانگہ کا راستہ نہ تھا تانگے والے کو ہم نے واپس کر دیا اور پیدل چل دیئے۔ جب قریب پہنچے تو موچیوں (ماہڑے موچی) کو پتہ چل گیا۔ عورتیں، مرد، بچے تمام دوڑ پڑے اور حضور کے قدمبوس ہوئے۔ وہاں پر شب باشی کی بوقت تہجد حضرت حافظ صاحبؒ نے مجھے ساتھ شامل کر کے تہجد گزاری۔ سردی کا موسم تھا صبح کھانا کھلا کر مجھے ایک گھوڑی پر گھر پہنچا دیا گیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ آپ بھی کرم فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا کبھی وہاں آئیں گے۔ چونکہ میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اُس علاقہ میں مشہور ہو گیا تھا۔ کہ اکثر وہاں جاتا رہتا ہے تو آپ کے ایک پیر بھائی جن کو خلافت بھی ملی ہوئی تھی وہ آپ کے پاس میری حاضری کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ زیادہ نہیں لکھتا آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے اگر کوئی گستاخی ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں۔ بندہ نواز! مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں کیونکہ ''چراغِ سحر ہوں بُجھا چاہتا ہوں'' والسلام

کوٹ بلوچ میں سلسلہء ارادت کی ابتداء

انٹرویو: میاں جان محمد گجراتی (م: 9 مئی 2001ء):۔ ضلع گجرات (موجودہ منڈی بہاؤالدین) میں حضرت خواجہ کے سلسلہء ارادت کی ابتداء میاں سید رسول سیال کے ذریعہ سے ہوئی وہ دھولکا (ضلع جھنگ) میں پٹواری لگا تو یہاں میاں فتح محمد کھرل کے ہاں حضرت خواجہ کی زیارت ہوئی اور مرید ہو گیا واپس گھر پہنچ کر اُس نے اپنے دیرینہ دوست اور کلاس فیلو میاں جان محمد سے حضور کا ذکر کیا اُسے بھی شوق پیدا ہوا۔ لہٰذا پہلا ڈرویش جو کوٹ بلوچ سے مرید ہونے کے لیے بلوآنہ شریف پہنچا وہ میاں جان محمد ہی تھے۔ اب کوٹ بلوچ میں حضور کے سلسلہء ارادت سے متعلقہ تمام واقعات اُنہوں نے یوں بیان کئے۔

''میں اور سید رسول کلاس فیلو تھے وہ مڈل پاس کرنے کے بعد ضلع جھنگ کے ایک گاؤں ''دھولکا'' میں پٹواری لگ گیا۔ وہاں میاں فتح محمد کھرل اور اس کی زوجہ مائی صاباں (جس نے بعد میں اپنی زندگی دربار شریف پر گزاری) پہلے ہی حضرت خواجہ کی بیعت سے مشرف تھے انہوں نے حضور کی دعوت کی وہیں سید رسول نے حضور کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور مجلس سے فیض یاب ہوا۔ حضور کی نگاہِ کرم ہوئی اور میاں سید رسول آپ کی غلامی میں شامل ہو گیا۔ میاں سید رسول چونکہ میرا بچپن سے دوست تھا جب بھی گاؤں واپس آتا تو ہم ایک دوسرے کے پاس ضرور بیٹھتے اور پیروں، فقیروں کی باتیں کرتے کہ فلاں پیر سے یہ کرامت ظاہر ہوئی۔ فلاں نے یہ کر دیا۔ میں اُسے کہتا یہ پُرانی باتیں ہیں۔ اب کوئی فقیر نہیں ہے۔ جبکہ میاں سید رسول کہتا کہ نہیں ابھی فقیر ہیں اور فارسی کے شعر

پڑھتا تھا مجھے وہ بہت اچھے لگتے۔ حضرت خواجہ کا مرید ہو کر آیا تو کہا میں ناں کہتا تھا کہ ابھی تک فقیر موجود ہیں۔ میں نے ایک فقیر سے ملاقات کی ہے اور ان کا مرید ہو گیا ہوں۔ میں نے بھی اُس سے حضرت خواجہ کا ایڈریس لکھوایا کہ میں بھی وہاں جاؤں گا۔ میں نے آلہ اسٹیشن سے آگے کچھ نہ دیکھا تھا۔ میں نے اُس سے ایڈریس لکھ کر جیب میں ڈال لیا اور اسی طرح تین، چار مہینے گزر گئے ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ "میں سونا لے کر ایک صراف کے پاس سدھ (صاف) کروانے کے لیے گیا۔ اُس نے سونا لے کر کٹھالی (ایک برتن جس میں صاف کیا جاتا ہے) میں ڈالا اور خود اندر کمرہ میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کاپی لیکر آیا جو صفحہ سامنے تھا اس کے درمیان میں لائن لگی ہوئی تھی ایک خانہ میں لکھا ہوا تھا۔ "ایک" اور دوسری جانب اس کی شرح میں لکھا ہوا تھا کہ "جب تک ایک ٹھیک نہ ہو یہ مال درست نہیں ہوتا" مجھے اس خواب کی کچھ سمجھ نہ آئی اور میں نے جھنگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ غالباً جیٹھ (مئی، جون) کا مہینہ تھا اور 1950ء کا واقعہ ہے۔ ایک شام میں ٹرین پر سوار ہو گیا۔ اور صبح سورج نکلنے کے وقت جھنگ صدر اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک تانگے والا آواز لگا رہا تھا۔ آؤ جس نے موچیوالہ جانا ہے۔ میں نے کہا وہاں ہی بلوآنہ ہے اُس نے کہا ہاں میں تانگے پر بیٹھ گیا۔ دن 12 بجے تک وہ موچیوالہ لے آیا۔ وہاں تانگے سے اُتر کر میں نے حضور کا دربار پوچھا اور پوچھتے، پوچھتے دربار شریف پہنچ گیا۔ دربار کے باہر کچے حجرے بنے ہوئے تھے میں نے تمام حجروں میں جھانک کر دیکھا کوئی آدمی نظر نہ آیا آخر ایک حجرہ میں ایک آدمی ملا۔ میں نے اُس سے پوچھا سائیں (حضور) کہاں ہیں۔ ابھی وہ بتانے والا تھا کہ مائی صاباں آگئی اور بولی "آپ گجرات سے آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا "جی ہاں" تو مائی صاباں نے کہا "حضور اپنے پیر خانے دہڑ شریف گئے ہوئے ہیں اور جاتے ہوئے فرما گئے تھے کہ گجرات سے ایک پکے (سانولے) رنگ کا آدمی آ رہا ہے۔ اُسے ہمارے آنے تک واپس نہیں جانے دینا" میں بڑا اُداس ہوا کہ جن کی زیارت کے لیے آیا تھا وہ بھی موجود نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کب آئیں گے۔ دربار شریف پر اُن دنوں حضور کے خلیفہ میاں عمر حیات کا ایک دُرویش میاں شہا مندر رہتا تھا۔ جو اپنے آپ کو "شامی کانا" کہتا تھا۔ وہ حضور کی بھینس چرایا کرتا تھا۔ میں بھی اُس کے ساتھ چلا جاتا اور اس سے حضور کی باتیں پوچھتا رہتا۔ اِسی طرح نو 9 دن گزر گئے۔ نفسِ امارہ مجھے خیالات کے ذریعے طرح طرح سے بہکاتا رہا کہ پیچھے مسجد کا وسیلہ بنا ہوا ہے وہ ٹوٹ جائے گا۔ اب چلا جا، پھر آ جانا میں بھی اس کی چال سمجھ گیا اور کہا میں تیری باتوں میں آنے والا نہیں تو جو بھی کہتا رہے میں اب حضور سے مل کر ہی واپس جاؤں گا۔ نویں 9 دِن ظہر کے وقت حضور تشریف لے آئے۔ دربار شریف کی کچی مسجد میں آپ لیٹے ہوئے تھے اور میں آپ کے پاؤں دبانے لگا اور ساتھ ہی اپنا خواب بھی بیان کیا۔ حضور نے فرمایا صبح پتہ چل جائے گا۔ اگلے روز اُسی مسجد میں آپ نے مجھے بیعت کیا اور ذکر نفی اثبات

سمجھایا پھر پاس انفاس اور تصور بھی بتایا۔ اُس سے اگلے روز مجھے اجازت مل گئی۔ اور میں واپس گھر آ گیا۔ گاؤں کی مسجد میں سَید رسول میں اور اس کا سالا (بیوی کا بھائی) محمد شفیع جب مل کر ذکر بالجہر کرتے تو دوسرے نمازی ہمیں منع کرتے کہ آہستہ پڑھو، ہم اچانک ڈر جاتے ہیں تم جلی کرتے ہو تو ہمارے جانور بھی ڈر جاتے ہیں۔ حضور نے مجھے سوتر دے کر بھیجا کہ دُرویشوں کے لیے کھیس بنا دو جو میں نے بنا کر بھیج دیئے۔ تقریباً گیارہ[11] ماہ بعد میں اپنے ساتھ دو آدمی میاں غلام رسول کمہار اور میاں سلطان احمد (سکنہ کالو والی) کو لے کر دربار شریف پر گیا اور ان دونوں کو بیعت کروایا۔ اور واپس آ گئے۔ پھر ہم اس کے بعد یکم ہاڑ کو عرس پر گئے اور عرض کی کہ ''لوگ ہمیں ذکر بالجہر کرنے سے روکتے ہیں کہ ہماری نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ہمارے جانور ڈر جاتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا ''تم فکر نہ کرو۔ ہم ایک مرتبہ وہاں پر گئے تو وہاں کے بچے جو ماؤں کے دودھ پر ہونگے وہ بھی ذکر کریں گے''۔

(سبحان اللہ)

حضور پہلی مرتبہ خلیفہ میاں عمر حیات اور مائی صاباں کے ہمراہ محرم الحرام کی پہلی جمعرات کو ہمارے ہاں کوٹ بلوچ تشریف لائے۔ اُسی روز ہمارے گھر میں حضرت سائیں محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ قبرستان کوٹ بلوچ) کا سالانہ ختم شریف تھا۔ ان کے مرید اپنے گھروں سے رُاشن لے آتے اور ہمارے گھر میں پکاتے کیونکہ انہیں یہی ارشادِ مرشد تھا۔ نور احمد موچی جو چھالیہ سے لنگر پکانے کے لیے آیا ہوا تھا۔ اُس نے حضرت خواجہ سے عرض کیا ''جو آدمی پہلے کہیں مرید ہو کیا دوبارہ کسی اور جگہ بیعت ہو سکتا ہے۔'' حضور نے ایک مثال کے ذریعے اُسے جواب دیا ''شہد کا ایک شکاری ہے۔ وہ برتن لیے جھاڑی، جھاڑی پھرتا ہے، اور جہاں سے اُسے شہد ملتا ہے وہاں برتن نیچے کر کے شہد حاصل کر لیتا ہے'' رات کو دعوت ہمارے گھر تھی لیکن رش کی وجہ سے حضور شام کو میاں سَید رسول کے گھر تشریف لے گئے۔ اور میں پکی ہوئی دعوت رات کو وہاں لے گیا۔ دوسرے روز جمعہ کو میں نے اپنا پورا خاندان حضور کا بیعت کروایا۔ مسجد میں جمعہ کی نماز حضرت خواجہ نے پڑھائی اور اس آیت مبارکہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا (پ ا:ع ۱۴) ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو منع کرے اللہ کی مسجدوں میں اُس کا ذکر کرنے سے یا اُس کا نام لینے سے اور کوشش کی ان کو ویران کرنے کی''

ہفتہ کو دعوت میاں غلام رسول کمہار کی تھی۔ ادھر کافی لوگ جمع ہو گئے۔ اور ذکر اذکار ہونے لگا ذکر کا طریقہ یہ تھا کہ دو ٹولیاں بنائی جاتیں۔ ایک ٹولی کے ساتھ حضور مل جاتے اور دوسرے پیچھے پڑھتے۔ اُس روز تیرہ[13] چودہ[14] آدمی بیعت ہوئے۔ گویا پہلی بار حضرت خواجہ نے کوٹ بلوچ میں تین رات قیام فرمایا اور اس دوران پچیس[25] تیس[30] آدمی مرید ہوئے۔

حضرت خواجہ کی واپسی کے دو تین ماہ بعد اب گاؤں میں کافی پیر بھائی ہو گئے تھے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ حضور کو دوبارہ لے آئیں اور مجھے حضور کو لانے کے لیے بھیجا کیونکہ میں نے دربار شریف دیکھا ہوا تھا۔ میں بلوآنہ شریف حاضر ہوا۔ اور دُرویشوں کی شوق بھری التجاء پیش کی جو آپ نے قبول فرمائی اور حضرت خواجہ، میاں عمر حیات اور میں ٹرین سے منڈی بہاؤالدین پہنچے وہاں سے ٹھیلہ پر جہاں آجکل ہمارے پیر بھائی چوہدری سکندر حیات گنیانہ کا ڈیرہ ہے وہاں پہنچے تو آگے بارش کا پانی تھا۔ میں نے حضور سے عرض کی آپ نعلین مبارک نہ اُتاریں۔ میں صحت مند تھا میں نے حضور کو کندھوں پر اٹھالیا اور وہ جگہ پار کی آگے دُرویش گھوڑی لے کر آئے ہوئے تھے حضور سوار ہو گئے اور ہم ذکر کرتے ہوئے کوٹ بلوچ پہنچے۔ اور یہاں مزید رشد وہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔

☆ غلام محمد جالی ''کالووالی'' کا بیٹا پاگل ہو گیا تھا۔ اُسے جب پتہ چلا کہ میاں سلطان احمد کے مرشد کوٹ بلوچ آئے ہوئے ہیں تو وہ اپنے بیٹے کو زنجیروں سے جکڑ کر یہاں لایا لیکن گاؤں سے باہر ہی وہ زنجیر کھول کر بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں ماجرا عرض کیا کہ اپنے بیٹے کو جناب کی خدمت میں لائے تھے مگر وہ بھاگ گیا ہے حضور نے فرمایا کس طرف بھاگا ہے انہوں نے سمت بتائی حضور نے اُس طرف چہرہ مبارک کر کے توجہ فرمائی اور ارشاد ہوا۔ جاؤ اُسے پکڑلو۔ وہ اب نہیں بھاگ سکتا وہ جہاں تھا ٹھیک ہو گیا ہے۔ وہ گئے تو دیکھا باہر ایک جگہ بیٹھا تھا ٹھیک ٹھاک حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرید ہو گیا۔

میاں صالح محمد کے گھر دعوت پر بابا خان محمد حضور کا مرید ہوا۔ میاں غلام قادر پر حضور نے گزرتے ہوئے صرف دیکھ کر ''ھُو'' کی۔ چار دن بعد بغیر بتائے جھنگ چلا گیا اور دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔

ایک مرتبہ حضور کو میں دعوت کے لیے لینے گیا تو آپ نے میرے ساتھ حضور گدی پاک والے حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج دیا اور خود کچھ روز بعد تشریف لائے میں انہیں اٹھا کر اپنے گھر لایا۔ آپ نے فرمایا ''میاں جان محمد! تمہارا گھر ہمارے لیے ایسے ہے جیسے حضورﷺ کے لیے ابوایوب انصاریؓ کا تھا اور ہمیشہ مجھ پر عنایت فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ کے ساتھ ہم کافی دُرویش سیر وسیاحت کے لیے ''ٹلہ جوگیاں'' والے پہاڑ پر گئے۔ جو جہلم شہر سے جنوب مغرب کی جانب 20 میل (35 کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے اور اس کی سطح زمین سے 3200 فٹ بلند ہے۔ راستے میں حضرت خواجہ نے ادب کا درس دیتے ہوئے مجھ سے فرمایا ''پیر کا ادب کتنا ہونا چاہیے؟'' میں خاموش رہا تو خود ہی فرمایا ''جہاں پیر کا سایہ ہو وہاں بھی مرید کا پاؤں نہ آئے'' ہمارا پیر بھائی میاں سلطان محمود کھوڑی والہ معذور ہونے کے باوجود پہاڑی پر چڑھ گیا جس سے ہم سب حیران ہوئے۔

بعض واقعات دورانِ قیامِ کوٹ بلوچ

☆ مجھے میاں غلام حیدر عرف مست کمہار نے بتایا۔ ایک مرتبہ حضور مسجد میں خطاب فرمارہے تھے میں مسجد کے قریب سے گزرا، گدھے پر جانوروں کے لیے چارہ ڈالا ہوا تھا۔ حضور نے دورانِ خطاب صرف ایک نظر مجھے دیکھا میرا وہیں کام ہو گیا سب کچھ بھول گیا اور دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔ جب یہ واقعہ میاں غلام حیدر مجھے سُنا رہا تھا تو اسکی حالت بدل گئی اور گریہ طاری ہو گیا۔

پہلی نظر ہی تیری وہ آہ! کس غضب کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پر لیے ہوئے

☆ منشی فاضل سے بابا خان محمد نے حضرت خواجہ کے بارے پوچھا اُس نے کہا "بڑا صاحب نظر ولی اللہ ہے" بابا خان محمد مرید ہونے کے لیے میاں صالح محمد کے گھر حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی "دو دریاؤں میں مجھ جیسا اور گنہگار کوئی نہیں۔ اگر میرا بھارا اُٹھا سکتے ہیں تو اُٹھالیں" حضور نے مرید کیا اور توجہ فرمائی تو دو دن وجد اور حال طاری رہا۔ لوگ پریشان ہوئے کہ مر نہ جائے فرمایا "مر گیا تو بھر دیں گے" مزید فرمایا "مدتوں سے اس کے اندر گندگی کا ڈھیر تھا ہم نے اسے جلا دیا ہے لہٰذا جلتے جلتے بھی دیر لگ جاتی ہے" بابا خان محمد بعد میں ٹھیک ہو گیا تو کہا کرتا "کاش! میں اس حال میں مر جاتا تو کیا بات ہوتی"

☆ جب کوٹ بلوچ میں مناظرہ ہوا۔ حضور کوٹ بلوچ میں پچیس دن رہے تھے۔ مناظرہ کے لیے آپ نے میاں سلطان محمود کٹھوڑی والے کو لاہور اپنا رقعہ دے کر مولانا محمد عمر اُچھروی ؒ کے پاس بھیجا تھا۔ وہ فوراً آگئے لیکن مناظرہ نہ ہوا۔ میاں جان محمد پہلے اُس مسجد میں خادم تھے۔ پھر حضور نے انہیں امامت کے لیے وہاں مقرر فرما دیا اور انہوں نے عمر کا بیشتر حصہ اس مسجد میں اپنے فرائض سَر انجام دیئے۔

☆ خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب بتایا کرتے جب میں پہلی مرتبہ حضور کی معیت میں کوٹ بلوچ گیا تو شام کے وقت گاؤں کی گلیوں سے جب حضور گزرتے تو سب لوگ بڑے، چھوٹے، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے بھی حضور کے قدموں پر گرنے لگتے میں حیران ہوا کہ یہاں پر حضور کا کس قدر فیض ہے۔

☆ مزید بتایا کوٹ بلوچ قیام کے دنوں میں نے خواب میں دیکھا حضرت قطب عالم پیر محلوی ؒ نے ریش مبارک پر مہندی لگائی ہے اور کچھ قطرے نیچے گر پڑے ہیں حضور نے فرمایا کہ "ادب کریں اور یہ قطرے اُٹھالیں" میں خواب سے بیدار ہوا تو ظاہر میں بھی وہی منظر دیکھا کہ حضرت خواجہ نے ریش مبارک پر مہندی لگائی تھی چند قطرے نیچے زمین پر پڑے تھے میں نے حاضر ہو کر بطورِ ادب وہ اُٹھالیے۔

شیخ احمد پٹھان کی روداد:۔ یہ بندۂ خدا ضلع بنوں کا رہنے والا تھا۔ ولایت کا شوق اسے کشاں کشاں پھراتا رہا ابتداء میں حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک عرصہ ان کی بارگاہ میں رہا لیکن وہ خلافت کا معیار بہت بلند رکھتے تھے۔ (ان کے مطبوعہ ملفوظات میں کئی جگہ شیخ احمد کا ذکر موجود ہے) پھر وہاں سے دہڑ شریف چلا آیا اور یہاں رہنے لگا۔ آخر ایک روز حضور کی خدمت میں خلافت کے لئے عرض کی آپ نے فرمایا یہ چیز اپنی مرضی پر منحصر نہیں ہوتی لیکن شیخ احمد کے سر پر خلافت کا جذبہ سوار تھا روز کہتا اتنے دن ہو گئے۔ ابھی خلافت کے قابل نہیں ہوا پٹھان نے تہیہ کر لیا جب تک خلافت نہ ملے گی چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سردیوں کا موسم تھا حضور دھوپ میں کچہری لگا کر بیٹھے تھے شیخ احمد نے سامنے آکر دھوپ کی طرف سے اپنی چادر پھیلا دی۔ تاکہ حضور کو دھوپ نہ لگے فرمایا شیخ احمد کیا کرتے ہو کہا خلافت دو۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا اسے پکڑ کر کسی کمرہ میں بند کر دو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی عصر کے وقت حضور مجلس ''فیض سبحانی'' فرما رہے تھے دیکھا کہ سامنے کمرے پر ایک شخص بیٹھا ہے۔ پوچھا یہ کون ہے۔ عرض کی گئی شیخ احمد ہے۔ فرمایا اُسے تو کمرے میں بند کر دیا تھا۔ عرض کی گئی چھت پھاڑ کر اوپر نکلا بیٹھا ہے۔ دروازہ ابھی تک مقفل ہے۔ حضور نے فرمایا پٹھان ضد کر بیٹھا ہے، کبھی نہیں ٹلے گا۔ گھر سے اپنی ایک دستار منگوائی اور شیخ احمد کو بلوا کر اس کی دستار بندی فرما دی گویا شیخ احمد بھی خلیفہ ہو گیا کچھ دن تو وہ شملہ وغیرہ نکال کر پھرتا کہ خلافت سے میرے اندر کیا کرشمہ ظاہر ہوتا ہے۔ مانگ کر لی تھی کیا ظاہر ہونا تھا پٹھان طیش میں آ گیا اور کہا فقیر نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ خلافت دی ہے فقیری نہیں دی۔ اب تو اس کا غصہ آسمانوں سے باتیں کرتا اور حضور سے تکرار کرتا ''فقیری دو'' آپ فرماتے وہ تو عطیۂ خداوندی ہے، فضل الٰہی کے منتظر رہو اس میں کسی کا کچھ دخل نہیں۔ کسی صاحبِ دل نے کیا خوب کہا ہے۔

ولایت کی تمنا میں عبث ہے جان کا کھونا بجز فضلِ خدا ممکن نہیں ہے اولیاء ہونا

لیکن شیخ احمد کو جوش چڑھا ہوا تھا۔ سوچا نیاز مندی اور ادب سے بات نہیں بنے گی۔ لہٰذا محض ڈرانے کے لیے ایک مرتبہ بندوق لے کر حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا ''فقیری دو یا گولی چلا دوں گا'' حضور ہنس پڑے کہ اب یہ گولی کے زور پر فقیری لے گا۔ اس کے اپنے الفاظ تھے ''فقیری دو یا ڈز کروں گا''۔ حضور نے فرمایا اچھا اب تیرے ساتھ کچھ کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت خواجہ حافظ صاحب بھی دہڑ شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا ''حافظ جی یہ بلا میرے سر ہے۔ اسے تو ہی لے جا۔ میرے پاس جو کچھ تھا وہ میں نے تجھے بخش دیا اب اسے تو ہی سنبھال'' پھر شیخ احمد سے کہا میں نے تجھے حافظ صاحب کے سپرد کیا ہے۔ اب تجھے فقیری یہی دے گا۔'' شیخ احمد رضامند ہو گیا۔ لہٰذا دہڑ شریف سے واپسی پر حضرت خواجہ حافظ صاحب اس پٹھان کو اپنے ساتھ بلوآنہ شریف لے آئے۔ اپنا پیر بھائی سمجھتے ہوئے اس کے لیے پلنگ بچھوایا جس پر اُسے بٹھایا گیا۔ اور خوب خاطر

مدارات ہونے لگی رات ہوئی تو شیخ احمد نے کہا حافظ صاحب میری ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے۔انہیں ذرا داب دو۔ اہلیان دربار کو یہ بات بڑی ناگوار گزری مگر حضور نے فرمایا یہ میرا پیر بھائی ہے اور حضور نے میرے سپرد کیا ہے۔لہٰذا اس کی خدمت اور دلجوئی بھی میرے ذمہ ہے۔حضور اس کی ٹانگیں دبانے لگے، پھر رات کے کسی حصہ میں اہل آستانہ نے سنا کہ شیخ احمد دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔اور حضرت حافظ صاحب کے قدموں سے لپٹا ہوا تھا۔بار بار کہتا مجھے پتہ نہیں تھا۔اس پر جذب کی کیفیت طاری تھی پھر ساری زندگی حضرت حافظ صاحب کے پاس بیٹھنا تو کجا۔ جہاں سے آپ پر نظر پڑتی وہیں زمین بوس ہو جاتا۔اور بقیہ عمر ایک سیلانی فقیر کے روپ میں گزار دی۔ابتداء میں جب اُس پر جذب کی کیفیت تھی وہ دن گیا تو بلوآنہ شریف اکثر حضرت اقدس دہڑویؒ کی نقل اُتارا کرتا۔یعنی سر پر شملہ والی دستار باندھتا، پیٹ پر کپڑا باندھ لیتا (کیونکہ اُن دنوں حضور کا جسم فربہ تھا) ہاتھ میں عصا پکڑ لیتا اور حضور کی طرح چلتا اور کہتا یہ تنکا کس نے پھینکا ہے۔یہ جگہ صاف نہیں۔یہ کرو، وہ کرو۔جس طرح صبح سویرے دہڑ شریف حضور باہر ڈیرہ میں آکر صفائی چیک فرماتے اور درویشوں کو احکامات دیا کرتے تھے۔جب وہ حضرت اقدس دہڑویؒ کی نقل اُتارتا۔تو حضرت حافظ صاحب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔اور بڑے ادب سے اس کے پیچھے چلا کرتے۔گویا یہ نقل شیخ کا احترام تھا۔کسی آدمی نے بطور شکایت یہ واقعہ حضرت اقدس دہڑویؒ سے بیان کیا حضور نے حضرت حافظ صاحب سے فرمایا۔یہ کیا طریقہ تم نے اختیار کر رکھا ہے۔وہ میری نقل اُتارتا ہے اور تم اس کی سر زنش کی بجائے احترام کرتے ہو۔آپ نے عرض کی حضور وہ جناب کی نقل اتارتا ہے۔اس وقت مجھے تو حضور ہی نظر آتے ہیں۔اور میرا تعظیم کرنا حضور کا ہے۔نہ کہ شیخ احمد کا۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسخرے کا واقعہ عرض کیا۔ جو پیغمبر علیہ السلام کی نقلیں اُتار کر لوگوں کو ہنسایا کرتا کہ ایسے بولتے ہیں۔(حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت تھی) ایسے چلتے ہیں۔اور ایسے ہاتھ میں عصاء ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ جب تمام فرعونی لشکر غرق ہو گیا اور اللہ کریم نے فرمایا دیکھو موسیٰ! میں نے تمہارے سب دشمن تباہ کر دیئے حضرت موسیٰ نے دیکھا تو وہ مسخرہ زندہ سلامت دریا سے نکل رہا تھا۔عرض کی الٰہ العالمین! یہ تو سب سے بڑا میرا دشمن تھا۔اور ہر جا میری نقلیں اُتار کر لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔اللہ کریم نے فرمایا۔''اے موسیٰ! ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ جو شخص ہمارے نبی کی نقل اتارتا ہے اُس کا خاتمہ بھی مشرکین جیسا ہو۔اور اسے محفوظ رکھا'' بعد ازاں یہی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے صاحب ایمان ہوا۔ گویا نبی کی نقل اُتارنا بھی رائیگاں نہیں جاتا۔حضور اکثر فرماتے ''اپنے پیر کی نقل ہی اتار لو، مراد کو پہنچ جاؤ گے۔اگر حال نہیں تو قال نہ چھوڑ و خود بخود حال بھی پیدا ہو جائے گا۔جیسے بزرگ درویش کہا کرتے۔

حال نہیں تے قال نہ چھوڑیں پر دلبر دی بھال نہ چھوڑیں

ایک لڑکے کا واقعہ بھی مشہور ہے۔جو حضرت بلال حبشی کی اذان کی نقل اُتار کر اپنے ہم جولیوں کو ہنساتا۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کا گزر ہوا تو وہ بچوں کے ساتھ حضرت بلالؓ حبشی کی نقل اتار رہا تھا۔ حضور اس کی طرف چل پڑے۔ آپ کو دیکھ کر وہ ڈر گیا حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ذرا ہمیں بھی سناؤ کہ ہمارا بلال کیسے اذان دیتا ہے" ۔ پہلے تو وہ ڈرا مگر حضور کی دلجوئی پر اذان دینے لگا۔ سیدنا بلال حبشی کا طریقہ تھا۔ جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے تو حضور علیہ السلام کی طرف اشارہ بھی فرماتے جونہی وہ لڑکا یہاں پہنچا اور حضور کی طرف اشارہ کیا تو زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور دامن مصطفیٰ کریم سے لپٹ کر مسلمان ہو گیا۔ حضور نے فرمایا ہمیں یہ گوارا نہ ہوا کہ جو ہمارے بلال کی نقل اتارے اور پھر دوزخ میں جائے۔

المختصر حضرت حافظ صاحب کی منشاء بھی یہی تھی۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کے حسن ارادت کی تعریف فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ شیخ احمد پٹھان کا معمول بن گیا کہ وہ ہند، سندھ پھرا کرتا جو لوگ اس سے ارادت رکھتے انہیں بلوآنہ شریف لا کر مرید کروا دیتا۔ خلیفہ میاں محمد رمضان و میاں محمد دریام سکنہ علی پور (نزد چنڈ بھروآنہ) بھی اُسی کی وساطت سے مرید ہوئے۔ گویا وہ دُور دراز کے رہنے والے لوگوں کے لئے دربار شریف کا ایک ذریعہ تھا۔ بابا خوشی محمد گجر اور ان کے اہل وعیال سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ لہٰذا انہیں حضور دربار شریف پر لا کر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کا مرید کروایا اور کہا تم لوگوں پر یہ میرا احسان تمہاری محبت سے بھاری ہے۔ اب حضور کی خدمت میں آتے جاتے رہنا۔ خلیفہ سید رسول شاہ صاحب ساکن اکوڑہ خٹک (سرحد) بھی دربار شریف پر شیخ احمد ہی لے آیا۔ شاہ صاحب نے مجھے خود بتایا۔ کہ دست بیعت کے بعد حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے تربیت کے لیے مجھے حاجی محمد کبیر صاحب کے ساتھ روانہ کر دیا۔ انہوں نے مجھے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اپنے وطن لوٹ جانے کو فرمایا۔ شیخ احمد اکثر دُرویشوں کے پاس بھی آیا جایا کرتا اور ان کی تربیت کا خیال رکھتا۔ ایک مرتبہ خواجہ نور محمد دُرویش کے ہاں "مدوکی" پہنچا دیکھا تو شام کو بچے رو رہے تھے۔ اس کی بیوی سے پوچھا انہیں کھانا کیوں نہیں دیتے۔ بتایا گیا آج گھر میں کچھ نہیں ہے۔ فوراً خلیفہ حاجی محمد کبیر کے پاس گیا اور کہا "او حاجی! تو کیسا خلیفہ ہے۔ خلافت کا مقصد پیر بھائیوں کی دیکھ بھال ہے۔ یہی نور محمد تجھے بلوآنہ شریف لے گیا۔ اب اس کے بچے بھوکے سوئیں اور تو پیٹ بھر کر کھائے۔ تو اس کا احسان مند ہے" حاجی صاحب نے عذر کیا۔ مجھے علم نہیں تھا کہا اٹھ میرے ساتھ۔ حاجی صاحب نے ایک بوری آٹے کی گدھے پر لادی اور شیخ احمد کے ہمراہ خواجہ نور محمد کے گھر چھوڑ گئے۔ اور بچوں سے کہا تمہارا باپ نہ بھی بتائے تو جب کبھی ضرورت ہو مجھے بتا دیا کرنا۔ شیخ احمد نے ایک روز حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے عرض کی جناب میرے دل سے ایک خلش نہیں جاتی پٹھان ہوں۔ بیوقوفی میں ایک مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ کے سامنے بندوق اٹھائی تھی۔ بیشک حضور نے مجھے معاف کر دیا۔ اور میرا مقصد مجھے مل گیا۔ لیکن میری تسلی نہیں ہوتی آپ دعا فرمائیں۔ میری موت گولی سے ہو۔ اللہ کریم نے ان کی تمنا پوری فرما دی۔ ان کا ایک بھتیجا اولیاء اللہ کا منکر تھا۔ اُس

نے لوگوں کی شیخ احمد سے والہانہ ارادت کو دیکھتے ہوئے بطور حسد وعناد کے اُسے گولی ماردی۔ گولی کھا کر بڑا خوش ہوا کہ دلی تمنا برلائی قاتل کو معاف کردیا اور اسم ذات کرتا ہوا اصل بحق ہوا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(رضائے الٰہی کی خاطر) خاک وخون میں لت پت ہونے کی بری اچھی رسم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک خصلت عاشقوں پر رحمت کرے۔

یادرہے شہادت سے ایک ماہ قبل حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ پیمانۂ عمر لبریز ہونے کو ہے سوچا آخری بار ملاقات وزیارت کر آؤں اور یار کا دربار دیکھ آؤں۔ دربار شریف پر ان کی شہادت کا واقعہ خلیفہ سید رسول شاہ صاحب کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ ان کی تدفین اپنے گھر کے ساتھ ہی بنوں شہر میں کردی گئی اور مزار بھی بنادیا گیا۔

حضرت میاں عبدالحکیمؒ سے ملاقات:۔ یہ ایک بڑے باکمال بزرگ ہوئے ہیں اور کئی صدیاں پہلے 1101ء میں آپ کا وصال ہوا مزار عبدالحکیم شہر میں مرجع خلائق ہے۔ اس ولی اللہ کو ہمارے گھرانہ سے خاص محبت والفت رہی ہے۔ کئی مرتبہ ظاہری طور پر حضرت خواجہ بلوآنویؒ اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے جس کا تفصیلی تذکرہ میں نے ''لمحاتِ کرم'' صفحہ 80,81 پر کیا ہے۔ یہاں پر صرف حضرت خواجہ سے ملاقات کا ذکر قلمبند کرتا ہوں۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ ایک روز بلوآنہ شریف والد صاحب قبلہ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ حضرت میاں عبدالحکیم صاحبؒ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ یہ اللہ کے ولی کئی سو سال پہلے گزر چکے تھے سبز رنگ کی لمبی قمیص پہنے ہوئے۔ سر پر پگڑی اور ہاتھ میں عصاء تھا کافی دیر تک والد صاحب قبلہ کے ساتھ بڑی راز ونیاز کی گفتگو ہوتی رہی پھر انہوں نے فرمایا میں یہاں سرکار غوثِ پاکؓ کے لنگر شریف کا تبرک کھانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے مائی صاباں سے فرمایا۔ میاں صاحب کے لیے لنگر لاؤ۔ مائی صاباں گھر جانے لگی تو میاں صاحب نے فرمایا۔ گھر فلاں کمرے میں فلاں جگہ پر ایک آدھی روٹی اور تھوڑا سا ساگ پڑا ہے وہی لے آؤ۔ میرے لیے کافی ہے۔ مائی صاباں نے لاکر پیش کردیا۔ میاں صاحب طعام سے فارغ ہوئے تو آپ سے اجازت چاہی اور رخصت ہوئے تب حضور نے اہلِ مجلس سے فرمایا تم انہیں جانتے ہو۔ یہ میاں عبدالحکیم صاحبؒ ہیں۔ اس وقت میاں عمر حیات اور میاں ماچھیا نے چاہا کہ اُن سے ملاقات کریں اور کچھ پوچھیں مگر وہ تو تھوڑی دُور جاکر غائب ہوگئے تھے۔ حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا ''یہ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے''

باپ، بیٹا کے انوکھے اندازِ خطاب:۔ ڈاکٹر علی محمد صاحب سندھی (م: 16 جولائی 2006ء) نے بتایا کرتے ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت اقدس دہڑویؒ نے حضرت خواجہ سے فرمایا۔ آج وعظ کا آغاز اپنے حسب

حال کلام سے کرو۔ آپ کھڑے ہوگئے اور حمد وثناء کے بعد یہ بیت پڑھا۔

بُھل بُھلاوے دل دِتو سے سجناں کیتیاں بُریاں
اکھیں وہندیاں بُرا کیتو ہے مار کلے وچ چھریاں
تُوں، ہُوں دے سر تیغاں وجن ہُمیں ہُمیں دے گل چھریاں
ایہہ میں ،میں ہُوں ہُوں چھوڑ فقیرا ہنی سبھے باتاں بُریاں

حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا بس کردو۔ آج تمہارا حال بیان وکلام سے باہر ہے لہٰذا وعظ کے قابل نہیں ہو۔

پھر ایک مرتبہ اسی طرح کا حکم حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے دہڑ شریف فرمایا۔ اس وقت آپ کی داڑھی بھی صحیح طور پر نہیں اتری تھی آپ مسجد میں کھڑے ہوگئے اور یہ شعر پڑھا۔

کنز قدوری سب کر دُوری، ہکو یار دا ورد پکائیں۔ سَنج صبحائیں

حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کو روک دیا اور فرمایا تمہارا حال وکلام بھی آج وعظ کے قابل نہیں بتاؤ کب سے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چل رہے ہو۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

☆ مجھے حضرت اقدس دہڑویؒ کے ایک بزرگ خدمتگار میاں احمد علی کھرل نے بتایا۔ ایک مرتبہ دہڑ شریف حضور نے مجلس میں حضرت حافظ صاحب سے فرمایا "کرسی پر بیٹھ جاؤ اور وعظ کرو" آپ نے عرض کی "حضور میں کرسی پر بیٹھوں گا تو مجھے اپنا بیان بھول جائے گا" اور ساری زندگی حضور کے سامنے کبھی ممبر یا کرسی پر بیٹھ کر وعظ نہ فرمایا۔

پھر آپ کے بعد ایک مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ نے میری موجودگی میں حضرت پیر کرم حسینؒ صاحب سے فرمایا کہ "یہاں سامنے کرسی پر بیٹھ جاؤ اور وعظ کرو" آپ نے عرض کی "حضور میں کرسی پر بیٹھوں گا تو اپنا بیان بھول جاؤں گا" حضرت اقدس دہڑویؒ مسکرائے اور فرمایا "یہ تو اپنے باپ والی بات ہوئی۔" "چلو جیسے تمہاری مرضی۔ حضرت پیر کرم حسین صاحبؒ نے وعظ کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا "میرے پیر بھائیو! لوگ وعظ کی ابتدا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعریف سے کرتے ہیں۔ میں اس قابل نہیں اور نہ میری زبان اس لائق ہے کہ ان کی شان بیان کر سکے۔ میں آپ کے سامنے اپنے پیر کامل مکمل اکمل کی تعریف اور صفت بیان کرتا ہوں۔ اگر میں کہیں سے بُھول جاؤں تو میری اصلاح فرمانا" اور اس قدر شوق وجذبہ سے وعظ کیا کہ لوگ عش عش کر اٹھے، اور

کئی ڈرویشوں پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوگئی۔

☆ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے ایک اور خطاب سے متعلق مجھے میاں سلطان محمود کٹھوڑی والے کے بڑے بھائی حافظ نور محمد نے بتایا دہڑ شریف عرس میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حضرت اقدس دہڑویؒ کے حسب ارشاد حضرت پیر کرم حسینؒ صاحب نے ایسا لاجواب خطاب فرمایا کہ سماں باندھ دیا چاروں طرف سے ڈرویشوں کے "حق ہُو" کے نعروں کی گونج آنے لگی۔ آپ خود بھی رُوئے اور دوسروں کو بھی رلایا اپنے پیر کی صفت و ثناء کا بر ملا اظہار کرنا آپ کا ہی خاصہ تھا۔ خود کو شیخ کی بارگاہ میں اس طرح متاکر پیش کرتے کہ لوگ دنگ رہ جاتے میں جب بھی وہ لمحات یاد کرتا ہوں تو مجھ پر آج بھی ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ اس قدر خوش ہوئے کہ اُٹھ کر آپ کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا "تیری نیاز مندی اور عاجزی اپنی جگہ لیکن ہم نے تجھے سارے جہان کا پیر بنایا ہے" میں نے اُسی وقت پیر بھائیوں سے کہا "دیکھو! پیر کرم حسین آج بھرے میدان میں بازی لے گیا ہے"

دادِ حق را قابلیت شرطِ نیست
بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

(دادِ حق (حق کی عطا) کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ اس کی داد قابلیت کی شرط ہے۔)

موضع مدوکی میں سلسلۂ اُرادت کی ابتداء: اس موضع میں سب سے پہلے حضرت خواجہ کا ایک ڈرویش خواجہ نور محمد (م: 26 دسمبر 1997ء) آباد ہوا وہ پہلے موضع نکہ دولتانہ میں رہتا تھا وہیں دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔ پھر موضع کوڑیاں چاہ نور محمد نکیانہ اور کچھ عرصہ بعد چاہ باغ والا موضع حویلی لعل میں رہائش پذیر ہوا۔ لگوانہ برادری اور ہراج برادری میں اس کی آمد و رفت رہتی تھی وہ علاقہ میں جسے ملتا حضرتِ خواجہ کے بتائے ہوئے ارشادات اور ذکر و فکر کی باتیں کرتا۔ اِس دوران اس کی حاجی محمد کبیر سے ملاقات ہوئی حاجی صاحب اس کی باتوں سے متاثر ہو کر بلوآنہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ کے مرید ہو گئے۔ یہ غالباً وسط 1953ء کا واقعہ ہے۔

حویلی لعل میں حضرت سید رمضان علی شاہؒ بوریوالہ شریف (جو حضرت قطب عالم پیر مخلویؒ کے خلیفہءِ مجاز تھے) کا ایک مرید غلام محمد موچی رہتا تھا۔ خواجہ نور محمد اور وہ کبھی اکٹھے ہوتے تو دیر تک آپس میں ڈرویشانہ عشق و معرفت کی باتیں کرتے ایک مرتبہ یہ دونوں بیٹھے توحید پر کلام کر رہے تھے کہ خواجہ نور محمد کے منہ سے نکل گیا۔ "ہر چیز میں نُورِ حقیقی جلوہ گر ہے کیا انسان کیا حیوان" وہاں پر کچھ عام دنیا دار لوگ بھی بیٹھے تھے انہوں نے اس بات کا بڑا مذاق بنایا اور اسے کفریہ گفتگو کا رنگ دے کر علمائے دین سے فتویٰ لکھوا لائے۔ کہ اِن لوگوں سے اہلِ علاقہ مکمل بائیکاٹ کر دیں انہوں نے اللہ کریم کی بے ادبی کی ہے۔ اور کہا جب تک تم اس مسئلہ کو قرآن و حدیث سے واضح نہ

کرو گے۔اس وقت تک اہلِ علاقہ میں سے کوئی تم سے سلام، دعا نہ رکھے گا۔آخر کار لوگوں کی بدگمانی اور بدزبانی سے تنگ آ کر خواجہ نور محمد دربار شریف حاضر ہوا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے دست بستہ عاجزی کی کہ ہمیں بہت پریشان کیا جارہا ہے۔ حضور میری دعوت قبول فرمائیں اور اس مشکل سے ہمیں نجات دلائیں۔ حضرت خواجہ نے پہلے تو اظہارِ ناراضگی فرمایا کہ تم نے ایسی گفتگو ہی کیوں کی ہے یہ باتیں سمجھنے کی ہوتی ہیں بیان کرنے کی نہیں۔آخر راضی ہو گئے اور فرمایا ہم فلاں روز تمہارے پاس آئیں گے۔اُن لوگوں کو بتادو کہ اپنے مذہب کا کوئی عالم بُلا کر ہم سے مناظرہ کر لیں ہم ان شاء اللہ یہ مسئلہ حل کر آئیں گے۔خواجہ نور محمد نے گھر واپس پہنچ کر اہلِ علاقہ کو بتایا کہ بروز جمعۃ المبارک صبح دس بجے ڈیرہ حاجی نامدار سرگانہ (حویلی لعل) میں ہمارا مناظرہ ہوگا جس کسی نے آنا ہے وہاں آجائے۔اُن دنوں جامع مسجد چوپڑہ سرگانہ میں لاہور کے ایک عالم دین حافظ غلام فرید صاحب مُدرس و خطیب تھے میرے مخالفین کی طرف سے انہوں نے چیلنج قبول کیا اور مناظرہ کی تیاری کرنے لگے میرے ساتھی غلام محمد نے بوریوالہ شریف ضلع پاکپتن حاضر ہو کر اپنے پیرو مرشد حضرت سید رمضان علی شاہؒ کو بھی دعوت دی کہ جناب بھی تشریف لائیں حضرت خواجہ بلوآنویؒ کا سن کر انہوں نے بھی آمادگی کا اظہار کیا۔

مناظرہ حویلی لعل:۔ یہ مناظرہ ستمبر، اکتوبر 1953ء میں ہوا۔بلوآنہ شریف سے حضرت خواجہ حافظ صاحب، بوریوالہ شریف سے حضرت سید رمضان علی شاہؒ اور مخالف فریق کی طرف سے علامہ حافظ غلام فرید صاحب حسبِ مقرر جگہ پر اکٹھے ہوئے۔علامہ صاحب نے کہا گفتگو صرف قرآن و حدیث سے ہوگی بزرگانِ دین کے احوال و اقوال پیش نہیں کیے جائیں گے حضرت خواجہ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے بھری محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا یہاں عام لوگ بیٹھے ہیں ہم مختصر بات کریں گے۔اور وہ بات کریں گے جو سب کی سمجھ میں آجائے علامہ صاحب کو میں اختیار دیتا ہوں ایک بات چُن لیں؟ یہ بھی حافظِ قرآن ہیں اور میں بھی حافظِ قرآن ہوں۔ مقصد مناظرہ نہیں بات سمجھانی ہے۔ میں آیت پڑھوں گا اور اُسکا ترجمہ علامہ صاحب کریں یا علامہ صاحب آیت پڑھیں گے اور میں ترجمہ کروں گا۔ اِن دونوں باتوں میں سے علامہ صاحب کو اختیار ہے جو مرضی میں آئے چُن لیں علامہ صاحب نے سوچا شاید آپ ترجمہ کرتے وقت الفاظ بدل نہ لیں لہٰذا کہا آپ آیت مبارکہ پڑھیں۔ میں اس کا ترجمہ کروں گا۔آپ نے فرمایا اِس بات پر متفق رہنا۔انہوں نے مجمع میں تین بار اقرار کیا۔تو حضرت خواجہ نے یہ آیت شریف پڑھی ''اللہ نور السمٰوٰت و الارض '' علامہ صاحب نے بلند آواز سے اسکا ترجمہ کیا۔ ''اللہ تعالیٰ کا نُور آسمانوں اور زمینوں میں ہے'' آپ نے فرمایا اِس ترجمہ کو تین بار دُہرائیں۔انہوں نے دہرایا۔اور کہا اس میں حیوانوں کا ذکر تو نہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا تم ابھی میری بات مکمل ہونے دو آخر فیصلہ تم ہی کرو گے۔ اِس بھری محفل میں تم نے تین بار جو میں نے آیت پڑھی ہے اُس کا ترجمہ کیا ہے'' اللہ تعالیٰ کا نُور آسمانوں اور زمینوں

میں ہے" یقیناً میں بھی اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا نور آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ باقی آسمان و زمین کے درمیان خلا میں جو کچھ ہے یہ نورِ الٰہی سے خالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نُور تو صرف آسمان پر یا زمین پر ہے؟ علامہ صاحب نے کہا ہرگز نہیں خلا میں بھی اُسی کا نور ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چاروں اطراف کے بارے تمہارا کیا خیال ہے۔ اُس نے تصدیق کی کہ ہر طرف اللہ کا نُور ہے۔ تو آپ نے فرمایا، یہ چرند، پرند، شجر، حجر، نباتات، حیوانات، موجودات وغیرہ کیا اِس کائنات سے باہر ہیں علامہ صاحب نے کہا حضور میں نے تسلیم کرلیا کہ ہر چیز میں خداوندِ کریم کا نُور ہے۔ پھر شریعت کیوں فتوی دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ تمہارا نام "غلام فرید" ہے اب اپنے جسم کی طرف دیکھو کس چیز کا نام غلام فرید ہے۔ کسی کا نام سَر ہے، کسی کا نام چہرہ ہے، کسی کا نام بازو اور کسی کا نام ٹانگ ہے اب بتاؤ غلام فرید کہاں گیا؟ پھر تمہارے بعض اعضاء ایسے ہیں جو مدرسہ و مسجد، سفر و حضر جہاں بھی تم جاؤ تمہارے ساتھ رہتے ہیں مگر اُن میں سے کسی عضو کا نام غلام فرید کے ساتھ لگا دیا جائے تو تمہاری بے ادبی ہوگی تمہیں تکلیف ہوگی۔ حالانکہ تمہارے وجود میں تمام اعضاء کا صفاتی نام "غلام فرید" ہے۔ اسی طرح تمام کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کے نُور سے خالی نہیں مگر کسی ایسی چیز کو اس کے ساتھ مخصوص کیا جائے تو سوءِ ادب ہے۔ لہٰذا ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض چیزوں میں نُورِ الٰہی تسلیم کرنا جائز ہے مگر بیان کرنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت خواجہ کے عارفانہ کلام کا علامہ صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ وہیں دستِ مبارک پر بیعت اختیار کرلی۔

پھر حاجی محمد بخش عرف مغل ہراج (م: 21 نومبر 2000ء) میاں اللہ دتہ ولد سلطان محمود لنگاہ (م: 31 مئی 2009ء) محمد نواز ولد صالحوں گوڑا (م: 18 اکتوبر 2003ء) دستِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی موقعہ پر میاں ظہور احمد ولد پہلوان ہراج نے عرض کی حضور میرا ایک سوال ہے اگر اس کا جواب آپ نے مجھے سمجھا دیا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا۔ تم مرید ہو یا نہ ہو جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ انہوں نے علامہ اقبال کا ایک شعر اور سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی رباعی کا ایک مصرح وضاحت کے لیے پوچھا حضور نے ایسی عارفانہ تشریح فرمائی کہ وہ بھی اپنے بھائی حاجی محمد امیر کے ہمراہ وہیں حضور کے مرید ہوگئے۔

بعد ازاں تقریباً ایک بجے آپ جامع مسجد حویلی لعل میں تشریف فرما ہوئے اور جمعہ پر خطاب فرمایا۔ لوگوں کا شوق و ذوق دیکھتے ہوئے اُس روز کا وعظ "عطیہ علمِ لدنی" کا اظہار تھا۔ آپ نے فرمایا "اے لوگو! ذرا خاموشی سے بیٹھ کر میری طرف توجہ دو، تمام خیالات کو بھلا کر میری بات کی طرف غور کرو۔ آج میں تمہیں وہ بات سناؤں گا جو تم نے نہ کبھی سنی ہوگی، نہ کسی نے سُنائی ہوگی۔ حتٰی کہ قیامت تک یہ بات تمہیں کوئی نہ سُنائے گا۔" پھر آپ نے صرف لفظِ "قُل" کی تشریح بیان فرمائی جس کی مثال آج تک نہیں ملتی اور سارا خطاب لفظِ "قُل" پر

فرمایا۔ جمعۃ المبارک کے بعد حضور نے غلام محمد موچی سے فرمایا۔ مکتوباتِ عشق سے یہ خط سُناؤ۔

سوہنی دلپذیر تصویر ہادی اَج چھک لایا مینوں تیر بیلی

ایہہ تیر سریر نوں چیر گیا مثل فصد کُھلی دل دی سیر بیلی

تمام محفل پر گریہ طاری ہو گیا اور وجد کی لہر دوڑ گئی۔ حضور بڑے خوش ہوئے اور غلام محمد سے فرمایا ''عشق ہوتا تیرا اور مرید ہوتا میرا، میں تجھے کسی مقام پر پہنچا دیتا مگر تیری زندگی کے دن تھوڑے ہیں اور تیرے پیر نے تجھے اپنے آپ میں ہی جلا کر رکھ دیا ہے'' پھر حضور مسجد سے ڈیرہ میں واپس تشریف لائے۔ اور مجلس ہوتی رہی۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ کے لیے دُعا:۔ کچھ دیر بعد وہیں میاں اللہ یار جنجوعہ اپنے دونوں بیٹوں میاں ریاض حشمت اور میاں ظہور ساجد کو لے کر دُعا کے لیے حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی۔ حضور! غریب آدمی ہوں ،گُوراوقات کپڑے کی خرید وفروخت سے کرتا ہوں۔ اپنے بچوں کو لے کر حاضر ہوا ہوں ان کے لیے دُعائے خیر فرمائیں۔ حضور نے میاں ریاض حشمت کے سَر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا ''اللہ یار! یہ بچے بڑے بخت والے ہونگے ان کے پیچھے مخلوق دوڑے گی اور یہ آگے آگے چلیں گے'' حضور کی دُعا سے میاں صاحب اپنی زندگی میں کئی مرتبہ ایم ،پی، اے بننے کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشیر بھی رہے وہ اکثر اپنے احباب سے حضور کی دُعا اور سر پر دستِ مبارک پھیرنے کا واقعہ بیان کر کے بہت مسرور ہوتے۔

اس مرتبہ حضور نے مدوکی میں دو رات قیام فرمایا ایک شب حویلی لعل میں رہے اور دوسری خواجہ نور محمد کے ہاں بسر فرمائی راقم الحروف نے مدوکی والے معتبر اور بزرگ دُرویشوں سے یہی سُنا کہ ہم حضور کے وصال سے ایک یا ڈیڑھ سال پہلے مرید ہوئے۔ حضور اپنی حیات مبارکہ میں ''مدوکی'' تین مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ مناظرہ کے وقت پھر یہیں سے آپ شور کوٹ موضع ماہلا تشریف لے گئے اور ایک ہفتہ بعد واپسی پر حاجی محمد کبیر (م:14 جولائی 1997ء) کے ہاں ایک رات ٹھہرے وہیں پر میاں حق نواز ولد سلطان محمود لنگاہ (م:13 جون 2008ء) اور میاں محمد شفیع ولد اللہ بخش کوڑا (م:27 نومبر 2008ء) مرید ہوئے۔ اگلی رات حضور نے محمد نواز ولد صالحوں کوڑا کے ہاں چاہ سیدانوالی قیام فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر آئندہ سال حضور اگست 1954ء میں تیسری اور آخری بار مدوکی آئے اس مرتبہ کچھ دیر کے لیے آپ میاں ظہور احمد ہراج (م: یکم نومبر 2005ء) کے ہاں بھی تشریف لے گئے۔

میاں مغل ہراج بتایا کرتے۔ ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے '' آیا، جایا کرو'' بطورِ مثال فرماتے ''اپنی درانتی تیز کروا جایا کرو'' یعنی دلوں کو صاف کروایا کرو۔ پیرِ کامل کی حاضری سے دلوں کا مَیل اور زنگ اُتر جاتا ہے''

خدمتِ مرشد میں رہ چوں برگِ گل ہمراہ قند
فیضِ صحبت کب ملے جب تک نہ ملیئے ٹوٹ ٹوٹ

حضرت مدوکانواںؒ سے ملاقات:۔ دُرویش میاں محمد بخش جنجوعہ بیان کرتے ہیں حضرت خواجہ آخری بار جب مدوکی تشریف لائے تو خلیفہ حاجی محمد کبیر کی دعوت سے واپسی پر میں حضور کو سائیکل پر بٹھا کر ریلوے اسٹیشن مدوکی روانہ ہوا۔ جب ہم حضرت مدوکانواںؒ کے روضہ کے سامنے سے گُورے تو حضور نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ مجھے اُترنے دو۔ میں نے سائیکل روک دیا۔ حضور اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ میں حیران ہوا اور عرض کی حضور پیدل کیوں چل رہے ہیں۔ میں نے کوئی غلطی کی ہے فرمایا نہیں۔ بات یہ ہے کہ مدوکانواں رحمۃ اللہ علیہ میرے استقبال کے لیے روضہ سے باہر آ کھڑے ہیں اُن کے احترام کی وجہ سے میں بھی سائیکل سے اُتر آیا ہوں۔ جونہی میں نے روضہ مبارک کی طرف دیکھا تو مجھے بھی حضرت مدوکانواں کی زیارت نصیب ہوگئی۔ وہ ہاتھ باندھ کر اپنے روضہ سے باہر حضور کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ اُس دن میں نے مشاہدہ کرلیا کہ فقیر کبھی نہیں مرتا وہ زندہ رہتا ہے۔ بس چند لمحوں بعد وہ بھی غائب ہوگئے اور حضور دوبارہ سائیکل پر سوار ہوئے اور ہم مدوکی ریلوے اسٹیشن پہنچے واپسی پر یہ واقعہ میں نے سب پیر بھائیوں کو بتایا اور وہ بھی بڑے محظوظ ہوئے۔

تین جنوں کا مرید ہونا:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷:ع ۲) ''اور ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانسان کو مگر اپنی عبادت کے لیے'' احادیثِ مبارکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حصولِ فیض کے لیے جنات کی حاضری کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اولیاء اللہ کے احوال میں بھی کئی جنات کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں بھی جنات کی حاضری سے متعلق بعض واقعات میں نے سُنے ہیں۔

حضرت خواجہ کے گھر کے عقب میں ایک مکان تھا جسے بھینس والا کمرہ کہتے تھے ایک مرتبہ آپ نے خود فرمایا جنات مجھ سے وہاں رہائش کے لیے جگہ مانگتے ہیں۔ میں نے کہا میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں وہاں پیشاب وغیرہ کریں گے میری پھوپھی صاحبہ نے بتایا کئی مرتبہ ہم بچپن میں دن دہاڑے انہیں دیکھا کرتے دربار شریف کے سامنے بچوں کی شکل میں کھیل رہے ہوتے پھر اچانک بڑے ہوجاتے ہم اپنی والدہ صاحبہ کو آ کر بتاتیں تو وہ فرماتیں ''یہ تمہارے والد کی اجازت سے رہ رہے ہیں'' میاں شیخ احمد پٹھان کہتا یہ جن ہیں جو بڑے ہوتے جارہے ہیں کبھی سفید ریش، کبھی سیاہ ریش لحہ بہ لحہ رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ سائیں (حضرت قبلہ عالم منگانویؒ) فرمایا کرتے میں بھی اُنہیں دیکھتا ہوں۔

☆ بابا خادم حسین دُرویش (م:9 جون 2000ء) سے میں نے سُنا کہ حضرت خواجہ کے تین جن مرید

ہوئے تھے وہ پہلے آپ کی اجازت سے دربار شریف پر ہی رہتے تھے پھر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے حکم پر وہ یہاں سے بہاولپور چلے گئے۔ جب تک حضور قبلہ عالم بلوآنہ شریف رہے وہ ہر جمعرات کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ کا ایک معمول

حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "میرے والد صاحب قبلہ کا معمول تھا انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو رات کو اسے کاغذ پر لکھ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دیتے صبح تک وہ معاملہ آپ پر عیاں ہو جاتا کئی مرتبہ انہوں نے اپنے بعض معاملات مجھ سے کاغذ پر لکھوا کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھے۔ اور صبح خود ہی اُس مسئلہ کی وضاحت فرما دیتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 6
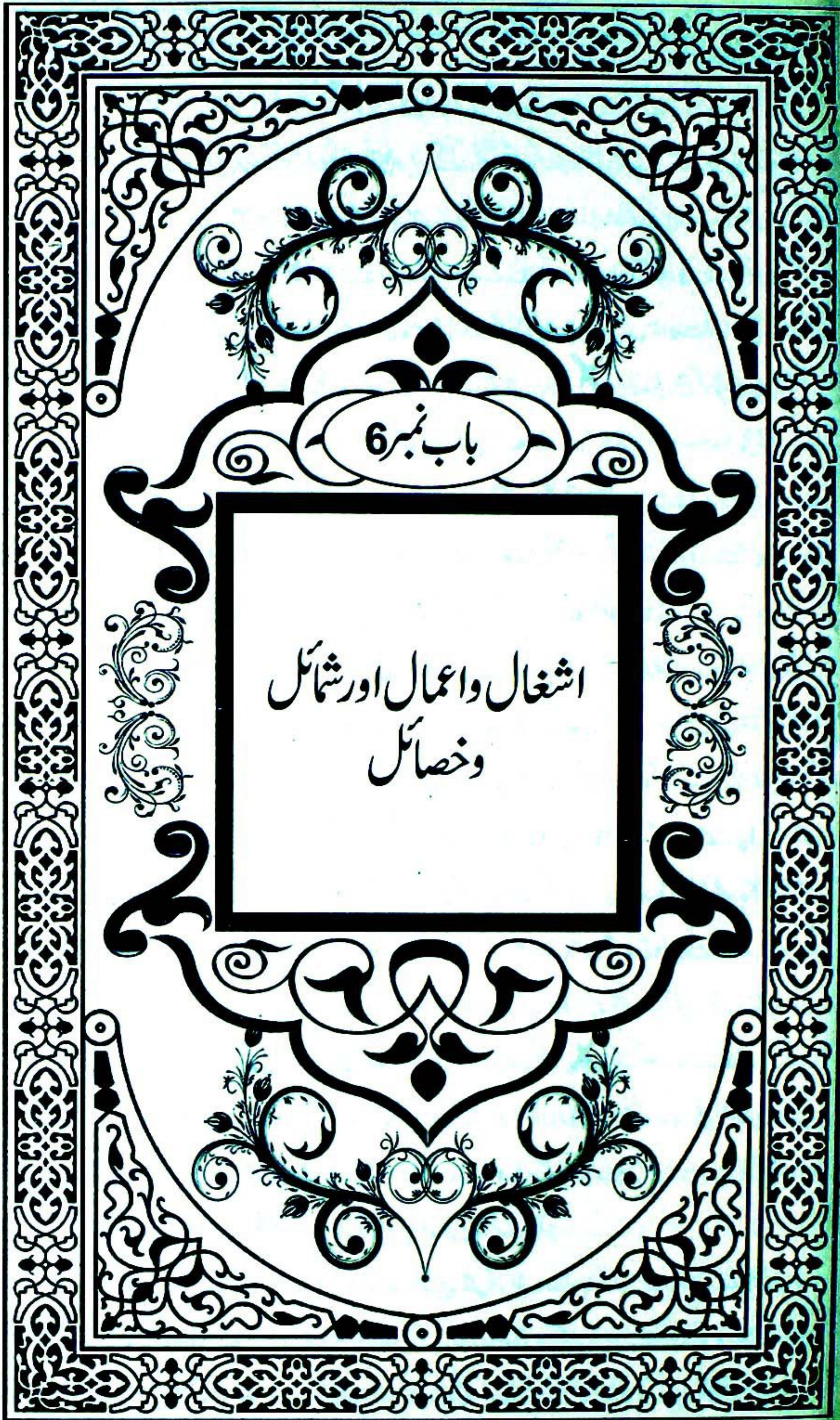
اشغال واعمال اور شمائل وخصائل

معمولاتِ روز و شب

حضرت خواجہ نے اپنی زندگی کو ذکر و فکر اور تبلیغ دین کے لئے وقف کر رکھا تھا۔آپ کا معمول شریف تھا ہمیشہ فجر کی سنت اپنے حجرہ مبارک میں پڑھتے بہت کم مرتبہ مسجد میں آ کر پڑھیں۔ جماعت خود کرواتے تھے لیکن کبھی کسی قابل امامت دُرویش کو بھی امام بنا لیتے نماز بہت آہستہ نہ پڑھاتے تھے بلکہ رسولِ خدا ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے چھوٹی سورتیں پڑھ کر جلدی ختم کرتے صرف نمازِ فجر میں طویل سورتیں تلاوت فرماتے تھے اکثر ارشاد ہوتا نماز آہستہ پڑھی جائے تو غیر خیال (وسوسے) زیادہ آتے ہیں لہٰذا فرائض کو جلدی ادا کرنا چاہیے۔فرض نماز کی ادائیگی کے بعد دس مرتبہ دُرودشریف (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِک وَسَلِّمْ) دس مرتبہ قل شریف اور آخر میں دس مرتبہ کلمہ شریف بامعنی با جلی تمام اہلِ جماعت مل کر بلند آواز سے پڑھتے۔اسکے بعد کھجور کی گٹھلیوں پر سب مل کر درود شریف پڑھتے۔گٹھلیاں ختم ہو جاتیں تو زور زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا پھر حضور دعا مانگتے۔اور اسکے بعد بھی ایک مرتبہ کلمہ شریف بلند آواز سے پڑھا جاتا۔

بعد ازاں آپ کم از کم ایک گھنٹہ درسِ قرآن دیتے جس میں ایک پاؤ (سپارہ کا چوتھا حصہ) طالبانِ حق کو تشریح و تفسیر کے ساتھ بیان فرماتے۔ایک ایک آیت کے کئی معنی و مطالب بیان کرنا اور مثالوں کے ساتھ سمجھانا جسے ''علمِ لدنی'' کہتے ہیں۔درسِ قرآن کے بعد اشراق کا ٹائم ہو جاتا۔پھر وہیں دو، دو کر کے چھ رکعت اشراق پڑھتے۔تمام نوافل میں دُرویشوں کو تین، تین مرتبہ قل شریف پڑھنے کا ارشاد ہوتا۔پھر مسجد سے اپنے حجرہ میں تشریف لاتے اور غُسل فرماتے بالوں میں تیل لگاتے، کنگھی کرتے اور آنکھوں میں سُرمہ ڈالتے پھر ہلکا سا ناشتہ کرتے اور یہیں دو، دو کر کے چھ رکعت نوافلِ چاشت ادا فرماتے۔پھر عام مجلس شروع ہو جاتی اور آنے جانے والوں سے میل ملاقات جاری رہتی۔کسی فرد کو ملاقات و زیارت میں دشواری پیش نہ آتی۔قال اللہ و قال الرسول ﷺ ، اقوال و افعال صالحین و اسلاف کا درس آپ کا مشن تھا۔قبل دوپہر ایک گھنٹہ کے لئے ضرور قیلولہ فرماتے۔رات کو اللہ، اللہ کرنے والا، دن کو ضرور کچھ دیر آرام کرتا ہے ارشاد ہوتا ''دُرویش کے لیے رات بارہ بجے کے بعد جاگنا ثواب ہے اور دن بارہ بجے سے پہلے سونا ثواب ہے'' ویسے بھی دوپہر کو سونا عبادت ہے کیونکہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق قیلولہ پچھلی رات کے اُٹھنے پر آسانی پیدا کرتا ہے۔

اذانِ ظہر سے قبل بیدار ہوتے تازہ وضو فرماتے اور مسجد میں تشریف لے جا کر نمازِ ظہر ادا فرماتے پھر کوئی نہ کوئی کتاب شروع ہو جاتی۔حمدِ باری تعالیٰ، نعت خوانی، غزلیات، اشعار بزرگانِ دین سُنتے سُناتے مرآۃ العارفین (حضرت امام حسینؓ) مثنوی مولانا رومؒ، گلستان، بوستان (شیخ سعدیؒ) زلیخا مولانا جامیؒ، اور پنجابی کتب میں سے۔ابیاتِ علی حیدرؒ، پنج گنج محمد بوٹاؒ، ہیر وارث شاہؒ، احسن القصص (مولوی غلام رسولؒ) سیف الملوک، (میاں

محمد بخشؒ) اور مکتوباتِ عشق (حضرت شیر یزدانی سید شیر محمد گیلانی فتح پوریؒ) پر آپ کو بہت عبور حاصل تھا۔ اور ہمیشہ ان کتب کے معانی، تشریح وتفسیر، توحید اور عشق حقیقی میں اسطرح بیان فرماتے کہ حاضرین مجلس پر رقت طاری ہو جاتی۔ اس دوران درویشوں سے حال چال بھی دریافت کرتے رہتے۔ نمازِ عصر قدرے دیر سے ادا کرتے۔ پھر کھانا پینا بند، کوئی دنیاوی بات کرنا بند آپ کے فرزند اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کتاب ''فیض سبحانی فتح الربانی'' (مواعظ حسنہ سیدنا غوث الاعظمؓ) سامنے رکھ کر پڑھتے اور حضرت خواجہ ایک ایک پیرا کی ساتھ ساتھ تشریح وتفسیر بیان کرتے جاتے یہ درس مغرب کی نماز تک جاری رہتا اس دوران حاضرین وناظرین میں سے کوئی مجلس سے اُٹھ کر باہر نہ جا سکتا یہ کتاب اُردو میں مترجم ہے شریعت، طریقت، حقیقت کا خزانہ ہے تمام خاص خاص احباب کو اس کتاب کے مطالعہ رکھنے کی تاکید فرماتے، یہ کتاب اور قرآن مجید، لوٹا، جائے نماز سفر وحضر میں ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ ''فیض سبحانی'' کا درس سلسلۂ قادریہ کے تمام مشائخ کی سنت رہی ہے۔ حضرت خواجہ جب اپنے منفرد انداز میں ارشاداتِ غوثیہ کی تشریح فرماتے تو حاضرین مجلس پر ایک سکوت کا عالم اور روحانیت طاری رہتی یوں معلوم ہوتا سرکارِ بغداد ہر ایک دُرویش کے دل کی بات اُسے بیان فرما رہے ہیں اور ہر دُرویش اِن ارشادات کی روشنی میں اپنی اصلاح کر لیتا۔ یہ حضراتِ قادریہ کا مخصوص درس مغرب کی اذان تک جاری رہتا۔ اسی کیفیت میں نمازِ مغرب ادا کرتے پھر وہیں دو، دو کر کے چھ رکعت نوافلِ اوابین ادا فرماتے اور عشاء تک وظائف میں مشغول رہتے۔ عشاء کی نماز میں دہڑ شریف اور بلو آنہ شریف گنتی ہوتی تھی۔ جو آدمی نماز سے رہ جاتا اُسے لنگر نہیں ملتا تھا۔ نمازِ عشاء پڑھ کر جائے لنگر کھائے، آرام کرے، پھر اُسے آزادی ہے۔ حضرت خواجہ رات کو کھانا بہت کم کھاتے تھے کیا ہوا دو چار لقمے کھا لیے یا ایک گلاس دودھ پی لیتے۔ اس دوران صرف خاص خاص احباب ملاقات و زیارت کے لیے حاضر ہو سکتے تھے۔ آپ کا بستر بچھا رہتا لیکن رات گزر جاتی آپ اُس پر دراز نہ ہوتے اکثر موسمِ سرما کی طویل اور سرد ترین راتوں میں بھی اپنے پاؤں کو ٹھنڈے پانی سے بھرے ہوئے برتن میں رکھ کر ایک سپیشل کُرسی بنوائی ہوئی تھی جس پر بیٹھ کر ساری رات محبوب حقیقی کی یاد و معرفت میں گُزار دیتے حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے میری عمر بہت تھوڑی تھی کہ قبلہ والد صاحب مجھے رات کو بیدار کروا کر اپنے پاس بُلا لیتے اور فرماتے ''بیٹا! یہ دُنیا وجہان سونے کے لیے نہیں ہے۔ یہاں ہم اپنے یار کو منائیں، اسکی معرفت حاصل کریں، اس سے پیار کریں اور اسکی یادوں کے تصور اور دیدار سے اپنے قلب کو منور کریں۔ جب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آئے گا تو چونکہ تھکے ہوئے ہونگے، قبر میں آرام کریں گے۔ وہاں آرام کریں گے یہاں نہیں'' زیادہ تر قریبی احباب بھی آپ کے ساتھ ساری ساری رات جاگتے گزار دیتے لیکن عام دُرویشوں کو سونے کی اجازت ہوتی تھی۔ اکثر رات کو یہ بیت پڑھا کرتے

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سائے تلے

رات کبھی مصلّٰی پر گزرتی تو کبھی کرسی پر ٹھنڈے پانی کا برتن جس میں پاؤں ڈال کر بیٹھتے وہ حرارتِ جسم کی وجہ سے ٹھنڈا نہ رہتا تو مزید پانی ڈلواتے۔ رات کو درد و سوز اور عشقِ حقیقی میں آہیں بھرتے۔ آپ کی ہر رگ و جان میں "ہُو ہُو" کا ذکر اسطرح سمایا ہوا تھا کہ اعضاء کی ہر حرکت بلکہ جسم میں چلنے والے خون کا ہر قطرہ یادِ الٰہی میں تڑپتا رہتا۔ اکثر اس دوران حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے بزرگانِ دین کا ذوق وشوق سے معمور عارفانہ کلام سنتے رہتے۔ حضور قبلہ عالم کی آواز بڑی شیریں اور پُرسوز تھی۔ جب آپ اپنی مخصوص لَے میں طرز کے ساتھ پڑھتے تو حضرت خواجہ بہت مسرور ہوتے۔ حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے اُن دنوں پچھلی رات کو سڑک سے اُونٹ سامان سے لدے شہر جانے کے لیے گزرتے تھے۔ ساربانوں نے انکے گلے میں گھنٹیاں باندھی ہوتی تھیں جنکی آواز دُور دُور تک سُنائی دیتی تھی جب انکے گزرنے کا وقت ہوتا تو مجھے پڑھنا روک دیتے آپ کی طبیعت بڑی رقیق تھی اُن گھنٹیوں میں بھی آپ کو "ہُو ہُو" کا نغمۂ جانفزاء سُنائی دیتا اور آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔

ہر کسانے کہ ایزد پرستی کنند ٭ بر آواز دولاب مستی کنند

(وہ لوگ جو خدا پرستی کرتے ہیں وہ دولاب (کنوئیں کے ڈول) کی آواز پر مست ہو جاتے ہیں)

دربار شریف پر تہجد کی باقاعدہ اذان ہوتی تھی۔ جب پچھلی رات کا وقت ہوتا تو سب دُرویشوں کو بیدار کر دیا جاتا بلکہ اُن کے بستر لپیٹ کر رکھ دیئے جاتے تاکہ سونے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ تہجد کے وقت کوئی بشر بھی دربار شریف پر سو نہیں سکتا تھا۔ آپ فرماتے "میرے گھر میں اگر کوئی ایک ماہ کا بچہ بھی ہو اُسے بھی جگائے رکھو۔ وہ بے شک روتا رہے لیکن انعاماتِ خداوندی سے محروم نہ رہے" نمازِ تہجد دو، دو کر کے بارہ رکعت پڑھی جاتی ہر رکعت میں ویسے تو جس قدر قرآن پڑھا جا سکے پڑھے قولہ تعالیٰ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (پ۲۹: ع۱۴) جتنا طبیعت برداشت کر سکے اُتنا ہر رکعت میں قرآن پڑھا جائے لیکن عام طور پر کم از کم سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے کا حکم دیتے۔ بقول چچا حافظ عبدالغفور صاحب آپ اکثر نمازِ تہجد میں سورۃ یوسف پڑھا کرتے۔ سورۃ یوسف کے چونکہ بارہ رکوع ہیں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جاتا نمازِ تہجد کے بعد خود بھی ذکر بالجہر کرتے اور دُرویشوں کو بھی حکم ہوتا۔ جسکی آواز نہ آتی اس سے صبح باز پُرس ہوتی۔ گویا آپ ذکر کی جلی سے دُرویشوں کی حاضری لگاتے کہ فلاں بیدار ہوا ہے اور فلاں نہیں۔ نمازِ فجر کے بعد اسکی پرسش ہوتی، ہر چھوٹے بڑے کو جو بھی تہجد کے لئے بیدار نہ ہوتا اسے سزا ملتی۔ جو دُرویش تہجد نہ پڑھتا اس کا لنگر بند کر دیا جاتا۔ ہر دُرویش کو تہجد کے ذکر و فکر اور مراقبہ کا حکم دیتے۔ حتّٰی کہ فجر کی اذان ہو جاتی اکثر ارشاد فرماتے "دُرویش پر چھ نمازیں فرض ہیں" رمضان المبارک میں قرآنِ

حکیم خود مصلّٰی پر سنایا کرتے جو بھی ایک بار اس عاشقِ ربانی کے پیچھے تراویح پڑھتا پھر اُسے کسی اور کے پیچھے وہ لطف نہ آتا۔ آپ ہمیشہ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور اپنی خاص لَے میں پڑھا کرتے تو کئی اصحابِ حال پر دورانِ نماز ہی وجد طاری ہو جاتا۔ آپ روزانہ تراویح میں سوا پارہ قرآن پڑھتے اور ہمیشہ مقتدیوں کی رعایت مدِنظر رکھتے تھے۔

حلیہ مبارک

کالزھر فی طرف و البدر فی شرف

والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

(خدوخال میں گلاب کے پھول کی مانند، اعزاز و بلندی میں چاند کی طرح، سخاوت میں سمندر کی مانند اور ہمت وحوصلے میں زمانے کی مثال)

حضرت خواجہ کا ظاہر و باطن سنتِ نبوی ﷺ کے ایک ایک رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی صورت و سیرت کی ہر ادا میں محبوب دو جہاں ﷺ کی مکمل پیروی نظر آتی تھی آپ جوانی میں نہایت حسین اور پُر کشش نوجوان تھے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "آپ کے چہرۂ انور کا رنگ اتنا سفید اور چمک دار تھا کہ ریش مبارک کے عکس کی جھلک رخساروں پر پڑتی تھی" پیشانی روشن اور بلند، ناک چمکتی ہوئی تلوار کی مانند اونچا اور چہرے پر نہایت موزوں، ابرو باریک اور معمولی خمدار، لب مبارک پھول کی کلی کی مانند نرم اور باریک، آنکھیں زیادہ بڑی تو نہ تھیں لیکن بہت پُر کشش اور ان میں خاص چمک تھی، دہن درمیانہ، دندان چھوٹے چھوٹے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے جب کبھی مسکراتے تو دانتوں کی چمک کرنیں بکھیرتی تھی۔ ریش مبارک نہ تو زیادہ گھنی تھی اور نہ ہی پتلی بمقدار قبضہ ریش مبارک کٹواتے یعنی لب مبارک کے نیچے چار انگلیاں رکھ کر نیچے سے کٹوا دیتے۔ گیسو کانوں کی لَو کو چومتے تھے۔ کنگھی کرنے کے بعد ہمیشہ درمیان سے مانگ نکالا کرتے تھے۔ قد لمبا اور سینہ کشادہ تھا۔ کثرتِ مجاہدات کے باعث جسم پر گوشت بہت کم تھا۔ مگر مضبوط جسامت کے باعث کمزور اور نڈھال دکھائی نہ دیتے تھے۔ جس طرف بھی دیکھنا ہوتا مکمل چہرہ مبارک اور گردن گھما کر دیکھتے۔ ترچھی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھتے تھے۔ عشق و مستی کے باعث نگاہوں میں بڑی تاثیر تھی۔ جس پر توجہ (نگاہِ فیض) فرماتے اسے اپنے رنگ میں رنگ لیتے اور اس کی دین و دنیا سنور جاتی۔ پاؤں نرم و نازک، پتلے اور لمبے تھے جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے چڑھائی (بلندی) سے نیچے اُتر رہے ہیں۔ آپ باقی لوگوں کی نسبت تیز چلتے۔ حتّٰی کہ دورانِ سفر خدام آپ کے ساتھ دوڑا کرتے۔

حضرت خواجہ تصویر نہیں کھنچواتے تھے۔ دُرویشوں کے بارہا اصرار کے باوجود آپ اس طرف راغب نہ ہوئے بلکہ فرمایا کرتے "ظاہری تصویر کا کوئی فائدہ نہیں اصل تصویر تو دل میں اتارنی ہے لہٰذا کیا ہی اچھا ہے کہ صورتِ یار کو دل میں اتارو" اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

جب تصور پک گیا تصویر کی حاجت نہیں
زلف کے پابند کو زنجیر کی حاجت نہیں

خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب اور میاں غلام قادر گجراتی نے تصویر اُتارنے کے لیے بارہا اصرار کیا لیکن آپ نہ مانے اکثر فرمادیتے ''میری طرف سے کرم حسین (حضور قبلہ عالم منگانویؒ) کی تصویر اُتارلو'' قاضی میاں غلام رسول صاحب کو آپ کی تصویر کا اس قدر شوق تھا کہ اس زمانہ میں اپنا ذاتی کیمرہ خرید کر دربار شریف پر رکھ گئے کہ جب کبھی آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو اُس وقت تصویر اُتار لی جائے۔ لیکن وہ کیمرہ پڑا پڑا خراب ہو گیا آپ نے تصویر کشی پسند نہ فرمائی۔ البتہ حضرت خواجہ کے وصال پر ایک تصویر اُتاری گئی جو اب تک ایک تبرک ونشانی کے طور پر موجود ہے اور راقم الحروف کے مملوکہ تبرکات میں منگانی شریف محفوظ ہے ۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے میانوالی سے خلیفہ ملک محمد خان کے گھر سے ایک گروپ فوٹو دستیاب ہوا ہے جس میں حضرت اقدس دھڑوی کے ساتھ کافی سارے دُرویش بھی موجود ہیں چچا پیر نور حسین صاحب نے وہ فوٹو دیکھی تو تصدیق کی کہ اس میں حضرتِ اقدس دھڑویؒ کے دائیں جانب حضرت خواجہ اور بائیں جانب حضرت قبلہ عالم موجود ہیں یہ ایک پاسپورٹ سائز سے کچھ بڑی مدھم سی تصویر ہے گویا آپ کے پیرومرشد کی موجودگی میں اُتاری گئی۔ اس لیے گردن جھکائے بیٹھے رہے ورنہ تصویر اتارنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہ نادر و نایاب تصویر بھی حجرۂ تبرکات منگانی شریف میں موجود ہے۔

اندازِ کلام

حضرت خواجہ کی آواز مبارک پُر وقار، شیریں اور پُرسوز تھی۔ آپ وعظ و تقریر میں روایتی انداز کے برعکس اپنے اندر جذب و مستی اور رموزِ عشق کا ایسا منفرد انداز رکھتے جسکی نظیر دُور دُور تک نہیں ملتی تھی۔ جب وعظ فرماتے تو کسی کو اپنے تن، من، دھن کی خبر نہ رہتی۔ محفل میں ٹھہر ٹھہر کر اور پست آواز میں کلام کرتے مگر وعظ و تقریر میں پُرجوش اور بلند آواز میں کرتے۔ عام گفتگو فرماتے تو جھنگ کی زبان (لب ولہجہ) میں بولتے لیکن وعظ میں پُرجوش انداز میں اپنی مادری میانوالی کی سرائیکی و پوٹھوہاری زبان بولتے۔ اندازِ تکلم ایسا منفرد تھا کہ آغاز میں ہی لوگوں پر سحر طاری کر دیتے۔ کبھی کبھی سرِ محفل بیباک الفاظ میں دلیرانہ گفتگو بھی فرمالیا کرتے۔ جیسے عرفاء کے شطحیات معروف ہیں۔

بلائے جاں ہے غالبؔ اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

آپ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ سنگدل انسان بھی چند جُملے سن کر موم ہو جاتا۔ ''توحید'' آپ کا پسندیدہ موضوع تھا آپ کے مواعظ میں سرکارِ بغداد کے خطباتِ حسنہ کا عکس نظر آتا دیگر موضوعات میں سے ''وحدۃ الوجود،

انسانِ کامل اور معرفتِ حق'' پر بھی آپ کے مواعظ لاجواب ہوتے ہر وعظ پہلے سے زیادہ پُر جوش اور پُر اثر ہوتا۔

حاجی غلام محمد قادری سکنہ 46/E.B (عارف والا) نے اپنی مطبوعہ یادداشتوں میں آپ کے کئی مواعظ کا ذکر کیا ہے ''ایک ناقابلِ فراموش حاضری'' کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ دہڑ شریف حاضرِ خدمت ہوا۔ چبوترے پر مجلس برپا تھی حضرت خواجہ حافظ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا'' حافظ جی! ذرا اللہ نور السمٰوٰت و الارض پر بیان ہو جائے'' حضرت حافظ صاحب نے حسب الحکم خطاب فرمایا آپ مذکورہ آیت کے کئی کئی مطالب بیان فرماتے رہے جب بات پُر اسرار گھمن گھیر میں پہنچ گئی تو ہمیں مخاطب کر کے فرمایا میرے پیر بھائیو! کیا تم میرا ساتھ دے رہے ہو'' اپنے اپنے نصیباں دی ہوندی ایہہ گل'' کوئی سمجھ رہا تھا اور کوئی یونہی اقرار کر رہا تھا۔ حضور دہڑوی سرکارؒ ٹکٹکی باندھے حضرت حافظ صاحب کے گُل شگفتہ چہرے کو دیکھ رہے تھے اور حضرت حافظ صاحب بحرِ وحدت سے بقولِ میاں عبداللہ دُرویش ''لاغوطہ بحرِ عمیق اندر کر بھال اُس دُر بحر کی'' موتی نکال کر پیش کر رہے تھے۔ اب تو ایسی مبارک مجلسوں کو آنکھیں ترستی ہیں۔

ہزاروں سے سُنے وہ لفظ لیکن لفظ تھے خالی
تمہاری بات کی شوخی تمہاری ہی زُباں تک ہے

سندیلیانوالی شریف کا مشہور و معروف خطاب:۔ حضرت خواجہ نے غالباً 1949ء میں حضرت قطبِ عالم سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلویؒ کے سالانہ عرس مبارک پر ایک خطاب فرمایا تھا۔ جس کی پچھلی نصف صدی میں دھوم مچی رہی۔ میں نے اس خطاب کا تذکرہ اپنے پیر بھائیوں کے علاوہ اور بھی کئی لوگوں سے سُنا ہے جو اس وقت حاضر تھے۔ کافی عرصہ پہلے راقم الحروف ایک مرتبہ دربار قطبیہ سندیلیانوالی شریف حاضر تھا وہاں ایک حافظ صاحب جنکی عمر اسوقت کم و بیش ساٹھ، ستر برس ہوگی ایک دُرویش سے میرے متعلق پوچھا جب انہیں میرے بارے میں علم ہوا تو بطورِ خاص ملاقات کے لیے آئے اور بتایا'' میں نے جناب کے دادا بزرگوار (حضرت خواجہ) کی زیارت یہیں دربار شریف پر کی تھی۔ ایک مرتبہ عرس کے موقع پر آپ نے خطاب فرمایا تھا۔ میں اُسوقت لڑکا تھا۔ مجھے آپ کی باتیں تو یاد نہیں البتہ اسقدر یاد ہے کہ دورانِ خطاب محفل میں دُرویشوں کے'' حق ہُو'' کے نعروں کا شور تھا اور بہت پیر بھائیوں کو وجد ہوا تھا۔ ایسا رنگ میں نے اپنی زندگی میں پھر کبھی نہیں دیکھا آج بھی جب وہ لمحات یاد آتے ہیں تو ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے''

حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے ایک روز دورانِ مجلس فرمایا تھا'' سندیلیانوالی شریف عرس پر ایک مرتبہ قبلہ والد صاحب نے خطاب فرمایا جو بہت مشہور ہوا۔ میں بھی اُس موقع پر آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے توحید پر کلام فرماتے ہوئے جب یہ شعر پڑھا تو میں نے دیکھا حضرتِ اقدس دہڑویؒ کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی طرح بہہ رہے

تھے" وہ شعر یہ تھا۔

چیست توحید آنکہ از غیر خدا
فرد آئی در خلا و در ملا

(توحید کیا ہے؟ یہ کہ خدا کے غیر یا شریک سے تو خلوت اور جلوت میں تنہا رہے، دُور رہے۔)

بچپن کی وجہ سے اس خطاب کی مزید تفصیل میں آپ سے دریافت نہ کر سکا۔ حضور قبلہ عالم کے بعد از وصال مجھے جس نے بھی اُس معروف خطاب کے متعلق بتایا بہت تعریف کی۔ لیکن آپ نے وہاں کیا فرمایا اسکی مکمل تفصیل نہ مل سکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوا۔ سندیلیانوالی شریف کا عرس اُن دنوں پنجاب کی سطح پر چند بڑے اجتماعات میں سے ایک ہوتا تھا۔ ہر وقت لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ قادریہ سلاسل کے مشائخ کے علاوہ ملک کے بڑے بڑے علماء یہاں خطاب فرماتے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ کے ایماء پر حضرت خواجہ کو خطاب کے لیے وقت دیا گیا۔ بعض اصحابِ رائے اور خلفاء نے دبے لفظوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ "پیر سردار شاہ صاحب لوگوں کو آج کیا دکھانا چاہتے ہیں؟" لیکن جیسے ہی حمد و ثناء کے بعد حضرت خواجہ نے توحید کے موضوع پر تمہید باندھی تو حاضرین کی توجہ کا مرکز بن گئے جوں جوں سلسلۂ تکلم بڑھتا گیا آپ کی زبان پر اسرار و حقائق کا دریا بہتا چلا گیا۔ آپ نے بعض آیاتِ مبارکہ سے ایسے، ایسے نکات اور توجیہہ و براہین پیش فرمائے کہ سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔ بڑے بڑے علماء دنگ رہ گئے دُرویشوں کے حق ہُو کے نعروں کا شور برپا ہو گیا۔ بہت پیر بھائیوں کو حال پڑا۔ عارفِ ربانی حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ محفل میں تشریف رکھتے تھے آپ کی اس قدر بیباک گفتگو سُن کر وہ بہت مسرور ہوئے اور حضرت اقدس دہڑویؒ سے کہا "سائیں! یہ شہباز کہاں سے پکڑا ہے" آپ نے دربارِ قطبیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "انہوں نے پکڑا ہے اور انہی کا بھیجا ہوا ہے" گویا حضرت قطب عالم پیر محلوی نے جس پہاڑی شہباز کے شکار کے لیے ابدال وقت حضرت فقیر محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ کو بھیجا تھا وہ تکمیلِ سلوک کے بعد آپ کے ہی مبارک قدموں میں آپ کے دربار سے ملی ہوئی خیرات کو بطورِ تحدیثِ نعمت بیان کر رہا تھا۔ حضرت خواجہ جذب و مستی کے عالم میں کیا سے کیا بولتے چلے گئے۔ ایسے معلوم ہوتا جیسے محبوبِ حقیقی کی ہر صفت ہی اُس صفات والے کو دل کی آنکھوں سے دیکھ کر بیان کر رہے ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے اہلِ محفل سے پوچھا "بتاؤ تم میں سے کسی نے رب کو دیکھا ہے" محفل سے حضرت پیر جلوآنوی نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور وجد کے عالم میں اُٹھ کر آپ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا "واہ حافظ صاحب واہ! تم ہمارے سلسلہ کے شہباز ہو" حاضرین پر کیفیت طاری تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ رب کو کیسے دیکھا جاتا ہے۔ بس یہ الفاظ ادا کرنے کی دیر تھی کہ حضرت اقدس دہڑویؒ نے ہاتھ کے اشارہ سے آپ کو روک دیا اور آپ خاموش ہو گئے۔

گویا حضرت اقدس دہڑویؒ کی منشاء مبارک تھی کہ ایسی باتیں عوام الناس کے لئے نہیں ہیں۔ کسی مردِ عارف نے کیا خوب فرمایا ہے۔

آں راز کہ در سینہ نہاں است نہ وعظ است
بر دار تواں گفت بہ منبر نتواں گفت

حضرت خواجہ سٹیج سے اُتر آئے۔ دہڑ شریف واپسی ہوئی تو ایک روز حضرت اقدس دہڑویؒ نے تنہائی میں حضرت خواجہ کو دربار شریف کی مسجد میں یاد فرمایا اور ارشاد ہوا۔

سندیلیانوالی شریف جہاں سے بیان چھوڑا تھا اب آگے شروع کرو۔ ایسی گفتگو صرف میری، تیری ہونی چاہیے آپ نے شیخ کامل کی موجودگی میں جب توحید کا ساز چھیڑا اور محبوبِ حقیقی کی صفات عالیہ کی خوشبو بکھیری تو حضرت اقدس دہڑویؒ پر گریہ طاری ہوگیا اور دونوں پیر و مرید اسقدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

پردۂ ہستیء موہوم ہٹا لو پہلے
پھر جہاں چاہے وہاں یار کو دیکھا کرنا

لباسِ اقدس

سرکارِ دو جہاں ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ سفید لباس ہی پسند فرماتے۔ جسکی نفاست اور لطافت قابلِ دید ہوتی۔ لٹھے کی بڑی چادر باندھتے، موسم کے لحاظ سے لٹھا یا ململ کا شاہپوری قمیض اور سفید ململ کی مائع لگی ہوئی دستار باندھتے تھے پگڑی زیادہ تر بخاری قسم کے نوکدار کُلاہ پر بندھی ہوتی یا کبھی کُلاہ کے بغیر بھی اسطرح باندھتے کہ معلوم ہوتا جیسے کُلاہ پر بندھی ہوئی ہے، پگڑی کا شملہ ایک ہاتھ اونچا رکھتے۔ بعض اوقات سبز، سیاہ اور سنگتری رنگ کی دستار باندھے ہوئے بھی لوگوں نے دیکھا ہے۔ کبھی کبھی ایک عربی دستار بھی سَر پر بطورِ تبرک رکھ لیتے جو حضرت اقدس دہڑویؒ کی عطا کردہ تھی لیکن وہ پہن کر دربار شریف سے کبھی باہر نہیں گئے۔ قمیض کے اوپر واسکٹ یا جیکٹ پہنتے اور گلے میں ایک چوکور رومال شانوں پر لٹکا رہتا۔ بعض اوقات دھوپ میں نکلتے تو یہی رومال پگڑی اور چہرہ کے اردگرد اوڑھ لیتے۔ پاؤں میں ہمیشہ میانوالی کا زرّیں کُھسہ استعمال فرماتے۔

اگر کوئی تسبیح کا تحفہ پیش کرتا تو کچھ روز اسے استعمال میں لاتے پھر رکھ دیتے یعنی ہر وقت ہاتھ میں تسبیح رکھنا آپ کا معمول نہیں تھا۔ اکثر گھوڑے پر سواری فرماتے لیکن بعد ازاں کبھی کبھی سائیکل پر بھی سواری فرمالیا کرتے۔ ہاتھ مبارک میں چلتے ہوئے عصاء بھی رکھتے محفل میں کھڑے ہوکر خطاب کرتے تو اکثر عصاء مبارک کی ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔ موسم سرما میں ایک سیاہ رنگ کا لمبا کوٹ پہنا کرتے اور سَر پر رُوئی والی گرم ٹوپی پہنتے جو حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کو عنایت فرمائی تھی۔ بعض احباب نے آپ کو سفید کپڑے کی سادہ گول ٹوپی پہنے بھی

دیکھا ہے۔ ہمیشہ صاف ستھرا اور نفیس لباس پہنتے ہر وقت ایسے رہتے جیسے ابھی تیار ہو کر کہیں سفر پر جا رہے ہیں۔ حضرت خواجہ کے لباس اور استعمال کی اکثر چیزیں مثلاً عمامہ شریف مع کُلاہ، عربی دستار، ملبوسات خاص کر آخری لباس، واسکٹ، کوٹ، کمبل، تسبیح، عصا، پاپوش اور پلنگ وغیرہ بطورِ یادگار ''حجرۂ تبرکات، آستانہ عالیہ منگانی شریف میں محفوظ ہیں۔ جن کی زیارت سے دُرویشوں اور ہم عصر حضرات کی دوبارہ یادیں تازہ ہوتی رہتی ہیں۔

خوراک

حضرت خواجہ کے کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے اور سونے، جاگنے میں رسولِ خدا ﷺ کا نمونہء کامل نظر آتا تھا۔ اگرچہ آپ بہت کم کھاتے لیکن جو کچھ کھاتے اللہ کے محبوب ﷺ کی سنت کے مطابق کھاتے، حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ''کئی کئی دن بلکہ مہینے گزر جاتے مگر آپ کھانے کے قریب نہ جاتے بعض اوقات لوگوں کو دکھانے کے لیے کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا لیتے اکثر روزہ کی حالت میں رہتے اور فرماتے جب تم کھاتے ہو تو گندگی سے اپنے پیٹ کو بھر لیتے ہو۔ پھر گندی ہوائیں چھوڑتے ہو اور بول و براز کی شکل میں اسے بدبودار بنا کر خارج کرتے ہو لہٰذا بہتر یہی ہے اپنے سینے کو اللہ تعالیٰ کے نُور سے بھرو اور منور کرو'' حضرت خواجہ زندگی بھر کم کھانا، کم سونا، اور کم بولنا کے اُصول پر کاربند رہے۔ حاضرِ خدمت رہنے والے بیان کرتے ہیں۔ کبھی ایک ہفتہ کھا لیتے تو آئندہ ہفتہ روزے رکھتے۔ کبھی دو تین روز مسلسل رات کو دودھ پی لیتے تو فرماتے ''اب میرا دودھ بند کر دو کیونکہ دودھ نیند لاتا ہے اور شب کو غافل کرتا ہے'' مجھے میاں محمد امیر خان دُرویش نے بتایا ایک مرتبہ میری موجودگی میں آپ نے نو ماہ کھانا نہ کھایا صرف چائے کی ایک پیالی صبح اور ایک شام کو نوش فرماتے تھے۔ کوئی دُرویش دعوت کرتا تو ہمیشہ قبول فرماتے غریب ہوتا یا امیر بلا تفریق اسکے گھر میں تشریف لے جاتے اور جو کچھ پکایا ہوتا احباب کے ساتھ تناول فرماتے، کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہ فرماتے۔ میں نے اپنی دادی اماں اور دیگر اہلِ خانہ سے پوچھا کہ حضرت خواجہ کو کیا کیا چیزیں پسند تھیں تو انہوں نے بتایا۔ ''سردیوں میں دن کو مولیاں اور انکے پتے شوق سے کھاتے، مرغی کا گوشت اور پالک بھی پسند فرماتے۔ پالک کے علاوہ ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے اور خوش طبعی میں کہتے ''ساگ'' ''سواد'' کیونکہ اُس زمانہ میں ساگ غریب دُرویشوں کی خوراک تھی میٹھا میں حلوہ پسند فرماتے تھے۔ بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں آپ ہمیشہ خشک روٹی کھاتے جو بغیر گھی کے صرف آگ کے کوئلوں پر پکائی جاتی ہے۔ بس جسم کی ضرورت کے پیش نظر کچھ کھا لیا کرتے ورنہ انکی غذا روحانی تھی۔ آپ نے اپنے جسمِ اطہر کو محبوبِ حقیقی کے عشق میں ایسا جلا رکھا تھا کہ بقول ملک مہر خان جب کوئی آپ کے سینہ مبارک کے قریب ہوتا تو اُسے اسطرح معلوم ہوتا جیسے یہاں گوشت بُھنا جا رہا ہے اور اسکی خوشبو محسوس کرتا۔

لنگر شریف

حضرت خواجہ کے زمانہ میں لنگر شریف میں جو کچھ آتا اُسی روز تقسیم کر دیا جاتا کل کے لیے بچا کر نہ رکھا جاتا یعنی آپ کا مشرب ذخیرہ اندوزی کے منافی تھا حتّٰی کہ اناج بھی جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن آپ نواں (میانوالی) اپنے آبائی گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کے والدِ بزرگوار نے کہا ہمارے گھر میں کیڑے بہت ہیں سارا دن دانے ڈھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بابا! ہمارے گھر تو کیڑے نہیں ہیں۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کیا جھنگ میں کیڑے نہیں ہوتے؟ فرمایا جھنگ میں تو کیڑے ہوتے ہیں صرف ہمارے گھر میں نہیں ہیں۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے جب اناج ہی نہیں ہوتا تو کیڑوں کا کیا کام۔ آپ کے والد ماجد رونے لگے کہ اسکا مطلب ہے میرے پوتے بھوکے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ابا جی ہم بچا کر نہیں رکھتے جتنا آتا ہے پکا دیتے ہیں اناج جمع نہیں کرتے۔

دربار شریف پر راہِ خدا کے متلاشیوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ غربت کا زمانہ تھا۔ اُن دنوں دو وقت کی روٹی گھر میں بھی مشکل سے ملتی تھی نیا نیا پاکستان بنا تھا۔ گندم کی سخت قلت تھی۔ کہا جاتا ہے اس زمانے میں لوگ بُھنے ہوئے چنے اور باجرہ، جوار کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ لنگر شریف میں بھی اُس قحط کا اثر تھا۔ مائی صاباں (لنگر کی ایک بزرگ خادمہ) بتایا کرتی اگر دن کو دو بوری آٹا بھی لنگر میں آتا تو شام کو رکھنے کی ہمیں اجازت نہ تھی ایک وقت لنگر میں پکایا جاتا اور بقیہ بلوآنہ شریف کے غریبوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔

راقم الحروف کو خلیفہ میاں محمد بخش نے بتایا کہ ''میں بلوآنہ شریف قیام کے ابتدائی سات آٹھ سال مسلسل حضور کی خدمت میں رہا۔ ہمیں آٹھ پہر کے بعد لنگر ملتا اور وہ بھی پیٹ بھر کر کھانے کے لیے نہ ہوتا۔ ساری ساری رات ہمیں سونے کی اجازت نہ ہوتی بلکہ دربار شریف سے ملحقہ سڑک جو چک نمبر 175 کی طرف جاتی ہے پر چلنے کا حکم فرماتے کہ چلتے پھرتے رہو اور ذکر اذکار کرتے رہو'' گویا حضور کے سلوک میں دُرویشوں کے لیے فاقہ کی تربیت ضروری تھی۔ ہمارے بزرگوں کا فرمان ہے دُرویش کے لیے فاقہ کی رات ایک نعمت ہے اور اسے غنیمت جاننا چاہیے۔ کیونکہ لیلة الفاقة للفقیر لیلة المعراج (فاقہ کی رات فقیر کے لیے معراج کی رات ہے)

مائی صاباں بتایا کرتی ایک روز میں نے لنگر شریف میں فقر و فاقہ اور تنگ دستی کے متعلق عرض کیا کہ مہربانی فرمائیں گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی فاقہ کشی ہم سے دیکھی نہیں جاتی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ ''اگر تم لوگ چاہو تو یہاں کی دیواریں بھی سونے کی بن جائیں لیکن فقر و عرفان اور لذتِ ایمان جو تمہیں نصیب ہے یہ نہیں رہے گا'' میں نے معافی مانگ لی کہ دنیا کی زندگی تو ویسے بھی عارضی ہے ہمیں دولتِ ایمان اور فقر و عرفان میسر رہے دنیا میں ہمیشہ کب رہنا ہے۔

جس دن لنگر میں کچھ نہ ہوتا آپ بڑے خوش ہوتے کہ الحمدللہ آج ہم خداوندِ کریم کے مہمان ہیں۔ اپنی خادماؤں سے فرماتے ''تنور جلاؤ اور خالی تالیاں مارو تا کہ دنیا دار سمجھیں ان کے گھر روٹیاں پکائی جارہی ہیں'' آپ کے زمانے میں دُرویش کبھی دَرختوں کے پتوں کی چٹنی بنا کر اور کبھی شتالہ اُبال کر پیٹ کی آگ بجھاتے۔ لیکن آپ کی مجلس میں ایسی لذت اور نظر میں ایسا فیض تھا کہ جو بھی ایک مرتبہ یہاں آگیا بھوکا پڑا رہتا لیکن دربار چھوڑ کر نہ جاتا۔ کیونکہ آپ کی نظرکرم (توجہ) اور مجلس کی لذت اُسے دنیاوی ہزار کھانوں سے لذیذ تھی۔ یہ فاقہ کش دُرویش بتایا کرتے ''جب ہم حضور کی مجلس میں بیٹھتے اور آپ ہم پر نظرِ کرم (توجہ) فرماتے تو ہماری بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہمیں یوں محسوس ہوتا جیسے ہمارے جسموں میں اتنی طاقت آگئی ہے کہ اگر پہاڑ بھی آجائیں تو ہم انہیں بھی سامنے سے ہٹادیں گے'' حضرت خواجہ اکثر فرمایا کرتے ''جو اچھے اور لذیذ کھانوں کا عادی ہے وہ اپنے گھر میں ہی رہے اُسے ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں جس نے رب رب پوچھنا ہو۔ اور اپنا باطن ذکرِ الٰہی کے نور سے منور کرنا ہو وہ ہمارے پاس آئے'' لنگر شریف میں کسی امیر وغریب کیلئے کوئی تمیز یا فرق نہ رکھا جاتا۔ سب کو ایک جیسے برتن میں دیا جاتا۔ آپ بھی وہی کچھ تناول فرماتے جو دُرویشوں کے لیے پکایا جاتا البتہ اگر دہڑ شریف یا دُور دَراز مقام سے کوئی مہمان آتا تو اس کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا۔

دُنیا سے بے توجہی

دنیا اور روپے پیسے سے بے رغبتی حضرت خواجہ کی ذاتِ بابرکات کا ایک نمایاں پہلو تھا۔ دنیا اور اسکی آسائش سے خود بھی دُور رہتے اور اپنے دُرویشوں کو بھی دُنیا سے محبت نہ کرنے کی تعلیم دیتے۔ اگر کوئی دُرویش روپے بطورِ ہدیہ پیش کرتا تو خود اُس رقم کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ کرتے بلکہ حاضرِ خدمت دُرویش اٹھا کر لنگر کے اخراجات میں صَرف کردیتے۔ گھر میں کبھی روپے جمع نہ رکھتے مائی صاباں (لنگر کی ایک بزرگ خادمہ) بتایا کرتی۔ ایک رات فرمانے لگے مجھے نیند نہیں آرہی کیا گھر میں آج کوئی روپے تو موجود نہیں؟ میں نے عرض کی صرف چند روپے ہیں جو ایک دُرویش نے شام کو نذر کیے تھے ابھی خرچ نہیں کیے۔ فرمایا جب تک یہ روپے میرے گھر میں موجود رہیں گے مجھے نیند نہیں آئے گی لہٰذا وہ روپے اسی وقت گاؤں میں رہنے والے بعض غریبوں میں تقسیم کردیئے تب آپ کو اطمینان ہوا۔ جو کچھ لنگر میں آتا خرچ کردیا جاتا یا دہڑ شریف بھیج دیا جاتا۔ حضور قبلہ عالم منگانوی فرمایا کرتے ''آپ ہر چھ ماہ بعد گھر کا سارا سامان یار کے دربار میں بطورِ نذرانہ پیش کردیتے حتیٰ کہ گھر کے بستر اور برتن بھی نہ چھوڑتے'' میری دادی اماں بتایا کرتیں جب آپ گھر کا سارا مال دہڑ شریف بھیج دیتے تو حجرہ شریف میں پَرالی بچھادی جاتی جس پر اپنا سیاہ کمبل اوڑھ کر آرام فرمایا کرتے، جس دن لنگر میں کچھ زیادہ روپے آجاتے فوراً دہڑ شریف کی تیاری ہوجاتی فرماتے یار نے کرایہ بھیج دیا ہے چلو دیدار کرآئیں۔ کرایہ سے جو بچ جاتا وہ لنگر میں بطورِ

نذرانہ پیش کر دیتے۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ”میاں فتح محمد کھرل نے لنگر شریف میں ایک اچھی نسل کی گائے پیش کی۔ جب ہر کسی نے اُس گائے کی تعریف کی تو فرمایا اسے بیچ دو تا کہ دہڑ شریف کا کرایہ بن جائے فوراً اسے بیچ دیا گیا اور وہ تمام روپے آپ نے دہڑ شریف بطورِ ہدیہ پیش کر دیئے“ جھنگ ہجرت کا حکم ہوا تو والدین کی طرف سے جو کچھ ملا وہ سارا اپنے چھوٹے بھائی بابا فضل الٰہی صاحب کو دے دیا۔ اور ساتھ کچھ بھی نہ لے کر آئے۔ کبھی کسی مالدار یا دنیا دار شخص کی دعوت قبول نہ کرتے اور نہ ہی اُنکا نذرانہ لیتے۔ جھنگ کے ایک معروف جاگیر دار نے حاضری کے موقع پر کچھ روپے نذر کیے تو فرمایا ”لے جاؤ یہ غریبوں اور یتیموں کا خون پسینہ ہے میں نہیں لوں گا“ اور اسکے بارہا اصرار کے باوجود وہ رقم قبول نہ فرمائی۔ حدیث پاک میں ہے **الدنیا جیفۃٌ و طالبھا کلابٌ** (دنیا مردار ہے اور اسکا چاہنے والا کتے کی مثل ہے)

”چک ولی شاہ“ کے ایک بزرگ میاں احمد شاہ صاحب نیکو کارہ آپ کے بڑے گہرے دوست تھے۔ وہ گاؤں کے نمبر دار اور دو مربعہ زرعی اراضی کے مالک تھے مگر اولاد نہیں تھی۔ حضرت خواجہ سے انکی والہانہ عقیدت و محبت عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے کئی بار استدعا اور اصرار کیا کہ یہ علاقہ جناب کے رہنے کے قابل نہیں میرے ہاں ”چک ولی شاہ“ تشریف لے آئیں۔ میں آدھا مربع زمین جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس طرح آپ کی منشاء مبارک ہوگی ویسے ہی مکان تعمیر کریں گے۔ لیکن آپ نے انکار فرمادیا۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے بہت اصرار کیا اور اپنے طور پر ہی گاؤں میں آپ کے لیے مکان اور حویلی بنانے کا بندوبست شروع کیا تو حضور نے فرمایا میاں احمد شاہ! میں یہاں پر یار کے حکم پر تبلیغ دین کے لیے آیا ہوں جائیداد بنانے کے لیے نہیں آیا۔ دنیا کو میں پہلے ہی تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ آج تم آدھا مربع دیتے ہو اور تمہارے پاس چلا آؤں کل کوئی تمہارا شریک (رشتہ دار) کہے مجھ سے مربع زمین لے لو اور میرے پاس آجاؤ تو کیا میں ساری زندگی جگہ ہی بدلتا رہوں۔ تم میرے دوست ہو آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہنا۔

☆ کوٹ بلوچ مضافات منڈی بہاؤالدین کے دُرویشوں نے کئی بار اصرار کیا کہ حضور ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ ہم زندگی بھر دل و جان سے لنگر شریف کے خدمتگار رہیں گے اور وہاں ڈیڑھ ایکڑ زمین میں بنے ہوئے ہندوؤں کے دَور کے بڑے خوبصورت مکان جن پر بعض جگہ سنگ مرمر لگا ہوا تھا کی پیشکش کی۔ مگر آپ ناراض ہوئے اور میاں غلام قادر گجراتی سے فرمایا ”ہم نے پہلے بڑی مشکل سے دنیا کے جنجال سے نجات پائی ہے۔ کیا تم پھر ہمیں اسکے مکروفریب میں گرفتار کرنا چاہتے ہو“ اور ہمیشہ دنیا کی ہر پیشکش کو مسترد فرمایا۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

☆ ایک مرتبہ خواجہ نور محمد (م:26 دسمبر 1997ء) نے حضرت خواجہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔لیکن اُن کے گھر میں کوئی روپیہ پیسہ نہ تھا دُرویشوں کا شوق ہمیشہ بے مثال ہوتا ہے انہوں نے اپنی بیوی کے زیور ایک سو پچیس روپے میں فروخت کر دیئے اور یہ روپے بطور نذرانہ حضور کی خدمت میں پیش کیے واپسی پر حضور نے خواجہ نور محمد کو علیحدہ بلایا دُرویش سب اُٹھ گئے تو آپ نے فرمایا۔نور محمد! یہ گھر اور یہ بچے تمہارے ہیں یا میرے؟ انہوں نے عرض کی حضور! میرا سب کچھ آپ کا ہے۔فرمایا میں جانتا ہوں تم نے اپنی بیوی کے زیورات بیچ کر مجھے نذرانہ پیش کیا ہے۔لہٰذا میں تم پر راضی نہیں۔جاؤ یہ روپے اس آدمی کو دے کر اپنے زیورات واپس لے آؤ۔اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نہ میں تمہارا پیر اور نہ تم میرے مرید۔خواجہ نور محمد رونے لگے فرمایا تمہارا نذرانہ دو جہان میں قبول ہے لیکن یہ روپے میں نہیں لوں گا اور انہیں وہ روپے واپس کر دیئے اور دُعا دی "جاؤ بیٹا! خدا تمہارا عشق سلامت رکھے۔میں اُن پیروں سے نہیں ہوں جو دنیا کا لالچ لیکر اپنے غریب مریدوں کو ستاتے ہیں۔

ہر کہ ہست از فقیہ و پیر و مرید
و زبان آوران پاک نفس
چوں بدنیائے دوں فرود آمد
بہ عسل در بماند ہمچو مگس

(فقیہ اور پیر و مرید، نیز پاک نفس زبان آوروں (خوش بیان، شاعروں) میں سے جو کوئی بھی اس گھٹیا دنیا میں اترتا ہے، وہ مکھی کی طرح عسل ہی میں رہ جاتا ہے)

☆ میاں اللہ دتہ لنگاہ (م:31 مئی 2009ء) نے مجھے بتایا حضرت خواجہ ہمارے علاقہ میں دوسری مرتبہ جب شور کوٹ سے واپسی پر حاجی محمد کبیر کی دعوت پر تشریف لائے تو حضور کی پہلی مرتبہ آمد پر میں بیعت ہو چکا تھا۔میں نے کہیں سے بات سُنی تھی کہ جب فقیر کے پاس جاؤ تو خالی ہاتھ نہ جاؤ کیونکہ جو خالی ہاتھ جائے گا وہ خالی ہاتھ ہی آئے گا اُسے فقیر سے کوئی فیض حاصل نہ ہوگا میں ایک ہفتہ پہلے ہی مرید ہوا تھا دل میں بار بار خیال آتا اللہ تعالیٰ مجھے کچھ روپے دے جو میں حضور کی نذر کروں لیکن غریبی کی وجہ سے گھر میں ایک پیسہ بھی نہ تھا۔اُن دنوں پیسے کی بڑی قلت تھی اُس زمانے میں اچھے خاصے طاقتور مزدور کی ایک دن کی مزدوری چار آنہ تھی اور کمزور آدمی کی مزدوری دو آنہ تھی اور مزدوری بھی بڑی مشکل سے ملتی تھی۔غربت کی وجہ سے کئی دن فاقہ میں گُور جاتے۔میں نے سوچا کسی سے ایک روپیہ قرض لے لوں جو بعد میں مزدوری کر کے واپس کر دوں گا۔بہت کوشش کی لیکن کسی نے مجھے ایک آنہ بھی نہ دیا۔حتّٰی کہ جب حضور کی آمد میں ایک دن باقی رہ گیا میں اپنے پیر بھائی حاجی محمد بخش عرف مغل ہراج کے پاس گیا اور بڑی منت سماجت کے انداز میں کہا مجھے ایک روپیہ قرض دے دو۔میں جلد ہی محنت مزدوری کر کے تمہارا

روپیہ لوٹا دوں گا ساتھ ہی میرے آنسو نکل آئے۔ اُس نے کہا میں نے بھی حضور کو ملنے جانا ہے تم تسلی رکھو راستہ میں تمہیں ایک روپیہ دے دوں گا۔ دوسرے دن جب سب پیر بھائی حضور کو ملنے کے لیے چلے تو راستہ میں حاجی محمد بخش نے حسبِ وعدہ مجھے ایک روپیہ دے دیا۔ ہم لوگ نہر کے کنارے کنارے پنڈی گگوانہ جا رہے تھے۔ نہر پر ایک لکڑی کی پُل بنی ہوئی تھی وہاں پہنچے تو حضرت خواجہ بھی تشریف لے آئے اور پھر اکٹھے وہاں سے حاجی محمد کبیر کے ہاں آئے۔ آپ کافی دیر وعظ وکلام فرماتے رہے نمازِ مغرب کے بعد ہم نے اجازت مانگی۔ آپ نے سب کے لیے دُعائے خیر فرمائی تو میں نے وہی روپیہ آپ کی خدمت میں نذر کیا۔ حضور نے فرمایا میں تمہارا روپیہ نہیں لوں گا۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا اللہ دتہ! تیرا روپیہ منظور کیا لیکن میں یہ نہیں لوں گا۔ جب دوسرے دُرویش ملے تو انہوں نے بھی نذرو نیاز پیش کی جو آپ نے قبول فرمائی یہ دیکھ کر میں رو پڑا اور عرض کی حضور! میرا روپیہ جناب قبول کیوں نہیں فرماتے ارشاد ہوا! اللہ دتہ! تیرا روپیہ دونوں جہانوں میں منظور ہے لیکن میں نے یہ نہیں لینا۔ بندہ رونے لگا تو آپ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا بیٹا! رو نہیں کیونکہ میں وہ پیر نہیں جو اپنے مریدوں کے سَر پر قرض چڑھا کر اپنی جیب بھر لوں۔ لہٰذا تو یہ روپیہ لے جا اور جس سے لیا ہے اُسے واپس کر دے پھر میاں محمد شفیع گوڑا (م:27 نومبر 2008ء) اور میرا چھوٹا بھائی میاں حق نواز (م:13 جون 2008ء) مرید ہوئے۔ حضور نے سب دُرویشوں کیلیے دُعا کی اور بطورِ خاص فرمایا۔ ''بیٹا! میں تمہارا دین کا پیر (استاد) ہوں۔ مجھے ملتے رہا کرو اگر تمہارے پاس کرایہ نہ ہو تو ریل گاڑی یا بس پر سوار ہو کر آجایا کرو۔ تمہیں راستے میں کوئی نہ پوچھے گا لیکن واپسی کا کرایہ میں تمہیں دوں گا۔ کیونکہ پیر کو ملنے سے ہی فیض حاصل ہوتا ہے۔ جس وقت تمہارا دل اداس ہو فوراً میرے پاس آجایا کرو تمہیں ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہیں پڑے گی'' کسی نے کیا خوب کہا ہے

میں میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا
ورنہ سفر حیات کا کتنا طویل تھا

اللہ پر توکل اور دنیاوی اسباب سے بے رغبتی

بابا خادم حسین اور اماں صاباں (جو اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ دربار شریف پر رہے) بیان کرتے تھے کہ خلیفہ میاں سید رسول پر جن دنوں حضرت خواجہ ناراض تھے وہ آپ کو منانے کے لیے سلطان محمود خان گاڈی ساکن ''جھوک دایا'' کو سفارشی بنا کر لایا۔ ملاقات وزیارت کے بعد مجلس میں بیٹھے بیٹھے سلطان محمود گاڈی نے عرض کی۔ حضور! ہمارے پاس تو مال مویشی اور زمینیں وغیرہ ہوتی ہیں حضور کے پاس کیا ترکہ ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری نظر اسباب پر ہے جبکہ ہماری نظر مسبب پر ہے۔ تم دنیا کے پیچھے دوڑ کر اسے حاصل کرتے ہو جبکہ ہمارے پاس دنیا خود چل کر آتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے کچھ لے لو، فرق صرف اتنا ہے۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ خلیفہ حاجی محمد کبیر

لگدانہ ایک بھینس لے کر حاضر خدمت ہوئے اور لنگر میں پیش کی۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ دُرویش علی محمد مسلم شیخ ساکن جرولا چک بھی زیارت کے لیے آیا اور ایک روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان محمود گاڈی نے عرض کی حضور بھینس دینے والے کا رتبہ بلند ہے یا ایک روپیہ دینے والے کا؟ آپ نے فرمایا ایک روپیہ دینے والے کا۔ جب اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیوں؟ تو فرمایا جس نے بھینس لنگر میں دی اُس کے گھر چودہ سو روپے پڑے تھے۔ اُس نے سات سو روپے کی یہ بھینس خرید کر لنگر میں دی ہے اور بقیہ سات سو روپے گھر میں رکھ آیا ہے۔ اور دوسرا جس نے ایک روپیہ دیا ہے اُس کے گھر میں سوائے اس روپیہ کے اور کچھ نہیں تھا۔ اُس کی بیٹی نے یہ روپیہ آج اس لیے اپنے باپ کو دیا کہ پچاس پیسے جانے کا اور پچاس پیسے واپس آنے کا کرایہ لگے گا۔ لہٰذا تم اپنے پیر کی زیارت کرآؤ۔ لیکن یہ شخص پیدل چل کر آیا اور پیدل ہی چل کر جائے گا جبکہ وہ روپیہ اُس نے لنگر میں دے دیا ہے۔ اس لحاظ سے اِس کا درجہ بلند ہے۔ سلطان محمود گاڈی نے جب دونوں دُرویشوں سے تفصیل دریافت کی تو اُنہوں نے وہی کچھ بیان کیا جو حضرت خواجہؒ نے فرمایا تھا۔ خان صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ مرید ہونے کے لیے درخواست کی۔ لیکن آپ نے انکار فرمادیا۔ بعد میں یہ واقعہ راقم الحروف نے درویش علی محمد مسلم شیخ کی زبانی بھی سنا۔

خشیتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا جس کو جتنا عرفان نصیب ہوتا ہے اُسی قدر اس کے دل میں خشیتِ الٰہی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ تمام کائنات میں سب سے بڑے عارف اور معرفتِ الٰہی کے امین محبوبِ رب العالمین تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا خوف تھا، کوئی فرشتہ، کوئی نبی اور کوئی بھی اولوالعزم رسول اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔

امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ۔اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَ مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَه، سَاجِدًا لِلّٰهِ تعالیٰ. وَاللهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا...وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْئَرُوْنَ اِلَی اللهِ تَعَالیٰ.

"حضور علیہ السلام نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں وہ کچھ سُنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے۔ آسمان چیں چیں کر رہا ہے اور اسکو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ آسمان پر چار انگشت کی مقدار بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔ بخدا اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ اور تم بلند و بالا راستوں پر نکل جاتے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریادیں کرتے"

رحمت عالم ﷺ رات کو نوافل کے لیے کھڑے ہوتے تو اسقدر قیام و رکوع اور سجود کرتے کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آجاتا صحابہ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مغفرت کی نوید سنادی ہے۔ تو حضور ﷺ فرماتے ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا'' (کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟)

☆ اللہ تعالیٰ کے ولی بھی اسی خشیت الٰہی کے امین ہوتے ہیں۔ جیسے ہی اُنہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ تو یہ خشیت الٰہی میں ہمیشہ ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور انکی رگ و جان میں ٹپکنے والے ہر قطرۂ خون میں خشیتِ الٰہی جاگزیں ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ بھی خشیتِ الٰہی کی ایک جیتی جاگتی مثال تھے۔ چھ فٹ سے زائد قامت کا ایک کڑیل جوان جسے عین شباب میں جب معرفتِ الٰہی نصیب ہوئی تو صرف تیس سال کی عمر میں ہی نوجوانی کی رعنائیاں گزر گئیں۔ اسقدر شب بیداری اور مجاہدے کیے کہ چالیس سال سے قبل ہی داڑھی میں سفیدی آگئی۔ اور چند برسوں میں یہ کڑیل جوان، لاغر و بیمار دکھائی دینے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت میں اکثر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

☆ میاں محمد رمضان رگل سجادہ نشین دربارِ حضرت پیر حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ موضع بھنگو شورکوٹ نے مجھے بتایا ایک مرتبہ ہمارے قریب ہی ڈیرہ پر مَیں حضور کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ میں جتنی دیر حاضر خدمت رہا آپ کی چشمان مبارک سے آنسو خشک نہ ہوئے۔ میں نے زندگی بھر ایسا رقیق القلب اور صاحب دَرد ولی اللہ نہیں دیکھا۔

☆ دُرویش خادم حسین چشتی سکنہ گڑھ موڑ نے بتایا۔ ایک مرتبہ میں حاضر خدمت تھا حضور کی زبان مبارک سے عالم وجد میں بے ساختہ نکلا ''لگی والے حال حال کریندے، لوک کی جانے لُبھ دا''

(جنہیں عشق نصیب ہوتا ہے وہی روتے ہیں آس پاس والے لوگوں کو کیا خبر ہے) اور آپ کا جسمِ اطہر چارپائی سے چند فٹ اوپر بلند ہوا۔

شہرت کا سبب ہوں گے یہ معلوم نہیں تھا
کچھ زخم چھپائے ہوئے بیٹھے تھے یہاں ہم

تواضع وانکساری

تواضع اور انکساری سرکارِ دوعالم ﷺ کا طرۂ امتیاز ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ اپنے کاشانہء اقدس سے باہر تشریف لے گئے۔ کندھے پر جو عبا ڈالی تھی اسکے دونوں طرفوں کو گرہ دی ہوئی تھی ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسی عبا کیوں پہن رکھی ہے؟ فرمایا''

وَيُحَکَ اِنِّیْ لَبِسْتُ هٰذَا لِاَ قْمَعَ بِهِ الْكِبْرَ'' (سبل الہدیٰ، جلد ہفتم، ص55)

''میں نے اس لیے یہ معمولی قبا پہنی ہے تا کہ میں کبر و نخوت کی بیخ کنی کر سکوں''

رسولِ خدا ﷺ کی شانِ تواضع بیان کرتے ہوئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں'' سرکارِ دو عالم ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے، وہیں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، بکری کا دودھ خود دوہتے، گدھے پر سواری بھی فرمالیا کرتے، اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو قبول فرماتے، کوئی ملاقات کے لیے آتا تو سلام میں پہل فرماتے، سواری پر اپنے پیچھے خادم کو بٹھا لیتے۔''

فتح مکہ کے دن جب سرورِ کائنات فاتحانہ جاہ و جلال سے مکہ میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی، ریش مبارک پالان کے سامنے والی لکڑیوں کو چھو رہی تھی۔ اور چشمانِ مبارک سے بطورِ تواضع اشک رواں تھے۔

حضرت خواجہ کی ساری زندگی سرکارِ دو عالم ﷺ کی تواضع کا ایک نمونہ نظر آتی تھی، سرِ انور ہر وقت سینہ پر جھکا رہتا، گفتگو میں ہمیشہ آواز پست رکھتے اپنے آپ کو دُرویش اور فقیر کے لقب سے پکارتے۔ مسکین دُرویشوں کے ساتھ ہمیشہ دلجوئی سے پیش آتے اور انہیں ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ صرف انہی کے ہیں اکثر جب زیرِ دست (ہنر مند) لوگ آتے تو انہیں بڑی محبت سے نوازتے اور یہ شعر پڑھتے۔

بھلا ہوا ہم نیچ ہوئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے کبھی نہ ملتا رام

☆ ''نواں''، ضلع میانوالی کے حکیم قاضی عبدالرحمٰن صاحب (م: 25 دسمبر 2008ء) نے مجھے بتایا۔ بندہ مرید ہونے کے لیے بلوآنہ شریف حاضر ہوا تو حافظ عبدالغفور صاحب بھی وہیں تھے۔ مرید ہونے کے بعد باہر دُرویشوں میں ہم اکٹھے ہوئے تو حافظ صاحب نے بطورِ مذاح مجھے کہا'' روزِ محشر ایک حافظِ قرآن سات آدمیوں کی بخشش کرا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر بخشش چاہتے ہو تو میری خدمت کیا کرو اور مجھے دعوتیں کھلایا کرو تا کہ بطور حافظ تمہاری بخشش کے لیے خداوندِ کریم کے دربار میں سفارشی بنوں۔'' ہم سب ہنستے رہے۔ بعد میں جب حضور کی خدمت میں حاضری ہوئی تو میں نے بطور خوش طبعی مذکورہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے حافظ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا میں تمہارا چچا بھی ہوں اور استاد بھی لہٰذا میرا حق ان سے زیادہ بنتا ہے۔ تمہیں چاہیے میرا نام بھی بخشش کروانے والی فہرست میں لکھ لو اور بارگاہِ خداوندی میں بطور حافظ میرے بھی سفارشی بنو۔ سارے دُرویش ہنسنے لگے یعنی حضور کی منشاء مبارک تھی دُرویشوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ حالانکہ حضور تو خود حافظ تھے اور حافظ عبد الغفور صاحب نے بھی دورانِ حفظ اپنے کچھ اسباق حضور کو سنائے تھے۔

☆ حضور کے بچپن کا ایک دوست بابا نُور گلایا تھا جو کھیل میں بھی آپ کا ساتھی تھا حضور نے راہِ سلوک اختیار فرمائی تو جہاں دیگر ساتھیوں کو نوازا۔ ان پر بھی نظرِ کرم فرمائی اور مرید ہونے سے پہلے ہی قلب سے ذکر کی صدا آنے لگی انہوں نے مرید ہونے کے لیے جب اصرار کیا تو آپ نے دوستی کا خیال رکھتے ہوئے خود مرید نہ کیا اور دہڑ شریف لے جا کر اپنے پیرو مرشد کا بیعت کروایا۔ کچھ عرصہ ان پر بڑا حال رہا۔ حضور کی جھنگ ہجرت کے بعد یہ میانوالی کے سید جماعت علی شاہ جو ایک عامل شخص تھا۔ اس کے ہاتھ چڑھ گیا اور وہ کیفیت جاتی رہی۔

حافظ عبد الغفور صاحب بتاتے ہیں۔ میں حافظ سمندر کے درس میں پڑھتا تھا ایک روز میاں محمد امیر دُرویش آیا اور بتایا حضور ''مسان'' ریلوے اسٹیشن پر تشریف فرما ہیں اور مجھے حافظ سمندر سے گھوڑی لانے کے لیے بھیجا ہے۔ استاد صاحب نے گھوڑی کے ساتھ مجھے بھی اجازت دی ہم نے اسٹیشن سے حضور کو لیا اور نواں کی طرف روانہ ہوئے راستے میں نور گلایا کا ڈیرہ تھا۔ وہاں پر اُسکے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا وہ بھی نواں گیا ہوا ہے۔ وہاں سے تھوڑی دُور آگے چلے تھے کہ دُور سے دو آدمی اسطرف آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ حضور نے فرمایا پیچھے والا تو نُور گلایا ہے۔ آگے کون ہے؟ میں نے عرض کی ''یہ سید جماعت علی شاہ ہے'' حضور ''سید'' کا نام سن کر گھوڑی سے اُتر آئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب قریب آئے تو حضور نے آگے بڑھ کر انکی دست بوسی کی۔ لیکن وہ آپ کی نیاز مندی دیکھ کر ذرا مغرور ہوئے اور کہا ''حافظ صاحب! میں نے تجھ سے تمہارا یہ مرید چھین لیا ہے'' آپ نے فرمایا ''صرف نور گلایا ہی کیوں میں بھی آپ کا مرید ہوں'' وہ لگا شوخی دکھانے اور یہاں تک کہہ دیا کہ ''میں نے آج سے تمہیں خالی کر دیا ہے اور جو کچھ نعمت تیرے سینے میں تھی چھین لی ہے'' جب وہ حد سے بڑھا تو حضور بھی جلال میں آ گئے اور فرمایا ''میرے پیر کی عطا کردہ نعمت تو کون ہوتا ہے چھیننے والا؟ میں نے اپنے پیر کی ذات سمجھتے ہوئے تیرا احترام کیا لیکن تجھے عزت راس نہیں آئی'' ''اب اس زین کو پکڑو میں گھوڑی پر سوار ہو رہا ہوں اگر تیرے پاس کچھ ہے تو میدان میں آؤ۔ سید صاحب شرمندہ ہوئے آپ نے ''الا اللہ'' کہا اور گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ رخصت ہونے لگے تو نور گلایا سے مخاطب ہو کر فرمایا ''تو نے ہماری صحبت کی قدر نہ پہچانی، تھوڑے دنوں کی بات ہے جب یہ سید صاحب ایک عورت لے کر فرار ہو جائے گا پھر تمہیں ہماری قدر ہو گی اور رویا کرے گا۔'' آپ نواں تشریف لے گئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضور کا فرمان سچ ہوا اور ایک عورت لے کر سید صاحب فرار ہو گئے پھر نور گلایا رویا کرتا۔

☆ حضور فرمایا کرتے ''مجھے نور گلایا کی ماں کی دُعا لگی ہے جن دنوں یہ میرے پیچھے ہر وقت رہتا۔ وہ کہا کرتی نور گلایا تو کیوں فقیری کے پیچھے لگ گیا ہے گھر رہو اور اپنا کام کاج کرو۔ میں نے اسے کہا ''یہ امام حسینؓ کے جھنڈے تلے آنا چاہتا ہے'' اس نے مجھے کہا ''حافظ جی! امام حسین کا جھنڈا تجھے ہی نصیب رہے۔ یہ دو بیویاں رکھتا

ہے۔ جٹ ہے گھر بسائے گا اور کھیتی باڑی کرے گا لہذا نور گلا یا کی ماں کا کہا پورا ہوا'' آخر میں نور گلایا پھر واپس لوٹ آیا۔ جب حضور کے واقعات سُناتا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے یہاں منگانی شریف بھی آیا۔ نواں میں بھی ہمیں ملتا رہا۔ حضور نے اُسے حکم دیا تھا ہر جمعرات کو میری والدہ کی قبر پر حاضری دیا کرنا وہ تادمِ حیات اس پر قائم رہا ہر جمعرات کو ڈیرہ سے گاؤں صرف مائی صاحبہ کی مزار پر حاضری کے لیے آیا کرتا۔

پانی بھرن سہیلیاں، دکھو، دکھ گھڑے بھریا اُس کا جاپیے جس کا توڑ چڑھے

☆ دہڑ شریف قیام کے دوران حضرت خواجہ لنگر دُرویشوں میں بیٹھ کر نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے لیے لنگر آپ کے حجرہ میں لایا جاتا جو باقاعدہ کپڑے سے ڈھکا ہوتا بعض خلفاء اور مقربین کو شک ہوا۔ ہمیں عام کھانا ملتا ہے اور آپ کے لیے شاید حضرتِ اقدس دہڑویؒ کے کھانے سے حصہ آتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں تھے لنگر پر مامور خادمہ آپ کے لیے کھانا حجرہ میں لائی۔ ایک خلیفہ صاحب بھی آپہنچے اور اسے کہا آپ کا کھانا رکھ کر چلی جاؤ میں یہاں ہوں آپ ابھی مسجد سے آرہے ہیں۔ اُس نے کہا میری ڈیوٹی ہے آپ کھانا ہمیشہ تنہائی میں تناول فرماتے ہیں۔ تم پاس نہ بیٹھ جانا انہوں نے کہا فکر نہ کرو میں ایسے ہی کروں گا۔ جب وہ چلی گئی تو انہوں نے اپنا شک یقین میں بدلنے کے لیے کھانے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ ایک بھی سلامت روٹی نہ تھی بلکہ دُرویشوں کے بچے ٹکڑے اور تھوڑا سا بچا ہوا سالن تھا تب انہیں حقیقت معلوم ہوئی کہ آپ علیحدہ کیوں کھانا کھاتے ہیں۔ بڑی ندامت ہوئی اور معافی کے لیے حضرتِ اقدس دہڑویؒ کی خدمت میں تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ کے آنسو بہہ آئے اور مغموم ہو کر فرمایا۔ ''میاں! آئندہ کبھی کسی کا پردہ فاش نہ کرنا'' گویا پیر خانہ میں حضور کی غذا دُرویشوں کے بچے کھچے ٹکڑے تھی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے کہ دانہ خاک میں مل کر گُل و گلزار ہوتا ہے

فقر و مسکینی حضور کی اختیاری تھی کسرِ نفسی ہمیشہ آپ کا امتیاز رہی۔ اپنے پیر بھائیوں کا شیخ کی طرح اکرام کرتے اور انکی ناز برداریاں اُٹھایا کرتے لہذا بارگاہِ شیخ میں جسکا کوئی اور سفارشی نہ بنتا آپ اسکی سفارش فرمایا کرتے۔ میں نام نہیں لکھنا چاہتا کئی حضرات کو نہ صرف معافی بلکہ خرقۂ خلافت بھی آپ کے ایماء پر عطا ہوا۔

غیر مسلموں کی دلجوئی

حضور کی مجالس میں اکثر غیر مسلم بھی حاضر ہوتے رہتے۔آپ ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے۔اور اُن کی دلجوئی ملحوظِ خاطر رکھتے۔ایسے کئی واقعات ہیں۔اختصار کے پیشِ نظر یہاں ایک ہی واقعہ نقل کرتا ہوں۔میاں رشید سکنہ ''بلوچنی چک'' نے مجھے بتایا خلیفہ میاں اللہ دتہ آباد گر اور میرے گھر کے درمیان ایک سکھوں کا گھر تھا۔ ایک مرتبہ حضور ہمارے گاؤں تشریف لائے۔جب اُن سکھوں کے گھر کے سامنے سے گزرنے لگے تو سکھ خاتون دوڑ کر آپ کے سامنے آ گئی۔اور اصرار کرنے لگی کہ پہلے میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔حضور اُس کے گھر تشریف لے گئے۔تو وہ دودھ کا ایک گلاس لائی تاکہ آپ نوش فرمائیں۔اگرچہ حضور نے روزہ رکھا ہوا تھا۔لیکن اُس کی دلجوئی کے پیشِ نظر حضور نے وہ دودھ پی لیا۔تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ آپ غیر مسلموں کے گھر سے کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں۔علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

مجلسِ فیضِ سبحانی

حضرت خواجہ زندگی بھر نمازِ عصر سے لے کر مغرب تک کتاب ''فیض سبحانی فتح الربانی'' (مواعظ و مجالس سیدنا غوث الاعظمؓ) کی مجلس فرمایا کرتے دہڑ شریف دورانِ قیام اکثر یہ کتاب حضرت خواجہ سامنے رکھ کر پڑھتے اور آپ کے پیر و مرشد حضرت اقدسِ دہڑویؒ ساتھ ساتھ تشریح و توضیح بیان فرماتے جاتے۔البتہ بلوآنہ شریف آپ کے فرزندِ اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ پڑھا کرتے اور یہاں تشریح و توضیح حضرت خواجہ فرمایا کرتے۔میری بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں جس روز حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے مجلس میں پہلی بار کتاب ''فیض سبحانی'' پڑھی تو حضرت خواجہ بہت خوش ہوئے اور مجلس سے واپس گھر آ کر اپنی زوجہ محترمہ کو بڑے مسرور کن انداز میں فرمایا'' تجھے مبارک ہو کہ آج تیرے بیٹے نے مجلس میں ''فیض سبحانی'' پڑھی ہے'' اور انہوں نے بطورِ خوشی پانچ روپے کی شیرینی منگوا کر سب میں تقسیم کی۔

یہ کتاب اُردو میں مترجم ہے آپ خاص خاص احباب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرماتے۔مجلس کے دوران حاضرین و ناظرین میں سے کوئی اُٹھ کر باہر نہ جاسکتا تھا۔سفر و حضر میں یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتے جہاں بھی عصر کا وقت ہو جاتا وہیں ٹھہر جاتے نماز ادا کرتے اور مغرب تک ''فیض سبحانی'' کی مجلس جاری رہتی۔حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے'' اُس زمانہ میں سفر پیدل یا گھوڑوں پر کیے جاتے تھے زیادہ اچھی سواری سائیکل شمار ہونے

لگا تھا ایک مرتبہ ہم آپ کی معیت میں ''کیمے کے چک'' میاں رجب علی سنگھا کی دعوت پر جا رہے تھے۔ راستے میں عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ نماز ادا کر لیں۔ آپ جماعت کروا رہے تھے کہ گھوڑی بھاگ گئی۔ کیونکہ سفر کی وجہ سے میاں رجب علی اسکا بچہ پیچھے گھر میں چھوڑ آئے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد مجلس شروع ہوئی تو ایک دُرویش نے عرض کی جناب! گھوڑی تو رسہ توڑ کر بھاگ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ پہلے مجلس کرو، اپنے وظائف پورے کرو۔ تم رب کا کرو۔ وہ تمہارا کرے گا اور مجلس شروع ہو گئی۔ اللہ کا فقیر جنگل میں بیٹھا ہے۔ سفر ابھی آدھا آگے کرنا ہے لیکن پرواہ نہیں۔

قریب ہی ایک زمیندار دیکھ رہا تھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور انکی گھوڑی چھوٹ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے یہ کام لینا تھا وہ اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر اسکے پیچھے لگ گیا گھوڑی بچے والی تھی سرپٹ دوڑ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے روکا کوئی دو میل کے فاصلہ پر اُس نے پکڑ لی۔ ابھی آپ مجلس فرما رہے تھے کہ وہ شخص بمع زین ولگام گھوڑی پکڑے ہوئے آ پہنچا اور کہا بھائیو! اپنی گھوڑی سنبھال لو۔ محمود خان بلوچ نے اُٹھ کر پکڑ لی۔ دیکھو! آپ نے مجلس نہیں چھوڑی کس قدر نماز و وظائف کی پابندی فرماتے تھے۔'' مزید حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے کسی دُرویش نے لنگر میں بھینس پیش کی ایک روز دورانِ مجلس بھینس بولنے لگی جس سے مجلس میں خلل محسوس ہونے لگا۔ آپ کے فرمان پر اسے ذبح کر دیا گیا اور اس کا گوشت حاضرین و مساکین میں بانٹ دیا گیا الغرض یہ تو ایک دو مثالیں ہیں وہاں پر تو معمول ہی یہی تھا''

دربار شریف پر عصر کے بعد کسی کو واپس جانے کی اجازت نہ ملتی۔ اس دوران لنگر کا کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ سب کو مجلس میں حاضری کی تاکید تھی۔ مغرب تک کھانا، پینا، بولنا بند مجلس میں بس فیض سبحانی کا درس ہوتا۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ اپنی مجالس میں حضور غوث الاعظمؓ کا ارشاد نقل فرمایا کرتے کہ ''میرا مرید عصر سے شام تک وظائف میں رہے، رب، رب کرتا رہے، مجلس میں رہے، روزہ دار کی طرح کھائے، پیئے نہیں اللہ تعالیٰ اسے تمام دن کے روزہ کا ثواب دے گا'' مزید فرماتے

''ہمارے بزرگ اِسی طرح عصر کی نماز کے بعد نہ کوئی کام کرتے، نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے، صرف مجلس اور مجلس فیض سبحانی۔ حضور غوثِ پاک کے کلمات پڑھتے۔ اس میں ایسے ایسے بیان نکلتے۔ ایسے ایسے حالات نکلتے جو اس وقت اشد ضروری ہوتے مسائل تصوف کا ایسا بیان ہوتا کہ ہر طرف مستی چھا جاتی کسی کو بولنے کی مجال نہ ہوتی۔''

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دَم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

حضرت خواجہ کا حسن و جمال

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ :. یہ خداوندِ کریم کا خاص فضل و کرم ہے کہ ہمارے مشائخ باطنی انوار و جمالیات کے ساتھ ساتھ ظاہری حُسنِ صورت اور پرکشش سراپا سے مالا مال تھے۔ میانوالی میں آپ کی جوانی اور خوبصورتی کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ آپ کے سراپا میں ایسی کشش تھی کہ جو بھی ملاقات کے لیے آیا پھر ہمیشہ سے آپ کا ہو کر رہ گیا۔ اور عمر بھر جمالِ یار کا اسیر رہا۔ استاد مومنؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

ناوِک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہوں گے نیم بسمل کئی ہونگے، کئی بے جاں ہونگے

حضور کی نگاہِ لطف اور شفقت بھری مسکراہٹ میں بھی ایک عجب منظر تھا جو محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن بیان کرنا ناممکن ہے۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(اے کہ تجھ سے ملاقات، ہر سوال کا جواب ہے، یہاں پر مشکل قیل وقال، بحث وتحیص کے بغیر حل ہو جاتی ہے)

آپ کی باتوں میں ایسی مٹھاس اور شیرینی تھی کہ جس سے کلام فرماتے اُسے ایسا لطف ومزہ آتا کہ وہ چاہتا آپ مجھ سے ہی باتیں کرتے رہیں۔

وہ مخاطب بھی ہیں قریب بھی ہیں
اُنکو دیکھوں کہ اُن سے بات کروں

جب کبھی محفل میں موجود حاضرین پر فیض بھری نگاہ ڈالتے تو بعض دُرویش بتاتے ہیں ''اُس نگاہِ فیض کا یہ اثر ہوتا کہ سردیوں میں بھی ہمارے جسم سے بعض اوقات اتنا پسینہ بہتا کہ صف (چٹائی) گیلی (تَر) ہو جاتی۔

تیرا جلوہ ہو تیری صورت ہو
اور کیا چاہیے نظر کے لیے

آپ کی نظرِ کرم سے فیض یاب ہونے والے ابھی کچھ باقی ہیں اور آپ کی یاد میں ہمہ وقت تڑپتے رہتے ہیں۔

بقولِ ایک عاشقِ صادق (میاں رجب علی سنگھا) (م:28 جنوری بروز پیر 2008ء)

جیہڑے دو نیناں نے قتل کیتے شمشیر دی حاجت نہیں رکھدے
جیہڑے قیدی نے یار دیاں زُلفاں دے زنجیر دی حاجت نہیں رکھدے
اسیں زخمی ہاں یار دیاں نازاں دے مُلّاں کس نوں ہوش نمازاں دے
جیہڑے نظراں دے نال شہید ہوئے اُوہ تیر دی حاجت نہیں رکھدے

سُر سُٹ کے چشماں نوں بند کر کے
نہیں باہندھے یار نوں کنڈ کر کے

جنہاں عکس پکا لیا دلبر دا
تصویر دی حاجت نہیں رکھدے

جیہڑے پھک گئے عشق دی اگ دے وچ
کیہڑے رشتے اُنہاندے جگ دے وچ

جیہڑے مَرن توں پہلے مَر گئے نیں
تقدیر دی حاجت نہیں رکھدے

جیہڑے عشق دے مَٹ وچ رنگے نی
اوہ پار سمندروں لنگھے نی

جنہاں جندڑی واری ہے یار کولوں
اوہ سیر دی حاجت نہیں رکھدے

پھڑ پلڑا سگ دربار ہوئیاں
حافظ ماہی " توں جان نثار ہوئیاں

میرا پیر جنہاں نوں گل لاوے
اکسیر دی حاجت نہیں رکھدے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر7

حالاتِ وصال
وبعد از وصال

ایک برس کی مہلت:۔ حضرت خواجہ کے وصال سے ایک سال قبل دھڑ شریف بارہ ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ کو عرس مبارک میں سب شریک تھے۔

عرس کی محفل میں آخری روز خلیفہ سید عبدالرحمن مدنی (ساکن مدینہ منورہ) مائیک ہاتھ میں لیے تقریر کر رہے تھے اچانک وہ کہنے لگے میرے پیر بھائیو! آج رات ہماری ایک بڑی کامل ہستی کا وصال ہوا۔ مدنی صاحب نے ابھی یہی الفاظ کہے تھے کہ حضرت اقدس دھڑویؒ نے فرمایا مائیک سے منہ ہٹالے اور شریعت کا پردہ رہنے دے، حسب الحکم سپیکر بند کر دیا گیا اور انہوں نے بتایا۔ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہمارے آقا حضرت اقدس دھڑویؒ کہیں دوڑے جارہے ہیں۔ میں قدم بوسی کی غرض سے پیچھے بھاگا لیکن آپ نہ رُکے اور فرمایا تم ابھی ٹھہرو مجھے بہت جلدی ہے۔ میں رک گیا تھوڑی دیر بعد آپ واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کی حضور اتنی جلدی میں کہاں جارہے تھے۔ آپ نے فرمایا'' آج شب ہمارے حافظ صاحب کا وصال ہوگیا تھا لیکن ہمیں ابھی ان کا جانا منظور نہ تھا۔ اس لیے بارگاہِ خداوندی میں ان کے لیے مہلت لینے حاضر ہوا تھا مگر صرف ایک سال کی مہلت ملی'' آئندہ سال عرس میلا دالنبی ﷺ سے تقریباً ایک ماہ پانچ دن بعد حضرت خواجہ اپنی ظاہری حیات سے ابدی حیات کی طرف منتقل ہوگئے اور یہ خواب سچ ثابت ہوا۔ (میں نے اس واقعہ کا ذکر ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی خدمت میں کیا تو حضور نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا، اس موقع پر والد صاحب قبلہ کے ساتھ میں بھی حاضر تھا اور یہ واقعہ وہاں میں نے بھی سُنا تھا)

حضور کی علالت سے متعلق ایک خط

مجھے شاہد حسین گجراتی کے ذریعے ایک خط دستیاب ہوا۔ جو حضور کی علالت کے پیش نظر بابا خادم حسین دُرویش نے کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین میاں غلام قادر ولد خان محمد سنگھیانہ کو لکھا۔ بطور یادگار یہاں بھی نقل کرتا ہوں۔

۷۸۶

از بلوآنہ شریف

23-02-1954

بخدمت جناب بھائی صاحب غلام قادر دام اقبالہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خیریت طرفین مطلوب است۔ دیگر احوال آنکہ جب کے آپ گئے ہیں۔ کوئی خیریت نامہ نہیں بھیجا۔ حضور پُر نور کی طبیعت اُن دوائیوں سے جو کہ مکھیانہ سے ڈاکٹر محمد افضل سے حضور کے واسطے لائے تھے۔ اُن سے

کچھ تکلیف سی ہو گئی تھی۔ جس واسطے وہ دوائی چھوڑ دی تھی۔ لہٰذا میانوالی سے بھائی غلام رسول صاحب کو خط لکھا اور وہ تشریف فرما ہیں۔ اور اب حضور پُرنور کی طبیعت قدرے تندرست ہے۔ کوئی فکر نہ کریں۔

اپنی خیریت سے جلدی مطلع فرمائیں اور مسکین کی طرف سے سب پیر بھائیوں اور پیر بہنوں کو دست بستہ سلام عرض کریں۔ اور مکان و مقدمہ کی بابت بھی تحریر فرمائیں اور سب خیریت ہے۔ خط کا جواب جلدی دیں۔

بارشاد حضور پُرنور والا شان حضرت خواجہ حافظ صاحب

آپ کا تابعدار مسکین عاجز سگ دربار بلوآنہ شریف۔ خادم حسین

کمزوری اور ریاح:۔ کثرتِ ذکر اور پاس انفاس کے دائمی شغل نے حضرت خواجہ کو خواب و خور سے بے نیاز کر دیا تھا۔ مسلسل مجاہدات اور کم خوابی کے باعث آپ کی طبع شریف دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی۔ سارا سارا دن ایک ہی جگہ بیٹھے رہنے سے ریح (گیس) ہو جاتی تھی۔ بعض خدمت گار بتاتے ریح (گیس) کا مرض مسلسل وضو میں رہنے سے ہوا تھا۔ جس کے باعث کھانا بہت ہی کم کھاتے تھے اور جو تھوڑے بہت لقمے تناول فرماتے وہ ہضم بھی نہ ہوتے تھے۔ چچا حافظ عبدالغفور صاحب بتاتے ہیں، حضور کبھی سیدنا غوث الاعظمؒ کا مشہور و معروف قول ''میں نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی'' بیان کرتے تو فرماتے ''میں بھی ایک مرتبہ مسلسل تین شب و روز ایک وضو کی حالت میں رہا۔ جو تقریباً 72 گھنٹے بنتے ہیں پھر تو بہ کی صحت پر اسکا بہت بُرا اثر پڑتا ہے'' اسی طرح آپ کے فرزندِ اکبر اور جانشینِ صادق حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ''میری مسلسل علالت کی ابتداء بھی ہمیشہ وضو میں رہنے سے ہوئی۔ لیکن پھر آپ تاکید فرمایا کرتے جب وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرو یعنی زیادہ دیر ایک ہی وضو میں نہ رہو کیونکہ بار بار وضو کرنے سے ثواب ملتا رہتا ہے۔

دَمہ کی تکلیف:۔ حضرت خواجہ کو آخری عرصۂ حیات میں دمہ کی تکلیف بھی شروع ہو گئی تھی کہتے تھے ''دمہ دم کے ساتھ رہتا ہے۔'' یہ اُن دنوں لاعلاج مرض تھا۔ میں نے کئی مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے سُنا کہ یہ مرض ہمارا موروثی ہے۔ مجھ سے قبل میرے والد صاحب کو بھی دمہ کی تکلیف تھی بلکہ میرے پاس حضور کی مجلس فرماتے ہوئے ایک آڈیو کیسٹ بھری ہوئی ہے جس میں اپنے والدِ ماجد کے آخری دنوں کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں انہیں دَمہ کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ پھر اس اَمر کی تصدیق مجھے ایک نامور ڈاکٹر صاحب کی زبانی بھی ہوئی۔ راقم الحروف، حضرت اخی قبلہ کی معیت میں سالانہ قافلہ کے ساتھ اگست 2002ء میں عمرہ شریف پر تھا وہاں جھنگ شہر کے رہائشی ڈاکٹر محمد ایوب پوری (جو ایک عرصہ سے مدینہ منورہ میں رہتے ہیں) نے بتایا میں نے آپ کے والدِ ماجد (حضور قبلہ عالم منگانویؒ) کو دو مرتبہ چیک کیا تھا انہیں دَمہ کا مرض تھا اور اُن سے پہلے آپ کے دادا بزرگوار (حضرت خواجہ) کو بھی ایک مرتبہ چیک کیا تھا انہیں بھی دَمہ کا عارضہ تھا۔

دہڑوی سرکار کا خط اور دہڑ شریف کو آخری سفر:۔ مسلسل کمزوری اور علالت کے باعث حضرت خواجہ کچھ عرصہ دہڑ شریف نہ جا سکے۔ میلاد النبی ﷺ کا عرس مبارک قریب آیا تو چند دُرویش بلوآنہ شریف سے لنگر کا مال لے کر دہڑ شریف حاضر ہوئے اور وہاں موجود پیر بھائیوں کو بتایا۔ حضرت خواجہ کی طبیعت علیل ہے اور ممکن ہے آپ عرس مبارک پر حاضری نہ دے سکیں۔ دہڑ شریف کے پیر بھائی کافی دنوں سے آپ کے منتظر تھے اور آپ کی ملاقات وزیارت کے لیے بے چین تھے جب انہیں علالت کا معلوم ہوا تو پریشان ہوئے اور ہر کسی کو بڑا صدمہ ہوا۔ آخر انہوں نے مل کر حضرت اقدس دہڑوی ؒ کی خدمت میں یہ خبر سنائی کہ حضرت حافظ صاحب کی حالت بہت کمزور ہے لنگر لے کر جو دُرویش آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے شاید وہ عرس پر بھی حاضر نہ ہو سکیں حضرت اقدس دہڑوی ؒ نے سُنا تو آپ بھی پریشان ہوئے اور چہرۂ انور پر بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے۔ لہٰذا اُسی وقت حضرت خواجہ کے نام ایک خط لکھوایا اور اپنے دُرویش کو دے کر بلوآنہ شریف روانہ کیا۔ مضمون خط کے علاوہ اُس میں تاکید کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ "اگر بیٹھے ہیں تو اُٹھ کھڑے ہوں اور اگر کھڑے ہیں تو چل پڑیں" جونہی دہڑ شریف کا قاصد پہنچا۔ آپ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور اُٹھ کر اس کا استقبال کیا پھر نامۂ شیخ کھولا، چوما، آنکھوں سے لگایا۔ فرطِ محبت میں آنسو بہنے لگے۔ غلبہ عشوق میں علالت ونقاہت جاتی رہی اور پیش آنے والی جدائی کے سبب طبیعت پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ فوراً حضور قبلہ غلام منگانوی ؒ کو بلوایا اور تیاری شروع ہوئی۔ خلیفہ میاں عمر حیات خان اور چند ایک پیر بھائی حضور کی علالت کے پیشِ نظر ساتھ ہو گئے۔ جب یہ قافلۂ شوق موچیوالہ ہسپتال اڈا پر پہنچا تو کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤ الدین سے آنے والے دُرویشوں کی جماعت بھی وہاں پہنچ گئی حضور نے مائی نور فاطمہ زوجہ میاں اللہ جوایا سے فرمایا اب یہ سب ہمارے ساتھ آئیں گے لہٰذا تنور سے ان کے لیے روٹیاں لے لو اس جماعت کے آنے سے کافی دُرویش ہو گئے اور بذریعہ ریل گاڑی دہڑ شریف روانگی ہوئی راستے میں خانیوال اسٹیشن پر یہ قافلہ رات کے کچھ گھنٹے ٹھہرا۔ خلیفہ میاں غلام علی گجراتی کافیاں پڑھتا رہا۔ پھر وہاں سے گاڑی میں سوار ہو کر رینالہ خورد اُترے۔ چونکہ ان دنوں حضور زیادہ چل پھر نہ سکتے تھے لہٰذا شادی بیاہ والی ایک ڈولی کرایہ پر حاصل کی گئی جس میں حضور کو سوار کر کے دُرویش دہڑ شریف کی طرف رواں دواں ہوئے۔

جئیں تو چاہ میں تیری، مریں تو راہ میں تیری سوا اسکے دُعا کوئی نہ اپنا مدعا کوئی

خوشبوئے جاناں:۔ راقم الحروف کو میر عطاء اللہ لاہوری نے بتایا کہ میں اُن دنوں نوعمر تھا اور میلاد النبی ﷺ کے عرس مبارک پر حاضری کے لیے آیا ہوا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدس دہڑوی ؒ چند مقربین کے ساتھ دربار شریف سے باہر جا رہے ہیں آپ کو دیکھ کر سب دُرویش بھی اسطرف بھاگے۔ میں بھی دوڑ کر شامل ہو گیا اور میاں محمد امیر نومسلم سے پوچھا حضور کدھر جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے بھی معلوم نہیں میں بھی

حضور کو باہر جاتے ہوئے دیکھ کر ساتھ شامل ہوگیا۔ دہڑ شریف سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا ایک ڈولی دربار شریف کی طرف آ رہی ہے جسکے ساتھ کافی آدمی ہیں۔ جب نزدیک ہوئے تو دونوں طرف سے دُرویشوں نے دیکھ کر ذکر بلند کیا تب ہمیں معلوم ہوا کہ ڈولی میں حضرت حافظ صاحب کو لائے ہیں۔

درویشوں نے ڈولی زمین پر رکھی حضرت خواجہ اپنے شیخ کامل کے قدموں سے لپٹ گئے حضور نے اپنے بازوؤں سے سہارا دے کر گلے لگالیا اور دیر تک پیر مرید پر گریہ طاری رہا۔ پھر حضرت اقدس دہڑوی کے حکم پر اُسی ڈولی میں بٹھا کر آپ کو دربار شریف لایا گیا۔ ان دنوں حضرت خواجہ انتہائی لاغر اور کمزور ہو چکے تھے گو جسم اطہر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا لیکن اللہ کے ولی کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک دمک رہا تھا۔ اہل آستانہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ دُرویش ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے یوں حسب سابق عرس شریف کی خوشیاں دوبالا ہوگئیں۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے تمام یارانِ طریقت جمع ہوئے اور ذوق وشوق کی مجلسیں گرم ہوئیں۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا۔

میرا مسلک ہی جُدا ناصح تیرے اسلام سے ‫ یاں خدا سے کام ہے، تم کو خدا کے نام سے

چند خواص سے جُدائی کا انکشاف:۔ دہڑ شریف قیام کے دوران دُرویشوں اور پیر بھائیوں کا ہجوم بدستور حضرت خواجہ کے حجرہ میں رہا۔ مگر اس بار سلسلۂ وعظ ونصیحت کی وہ رعنائی نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرتِ خواجہ کی طبیعت وعظ ونصیحت کرنے کی متحمل تھی۔ اب کی بار فیض کا ساغر آنکھوں سے پلایا جا رہا تھا۔ جو بھی دیکھتا اُس پر گریہ طاری ہو جاتا عجیب مستی کا عالم تھا۔ مجھے خلیفہ میاں ظہور احمد ہراج نے بتایا۔ ایک شب حضور نے چند خاص خاص پیر بھائیوں اور دُرویشوں کو طلب فرمایا جب سب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے بڑی رازداری کے ساتھ فرمایا ''دوستو! دہڑ شریف میں ہماری یہ آخری حاضری ہے۔ اس کے بعد ظاہری طور پر ہم یہاں نہیں آسکیں گے''۔ بس ابھی اتنا ہی فرمایا تھا کہ سب پر گریہ طاری ہوگیا اور چاروں طرف سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور حجرہ کے اندر ایک کہرام برپا ہوگیا۔ قبل اسکے یہ آوازیں باہر کے دُرویشوں کو ادھر کھینچ لاتیں۔ حضور نے سب کو بہلایا اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں تو ویسے ہی کہہ رہا تھا اور تم لوگوں نے ابھی سے مجھے مار ڈالا۔ دیکھو! فقیر نہیں مرتا وہ زندہ رہتا ہے'' پھر ہنس کر فرمایا ''ہاتھی زندہ لاکھ کا۔۔۔۔ مُردہ سوا لاکھ کا'' اور تسلی دیتے ہوئے دُرویشوں کو خاموش کروایا اور فرمایا میں ابھی تمہیں کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر تمہارے دل پہلی بات کے ہی متحمل نہیں ہیں۔

دہڑ شریف سے واپسی اور احباب سے الوداعی ملاقات:۔ عرس کی تقریبات ختم ہوئیں تو دوسرے حضرت خواجہ نے تیاری فرمائی حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ کو تنہائی میں بلوایا اور کافی دیر راز ونیاز کا سلسلہ رہا اور آخر میں بڑی طویل دُعا مانگی اور پُرنم آنکھوں سے واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ حضرت

خواجہ اتنے مختصر دن دہڑ شریف رہے۔ حضرت اقدس دہڑوی" آپ کو تانگہ میں بٹھانے کے لیے خود تشریف لائے۔ حضرت خواجہ اپنے شیخ کامل کے سامنے جبکہ وہ ساتھ کھڑے تھے تانگہ میں بیٹھنا بے ادبی سمجھتے تھے مگر حکمِ شیخ پر ناچار بیٹھنا پڑا۔ بہتے آنسوؤں سے اور ذکر کی گونج میں یہ قافلۂ شوق آخری مرتبہ دہڑ شریف سے رخصت ہوا۔ درویشوں کی دھاڑیں نکل گئیں۔ حضرت خواجہ نے اپنی عقیدت ومحبت کے مرکز دہڑ شریف کی پُر نور فضاؤں کو پُر نم نگاہوں سے آخری بار سلام کیا حضرت اقدس دہڑوی بھی اپنے چوبارہ پر تشریف لے گئے اور حاضرِ خدمت درویشوں نے بتایا آپ کی مبارک آنکھیں بھی پُر نم تھیں۔ یہ قافلہ شوق رینالہ خورد ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ کوٹ بلوچ سے میاں غلام قادر کی ہمراہی میں آئے ہوئے دس بارہ دُرویش اجازت کے طلب گار ہوئے کیونکہ انکی گاڑی پہلے آنے والی تھی۔ حضور نے انہیں دُعائیں دیں اور آخری نصیحتیں فرمائیں اتنے میں انکی گاڑی آگئی وہ روتے دھوتے آپ کے مبارک قدموں پر گرتے بوجھل قدموں سے گاڑی میں سوار ہوئے۔ اسوقت حضور اسٹیشن پر موجود ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ آپ نے دُرویشوں کو الوداع کرتے ہوئے فرمایا "میرے بیٹو! اب قیامت کے دن ملاقات ہوگی" پھر حضور قبلہ عالم منگانوی" کی طرف متوجہ ہو کر انہیں نصیحت کی "آج کے بعد جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ کرم حسین کو دیکھا کرے، مجھ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں" دُرویش روتے دھوتے گاڑی میں سوار ہوئے حاجی محمد کبیر بتایا کرتے "ہمارے پیر بھائی دور تک گاڑی کے دروازوں اور کھڑکیوں سے اپنے سَر نکال کر دیکھتے رہے اور روتے گئے" عارف کھڑی میاں محمد بخش نے ایسے ہی منظر کی کیا خوب تصویر کشی فرمائی ہے۔

سجن وداع کریندیاں نیناں چائے وین   نہ رووو نینوں بھیڑیو ویکھن دیونین
سُکھ چلے دُکھ آملے درد اٹھائے چین   میلے فیر محمدؐ آخبر نہیں کد ہین

بعد ازاں وہاں پر حضور نے کچھ بھوک محسوس کی خلیفہ حاجی محمد کبیر اور خلیفہ میاں ظہور احمد حسب ارشاد پالک کا سالن اور روٹیاں ایک ہوٹل سے لائے حضور نے وہیں اسٹیشن پر چند ایک لقمے تناول فرمائے اتنے میں گاڑی بھی آگئی اور حضور واپسی کے لیے روانہ ہوئے بلوآنہ شریف پہنچے تو میری بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں ایک روز مجھے فرمایا "اس مرتبہ جی بھر کے دہڑ شریف نہ دیکھ سکا۔ محفل میں بھی دُرویش اُٹھا کر لیا جاتے اور پھر واپس حجرہ میں لے آتے"

خواب میں ابدالِ قطبیہ کا فرمان:- دہڑ شریف سے واپسی پر حضرت خواجہ کی طبیعت اور ناساز ہوگئی۔ سوائے چند گھونٹ دودھ کے کھانا، پینا بند ہوگیا۔ چلنا پھرنا پہلے ہی محال تھا اور آپ دن بدن کمزور ہونے لگے۔ کئی ڈاکٹرز دربار شریف پر بُلائے گئے، ادویات بھی تبدیل کی گئیں مگر افاقہ نہ ہوا۔ تو آپ نے بعض اقارب کے مشورے پر حکیم عبدالرحیم خان سے علاج کے لیے میانوالی جانے کا ارادہ بنایا میری بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں

ایک روز گھر میں فرمایا ''جس نے مجھے اس راہ پر ڈالا تھا آج لینے بھی وہی آیا ہے (حضرت فقیر محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ) اور فرمایا اب میانوالی نہ آؤ۔ آگے (عالم آخرت) کی تیاری کرو'' لہٰذا حضرت فقیر صاحب کے ارشاد پر آپ نے میانوالی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

☆رسولِ خدا ﷺ کی اقتداء میں نماز اور اولیاء میں مقام:۔ حضرت بابا علی گل صاحب بتایا کرتے وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ نے ایک روز مجھے اپنا خواب سنایا کہ آج رات میں نے دیکھا اولیاء اللہ صف در صف کھڑے ہیں اور مصلّی پر رسول خدا ﷺ امامت کے لیے جلوہ افروز ہیں میں بھی پیچھے صف میں شامل ہو گیا۔ اتنے میں حضرت فقیر محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھے بازو سے پکڑ کر پہلی صف میں کھڑا کر دیا۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا ''حافظ! تیری جگہ پیچھے ہے'' میں حسب حکم پچھلی صف میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ تو حضرت فقیر صاحب نے پھر میرا بازو پکڑ کر مجھے پہلی صف میں لا کھڑا کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی دوبارہ نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا ''حافظ تمہیں کہا تھا تمہاری جگہ پیچھے ہے'' تو حضرت فقیر صاحب نے دست بستہ عرض کی ''حضور ﷺ یہ میرا ہے'' سرکار دو عالم ﷺ مسکرائے اور فرمایا ''ٹھیک ہے'' لہٰذا میں اولیاء اللہ کی پہلی صف میں دائیں جانب کھڑا ہوا۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے امامت فرمائی اور ہمیں نماز پڑھائی۔ جب یہ خواب بیان کر چکے تو حضرت خواجہ نے فرمایا ''آج پتہ چلا کہ ہم کس کے ہیں''

رویائے صادقہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے۔

''اَلرُّوءُ یَا الصَّالِحَۃُ مِنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّۃِ (رواہ البخاری و مسلم) ''سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے'' ایک اور حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

''لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّوءُ یَا الصَّالِحَۃُ'' (رواہ البخاری عن ابو ہریرہؓ)

''بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ بشارتوں سے کیا مراد ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''سچا خواب'' بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے ''مَنْ رَّانِي فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِي فَانَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِيْ فِيْ صُوْرَتِيْ''

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق مجھے ہی دیکھا بے شک شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا'' اِن احادیث کی روشنی میں اِس خواب کے سچے ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں کیونکہ ایک طرف تو یہ کامل ولی اللہ کا خواب تھا، دوسری طرف اس خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت و امامت نصیب ہوئی اور تیسری

بات یہ ہے کہ اس خواب کے راوی حضرت خواجہ کے بڑے بھائی ہیں جن کی دُرویشی اور صداقت کا اپنا پرایا معترف تھا۔

حضرت خواجہ نے ساری زندگی اپنی زبان سے کبھی نہ فرمایا کہ "ہمارا مقام کیا ہے" لیکن اِس خواب پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں اولیاء اللہ میں آپ کے مقام و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ اولیاء اللہ کی کتنی صفیں تھیں۔ یہ تو آپ نے نہیں بتایا لیکن یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے روئے زمین کے تمام اولیاء موجود ہوں جب تمام موجود تھے۔ تو ظاہر ہے کہ صفیں بھی لاتعداد اور بے شمار ہونگی۔ حضرت خواجہ اپنی فطری عاجزی و انکساری کے باعث آخری صف میں کھڑے ہوئے لیکن ابدالِ وقت حضرت فقیر محمد رمضانؒ جو آپ کا مقام و مرتبہ جانتے تھے اور جنہوں نے خود ولایت کی امانت آپ تک پہنچائی تھی اور جس کی تربیت سے آپ کا باطن نورٌ علی نور ہوگیا تھا اُس نے وہاں کھڑا کر دیا جہاں آپ کا مقام تھا۔ پہلی صف کے اولیاء اللہ پتہ نہیں کس کس مرتبہ اور عظمت کے حامل ہونگے بلاشبہ ان میں غوث، قطب، ابدال، اور نہ جانے کیا کیا ہونگے اور حضرت خواجہ ان میں دائیں جانب موجود تھے۔ رسولِ خدا ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا "حافظ تمہاری جگہ پیچھے ہے" اِس بات کا اظہار تھا کہ اتنے کم وقت میں جو تم نے مراتب اور عظمتیں حاصل کی ہیں۔ یہ اس ابدال کی بدولت حاصل کی ہیں جو بار بار تمہارا ہاتھ پکڑ کر پہلی صف میں تمہیں کھڑا کر دیتا ہے۔ حضرت فقیر صاحب کا یہ عرض کرنا کہ "حضور ﷺ! یہ میرا ہے" اور حضور علیہ السلام کا مسکرا کر فرمانا "ٹھیک ہے" اِن الفاظ سے اہلِ دل ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حضرت فقیر صاحب کی رسائی کا مقام کیا تھا؟

معالجین کی رائے:۔ میاں اللہ بخش سپرا (امام مسجد چک نمبر 175) بیان کرتے ہیں حضرت خواجہ بلوآنوی کے وصال سے تین روز قبل کا واقعہ ہے۔ میں اُن دنوں حضور کی علالت کے پیشِ نظر اکثر بلوآنہ شریف آتا جاتا رہتا تھا۔ جھنگ سے سول سرجن بلایا گیا۔ اُس نے نبض دیکھی تو حیرت زدہ ہو کر کہا "جان ہے۔ مگر حرکت کوئی نہیں" ڈاکٹر عبدالرشید بھی ہمراہ تھا۔ اُس نے کہا "دل اور وجود کام کرنا چھوڑ گئے ہیں۔ یہ صرف اللہ کی یاد میں ہیں" لہٰذا وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے تین دن بعد حضور واصلِ بحق ہوئے۔

ایک اور خواب:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے۔ وصال سے چند روز قبل ایک روز تنہائی میں قبلہ والد صاحب نے مجھے اپنا خواب سنایا کہ آج رات تہجد کے بعد کچھ دیر میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا یہاں جھنگ میں ہر طرف پانی ہی پانی ہے جس کا کوئی کنارہ نظر نہیں آ رہا میں اکیلا تیرتا ہوا ایک طرف جا رہا ہوں اچانک نیچے سے یعنی پانی سے ایک شخص اوپر آیا اور بڑی محبت سے معانقہ کیا کچھ دیر ہم اکٹھے تیرتے رہے پھر وہ ایک طرف چلے گئے اور میں دوسری طرف چلا گیا حضور قبلہ عالم فرماتے میں نے پوچھا اُس دوسرے شخص کو جو آپ کے ساتھ

کچھ دیر رہے انہیں آپ جانتے تھے فرمایا ہاں وہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ تھے۔

قلب کا جاری رہنا:۔ میاں شیخ احمد لانگری (م: یکم مارچ 2009ء) نے مجھے بتایا آخری روز میں ڈاکٹر عبدالرشید کو جو ہمیشہ سے آپ کا معالج تھا چیک اپ (معائنہ) کے لیے لایا۔ اُس نے طبیعت دیکھتے ہوئے قلبِ اطہر کی کیفیت ملاحظہ کی تو عرض گزار ہوا جناب! یہ دل کچھ دیر ٹھہر نہیں سکتا۔ یعنی اس حال میں بھی اسمِ ذات (دائمی ذکر) میں ذرا بھی توقف نہیں بلکہ یونہی جاری وساری ہے۔ حضور نے فرمایا ڈاکٹر صاحب یہ معاملہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اگر اسے کچھ دیر روکیں تو سینہ پھٹ جائے گا اُس نے کہا اگر یہ معاملہ ہے تو پھر مجھے اجازت دیں۔ یہ معاملہ میری سمجھ سے ماوری ہے اور اُسی شب حضور واصل حق ہوئے میری بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں۔ علالت کے ایام میں کبھی ہم نے آپ کی زبان سے ''ہائے'' یا تکلیف کا کوئی جملہ نہ سُنا ہمیشہ راضی بارضائے الٰہی رہے اِن دنوں کبھی کبھی وجد میں آ کر نعرہ لگاتے ''قطب، قطب، قطب'' یعنی حضرت قطب عالم پیر محلویؒ نے جس پہاڑی شہباز کے شکار کے لیے اپنے ابدال حضرت فقیر محمد رمضانؒ کو بھیجا تھا وہ زندگی کے آخری لحات میں بھی ''قطب'' کا ہی نعرہ لگاتے گئے۔

حضور قبلہ عالمؒ سے راز و نیاز کی باتیں:۔ میں نے حاضرِ خدمت رہنے والے کئی دُرویشوں کی زبانی سُنا کہ حضرت خواجہ آخری ایام میں اکثر حضور قبلہ عالم کو تنہائی میں بُلا لیتے اور آپ سے راز و نیاز کی باتیں فرماتے۔ پیر خانہ سے ارادت، گھریلو معاملات اور دُرویشوں سے متعلق نصیحتیں فرماتے لیکن حضور قبلہ عالم نے یہ تنہائی میں فرمائی گئی باتیں کسی کے سامنے تفصیل سے نہیں بتائیں۔ کبھی احبابِ خاص کی مجلس میں دورانِ گفتگو اشارۃً کچھ فرما دیا ورنہ تفصیل سے بیان کرنا مزاج شریف کے منافی تھا۔ راقم الحروف نے بعض باتیں برادرم پیر سخی حسین صاحب اور دیگر معتبر افراد کی زبانی سُنی ہیں۔ اُن میں سے بھی صرف چند باتیں میں نے یہاں تحریر کی ہیں۔ میں نے ہر وہ بات جس سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہے یا کسی پر گراں گزرتی ہے وہ نہیں لکھی۔ حضرتِ خواجہ کی تمام زندگی رضائے شیخ کے تابع رہی۔ جہاں اُنہوں نے بٹھایا وہاں بیٹھ گئے۔ اور جہاں سے چلنے کا حکم ہوا چل پڑے۔ آخری ایام میں جب بعض گھریلو اُمور زیرِ غور آئے تو حضور قبلہ عالم کو بطور خاص کچھ باتوں کی وصیت فرمائی جن کو حضور قبلہ عالم نے ہمیشہ مدنظر رکھا۔ چچا پیر گل فردوس کے بارے تو حضور اکثر فرمایا کرتے تھے والد صاحب قبلہ نے مجھے فرمایا تھا میرے بعد تمہارا ایک بھائی پیدا ہوگا وہ نہ بولے گا اور نہ سُنے گا۔ اُسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا۔ حضور قبلہ عالم نے پیر گل فردوس صاحب کو نہ صرف عمر بھر اپنے ساتھ رکھا بلکہ ہمیں وصیت فرمائی کہ اسے میرے پہلو میں دفن کرنا۔ میاں شیخ احمد لانگری نے بتایا ایک مرتبہ میری موجودگی میں حضور قبلہ عالمؒ سے فرمایا ''تو دنیا کے جس کونہ میں بھی جا کر بیٹھے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہونگا۔ ایک جہان تمہارے دامن سے وابستہ ہوگا۔ اور تو اپنے اگلوں، پچھلوں (گزرے ہوئے اور

آنے والے) کی پہچان بنے گا'' خلیفہ میاں غلام علی گجراتی نے بتایا آخری مرتبہ دہڑ شریف حاضری کے موقع پر حضور نے مجھے بطور نصیحت فرمایا ''میرے فیض کا دروازہ کرم حسین ہے جو اس کی تابعداری کرے گا وہی میرا فیض پائے گا'' حضرت خواجہ کے رضائی بھائی اور خلیفہء خاص قاضی میاں غلام رسول صاحب بتایا کرتے مجھے حضور نے آخری مرتبہ فرمایا ''اب اگر مجھے دیکھنا ہو تو کرم حسین کو دیکھنا'' اور بھی کئی احباب نے وقتاً فوقتاً مجھے حضور قبلہ عالم سے متعلق حضرت خواجہ کے فرمان سُنائے۔ طوالت کے خوف کے پیشِ نظر آخر میں ڈاکٹر علی محمد سندھی کا بیان نقل کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ کے بعد از وصال میں نے حضور قبلہ عالم سے خود پوچھا کہ حضرت حافظ پاکؒ آپ سے آخری دنوں میں کچھ فرماتے تھے یا خاموش رہتے تھے۔ تو ارشاد ہوا ''جب گھر کے سب لوگ سو جاتے تو مجھے بُلوا لیتے اور گھنٹوں باتیں فرماتے رہتے۔ اور یہ سلسلہ روزِ وصال تک جاری رہا'' حضرت خواجہ اکثر اس دوران حضور قبلہ عالم سے نعتیں، کافیاں اور بزرگانِ دین کے درد و سوز بھرے اشعار سنا کرتے حضور قبلہ عالم کی سُریلی آواز اور مخصوص لَے پر آپ مست و بیخود ہو جایا کرتے اس طرح دسمبر کے ابتدائی پندرہ یوم کی طویل اور سرد راتیں ذوق و شوق کے عالم میں ہی گزریں۔

کب لباسِ دُنیوی میں چھُپتے ہیں. روشن ضمیر جامہء فانوس میں بھی شعلہ عُریاں ہی رہا

میاں غلام رسول نیکو کارہؒ کو حضرت خواجہؒ کی غیبی آواز:۔ 14 دسمبر 1954ء بروز بدھ کا یہ واقعہ میں حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی ایک آڈیو کیسٹ سے من وعن نقل کرتا ہوں جو آپ نے حضرت خواجہ کے آخری حالات بیان فرماتے ہوئے دورانِ مجلس ارشاد فرمائے۔ ''ایک نیکو کارہ فقیر تھا (میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سکنہ موضع باغ ضلع جھنگ) جو بذریعہ بس جھنگ آ رہا تھا۔ جب موچیوالہ ہسپتال پہنچا تو دیکھتا ہے حضرت حافظ صاحب مجھے بس سے اترنے کو فرماتے ہیں اُس نے ٹکٹ جھنگ کا لیا ہوا تھا لیکن حسب فرمان بس سے اتر آیا۔ بس چلی گئی اُس نے دکانداروں سے پوچھا یہاں حضرت حافظ صاحب تھے؟ انہوں نے مجھے آواز دی ہے اور بس کے شیشے سے مجھے اشارہ کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا آپ کو تو ایک مہینہ ہو گیا ہے بڑے بیمار ہیں اور آج تو کافی ڈاکٹر صاحبان بھی گئے ہوئے تھے ان کی طبیعت بڑی کمزور ہے۔ آخر وہ بھی دُرویش تھا، فقیر تھا، صاحب نظر تھا اسے سمجھ آ گئی۔ چل پڑا بلوآنہ شریف آیا۔ باہر دروازہ پر کھڑا تھا میں (حضور قبلہ عالم) باہر نکلا۔ مجھے کہا اندر جا کر عرض کریں ''رسولا نیکو کارہ آیا ہے۔ اجازت ہو تو ملنا چاہتا ہے'' میں نے اندر آ کر عرض کی۔ فرمایا۔ ہاں ہم نے اُسے بلایا ہے۔ وہ اندر آیا نیکو کارے بڑے پُر مزاح اور خوش طبع ہوتے ہیں۔ اُس نے ازراہِ مذاق کہا۔ جناب! جب صحت مند ہوتے تھے تو اس وقت بڑے لَن تَرانی کے مسائل کُھلتے تھے، فنافی اللہ اور بقا باللہ کے مقام کا بیان ہوتا تھا لیکن اب یہ حالت ہے کہ نہ سانس آتی ہے نہ بول سکتے ہیں، نہ اُٹھ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں۔ کوئی آپ کا سر پکڑ کر بیٹھا، کوئی پاؤں پکڑے بیٹھا

ہے۔ تندرستی ہو تو پھر منزل فنافی اللہ اب بتائیں وہ فقیری کہاں گئی؟ پتہ نہیں اُس نے طنزاً یا مذاحاً بات کی۔ حضور نے سرِ انور آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا تو دُرویش ہو کر دُرویشوں پر طنزیہ باتیں کرتا ہے۔ اب میں اُٹھ بیٹھا ہوں اور سب کچھ جو تو کہتا ہے وہ ہوں جو کام مجھ سے کروانا ہے کروالے اور جوش میں اپنے بازو سے قمیض پیچھے ہٹا کر بیٹھ گئے اور وہ راز و نیاز کی گفتگو فرمائی کہ میں نے دیکھا میاں صاحب خوش ہو گئے اور اُٹھ کر زمینِ ادب کا بوسہ لیا اور آداب و نیاز کے بعد وہیں نیچے چٹائی پر آپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ عرض کی حضور! غلام کو کیسے یاد فرمایا؟ کیسے مہربانی فرمائی؟ کیا حکم ہے؟ آپ نے سب لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا صرف ایک میں (حضور قبلہ عالم) اور سلطان محمود کٹھوڑی والا رہ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں آج دنیا سے جا رہا ہوں۔ ہمارا حکم آ گیا ہے۔ یہ مولوی لوگ مجھے ہاتھ نہ لگائیں یہ ہمارے حال سے واقف نہیں ہوتے (جس طرح رسول خدا ﷺ کو حضرت علی المرتضیٰؓ اور چند خاص خاص اہلبیت کے افراد نے غُسل دیا تھا اسی طرح آپ نے فرمایا) آج میری تیاری ہے کوئی عام مولوی میرا جنازہ خراب نہ کر جائے اس لیے تمہیں بلایا ہے۔ میرا جنازہ تم نے پڑھانا ہے۔ تجھے اپنی تجہیز و تکفین کے لیے بلایا ہے۔ اتنے میں مائی صاباں کھانا لے آئی میاں صاحب نے کہا میں اس وقت کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ مل کر نہیں کھائیں گے۔ حضور نے فرمایا مجھے تو مہینہ ہو گیا ہے۔ غذا اندر نہیں جاتی۔ سانس بڑی مشکل سے لے رہا ہوں دمہ کی وجہ سے پھیپھڑے بند ہو چکے ہیں۔ نیکو کارہ فقیر موج میں آ گیا اور کہا پھر میں حرام زادہ ہوا جو ایک لقمہ بھی کھاؤں۔ یا تو مقامات فنافی اللہ، بقا باللہ سے توبہ کریں یا روٹی کھائیں۔ آپ نے اس کے ساتھ مل کر کھانا شروع کیا۔ تو آدھی روٹی وہ کھا گیا اور آدھی آپ نے کھائی۔ بھلا دمہ کا مریض ساگ اور روٹی کیسے کھا سکتا ہے۔ پھر دیر تک راز و نیاز کی گفتگو ہوتی رہی۔ میاں صاحب نے کہا اتنی جلدی نہ کریں صاحبزادے ابھی چھوٹے ہیں فرمایا نہیں مجھے بیلی (یار) کا حکم آ گیا ہے۔ تم آج رات "کوہڑی دی جھوک" چلے جاؤ۔ یہاں گھر والوں اور دُرویشوں کے رونے سے تمہیں تکلیف ہوگی۔ کل میرا جنازہ پڑھا کر چلے جانا میاں صاحب رو پڑے اور تکمیل حکم کے لیے "کوہڑی دی جھوک" چلے گئے۔ اُسی شب رات کے پچھلے پہر حضرت خواجہ کا وصال ہو گیا۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو جانشین مقرر فرمانا:۔ حضرت خواجہ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے جب کہ حضور قبلہ عالم منگانوی آٹھویں جماعت کا امتحان دے رہے تھے میاں اللہ دتہ فقیر کو بھیج کر بلوا لیا اور فرمایا "اب بس کر دو۔ ہمارا وقت آخر قریب آ گیا ہے۔ لہٰذا ہماری موجودگی میں مصلّٰی پر بیٹھ کر سلسلہ شریف کی خدمت کرو" حضور قبلہ عالم نے سکول کو خیر باد کہہ دیا اور آخری ایام حضور کے حسبِ ارشاد خدمتِ عالیہ میں رہے۔ پھر ایک روز حضور نے تمام اہلِ خانوادہ اور دُرویشوں کو طلب فرمایا اور سب کی موجودگی میں اپنی دستار مبارک

حضور قبلہ عالم کے سرِ انور پر باندھی اپنا رومال آپ کے ہاتھ میں پکڑایا اور اپنے مصلّٰی پر بٹھا کر فرمایا "بیٹا آج سے تم جہان کے پیر ہو۔ اب ہمارا دَور ختم ہوا" اور بعض امور پر وصیتیں فرما کر اپنا جانشین مقرر فرمایا یوں حضرت خواجہ نے حضور قبلہ عالم کو اپنا جانشین مقرر فرما کر اپنے لاثانی سلسلہ ءفیض کو قیامت تک کے لیے جاری وساری کر دیا۔ حضرت خواجہ کی فقید المثال سجادہ نشینی کی جس اندازِ فقر سے حضور قبلہ عالم نے خدمت سرانجام دی اس کی مثال رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ حضرت خواجہ نے بوقت جانشینی جو توقعات آپ سے وابستہ کی تھی نہ صرف اُن توقعات پر پورا اُترے بلکہ جانشینی کا حق ادا کر دیا اور اپنے والدِ ماجد کی مسندِ ارشاد کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت خواجہ کی نگاہِ فقر نے آپ کے وجود مسعود میں جو ولایت کے چشمے دیکھ کر آپ کو اپنا جانشین اور جہان کا پیر بنایا وہ چشمے آپ کی ذات بابرکات سے اسطرح پھوٹے کہ ہزاروں لوگ ان کے فیض سے سیراب ہوئے اور فقر و ولایت کا یہ سلسلہ فیض کا ایک لامتناہی سلسلہ بن گیا۔ بقولِ اقبالؒ

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں   اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

حضور کا اپنی موجودگی میں لوگوں کو حضرت قبلہ عالم کا مرید کروانا:۔ حضرت خواجہ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری روز جب دو آدمی میاں صالح فقیر اور میاں رحمت بھوہڑ مرید ہونے کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے حضور قبلہ عالم کو بلوایا اور فرمایا "اِن دونوں آدمیوں کو میرے سامنے مرید کرو" حضور نے انہیں بیعت کیا۔ میاں صالح فقیر نے راقم الحروف سے خود بیان کیا کہ حضور قبلہ عالم اس وقت نوعمر تھے لہٰذا میں بتعمیلِ ارشاد حضرت حافظ پاک آپ کا مرید تو ہو گیا لیکن میرے دل میں یہ وسوسہ رہا کہ اپنی موجودگی میں ہمیں صاحبزادے کا مرید نہ کرواتے بلکہ اپنا کرتے۔ کچھ دیر بعد ہمیں اجازت ہوئی حضرت حافظ پاک چونکہ میرے وسوسہ پر آگاہ ہو چکے تھے۔ جب میں آپ کی دست بوسی کر کے باہر آنے لگا تو حضور نے میرے بازو کو پکڑ لیا اور فرمایا "سنو! کرم حسین اور میرا ہاتھ ایک ہے دو نہیں۔ جو اس کا مرید ہے وہی میرا ہے" لہٰذا میں مطمئن ہو گیا۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس   کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

(جہانوں کے خدا کے لیے ہزاروں شکر، کہ گوہر (موتی) اسے دیا گیا ہے جو موتی کی قدر جانتا ہے)

حضرت خواجہ کی آخری شب:۔ حضرت خواجہ کے ایک ایک عمل اور بندوبست سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ نہ صرف اپنے آخری وقت سے مکمل آگاہ ہیں۔ بلکہ بعد میں پیش آنے والے کئی مسائل و معاملات کو بھی نظرِ ولایت سے دیکھ رہے ہیں۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے فرمایا کہ جس رات آپ کا وصال ہوا اس وقت کم از کم چالیس آدمی حاضر خدمت تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آپ وقت پوچھتے تاکہ معمولات میں فرق نہ آئے۔ پھر آپ نے چار

دُرویشوں کو حکم دیا کہ آستانہ عالیہ کے ہر کونے پر کھڑے ہو جائیں اور سات سات اذانیں دیں جب ایک دُرویش اذان ختم کرتا تو دوسرا شروع کرتا جب دوسرا ختم کرتا تو تیسرا پھر چوتھا اسطرح چاروں دُرویشوں نے ایک، ایک کر کے، سات، سات اذانیں دیں جب اذانیں ختم ہوئیں تو اپنے اہلِ خانہ کو بلوایا اور فرمایا ''اس جگہ سے میں نے شیطان کو بھگا دیا ہے۔ ان شاء اللہ قیامت تک اس حدود کے اندر شیطان نہ آسکے گا۔تم یہاں اَمن سے رہو گے، میری ہڈیاں تمہیں دودھ دیں گی فکر نہ کرنا'' پھر بطورِ خاص حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو بعض گھریلو اُمور پر تنہائی میں وصیتیں فرمائیں پھر میاں شہامند خان بلوچ کو بُلا بھیجا۔ بابا شہامند حضور کا پیر بھائی اور یہاں پر لانے کا ذریعہ تھا۔ دربار شریف والی زمین بھی اسی نے بطورِ نذر پیش کی تھی۔ حضور نے اسکی موجودگی میں اپنے نواسے سخی حسین اور ان کی والدہ جو آپ کے پاس ہی مقیم تھیں اُن کی نگہداشت سے متعلق حضرت قبلہ عالمؒ سے فرمایا پھر بابا شہامند سے فرمایا ''مجھے یہیں دفن کرنا کیونکہ اس جگہ میرے شیخ نے مجھے بٹھایا تھا۔کل قیامت کے روز جب میرا شیخ مجھے آواز دے تو جہاں پر انہوں نے بٹھایا تھا وہیں سے جواب دے کر اُٹھوں۔ اگر میرے عزیز و اقارب مجھے میانوالی واپس لے گئے تو جیسے اپنے چچازاد بھائی کی لاش کو قبر سے نکال کر لائے تھے مجھے بھی وہاں سے لے آنا'' پھر بقول پھوپھی صاحبہ آخری بار حضور قبلہ عالم سے خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب کی یہ کافی سماعت فرمائی:

اے کاش ہوش میں آ۔ اے ہوش مند دیوانہ
وہموں نے تجھ کو تجھ سے کیوں کر دیا بیگانہ

حرص وہوا کے بندے لَا تَشْتَـــــرُوْا نہ سمجھے
دو روٹیوں کے بدلے دیا بے بہا خزانہ

خواہش نے اندھا کر کے گدھا بنایا ایسے
دیا چھوڑ من و سلویٰ لیا مانگ گھاس دانہ

اے زاہدِ وخشک مُلاں کیا جانے صوفیا کو
اُن کا خُدا، خُدا ہے، تیرا خُدا زمانہ

نیکی، بدی سے فارغ اَنَــا بِـقُــوْن والے
پوچھے گا کون اُن سے، اُن کا اعمال نامہ

مسجود اور حیراں تھے اجمعیں ملائک
تھا اِنّـِـیْ اَعْـلَــمُ کا تو مطلب رہا نہ

اے نائب خدائی، اے فخرِ ذاتِ الٰہی
چھینا ہے تجھ سے کس نے یہ مرتبہ شاہانہ

تُو، تُو، تُو کس سے بولے خود تُو ہی تُو، تو، تُو ہے
جب تُو ہی تُو نہ ہو تو پھر تُو ہے سب زمانہ

حق، حق نُما سے ثابت، حق ڈھونڈے حق کو حق سے
جائے تعظیم آخر ہے غلامِ پیر خانہ

وصالِ باکمال:۔ حضرت خواجہ اپنی طرف سے تمام تیاری مکمل فرما کر وصالِ یار کے لیے بے تاب تھے۔ زندگی کے آخری لمحات بھی ذکر و فکر میں بسر ہو رہے تھے۔ دُرویشوں سے دریافت کرتے دیکھو رات ڈھل گئی ہے وہ عرض کرتے حضور ابھی نہیں آخر جب دُرویشوں نے رات ڈھلنے کی نوید سُنائی کہ اب تہجد کا وقت ہو گیا ہے بقولِ حضور قبلہ عالم منگانویؒ آپ نے فرمایا مجھے چارپائی سے نیچے مصلّٰی پر بٹھاؤ۔ جب بٹھایا گیا تو آپ نے بارہ رکعت

نمازِ تہجد اشاروں سے ادا فرمائی ۔ یہ سارا منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا پھر فرمایا مجھے اُٹھا کر باہر لے جاؤ۔ میاں اللہ جوایا[1] نے آپ کو اُٹھا لیا اور بھی دو چار دُرویش موجود تھے رات کا پچھلا پہر اور دسمبر کی سخت سردی تھی ۔ اذان کا وقت قریب تھا جونہی دروازہ سے باہر تشریف لائے اشارہ سے فرمایا میری ٹانگیں پیچھے کرو اور چہرہ اِسطرف کرو (حضور کا اشارہ دہڑ شریف کی طرف تھا) اُسی طرح اُٹھائے ہوئے رُخِ مبارک دہڑ شریف کی طرف کیا گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ماتھے پر رکھا اور اپنے سَر کو جھکا لیا یعنی اپنے شیخ کامل کی طرف منہ کر کے عشق وشوق بھرا آخری سلام پیش کیا پھر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی ۔ ہم نے بھی ساتھ دُعا مانگی واللہ اعلم ۔ آپ کیا پڑھتے رہے، خاموش رہے۔ اس کے بعد آپ بولے نہیں پھر اشارہ فرمایا مجھے بستر پر لٹا دو۔ جب پلنگ مبارک پر لٹایا گیا تو شیخ احمد لانگری نے پکار کر کہا حضور کے سرِ انور سے سرہانہ نکال لو۔ اور کلمہ پڑھو۔ مجھے (حضور قبلہ عالم منگانویؒ) اس وقت پتہ چلا کہ میرے قبلہ والد صاحب اللہ کے حضور حاضر ہو رہے ہیں ۔ میری عمر اُس وقت تھوڑی تھی بمشکل چودہ برس کا تھا میں جلدی سے آپ کے سینہ سے لپٹ گیا اور پکار کر کہا "ابا جی! ہمیں کس کے سہارے پر چھوڑ کر جا رہے ہیں" بخدا نزع کے وقت مرنے والے کے چہرے پر درد کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کے فقیر موت کی سختیوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اس نازک لمحے بھی آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت انگلی سے اُوپر اشارہ فرمایا۔ جس کا مطلب تھا "تو پرواہ نہ کر تیرے لیے اللہ کافی ہے اس اشارہ سے میں نے یہ سمجھا کہ تم اللہ پر بھروسہ رکھو وہ تمہارا بہتر نگہبان ہے" یہ کیفیتِ عالم نمود کی الوداعی جھلک تھی اسطرح یادِ الٰہی سے معمور اپنے مولیٰ کو پیارے ہو گئے۔

صورت از بے صورتی آمد برون   باز شد انا الیہ راجعون

(صورت ایک بے صورت سے باہر آئی، پھر چلی گئی "انا الیہ راجعون" (تحقیق ہمیں اس خدا کی طرف لوٹنا ہے)

صورتے از پردہ آمد عیان   باز اندر پردہ خواہد شد نہان

(ایک صورت پردے سے ظاہر ہوئی، وہ پھر پردے میں چھپ جائے گی)

يَاۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ (پ۳۰:ع۱۴) "اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں آ"

---

[1] میاں اللہ جوایا (م: 6 جون 1989ء) اور اسکی بیوی مائی نور فاطمہ (م: 3 نومبر 2010ء) یہ دونوں حضور کے ہمسائے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہنے والے بڑے صادق الیقین درویش تھے۔

یکم پوہ بروز جمعرات ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ بمطابق 15 دسمبر 1954ء صبح تین بجے آسمانِ ولایت کا یہ روشن ستارہ جہانِ فانی سے غروب ہوگیا۔ علم وحکمت اور رُشد وہدایت کا ایک ایسا چشمہ جس سے سینکڑوں لوگ سیراب ہورہے تھے اُس نے دنیا والوں سے رُخ تبدیل کرلیا۔ قادریہ سلسلہ کا نامور مبلغ اور شیخ طریقت داغ مفارقت دے گیا۔ وہ پُر تاثیر زبان ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی جس نے راہزنوں کو نُورِ حق کی شمع دکھا کر راہنما بنایا اور سینکڑوں گم گشتہ راہ کو صراطِ مستقیم پر چلایا۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

مماتی نیست گر دیدار باشد   حیاتِ جاوداں از یار باشد

(اسے موت نہیں جسے دیدار (الٰہی) ہوگیا، دائمی زندگی صرف دوست سے ملے گی)

زہے مقتولِ تیغِ غمزۂ دوست   شہیداں را سپہ سالار باشد

(آفرین ہے جو دوست کے غمزہ کی تلوار سے قتل ہوا، وہ تو شہیدوں کا سردار ہوگا)

حضرت خواجہ کے سنِ وصال کو میاں امتیاز علی قادری نے درج ذیل اشعار کی صورت میں رقم کیا

آہ! شہِ اغنیاء   فرقت میں اُن کی دل پُر ملال ہو گیا

۱۳۷۳ھ   "آہ! شہِ اغنیاء" کا وصال ہو گیا

اۓ عارفِ اعظم   السّلام "اے عارفِ اعظم" حافظا

۱۳۷۳ھ   السّلام اے قطبِ عالم ناصرا

حالاتِ بعد از وصال:۔ حضرت خواجہ نے جب وصال فرمایا تو دُرویشوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی چیخ رہا تھا کوئی بے ہوش ہوگیا اور کوئی نقشِ دیوار سکوتِ حیرت۔ یہ اُمر قابلِ ذکر ہے اس وقت آپ کے فرزند اکبر و جانشین صادق حضور قبلہ عالم منگانویؒ کا صبر وتحمل خاص توفیق الٰہی سے عملی صورت میں نمودار ہوا۔ آپ نے کمال ضبط و حوصلہ سے تجہیز وتکفین کا مناسب انتظام کروایا اور دُرویشوں کو تسلی بخش کلمات سے بار بار صبر کی تلقین فرمائی۔

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید   کیمیائے ہم چو صبر آدم ندید

(خدا تعالیٰ نے ہزاروں، لاکھوں کیمیا پیدا کیے ہیں لیکن صبر جیسا کیمیا انسان نے نہیں دیکھا (صبر سب سے بڑا کیمیا ہے)

اُس زمانہ میں جھنگ، فیصل آباد براستہ موچیوالہ ہسپتال صرف ایک بس چلتی تھی زیادہ تر لوگ جھنگ تانگے پر آیا جایا کرتے تھے لہٰذا ہر طرف پیغام رساں بھیجے گئے دہڑ شریف غالباً میاں اللہ جیوایا گیا۔ میانوالی سلطان محمود

کٹھوڑی بھیجا گیا اور منڈی بہاؤالدین بابا خادم حسین دُرویش اطلاع کے لیے روانہ ہوا۔ مزید کئی متعلقین ومتوسلین حضرت صاحب وصال کی روحانی کشش کے باعث اور کئی رویائے صادقہ کے ذریعے شرکتِ نمازِ جنازہ کی سعادت سے بہرہ وَر ہوئے۔ اُسی روز گھر میں چند خواص نے حضور کو آخری غسل دیا۔

میاں نبی بخش سندیلہ [1] نے مجھے بتایا جس وقت آپ کو غسل دے رہے تھے میں بھی حاضر تھا۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ آپ کے چہرۂ انور کے سامنے نڈھال حالت میں بیٹھے تھے، اور حضرت خواجہ نے بطورِ وصیت جو آخری اشارہ فرمایا تھا کہ ''تمہارے لیے اللہ کافی ہے'' پیشِ نظر رکھتے ہوئے شدتِ غم کی وجہ سے اپنا ہاتھ ہلاتے اور یہی الفاظ زبان سے کہتے ''بس بھئی بس۔ ہن ہو جا اللہ دے وس'' اور آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ غسل کے بعد حسبِ وصیت آپ کی پہلی نمازِ جنازہ میاں غلام رسول صاحب نیکو کارہ نے پڑھائی اور لوگوں میں اعلان کیا خبردار نیت کرتے ہوئے کوئی شخص ''میت'' کا لفظ استعمال نہ کرے اولیاء اللہ مردہ نہیں ہوتے وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں انکی دائمی زندگی کو تم کیا سمجھو؟ لہٰذا ''میت'' کی جگہ کہنا ''دعا واسطے اس سید (بمعنی سردار) کے'' اللہ تعالیٰ کے عاشق لوگ سارے جہان کے سردار ہوتے ہیں۔

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را ، اوست سیّد جُملہ موجودات را

(جو بھی جمالِ خداوند کریم کا عاشق ہے، وہی تمام موجوداتِ عالم کا سردار ہے)

بعض پیر بھائیوں اور خلفاء حضرات نے کہا آج جمعرات ہے لہٰذا حضرت خواجہ کی تدفین آج ہی کر دی جائے لیکن ابھی تک نہ میانوالی، منڈی بہاؤالدین اور دہڑ شریف سے کوئی پہنچا تھا اور نہ ہی تابوت بنا تھا لہٰذا تجہیز و تکفین میں کئی دن لگ گئے دوسرے روز نکہ دولتانہ والے دُرویش میاں جمال اور میاں محمد بخش نے جھنگ سے دیار کی لکڑی لا کر تابوت بنانا شروع کیا۔ عزیز و اقارب اور پیر بھائیوں، دُرویشوں کی جماعتیں بھی آگے پیچھے پہنچنا شروع ہوئیں۔ لہٰذا جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے روز بھی آپ کا جسدِ انور باہر رہا۔ ہر روز کئی جنازے پڑھے جاتے جب بھی نئے لوگ آتے اور نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت مانگتے تو کوئی نہ کوئی پڑھا دیتا دیگر احباب کے علاوہ حضور کا ایک جنازہ آپ کے بھائی حضرت بابا علی گل صاحب نے ایک پیر سید بہادر شاہ گیلانی (دادا بزرگوار سید التجا حسین شاہ) نے بھی پڑھایا۔ چار دن مسلسل لوگ نمازِ جنازہ کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

---

[1] یہ سارا گھرانہ حضور کا مرید تھا۔ ان کے بڑے بھائی حافظ قادر بخش صاحب نہ صرف حضور کے گہرے دوست تھے بلکہ شاگرد بھی تھے ''کریما فارسی'' حضور نے خود انہیں پڑھائی تھی، انہوں نے بیعت کے لیے اصرار کیا تو اپنے ساتھ لے جا کر حضرت اقدس دہڑویؒ کا مرید کروایا۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ بھی اس خاندان پر تاحیات مہربان رہے۔

دربار شریف کے اطراف کی سڑکیں لوگوں کے رش سے بھری رہتیں۔ کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے۔ دربار شریف پر بھی مخلوق خدا کا جمِ غفیر بدستور رہا۔ دن کو حضور کا پلنگ مبارک باہر رکھا جاتا اور شب کو گھر لایا جاتا۔ بلوآنہ شریف کے بڑے بوڑھے اب بھی بتاتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے چہرۂ انور پر ہمہ وقت انوارِ الٰہیہ کی برکھا سایہ فگن رہتی لوگ روزانہ کہتے آج نورانیت آپ کے چہرۂ مبارک پر کل سے بھی زیادہ ہے۔

صبر و تحمل کا پیکر حضور قبلہ عالم منگانویؒ

حضور قبلہ عالم اپنے والدِ ماجد کے بہت لاڈلے تھے، حضرت خواجہ سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کو ساتھ ساتھ رکھتے اور آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیتے ویسے تو والدین کو اپنی ساری اولاد عزیز ہوتی ہے لیکن قدرتی طور پر کسی نہ کسی کو پیار و محبت کا وافر حصہ ضرور ملتا ہے۔ بعینہٖ حضرت خواجہ کو اپنی اولاد میں سے بڑے فرزند حضور قبلہ عالم اور بڑی بیٹی سے بہت محبت تھی اور ہمیشہ انکی دلجوئی کا خیال رکھتے۔ پھر اسقدر محبت و پیار رکھنے والے والدِ ماجد کا وصال ہوا تو حضور قبلہ عالم کے نازک دل پر کیا کچھ نہ بیتی ہوگی لیکن پھر بھی آپ کا صبر و تحمل خاص توفیق الٰہی سے عملی صورت میں نمودار ہوا۔ گو دل و دماغ شدتِ غم سے نڈھال تھے لیکن متوسلین آستانہ کو بار بار تسلی بخش کلمات سے صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے۔ بلوآنہ شریف ہجرت کر کے آئے ہوئے ابھی کم وبیش گیارہ برس گزرے تھے علاقہ میں اس قدر جان پہچان بھی نہ تھی۔ سلسلہء ارادات بھی نیا نیا تھا رشتہ دار اور عزیز و اقارب بھی میانوالی رہتے تھے۔ حضرت خواجہ نے صرف اپنے بال بچوں سمیت یہاں ہجرت فرمائی تھی جب ان سب حالات کو پیش نظر رکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے ایک چودہ سالہ شہزادے کی ہمت و حوصلہ پر کہ اُس نے ایک نئی قائم ہونے والی خانقاہ کی تعمیر و ترقی میں کس قدر جانفشانی سے کام کیا اور کچھ ہی عرصہ میں اپنے والدِ ماجد کی مسندِ ارشاد کو چار چاند لگا دیئے۔

ولی اللہ دے مردے ناہیں کردے پردہ پوشی:۔ خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب بتایا کرتے حضرت خواجہ کے وصال پر جب ہم میانوالی سے روانہ ہوئے تو میں وفورِ غم کی وجہ سے رو رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں حضرت خواجہ میرے سامنے گاڑی میں بظاہر آ کھڑے ہوئے اور فرمایا "غلام رسول! کیا تُو نے بھی سمجھ لیا ہے کہ میں مَر گیا ہوں غور سے سُنو اولیاء اللہ مرتے نہیں وہ تو زندہ ہوتے ہیں" پھر جب میں بلوآنہ شریف پہنچ کر قدمبوس ہوا تو میں نے دیکھا آپ نے بڑی آہستگی سے اپنی ایک آنکھ مبارک کھول کر مجھے دیکھا اور پھر بند کر لی۔ سچ ہے اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْقَلِبُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارِ اُخْرٰی (اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ اِس دار سے دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)

ولی اللہ دے مُردے ناہیں کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دُنیا اتوں ٹُر گئے نال خاموشی

تصویر مبارک اُتارنا:۔ حضرت خواجہ کی تصویر نہیں تھی کیونکہ آپ تصویر کھنچوانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ دُرویشوں اور پیر بھائیوں کے اصرار پر میاں اللہ جوایا ایک فوٹو گرافر جھنگ سے لے آیا لہٰذا وصال کے تیسرے روز عصر کے بعد حضرت خواجہ کا پلنگ مبارک صحن میں جہاں غروب آفتاب سے پہلے دھوپ پڑ رہی تھی وہاں رکھ دیا گیا اور ایک تصویر اُتاری گئی جو اب تک ایک تبرک و نشانی کے طور پر موجود ہے اور میرے مملوکہ تبرکات میں منگانی شریف محفوظ ہے۔

آخری زیارت و تدفین:۔ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ بمطابق 18 دسمبر 1954ء بروز اتوار کو حضرت خواجہ کا تابوت شریف کاریگر بنا کر حاضر ہوئے اِس دوران تمام اطراف سے پیر بھائیوں اور دُرویشوں کی اکثریت دربار شریف پر پہنچ چکی تھی اور دہڑ شریف سے بھی صاحبزادہ سید غلام اصغر شاہ صاحب آ گئے تھے۔ تب میاں احمد شاہ صاحب نیکوکارہ نے سب متعلقین و متوسلین سے مخاطب ہو کر اعلان کیا اب تمام لوگ حضرت خواجہ کی زیارت سے مستفیض ہو چکے ہیں ویسے بھی آج چوتھا دن ہے لہٰذا فقیر کو اور تکلیف نہ دیں پھر اُس روز سب کو آخری زیارت کروائی گئی اور بوقت عصر آپ کی تدفین ہوئی۔

حضور کے متوسلین اور عشاق داغ مفارقت کے صدمات آج بھی برداشت کر رہے ہیں اور آپ کی مبارک یادوں کی خوشبو ہر وقت اپنے سینہ سے لگائے بیٹھے ہیں۔ میں عمر رسیدہ دُرویشوں سے جب بھی آپ کے متعلق کوئی بات پوچھتا ہوں تو بیان کرنے سے پہلے ہی انکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور انکی بے تاب نگاہیں جمالِ یار کے تعاقب میں آج بھی سرگرداں ہیں۔

رنجش ہی سہی دل ہی جلانے کے لیے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لیے آ

اب بجز آہ وزاری اور لطفِ یادگاری کے باقی کچھ نہیں ہے۔ جس سے بھی پوچھا اُس نے یہی کہا کہ بس اَب تو دن زندگی کے گزار رہے ہیں انہی کی یادوں کے سہارے جیئے جا رہے ہیں

یہ آرزو نہیں ہے کہ قائم یہ سَر رہے — میری دُعا تو ہے کہ تیرا سنگِ دَر رہے
اے ساقی تیری خیر، تیرے میکدے کی خیر — ایسی پلا کہ جس کا نشہ عمر بھر رہے
یہ سَر رہے، رہے نہ رہے تو مگر رہے — صورت حضور کی میرے پیشِ نظر رہے

حضور قبلہ عالم کی دہڑ شریف حاضری:۔ حضرت خواجہ کی قُل خوانی کا ختم شریف دلوا کر حضور قبلہ عالم چند خاص خاص احباب کی معیت میں دہڑ شریف حاضر ہوئے۔ وہاں کا ماحول پہلے ہی سوگوار تھا۔ آپ کو دیکھتے ہی دُرویشوں کے صبر و تحمل کے بند ٹوٹ گئے اور آپ سے لپٹ لپٹ کر روئے۔ حضرتِ اقدس دہڑویؒ کی آنکھوں سے

بھی آنسو بہنے لگے تمام حاضرین پر گریہ کا عالم طاری تھا۔

اَج دن یاد پئے اوہ جانی جھڑے وچھڑے ذی سلم دے

اکھیاں تھیں کیوں جاری ہوئے خُونیں آنسو غم دے

کچھ دیر بعد قدرے سکون ہوا تو حضرت اقدس دہڑویؒ نے آپ سے تمام امور پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور دیر تک آپ سے پیار و محبت اور دلجوئی فرماتے رہے۔ حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے ''میرے والد صاحب کے وصال کے بعد حضرت اقدس دہڑویؒ مجھ پر ویسی ہی محبت و شفقت فرماتے جب بھی میں حاضر ہوتا آپ مجھے پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیتے اور بہت پیار کرتے'' حضرت خواجہ کے وصال کے بعد پہلی حاضری کی روداد آپ کے ایک پیر بھائی حاجی غلام محمد صاحب (سکنہ 46/E.B، ساہیوال) راقم الحروف کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ ''میری گنہگار آنکھوں نے وہ منظر بھی دیکھا جب حضرت حافظ پاک وصال فرماگئے اور حضور قبلہ عالمؒ اوائل عمری میں سائیں حضور دہڑویؒ کے سامنے کھڑے تھے اور سرکار فرمارہے تھے کہ ''بیٹا! فکر نہ کریں۔ حافظ صاحب کو تو ہم ہی جانتے تھے جو آپ سے بظاہر جُدا ہو گئے ہیں۔'' پھر سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر ہزاروں کے مجمع میں فرمایا کہ ''ہم جو موجود ہیں ہم نے تمہیں پیر بنا دیا ہے۔ گھبرانا نہیں ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں'' بندہ دم بخود اُس مجمع میں موجود تھا اور حضور قبلہ عالم کی قسمت پر ناز کر رہا تھا۔ اب تک یاد ہے''

آخر میں حضرت اقدس دہڑوی نے خود حضرت خواجہ کے چہلم شریف کی تاریخ مقرر فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی شمولیت کروں گا۔

حضرت خواجہ کی تربیت کا شاہکار:۔ ڈاکٹر علی محمد سندھی بیان کرتے ہیں جب مجھے حضرت خواجہ کے وصال کا علم ہوا تو میں دربار شریف روانہ ہوا دل میں خیال آیا حضرت صاحبزادہ صاحب چونکہ ابھی نوعمر ہیں کچھ دن انکی خدمت میں رہوں گا اور جو کچھ ہم نے حضرت خواجہ اور حضرت اقدس دہڑویؒ سے سیکھا ہے وہ بھی عرض کرتا رہوں گا۔ جب میں بلوآنہ شریف پہنچا تو تھوڑے دن ہوئے تھے حضرت خواجہ کو وصال فرمائے۔ میں نے دیکھا حضور قبلہ عالم اپنے والدِ ماجد کے مزار پر اکیلے قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے۔ جونہی میں قریب پہنچا تو آپ اُٹھ کر مجھے ملے۔ اور اپنے ساتھ حجرہ مبارک میں لائے۔ خیر و عافیت کے بعد مجھ سے رہا نہ گیا اور پوچھا حضور! آپ کے والدِ ماجد آخری ایام میں جناب کو نصیحت و ارشاد فرماتے تھے یا خاموش رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا ''آخری دنوں میں جب گھر کے تمام افراد سو جاتے تو وہ مجھے اُٹھالیتے اور ساری ساری رات وعظ و نصیحت اور کلیات سلوک ارشاد فرماتے اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا'' ڈاکٹر صاحب بتاتے آپ کا مذکورہ فرمان سن کر بھی میرے دل کو تسلی نہ ہوئی ساتھ ہی کتاب ''فیضِ سبحانی'' پڑی تھی میں نے وہ اُٹھا کر آپ کو دی اور عرض کی پھر جو کچھ

آپ کو حضرت والد صاحب سمجھا گئے ہیں وہ مجھے بھی ارشاد فرمائیں تو آپ نے صرف ایک سطر ''فیض سبحانی'' سے پڑھی اور اسکی تشریح وتفسیر اس قدر جامع اور مفصل ارشاد فرمائی کہ میں حیران رہ گیا حالانکہ ہم نے خود حضرت خواجہ سے بھی تشریح سُنی تھی مگر آج سماں ہی کچھ اور تھا۔ میں اپنے آپ کو حضور قبلہ عالمؒ کے سامنے طفلِ مکتب سمجھنے لگا بخدا ایسی تشریح میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہ سُنی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ ہمیں ابھی خیر ہے اور ولایت وعرفان کا یہ چشمہ اُسی آب وتاب سے بہہ رہا ہے یہاں پر میرے سمجھانے کی حاجت نہیں لہٰذا میں نے کچھ دن ٹھہرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور شاداں وخنداں دوسرے روز واپس چلا آیا۔

از صد سخنِ پیرم یک نکتہ مَرا یاد است   عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است

(مجھے اپنے پیرومرشد کے سینکڑوں اقوال میں سے ایک نکتہ (بیان) یاد ہے کہ یہ عالم اس وقت تک ویران نہیں ہوگا جب تک یہ میکدہ (علم وعرفان کا مرکز) قائم ہے)

ختم چالیسواں اور حضور قبلہ عالمؒ کی دستار بندی:۔ حضرت خواجہ کے ختم چالیسواں پر آپ کے پیرومرشد حضرت اقدس دہڑویؒ کافی سارے دُرویشوں کی معیت میں تشریف لائے۔ اس موقع پر حاضر لوگ بتاتے ہیں حضرت اقدس دہڑویؒ جب اپنے مرید کامل کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے آئے تو کچھ فاصلہ پر ہی اپنے نعلین مبارک اُتار دیئے اور مزار سے لپٹ گئے آپ پر گریہ طاری تھا حاضر خدمت دُرویشوں کے زخم آپ کو دیکھ کر پھر تازہ ہو گئے تھے ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں فاتحہ خوانی کے بعد حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا ''لوگو! ایسا مرید پیروں کو بھی روز روز نہیں ملتا شمسؒ کو سارے جہان سے ایک رومیؒ ملا تھا اور ہمیں حافظ یار'' پھر اٹھنے لگے تو مزار پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا ''بیلیا! اب ہماری لاج بھی تجھے ہے'' اور حضرت خواجہ کے چوبارہ پر رونق افروز ہوئے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ اسی دوران اپنے چھوٹے بھائی جو حضرت خواجہ کی تدفین والی رات پیدا ہوئے تھے اُٹھا کر حضرت اقدس دہڑویؒ کی خدمت میں لائے۔ آپ بچے کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ''کرم حسین! تمہارے باپ نے کیا ڈھنگ لگایا ہے دیکھو! بھیس بدل کر اس صورت میں پھر آ گیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کا نام ہی ''گل فردوس'' رکھتے ہیں اور اہلِ خانہ کی دیر تک دلجوئی فرماتے رہے۔

دوسرے روز ختم شریف پڑھا گیا۔ دُرویشوں، پیر بھائیوں اور خلقِ خدا کا ایک جمِ غفیر محفل میں حاضر تھا۔ آخری دُعا سے پہلے حضرت اقدس دہڑویؒ کی آواز مبارک بلند ہوئی اور اہلِ محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''تمام دُرویش، پیر بھائی، لواحقین اور اہلِ علاقہ بیٹھے ہیں اب میں پیر کرم حسین کو حافظ صاحبؒ بنا کر جا رہا ہوں۔ جو پیر کرم حسین کو حافظ صاحبؒ نہ جانے گا وہ ہمارا کوئی مرید نہیں'' اور اپنی دستار مبارک حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے سرِ انور پر باندھی اور اعلان فرمایا ''تمام خلفاء، مریدین اور لواحقین جو پہلے حافظ صاحبؒ کے مرید تھے اب پیر کرم حسین

سے از سرِ نو تجدید بیعت کریں' سب سے پہلے خلفاء میں سے خلیفہء اکبر حضرت قاضی میاں غلام رسول صاحب اٹھے حضور قبلہ عالم کے قدموں پر گر پڑے اور دستِ ارادت دراز کیا پھر دیگر خلفاء میاں عمر حیات خان، میاں ماچھیا خان، میاں فیض احمد، حاجی محمد کبیر، میاں سید رسول، میاں ظہور احمد اور میاں اللہ دتہ وغیرہ باری باری اٹھے اور حضور قبلہ عالم کے قدموں پر گر کر دوبارہ بیعت ہوئے پھر تو ہر طرف سے صدق ارادت کی آواز برپا ہوئی اور تمام مریدان و طالبان یکے بعد دیگرے دستِ بیعت سے مشرف ہونے لگے اور یہ کام حضرت اقدس دہڑویؒ کی موجودگی میں انجام پذیر ہوا۔ اختتام محفل پر حضرت اقدس دہڑویؒ جب اُٹھے تو خوشی کے عالم میں فرماتے جاتے "پہلے ہم داڑھی والوں کو خلیفہ بنایا کرتے تھے آج ہم نے پیر کرم حسین کو جس کی داڑھی ابھی نہیں اُتری اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اور حضور قبلہ عالم کے حال پر بار بار خصوصی شفقت فرماتے۔ گو حضور قبلہ عالم اس سے قبل اپنے والد ماجد کی طرف سے بھی جانشین مقرر ہو چکے تھے لیکن یہ اعزاز سلسلہء تصوف میں ایک منفرد شان کا حامل ہے کہ دونوں باپ، بیٹا ایک ہی شیخ طریقت کے دست بیعت بھی ہوئے اور بعد ازاں خلیفہء مجاز بھی ٹھہرے۔ عارف رُوم فرماتے ہیں

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت بازو کے زور سے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود عطا نہ فرمائے)

حضرتِ اعلیٰ دہڑویؒ کے ایما پر سائیں جیون سلطان کی نوازشات:۔

حضرت قبلہ عالم منگانویؒ بیک وقت تین اولیائے کاملین کی نگاہوں کی توجہ اور شفقت کا مرکز بنے اور ان عظیم ہستیوں کی طرف سے خلافت عطا ہونے کا امتیازی وقار بھی آپ ہی کو ملا۔

چچا حافظ عبدالغفور صاحب کی زبانی روایت ہے کہ حضرت خواجہ بلوآنوی کے بعد از وصال بلوآنہ شریف ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ دہڑویؒ تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ حضرت سائیں جیون سلطان سجادہ نشین میرک شریف بھی قبرستان روشن شاہ کے نزدیک ایک ڈیرہ پر تشریف لائے ہوئے ہیں لہٰذا پیر خانہ کی نسبت سے حضرت اعلیٰ دہڑویؒ ہم سب درویشوں اور حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ ان کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر بعد از سلام و نیاز حضرت اعلیٰ دہڑویؒ نے عرض کی حضور! یہاں قریب ہی میرے ایک خلیفہ حضرت حافظ صاحب تھے۔ جو تھوڑا عرصہ ہوا وصال کر گئے ہیں۔ پھر حضرت قبلہ عالمؒ کی طرف اشارہ سے فرمایا قبل از وصال انہوں نے بھی اور اب میں نے بھی ان کے بیٹے پیر کرم حسین کو خلافت دی ہے چونکہ آپ اس وقت ہمارے سلسلہ طریقت کی مرکزی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں لہٰذا آپ بھی اس پر کچھ مہربانی فرمائیں تو انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کو اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے سر مبارک سے ایک روئی دار گرم ٹوپی اتار کر آپ کے سرِ انور پر رکھی اور فرمایا پیر کرم حسین!

تمہارے باپ اور پیر نے تو خلافت میں دستاریں دی ہیں لیکن میری یہ ٹوپی ہے جو ہر وقت تم پر سایہ کرے گی اور بہت شفقت فرمائی۔

دوبارہ مزار کھولنے کا فرمان:۔ حضرت خواجہ کے وصال سے تقریباً ایک سال بعد کا واقعہ ہے کہ آپ نے خلیفہ میاں ماچھیا خان کو خواب میں فرمایا "میرا تابوت تم لوگوں نے بہت گہرائی میں رکھ دیا ہے۔ اُسے باہر نکال کر سطحِ زمین کے اوپر دفن کرو" میاں ماچھیا نے صبح دربار شریف پر حاضر ہو کر جب اس خواب کا ذکر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی خدمت میں کیا تو آپ نے فرمایا۔ میاں! تم یہاں سے ایک میل دور بیٹھے ہو تمہیں میرے باپ کہہ سکتے ہیں اور میں جو ہمہ وقت دربار شریف پر رہتا ہوں مجھے حکم نہیں دے سکتے؟ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ آئندہ شب حضور قبلہ عالم کو خواب میں ملے اور فرمایا۔ "بیٹا! میرا تابوت موجودہ مزار سے نکال کر سطحِ زمین کے اوپر دفن کرو" آپ نے عرض کی حضور ہماری طرف سے حسبِ ارشاد تعمیل ہو گی لیکن دوبارہ مزار کھولنے سے حضور کو تکلیف ہو گی۔ فرمایا میری فکر نہ کرو۔ حضور قبلہ عالم نے مزید راہنمائی کے لیے صبح میاں اللہ جیوایا کو دھڑ شریف بھیجا کہ حضور والد صاحب دوبارہ تابوت نکالنے کے لیے اصرار فرما رہے ہیں۔ اب حضرت اقدس دھڑویؒ اس بارے میں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔ میاں اللہ جیوایا نے دھڑ شریف حاضر ہو کر آپ کا پیغام حضرت اقدس دھڑویؒ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا تمام پیر پیغمبر زمین کے اندر آرام فرما رہے ہیں اب حافظ صاحب کہتے ہیں مجھے سطحِ زمین کے اوپر دفن کرو لہٰذا کوئی اجازت نہیں۔ صبح تہجد کے وقت میاں اللہ جیوایا کو طلب فرمایا اور ارشاد ہوا ہماری مرضی نہیں تھی کہ تابوت باہر نکالا جائے اب حافظ یار نے کہا ہے تو چلو اجازت ہے۔ پیر کرم حسین سے کہنارات کی تاریکی میں تابوت نکالا جائے اور پھر اُسی تاریکی میں ہی دوبارہ تدفین ہو جائے زیادہ دیر باہر نہ رکھا جائے۔ کوشش کرنا تابوت بند ہی رہے تا کہ فقیر کا پردہ فاش نہ ہو۔

تابوت کی برآمدگی اور زیارت:۔ دھڑ شریف سے اجازت ملنے پر حضور قبلہ عالم نے تابوت شریف نکالنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کے لیے بطورِ خاص اپنے خلیفہ میاں غلام رسول مستری کو بلوالیا۔ پھر ایک شب بعض خلفاء اور خواص کی موجودگی میں مزار شریف کھولی گئی۔ اس وقت پہلے روضے کی عمارت بن چکی تھی اکثریت کو روضہ کے اندر نہ جانے دیا گیا صرف وہی چند خواص جو کام کر رہے تھے اندر تھے مزار کھولی گئی تو میاں غلام رسول مستری نے کہا ایک رضائی ابھی صندوق پر ڈال دو تا کہ لکڑی پر باہر کی ہوا یکدم نہ پڑے جونہی مزار کھولی گئی ہر طرف خوشبو ہی خوشبو پھیل گئی۔ تابوت نکالنے والے دُرویش بتایا کرتے حضور کی پہلی لحد اسطرح بنائی گئی تھی کہ چاروں طرف پختہ اینٹوں کی دیوار تھی البتہ نچلا حصہ کچا تھا یعنی صاف زمین پر نمک کے چار بڑے بڑے ڈھیلوں پر تابوت شریف رکھا ہوا تھا اور اوپر سے ڈاٹ کے ذریعے مزار بند کی گئی تھی۔ ڈاٹ کو توڑنے میں بڑا وقت صرف

ہوا۔ آخر تابوت کو پہلی مزار سے نکال کر باہر رکھ دیا گیا اور مزار کو سطح زمین تک مٹی روڑے سے بھر دیا گیا۔ پھر سطح زمین پر باقاعدہ فرش بنا کر وہاں تابوت رکھا گیا اور اسکے اردگرد پہلے سے تیار شدہ سیمنٹ کی سلیبوں کو چاروں طرف سے جوڑ دیا گیا۔

اس وقت خلفاء اور احباب نے اصرار کیا کہ ہمیں زیارت کرائی جائے۔ انکی آہ وزاری اور شوق زیارت دیکھتے ہوئے حضور قبلہ عالم نے اجازت مرحمت فرمائی تابوت جب کھولا گیا تو نہایت روح پرور خوشبو پھیل گئی۔ سب سے پہلے حضور قبلہ عالم نے آپ کے چہرۂ انور سے کفن ہٹایا اور بہتے آنسوؤں سے زیارت فرمائی۔ حضرت خواجہ کا چہرۂ انور، مثلِ آفتاب روشن تھا اور پیشانی سے نور برس رہا تھا۔ لب مبارک معمولی سے کھلے تھے اور دندان کی چمک کرنیں بکھیر رہی تھی۔ ایسے معلوم ہوتا جیسے مُسکرا رہے ہیں۔ آپ کے جسمِ اقدس کی تروتازگی یوں تھی جیسے ابھی دفن کیے گئے ہوں۔ دُرویش آپ کا دستِ مبارک کفن سے نکال کر چومتے رہے، قدموں پر بھی ہاتھ لگا کر اپنے چہروں پر بطورِ تبرک ملتے رہے لیکن کوئی معمولی سا فرق بھی محسوس نہ ہوتا ایسے لگتا جیسے حضور آرام فرما ہیں۔ دروازہ کھول دیا گیا تمام اہل آستانہ زیارت سے مشرف ہوئے پھر پردہ کروایا گیا اور اندرونِ خانہ سے بھی تمام گھر والے حاضر ہو کر دولتِ زیارت سے مستفیض ہوئے۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روزِ محشر تک ہوا اِک موئے تن میلا نہ اک تارِ کفن بگڑا

رات بھر سب لوگ حضرت خواجہ کے پاس مشغول ذکر وفکر رہے آخر طلوع صبح سے قبل یعنی رات کے آخری حصے میں تابوت شریف بند کر دیا گیا اور دوبارہ تدفین مکمل ہوئی۔

قبر وچ فرق پئے جانڑاں ایہہ خاصاں دا تے عاماں دا
کفن میلا وی نہیں ہونڑاں محمد ﷺ دے غُلاماں دا

دوسرے رَوز پیر بھائیوں کا ایک جمِ غفیر دربار شریف پر اُمڈ آیا لیکن حضور قبلہ عالم نے مزید زیارت کروانے سے منع فرما دیا۔ خلیفہ حاجی محمد کبیر بتایا کرتے میں دوسرے روز حاضر ہوا تو زیارت سے محرومی کا افسوس اور اسقدر صدمہ ہوا کہ بہت رویا اور حاضر خدمت پیر بھائیوں سے کہا مجھے کیوں نہ بتایا گیا آخر خود ہی ارادہ کر لیا جب رات کو سب سو جائیں گے تو ہم دو چار دُرویش چھپ کر تابوت کھول لیں گے اور زیارت کر لیں گے۔ رات کو اس خیال پر جب ہم دربار شریف میں حاضر ہوئے تو جاگتی آنکھوں سے دیکھا حضرت اقدس دہڑویؒ ہاتھ میں رائفل (بندوق) لیے آپ کے سرہانے کھڑے ہیں۔ ہم پر حضور کی ہیبت چھا گئی اور خوف کے مارے واپس آ گئے۔

روضہء اوّل کی تعمیر:۔ حضرت خواجہ کے بعد از وصال ایک عارضی چھپر مزارِ پُر انوار پر سایہ کے لیے بنایا گیا۔ جس کے نیچے دُرویش بیٹھ کر ذکر وفکر کرتے اور فاتحہ خوانی ہوتی۔ کچھ ماہ بعد حضرت اقدس دہڑویؒ نے بلوآنہ

شریف پیغام بھیجا کہ ''پیر کرم حسین سے کہنا جتنا جلدی ہو سکے ابھی ایک چھوٹا سا روضہ تعمیر کروالیں'' حضرت اقدس دھڑویؒ کے حسب حکم فوراً روضہ اوّل کی تعمیر شروع ہوئی خلیفہ میاں غلام رسول مستری نے مزار شریف پر ایک چھوٹا سا کمرہ بنا کر اوپر گنبد پھیر دیا جسکی کل بلندی تقریباً بیس فُٹ (20 feet) تھی پھر اسکے چاروں طرف بڑی مہارت سے خوبصورت برآمدہ تعمیر کیا گیا۔

اگرچہ اس روضہ کی تکمیل 1956ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن یہ روضہ مبارک حضرت اقدس دھڑویؒ کے حکم پر جلدی میں تعمیر کرنے کے باعث چھوٹا اور تنگ تھا۔ لہٰذا پروگرام بنا کہ اسے شہید کر کے کھلا، بلند و بالا اور عالی شان انداز میں تعمیر کیا جائے۔ بابا جی سید مستان شاہ مدنی (م: 10 اپریل 1997ء) نے راقم الحروف کو ایک مرتبہ بتایا کہ بلوآنہ شریف روضہ مبارک میں پیر کرم حسین اور میں حاضر ہوئے تو مزار بوسی کے بعد میں پیچھے دیوار سے لگ گیا کیونکہ روضہ مبارک تنگ تھا میں نے بھی انہیں مشورہ دیا کہ یہ روضہ شہید کر کے اسکی جگہ بلند و بالا اور فراخ بنایا جائے تاکہ زائرین کو آمد و رفت میں تنگی نہ ہو۔ انہوں نے میری تجویز پسند فرمائی اور کچھ ہی دنوں بعد پہلا روضہ مبارک شہید کر کے اُسکی جگہ بڑا عالیشان روضہ دوبارہ تعمیر کروایا۔

موجودہ روضہ کی تعمیر:- حضرت خواجہؒ کے موجودہ روضہ کی تعمیر دسمبر 1964ء میں شروع ہوئی یہ روضہ مبارک بھی حسب سابق خلیفہ میاں غلام رسولؒ مستری کی ندرتِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ اسکی بلندی تقریباً پچاس فٹ (50 feet) رکھی گئی اس کی پہلی منزل باہر سے چوراس اور اندر سے اٹھاس ہے۔ اس میں صرف ڈاٹوں اور گنبد کی اینٹیں سیمنٹ سے لگی ہیں باقی تمام روضہ کی تعمیر اینٹ اور گارا (مٹی) سے ہوئی ہے۔ بڑے بڑے کاریگروں نے جب اسکی تعمیر کا مشاہدہ کیا تو دنگ رہ گئے ساہیوال شہر (ضلع سرگودھا) کا مشہور و معروف کاریگر حافظ محمد رفیق جن دنوں منگانی شریف روضہ مبارک تعمیر کر رہا تھا ہم نے اُسے حضرت خواجہ کا روضہ اور کام کی تفصیل بتائی تو وہ حیران رہ گیا اور اعتراف کیا اینٹ گارے سے اسقدر عمارت تعمیر کرنا یہ اُن کے فن کا کمال ہے۔ موجودہ روضہ مبارک میں ابھی اندر سے سیمنٹ وغیرہ نہیں ہوا تھا کہ گھریلو اختلافات کی بنا پر حضور قبلہ عالم جولائی 1976ء میں منگانی شریف ہجرت کر آئے۔

پھر کافی عرصہ یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ آخر وقت گزرنے کے ساتھ روضہ مبارک کی حفاظت کے پیشِ نظر اکتوبر 1997ء میں چچا پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب نے خصوصی توجہ دی اور اندرونِ روضہ پلستر کے علاوہ باہر سے بھی جہاں مرمت کی ضرورت تھی اپنی ذاتی گرہ سے کام کروایا اور روضہ شریف کو مزید ایک زمانہ کے لیے محفوظ بنا دیا۔

روضہ مبارک پر کندہ اشعار:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے جب روضہ مبارک تعمیر کروایا تو بیرونی اٹھاس (دوسری منزل) پر آٹھ اشعار شیخ محمد شفیع پوری اور ماسٹر عبد الغفور کے ہاتھوں بڑے خوشخط انداز میں لکھوائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ مٹ گئے۔ میں نے ایک مرتبہ وہ اشعار ڈائری میں لکھ لیے تھے بطور یادگار یہاں بھی لکھ دیتا ہوں تا کہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں۔

1۔ فَانْصُر رَسُولَ اللّٰہ نَصْراً عَتَدا وَادْعُ عِبَادَ اللّٰہِ یَاتُوا مَدَدًا

(ایک صحابی رسول ﷺ کا شعر)

(رسول خدا ﷺ سے نصرت طلب کرو تمہیں ضرور ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پکارو وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے)

2. مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّی عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

(قصیدہ غوثیہ کا شعر)

(اے میرے مرید! کسی بد باطن مخالف سے نہ ڈر کیونکہ میں لڑائی میں نہایت ثابت قدم اور دشمن کو ہلاک کرنے والا ہوں)

3۔ ہر کہ آمد بر درت خالی نہ رفت
گرچہ محروم است از روزِ الست

(جو کوئی آپ کے در پر آیا، خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ چاہے وہ محروم روزِ الست سے ہی کیوں نہ تھا)

4۔ اولیاء اللہ ، اللہ اولیاء
ہیچ فرقِ درمیاں نبود روا

(اللہ کے ولی، اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکی ترجمانی کرتا ہے۔ جبکہ یہاں آ کر خالق و مخلوق کا فرق کرنا جائز ہی نہیں رہتا)

5۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا ہو وہ ہرگز نہیں مرتا۔ دنیا کے صحیفہ پر ہماری بقا، ہمارا دوام ثبت ہے)

6۔ یا جنابِ غوثِ اعظم دستگیرؒ و پیر ما
از طفیلِ گُل محمد عفو کن تقصیر ما

(اے جنابِ غوثِ اعظم! میرے پیر و دستگیر، (خواجہ حافظ) گل محمدؒ کے طفیل میرا قصور معاف کر دے)

7۔ قادری ایم نعرۂ یا غوثِ اعظمؓ می زنیم
رمزِ حافظ گل محمد قطبِ عالم می زنیم

(ہم قادری ہیں اور نعرۂ یا غوثِ اعظمؓ لگاتے ہیں۔ اور قطبِ عالم (خواجہ) حافظ گل محمدؒ کا شعار بلند کرتے ہیں)

8۔ سگِ دربارِ میراں شو چو خواہی قُربِ ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانیؒ

(اگر قربِ الٰہی چاہتا ہے تو حضور غوث پاک کے دربار کا سگ بن جا۔ کیونکہ آپ کے دَر کا سگ شیروں پر بھی فضیلت رکھتا ہے)

تعمیر روضہ کے موقع پر چند کرامات

نظر کا ٹھیک ہونا:۔ روضہ شریف کی تعمیر سے قبل خلیفہ میاں غلام رسول مستری کی نظر کافی کمزور ہو چکی تھی۔ انہوں نے آخر ایک روز حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم قبلہ والد صاحب کا روضہ مبارک شروع کرو ان شاء اللہ تمہاری نظر ٹھیک ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے روضہ مبارک کی تعمیر شروع کی تو بینائی خود بخود بڑھنے لگی۔ جب روضہ شریف مکمل ہوا تو اُنکی نظر بھی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

روضہ سے گرنا اور خراش نہ آنا:۔ خلیفہؒ میاں غلام رسول مستری جب روضہ شریف کا گنبد بنا رہے تھے تو اچانک نیچے گر پڑے۔ سب لوگ دوڑ کر گئے کہ زخمی ہو چکے ہونگے لیکن وہ نعرہ مار کر اُٹھ بیٹھے کیونکہ حضرت خواجہ کی کرامت سے انہیں خراش بھی نہ آئی تھی۔

حضور کا مزار سے باہر آنا:۔ خلیفہ میاں غلام رسول مستری نے جب روضہ شریف تعمیر کیا تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آج اگر حضرت خواجہ اپنی مزار سے باہر آ کر مجھے ملیں تو کیا بات ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر وہ روضہ شریف میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں مزار اچانک ایک طرف ہو گئی اور حضرت خواجہ تابوت سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا ''آؤ میاں مستری مجھے ملو'' وہ آپ سے لپٹ گئے حضرت خواجہ نے اُن پر خصوصی نظر فرمائی (توجہ) جس کے نشے میں اُن پر مجذوبی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور مستی کے عالم میں رقص کرتے ہوئے روضہ شریف سے باہر آئے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ اس وقت سامنے گراسی پلاٹ میں دُرویشوں کے پاس جلوہ افروز تھے۔ جب آپ نے میاں مستری کی حالت دیکھی تو مسکرائے جاتے اور انکی طرف اشارہ کر کے دُرویشوں سے فرماتے ''آج پوچھیے صاحب! کیا حال ہے۔ اب مجذوب ہو گئے'' دُرویش میاں مستری کو پکڑ کر آپ کے پاس لائے۔ آپ نے فرمایا ابھی ہم نے میاں مستری سے اور بڑے کام لینے ہیں لہٰذا انہیں سامنے بٹھا کر توجہ فرمائی تو وہ مجذوبی کیفیت دور ہو گئی اور میاں مستری اپنی اصل حالت پر لوٹ آئے۔

السَّلَامُ عَلَیکَ یَا وَلیَ اللّٰہ:۔ روضہ شریف کی تعمیر کے بعد ایک روز حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں عمر حیات خان مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السَّلَامُ عَلَیکَ یَا ولی اللّٰہ۔ تو مزار شریف سے حضرت خواجہ نے جواب دیا وَعَلَیکُم السَّلَام وَرَحمۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، میاں صاحب نے حضور کی آواز مبارک سُنی تو غش کھا کر گر پڑے اور دیر تک اُن پر وجد کی کیفیت طاری رہی۔

تعمیر مساجد دربار شریف

حضرت جامیؒ نے کیا خوب فرمایا تھا۔

خوشا مدرسہ ، مسجد و خانقاہے — کہ در وے بود قیل و قالِ محمد

(وہ مدرسہ، وہ مسجد اور خانقاہ کتنی مبارک ہے۔ جہاں (حضور نبی کریم) محمد (ﷺ) کا ذکر و تذکار کا غلغلہ بلند ہو)

پہلی مسجد:۔ حضرت خواجہ نے یہاں پر اقامت اختیار فرمانے کے بعد ایک مسجد تعمیر فرمائی جو وسائل کے پیشِ نظر اس وقت مٹی گارا سے تعمیر ہوئی اور آپ کی زندگی میں یہیں نماز و جماعت اور مجلس "فیض سبحانی" ہوا کرتی۔

دوسری مسجد:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے حضرت خواجہ کے بعد از وصال جب پہلا روضہ مبارک 1956ء میں بنوایا تو پُرانی مسجد بھی شہید کروا کر روضہ شریف کے بائیں جانب تین دروازوں پر مشتمل ایک پختہ خوبصورت مسجد تعمیر کروائی۔ اس کی تصاویر راقم الحروف کے پاس موجود ہیں چھوٹی سی خوبصورت مسجد تھی۔ اسکی کھڑکیاں، دروازے اور چھت کا سارا سامان کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین سے دُرویش لائے تھے چونکہ چھت بِکھر (لکڑی) کی تھی لہٰذا کچھ عرصہ بعد سیوی (دیمک) کی وجہ سے اسے کافی نقصان پہنچا۔

تیسری مسجد:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے جب موجودہ روضہ مبارک 1964ء میں شروع کیا تو اسکی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد حضور نے سابقہ مسجد کو بھی شہید کروا دیا اور صحن مزید بڑھانے کے لیے اسے مغربی جانب مزید توسیع دی اور ایک نئی مسجد تعمیر کروائی جس کی چھت مضبوط لینٹر سے بنائی گئی تا کہ سیوی (دیمک) کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ اور پرانی مسجد توسیع کے وقت نئی مسجد کے صحن میں آ گئی۔ حضور قبلہ عالم نے مسجد کے ساتھ اپنی رہائش کے لیے حجرہ بھی تعمیر کروایا جس میں عرصہ قیام بلوآنہ شریف حضور فروکش رہے۔ اسی حجرہ میں آپ کی لائبریری بھی تھی۔ جس میں مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتابوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ مسجد اور حجرہ کے درمیان ایک کھڑکی رکھی گئی تھی جس کے ذریعے حضور قبلہ عالم مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے یہ مسجد جولائی 2003ء تک موجود رہی۔

موجودہ مسجد:۔ یہ دربار شریف پر تعمیر ہونے والی چوتھی اور سب سے عالیشان مسجد ہے جون 2003ء میں اس کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ اور اگلے سال 2004ء میں اسکی تکمیل ہوئی۔ اس پر پندرہ ہزار پونڈ خرچہ آیا یہ جدید طرز پر تعمیر کی گئی اور اس کے ساتھ ایک مینار جسکی بلندی کم و بیش 120 فٹ ہے بنایا گیا جو گنبد خضریٰ شریف کے ساتھ

والے مینار کی تصویر کشی ہے۔ یہ مسجد چچا پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب کے ذریعہ سے برطانیہ کے رہنے والے ایک مخیر شخص نے تعمیر کروائی۔

کافی درفراق حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

آمیں تڑی دایار دکھڑے ہجر دے کھا گئے

جندڑی ماندی پئی ترساندی رنگ سنگ سیاں عیش نہ بھاندی
روون نال وپار وِی روون یار سکھا گئے

غم برہوندا ظالم چور اے ہڈ چم گالے ، ماس نہ چھوڑے
ظلم کرے ہر وار وِی جھورا عمراں دا لا گئے

یاد تیری وچ عمر نبھیساں کیتے قولاں نوں توڑ چڑھیساں
جھلنے درد ہزار وِی جانی سبق پڑھا گئے

کیوں سجناں چا لائیا دیری بے وس جان جلائیا میری
آن ملیں ہک وار وِی سکدیاں سال وہا گئے

واہ واہ قسمت ساڈی آہی دلڑی لے گیا حافظ ماہی
دے گیا غم تے ساڑ وِی واہ واہ سود چکا گئے

نین مموے کاتی لاون وار کرن لنگھ چھاتی جاون
ٹھاندی کجل دی دھار وِی سوہنے رگ رگ ڈھا گئے

گُل محمدؐ ورد پکیساں سگ دربار دی بن کے رہساں
تھی کے چوکیدار وِی ٹکڑے یار دے کھا گئے

عشق غلامؔ مدام کما ویں خاک پیراندی چم اکھیاں لاویں
جان درد ہزار وِی جیں تے نظر بھنوا گئے

"از خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب"
(مصنف "گُلِ توحید")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 8

منظومات، مکتوبات
ملفوظات
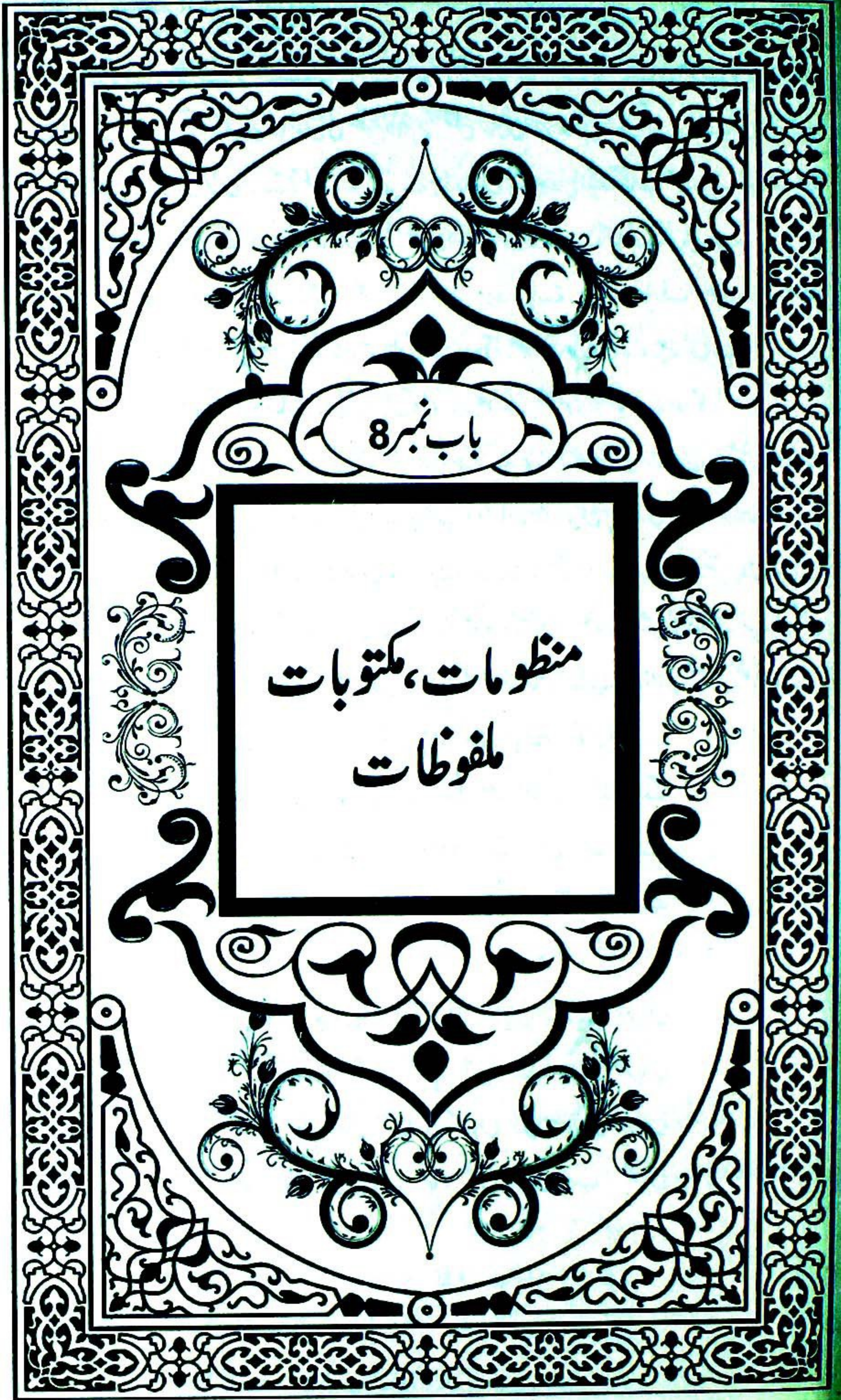
حضرت خواجہ اور تالیف وتصنیف:۔ آپ کی طبیعت کبھی تالیف وتصنیف کی طرف مائل نہ ہوئی حالانکہ آپ کے مشائخ اور کئی پیر بھائیوں کی منظوم کلام پر مشتمل کتابیں منظرِ عام پر آچکی تھیں۔ جب کبھی متوسلینِ آستانہ اِس بارے میں عرض کرتے تو فرماتے ''میرے ہر دُرویش کے سینہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے اپنا کلام بجائے کاغذ کے ان کے دلوں پر ثبت کر دیا ہے'' سبحان اللہ کسی مردِ عارف نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما ست

(مرنے کے بعد میرے مزار کو زمین میں تلاش نہ کر، وہ تو درحقیقت عارفوں کے سینے میں ہے)

ممکن ہے اگر کبھی کچھ لکھا بھی ہو تو ضائع کر دیا گیا ہمیں کوئی آپ کا رسالہ یا مضمون دستیاب نہ ہو سکا۔

گل ہائے گراں مایہ:۔ یہاں حضرت خواجہ کا کچھ عارفانہ کلام تحریر کرتا ہوں جو بعض اوقات وجدانی کیفیت اور وارداتِ غیبی کی وجہ سے فی البدیہہ آپ کی زبانِ خوش بیان پر جاری ہوا۔ حضرت خواجہ کوئی باقاعدہ شاعر نہ تھے اور نہ ہی آپ کا شاعرانہ مزاج تھا۔ اپنے دور کے نامور مقرر ہونے کے باوجود تقریروں میں بھی بہت کم شعر پڑھتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی غلبہء حال کی وجہ سے توحید کا نُور اشعار کی صورت میں چمکنے لگتا۔ آپ کا ہر عمل چونکہ مرشدِ کریم کی اتباع میں ہوتا تھا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ تھوڑا سا کلام بھی آپ نے اتباعِ شیخ میں نظم فرمایا۔

کُن فیکون الاون توں پہلے، اساں ہاسے کول تُساڈے
بعید قریب نہ ہاسے، اساں نہ سڑے نہ جاگے
ذات صفات نہ ہائی اساڈی تے نہ ہن ایہہ تقاضے
حافظؔ ہن سمجھ دیاں ماراں، ہاں اج کیوں دُور دراڈے

کن فیکون جدوں فرمایا تدوں کیتیاں زورے وَریاں
در پردے وچ آکے آپے آپ تے پاویں بھریاں
اَج اِنس ظلوم جہول کہاویں، کہیاں رنج مصیبتاں جَریاں
حافظؔ، اللہ گل پھل جاتا خلق جاتی سب کلیاں

کُن دے ویلے بھید بنایا اَج بھید ڈٹھم ایہہ جہانے واہ انسانے
ہر ہر جائی وسدا ماہی ایہا ادب دی رمز نہانے واہ انسانے
ذات بناں بیا بھور نہ کوئی ہے سمجھ تینوں نسیانے واہ انسانے
حافظؔ رب نوں خوب پچھاتا ایہا جگ جہان رحمانے واہ انسانے

ع۔ عشق لگا جد یار میرے نوں پھر ویس وٹا کر آیا
باطن دے وچوں ظاہر ہویا اُتے بُرقعہ پا کر آیا
ظاہر ہو پھر باطن بنیاں اُتے عاماں بھید نہ پایا
حافظؔ عشق دی آتش ڈاڈھی جس بے مثل نوں مثل بنایا

م۔ محمدؐ مدنی ماہی جیہڑا آیا ویس وٹا اے قسم خدا اے
لوکاں دے سمجھاون کارن تاہیں گھنڈ چا مکھ تے پا اے قسم خدا اے
باہراں بشری چال رحمانی کوئی بجھی یار دا نا اے قسم خدا اے
حافظؔ عاشقاں خوب پچھاتا مظہر ذات خدا اے قسم خدا اے

ن۔ نصیب عجیب تہاندے جنہاں پائے راز نہانی
راز نہانی در معانی دِسن دو جگ وچ لاثانی
دُر معانی ہر وچ جانی پڑھ ویکھ ثبوت قرآنی
حافظؔ کامل مرشد باجھوں ہئی خلقت کوڑ کہانی

بلوآنہ شریف ایک مناظرہ کے موقع پر فی البدیہہ کچھ اشعار موزوں فرمائے جن میں سے یہ دو شعر یارانِ طریقت کو یاد رہے۔

رب اکبر ہے سب تھیں بڑا نہ پردیاں وچ سماوے
جے اوہ پردیاں وچ سماوے وڈا کیویں سداوے
لیکھ جہاندے سُتے حافظؔ ہمیں ہمیں، ہمیں ہمیں کردے
ہمیں ہمیں دے وچ رہن ہمیشہ ہمیں ہمیں دے وچ مردے

☆بعض اوقات فرمائے گئے دومزید شعر

علم کتاباں دُور دساون یار دِسے ہر جائی نی
گھت کلاوے ماہی مِلیا جد عِشق دِی پھاہی لائی نی
علم کتاباں بہتیاں پڑھیاں کچھ ہتھے نہ آیا
ہک نُقطہ کامل پیر پڑھایا سب کچھ دل وچ آیا

(نوٹ): 1990ء کی بات ہے مندرجہ بالا کلام میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی مختلف ڈائریوں سے نقل کر کے ایک مرتبہ جناب کی خدمت میں پیش کیا تو نہ صرف حضور نے پڑھا بلکہ بعض مقامات پر اپنے قلم سے تصحیح بھی فرمائی۔ اس وقت بھی یہ کلام کچھ حضرت خواجہؒ کے دستِ انور سے کچھ حضور قبلہ عالمؒ کے دستِ مبارک سے اور کچھ خلیفۂ خاص قاضی میاں غلام رسول صاحب کے قلم سے لکھا ہوا میرے پاس موجود ہے جو اس کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

☆ یہاں پر حضرت خواجہ سے منسوب وہ کلام لکھتا ہوں جو میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے بعد از وصال دُرویشوں کی زبانی سُنا لہٰذا میں ذاتی طور پر اسکی تصدیق نہیں کر سکتا صرف بطور تبرک لکھ رہا ہوں۔

☆خواجہ نور محمد دُرویش اور خلیفہ ڈاکٹر امیر الدین نے بتایا حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے یہ بیت ہم نے کئی بار سنا مزید میری بڑی پھوپھی صاحبہ نے بھی تائید کی۔

م۔ مذہب دی لوڑ نہ مینوں ہک لوڑاں یار پیارا
دین ایمان دی لوڑ نہ مینوں سدا بخشیں یار نظارا
میں ہاں تیری، توں ہیں میرا روز ازل دا کارا
حافظ وصل ماہی دے باجھوں سڑدا تن مَن سارا

☆"مدوکی" میں رہنے والا ایک دُرویش صوفی محمد بخش ولد محمد حیات جنجوعہ نے ایک مرتبہ خود اپنی کاپی سے مجھے یہ کلام سُنایا کہ میں نے حضرت خواجہ کی زبانی سُن کر لکھا ہے مزید بتایا میں دو تین مرتبہ آپ کو سائیکل پر بلو آنہ شریف سے دہڑ شریف لے گیا۔

لجپال ہم راز کئی ناز وکھا کے اساڈی دلڑی ماندی مُٹھی
اساڈے بخت عروج تے تھیندے گئے جدوں دل ول سانول لُٹھی
ناں رہی فرصت سنبھلن دی ایسی گھٹ تقدیر دی ڈُٹھی

فی الحال حافظؔ سنڑیں آہیں اساڈی پینگھ ہلاریوں تڑٹی

ق۔قبر دی نہ کائی لوڑ مینوں جدوں توں ہوویں مہربان میرا
تیری گلی وچ میری لاش ہووے اُتوں روز لنگھے خاندان تیرا
در تیرے تے خاک در خاک ہوواں مٹے سب ایہہ نقش نشان میرا
حافظؔ مُڑ کے ہوواں فیر زندہ جدوں توں لنگھیں مان تران میرا

ع۔عابد سداون دی نہ کائی لوڑ مینوں جے دل صاف نہ ہووے بدکار کولوں
مستحق نار دا اوہ خریدار ہوندا جہیڑا نس جاوے عین یار کولوں
واجب رکھ تصور یار والا سئیو ڈریئے نہ دوزخ دی نار کولوں
حافظؔ یار عبادت تھیں ملے جنت رب ملدا ہے یار دے پیار کولوں

ش۔شوق تے ذوق توں کر پیدا جے کر دل میرا طلب گار ناہیں
تیرے وعدیوں بے شک جھوٹی ہاں میں جھوٹی سمجھ کے سوہنا وسارناہیں

مکتوباتِ عالیہ

حضرت خواجہؒ اپنے احباب اور عقیدت مندوں کے وقتاً فوقتاً پہنچنے والے خطوط کے جوابات بروقت ارسال فرمایا کرتے ،خود بہت کم لکھتے تھے۔اکثر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو املا کروادیتے۔لیکن افسوس کسی نے وہ خطوط محفوظ نہ رکھے اور وقت کے ساتھ ساتھ ضائع ہوگئے راقم الحروف کو حضور سے متعلق تحقیق و جستجو کے دوران صرف چار خطوط مل سکے جو حضور قبلہ عالم کے ذریعے لکھوائے گئے تھے۔چونکہ میرے پاس حضرت خواجہ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی بعض تحریریں موجود ہیں لہٰذا میں آپ کی تحریر اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔پہلے تین خط میاں جان محمد گجراتی نے جولائی 1994ء میں مجھے دیئے اور چوتھا خط عزیزی شاہد حسین گجراتی نے مجھے لاکر دیا جنہیں بطورِ نمونہ یہاں بھی تحریر کرتا ہوں۔اس سے قبل یہ چاروں خطوط حضور قبلہ عالمؒ کے مکاتیب پر مشتمل میری کتاب ”ابرِ کرم“ (مطبوعہ جون 2005ء) میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

پہلا خط

از بلوآنہ ۷۸۶

15.5.52

برخوردار، گُلِ گلزار، محب پروردگار، عاشقِ زار میاں جان محمد زاد اللہ شوقہ،[1]

السلام علیکم! کے بعد واضح ہو خط تمہارا ملا حال سے آگاہی ہوئی صورت احوال آنکہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آ۔ اور گھر لے آ کر ایک دفعہ دونوں مل کر یہاں آجاؤ۔ اور گھبراویں نہیں کیونکہ یہ معاملے اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ قضاء اور قدر پر راضی رہو جس طرح وہ ذات پاک کرے تمہارا کام ہے آمین کرنا۔ کیونکہ ہم اس کی اقتدا کرنے والے ہیں۔ اس مسئلہ کو قلب کے غور سے سمجھیں اور اس پر عمل کریں باقی سب خیریت ہے۔ نفی اثبات باجلی، پاس انفاس مخفی، تصور شیخ اخفی کرتے کرتے وہم فانی سے گزر کر فہم باقی کی سمجھ پا جائیں اور نمازِ تہجد[2] کو ضروری مدِ نظر رکھ۔ اور سب باتیں فروعی ہیں یہی اصول ہے۔ سوچ کہ آج کی گھڑی ہے کل خدا جانے مولوی سلطان احمد[3] و غلام رسول کمہار[4] اور دیگر جو طلب رکھنے والے ہیں سب کو دعائیں دیں۔

حسب الارشاد حافظ سائیں گُل محمد

الراقم کرم حسین بقلم خود

---

(1) میاں جان محمد ایک فقیر صفت دُرویش تھا یہ گجرات میں حضور کا دوسرا مرید تھا باب نمبر 5 میں ان کا باقاعدہ انٹرویو تحریر ہے۔

(2) یہ وظائف قادریہ ہیں حضور ہر خط میں اپنے مریدین کو ان وظائف کی تلقین فرماتے تھے۔

(3) کالووالی مضافات منڈی بہاؤالدین میں رہنے والے حضور کے ایک دُرویش کامل جنہیں بعد ازاں آپ نے خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا۔ انکے بعض حالات باب نمبر 11 میں آئیں گے۔

(4) کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین کا رہنے والا حضور کا ایک صادق الیقین دُرویش یہ اور مولوی سلطان احمد دونوں اکٹھے بلوآنہ شریف حاضر ہو کر مرید ہوئے۔

دوسرا خط

از بلوآنہ شریف

15.5.52 بخدمت فقیر میاں بڈھا خان زاد اللہ شوقہ[1]

السلام علیکم! کے بعد واضح ہو یہاں پر خیریت ہے اور تمہاری خیریت بدرگاہِ غوثیہ سے نیک خواہ ہوں۔ صورت احوال یہ ہے کہ صحبت کی بیعت[2] کا وہاں اقرار کر۔ انکار نہ ہو۔ باقی جو تمہارے لئے اُمر کیا جائے اُس کو اُمر اللہ سمجھ کر پیش نظر رکھ اور یہاں آجا۔ تمہیں نکتہء احدیت، وحدت، وحدیت سمجھایا جائے گا۔ اور اُس پر ایقان کرایا جائے گا۔ بہتے وِردوں میں کچھ نہیں نکتہ ایک ہی کافی ہے۔ وہ تجھ کو سمجھا دیں گے۔ میاں سَید رسول کی بیوی بچوں کو محمد شفیع[3] و تمام برادری کو سلام دُعا۔ میاں سَید رسول واللہ دین دونوں اس جگہ آئے تھے۔ دو تین دن رہ کر واپس چلے گئے ہیں۔ ماہ جیٹھ کی دو تین کو تاریخ لے گئے ہیں کہ لڑکوں کی سُنت بھی کریں گے۔ اور کچھ لوگوں کو بھی کہہ گئے ہیں کہ ضرور لے آویں اُن کی طرف خط لکھیں کہ ماہ جیٹھ کی پہلی سے پہلے ایک دن یہاں آجائیں۔ اگر ہم کو لے جانا ہے تو اس طرح کریں۔ نفی اثبات باجلی، پاس انفاس مخفی، تصورِ شیخ اخفی کرتے کرتے فانی سے گزر کر باقی کی طرف رجوع کر جائیں۔ ضروری ہے۔

الراقم کرم حسین حسب الارشاد سائیں گُل محمد صاحب

---

(1) میاں بڈھا خان حضور کے گجرات میں پہلے مرید اور خلیفہ مجاز میاں سید رسول کا والد تھا۔

(2) میاں بڈھا خان کو صحبت کی بیعت کے بارے میں کچھ اشکال تھے جن کو دُور کرنے کے لیے حضور نے اُسے بلایا تھا۔

(3) محمد شفیع بھی حضور کا مرید اور خلیفہ میاں سید رسول کا سالہ تھا۔

تیسرا خط

از چک نمبر 183 ۷۸۶

20.2.53

برخوردار میاں جان محمد خادم مسجد سلامت باشد

السلام علیکم! کے بعد واضح ہو کہ یہاں پر خیریت ہے اور خیریت تمہاری بدرگاہِ ایزدی سے مدام مطلوب ہوں۔ کارڈ تمہارا ملا[1] حال سے آگاہی ہوئی اور بیماروں کے لیے دُعا کی گئی ہے کہ اللہ رحم کرے اور سید رسول[2] پر مجھے ناراضگی ہے کہ اُس نے ہمارا کہنا نہیں مانا اپنی رائے پر عمل کیا اگر تم سب مل کر کہو گے تو معافی دوں گا ورنہ نہیں۔ حافظ فیض رسول و غلام رسول ولد شاہو، مرزا چھٹہ تمام دوست یار حکیم غلام رسول[3] اور تمام دُرویشوں، مریدوں کو بہت بہت پیار، سلام، دُعا۔

اس لیے سب کے نام نہیں لکھے گئے کہ کارڈ کم ہے اور سب کے دل جانتے ہیں کہ ہماری کتنی محبت ہے۔ اور خان محمد کو کہنا کہ دقفہ ملے تو دس، بارہ دن کے اندر آ کر ملے اور غلام محمد بھی، میاں بڈھے کو بھی دُعا دینا اور تمام کی خیر کا جواب جلدی دینا۔ ضروری ہے۔ اور قادر کو کہنا کہ یہ گھر اپنا نہ سمجھے ہمارا سمجھے۔ اچھی طرح رہے۔

فقط الراقم حافظ گُل محمد خادم الفقراء

---

(1) اس زمانہ میں محکمہ ڈاک کی طرف سے پوسٹ کارڈ ہوا کرتے تھے جن پر خطوط لکھے جاتے تھے۔

(2) میاں سید رسول مرید ہونے سے قبل محکمہ مال میں پٹواری تھے۔ بعد میں جب حضور نے اُسے خرقہ خلافت سے نوازا تو یہ ملازمت ترک کر دینے کا حکم دیا لیکن اس نے اہل خانہ کے اصرار پر ملازمت نہ چھوڑی جسکی وجہ سے حضور کچھ عرصہ ناراض رہے۔

(3) یہ تمام حضرات جن کے نام لکھے گئے ہیں کوٹ بلوچ کے رہنے والے تھے اور حضور کی دست بیعت سے مشرف تھے۔

چوتھا خط

برخوردار گُلِ گلزار، محبِ پروردگار میاں غلام قادر[1]

السلام علیکم! کے بعد واضح ہو کہ اس جگہ خیریت ہے اور تمہاری خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔

صورتِ احوال آنکہ خط تمہارا ملا۔ حال سے آگاہی ہوئی۔ جب یہ خط پہنچے اگر تو بیٹھا ہے تو کھڑا ہو جا۔ اور اگر کھڑا ہے تو یہاں چلا آ ضروری تاکید ہے۔

باقی میں بیمار ہوں اس لیے غلام رسول کمہار کو کہہ دیں کہ بی بی کمہاری[2] اور غلام حیدر کمہار[3] یہاں رہتا ہے۔ تمام پیر بھائیوں اور پیر بہنوں کو دُعا اور سلام دیویں۔

فقط الراقم حافظ گُل محمد خادم الفقراء

---

(1) میاں غلام قادر کوٹ بلوچ کے رہنے والے حضور کے ایک عاشق صادق اور جانثار مرید تھے۔ تمام پیر بھائیوں میں انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ خط 1954ء کے آخری مہینوں میں حضور نے انہیں لکھوایا جس طرح متن سے واضح ہے کہ حضور کی طبیعت نہایت علیل تھی اس لیے فوراً حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔

(2) حضور کی صادق الیقین مرید اور خدمتگار خاتون جسے کوٹ بلوچ میں قیام کے دوران ہمیشہ آپ کے لیے کھانا پکانے کا شرف حاصل رہا۔ اس نیک بی بی نے ساری زندگی باوضو حضور کے لیے کھانا تیار کیا یہ گجرات میں رہنے والے شاہد، عامر اور عدیل کی نانی اماں تھی۔

(3) حضور کا ایک عاشق زار غلام جسے حضور نے ''مست کمہار'' کا لقب عطا فرمایا آج بھی کوٹ بلوچ گاؤں میں پچھلی رات کے وقت کلمہ شریف کی سب سے پہلی صدا اسی مردِ درویش کی ہوتی ہے۔

فرمودات وملفوظات

حضرت خواجہ کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعداز وصال بھی کسی نے آپ کے احوال واقوال قلمبند نہ کیے۔اب میں نے ایک طویل عرصہ بعد جب تحقیق وجستجو کا آغاز کیا تو کسی کو حضور کا ایک فرمان یاد تھا اور کسی کو بیان فرمودہ حکایت، اولیاء اللہ ویسے بھی لوگوں کی استعداد پیش نظر رکھتے ہوئے کلام فرماتے ہیں۔حکمت الٰہی کا دستور یہی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ کَلِّمُوا النَّاس عَلیٰ قدرِ عَقُو لِهٖ ” لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو“اب لازمی بات ہے حضور کوئی نہ کوئی حکایت بیان فرما کر اپنے مخصوص عارفانہ انداز میں اُس سے ایک نتیجہ اخذ کر کے بات سمجھانے کی کوشش فرماتے ہونگے لیکن سادہ لوح دُرویشوں کو صرف حکایت یاد رہ گئی حضور کی فرمائی ہوئی تشریح آہستہ آہستہ یاد سے رفتہ ہوگئی یا پھر وہ ہمیں بتانے سے قاصر رہے۔لہذا میں نے یہ بعض فرمودات وحکایات اپنی لگن سے تنکا تنکا کر کے اکٹھے کیے اور اب یارانِ طریقت کے استفادہ کے لیے یہاں نقل کر رہا ہوں۔

ملفوظ: 1

☆ایک خطاب میں بیان فرمودہ آیات واحادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین

میاں خان محمد دُرویش سکنہ چک نمبر 172 نے ایک مرتبہ حضرتِ اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب کی موجودگی میں اپنی بیاض کے چند اوراق بطورِ خاص راقم الحروف کو دکھائے اور بتایا۔حضرت خواجہ بلوآنویؒ نے ایک مرتبہ موچیوالہ ہسپتال میں خطاب فرمایا۔حضرت پیر برکت علی بلوچؒ نے آپ کی اجازت سے اپنے خلیفہ محبوب صاحب (تھانیدار) کو فرمایا۔دورانِ خطاب حضرت حافظ صاحبؒ جو آیات واحادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین ارشاد فرمائیں انہیں لکھ لینا لہذا انہوں نے یہ خاص خاص چیزیں بطور تبرک قلمبند کیں اور اُن کی بیاض سے میں نے یہ لکھی ہیں۔

آیاتِ مبارکہ:۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. (پ ا:ع ۴)”اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔بولے کیا تو رکھے گا زمین میں۔جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو، کہا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے“

اِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ.

”جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا“

فَاِذَا سَوَّیْتُه‘ فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْ الَه‘ سَاجِدِیْنَ.

''پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک اپنی جان تم گر پڑو اس کے آگے سجدے میں''

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُم اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ.

''پھر سجدہ کیا۔فرشتوں نے سارے اکٹھے، مگر ابلیس نے''

وَ اسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ وَقَالَ یٰٓا اِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ ۝

اور غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں سے۔فرمایا اے ابلیس تجھ کو کیا انکار ہوا کہ سجدہ نہ کر۔

لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اِسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ. قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ. خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَه مِنْ طِیْنٍ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۝

''اس چیز کو جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے یہ تو نے غرور کیا۔یا تو بڑا تھا درجے میں۔بولا میں بہتر ہوں اس سے، مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے، فرمایا تو نکل یہاں سے کہ تو مردود ہوا۔اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک''

☆اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۲)

''جو شخص (اللہ کو دیکھنے سے) اس دنیا میں اندھا ہے۔پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا''

احادیث مبارکہ

☆قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ مِّنْ نُوْرِیْ۔

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔اللہ نے سب سے پہلے میرے نُور کو پیدا کیا اور ہر شے کو میرے نُور سے پیدا کیا''

☆کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص 617)

''میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا''

☆ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب النھی عن ضرب الوجہ)

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا''

☆خُلِقَتِ الْعُلَمَآءُ مِنْ صَدْرِیْ وَ خُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِیْ وَ خُلِقَتِ الْفُقَرَآءُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

''علما میرے سینے سے، سادات میری پیٹھ سے اور فقراء نُورِ الٰہی سے پیدا کیے گئے۔''

☆خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلَّ شَیْءٍ مِنْ طِیْنِ الْاَرْضِ وَ خُلِقَتِ الْفُقَرَاءُ مِنْ طِیْنِ الْجَنَّةِ۔

''اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔لیکن فقراء کو بہشت کی مٹی سے پیدا کیا''

☆مَنْ اَحَبَّ قَوْماً عَلٰی اَعْمَالِھِمْ حُشِرَ یَوْمَ الْقِیَامۃِ فِیْ زُمْرَتِھِمْ فَحُوسِبَ بِحِسَابِھِمْ وَاِنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ۔ (تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی)

''جو کوئی محبت رکھتا ہے کسی قوم کے لیے اس کے اعمال کے سبب تو وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ اسی گروہ میں سے اور حساب اس کا ہوگا ان کے ساتھ اگرچہ اسکا عمل اُن جیسا نہیں۔

☆اُطْلُبِ الرَّفِیقَ ثُمَّ الطَّرِیقَ

''اوّل رفیق بنا پھر راستے پر چل''

☆اَلشَّیْخُ فِي قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِي اُمَّتِہٖ۔ (کشف الخفاء و مذیل الالباس اسماعیل بن محمد العجلونی)

''شیخ اپنی قوم میں ایسے ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں''

☆مَن لَّمْ یَکُن لَّہٗ شیخٌ فَشَیْخُہُ الشَّیطان

''جس کا کوئی شیخ (پیر) نہیں پس اس کا شیخ شیطان ہے''

(بحوالہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ از شرح قصیدہ بردہ شریف خرپوتی)

☆حُبُّ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِینَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ مَجْلِسُھُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُتَّقِیْنَ وَالْفِرَارُ مِنْھُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُنَافِقِیْنَ۔

''فقیروں اور مسکینوں سے محبت کرنا مرسلین کا اخلاق ہے اور ان کا ہمنشین بنا متقیوں کا کام ہے اور ان سے بھاگنا منافقوں کا فعل ہے''

☆اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوتُونَ وَلٰکِنْ یَنْقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ (تفسیر امام فخر الدین رازیؒ)

''بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔''

☆اِنَّ اللّٰہَ تعالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وَاِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (تفسیر روح المعانی از امام ابوالفضل محمود آلوسیؒ)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور اعمال کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔''

☆تَرْکُ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (الحکم العطائیۃ لابن عطاء اللہ)

''دنیا کو چھوڑ دینا تمام عبادتوں کی اصل ہے اور دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔''

☆لِسَانُ الْفُقَرَآءِ سَیْفُ الرَّحْمٰنِ

''فقیروں کی زبان، اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے''

☆اَلْفَقِیْرُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا مَرئ بِالْعُقْبٰی بَلْ یَکْفِی بِالْمَوْلٰی اِلَی الْمَوْلٰی

"فقیر وہ شخص ہے جو دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور عاقبت کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ سے مولیٰ ہی کو کافی سمجھتا ہے"

☆طَالِبُ الدُّنیا مُخنثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبیٰ مُؤنَّثٌ وَ طَالِبُ الْمَولیٰ مُذَکَّرٌ

"دنیا کا طالب مخنث (ہیجڑا) ہے۔ آخرت کا طالب مونث (عورت) ہے اور اللہ تعالیٰ کا طالب مذکر (مرد) ہے"

☆ آخر میں دورانِ دُعا حضرت خواجہ نے بطورِ توسل یہ الفاظ فرمائے

وَقَالَ رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وعَلِيٍ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ و الْحُسَيْنِ اِغْفِرْلِي وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ.

"اے اللہ! بحقِ محمد مصطفیٰ ﷺ وعلی المرتضیٰؓ وفاطمۃ الزہراؓ وحسنؓ وحسینؓ ہماری توبہ قبول فرما (آمین)

ملفوظ:2

☆ایک شعر اور رباعی کے مصرع کی تشریح:۔ حضرت خواجہ پہلی مرتبہ جب "حویلی لعل" مناظرہ کے سلسلہ میں تشریف لائے تو مناظرہ کے بعد کچھ لوگ دستِ بیعت سے مشرف ہوئے تو میاں ظہور احمد ولد پہلوان ہراج نے عرض کی حضور! میرا ابھی ایک سوال ہے اگر اس کا جواب آپ نے مجھے سمجھا دیا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا تم مرید ہو یا نہ ہو جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ انہوں نے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا۔

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گُل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

میاں صاحب چونکہ سادہ لوح دیہاتی آدمی تھا۔ حضور نے فرمایا ہم اس شعر کا مطلب تمہیں آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں۔ یہ دیسی مہینے اسوج، کاتک کے دن تھے ہر طرف جوار بیجی جا رہی تھی۔ حضور نے فرمایا یہاں اردگرد کسی چیز کی انگوری پیدا ہو رہی ہو گی وہاں سے دانہ سمیت پودا نکال کر لے آؤ۔ (کوئی بھی بیج زمین میں بویا جائے تو وہ دانہ سے جب نکلتا ہے تو اُسے انگوری کہتے ہیں) وہ گیا اور نزدیک ہی سے جوار کا ایک پودا نکال لایا۔ حضور نے فرمایا اب دیکھو یہ ایک دانہ ہے۔ اس کو زمین میں بویا گیا۔ جب اسے پانی دیا گیا یعنی وتر لگا تو پھر اس کا ظہور ہوا۔ دیکھو اس نے کونسی شکل اختیار کر لی ہے۔ عرض کیا۔ انگوری کی شکل اختیار کی ہے جو بہ نسبت "میم" کے ہے۔ فرمایا اب یہی جو "میم" کا گھنڈ مارے ہوئے ہے اس سے تنا پھر سیدھا ہو کر "الف" کی شکل اختیار کرے گا اور ایک جوار کا گنا کہلائے گا۔ جس پر پتے نمودار ہونگے پھر اس پر سِٹا لگے گا اور اس سِٹا میں ایک دانہ کے ہزار دانے بن جائیں گے پس ہر چیز کی حقیقت یہی ہے حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَ حبَبتُ اَن اُعرَف" (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے محبت ہوگئی کہ میں پہچانا جاؤں) تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کُن فرما کر صورتِ محمدیؐ میں اپنے نُور کا اظہار فرمایا اور پھر محمد ﷺ کے نُور سے سارا جہان بنایا۔ ہر چیز جو کہ دُنیا میں موجود ہے اس کا ظہور نُورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہوا ہر چیز جب اس جہان میں آتی ہے تو پہلے

''میم'' کی شکل میں پیدا ہوتی ہے گویا تمام اشیاء کا ظاہر ہونا ''میم'' کی شکل وصورت سے وجود میں آتا ہے پھر بعد میں یعنی صفات میں اپنا نام بدل لیتی ہے میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ فرماتے ہیں

ز۔ زور تھیں ضرب چا عشق لائی کہیا کُن تے ذات صفات ہوئی

جویں وتر دے زور تھیں بیج اُگے پہلے بیج تے پھر نباتات ہوئی

ذات، بیج، نباتات، صفت یارا، ایہا بات انو کھڑی گھات ہوئی

شاہ سردار دربار شیرنؒ یار باجھوں کوئی کی جانے گل بات ہوئی

پھر میاں ظہور احمد نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رباعی کا آخری مصرع پڑھا کہ اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا

'' مرشد باہو اُس نوں پھڑیے جو آپ تَرے، جگ تارے ہُو''

حضرت خواجہ نے فرمایا تمہارا خیال ہوگا کہ مرشد ایسا ہونا چاہیے جو خود بھی ولی کامل ہو اور جہان کو بھی اولیاء بنا دے۔ عرض کی جی ہاں۔ ارشاد ہوا تو حضرت سلطان باہو کو ولی اللہ تسلیم کرتا ہے؟ عرض کی حضور وہ تو سلطان العارفین (عارفوں کے بادشاہ) تھے۔ فرمایا۔ کیا حضرت سلطان باہوؒ کے دور میں یہ جہان نہیں تھا؟ کہنے لگا ۔تھا فرمایا پھر وہی سب کو تارے جاتے (ولی اللہ کر جاتے)؟ ہمیں تکلیف نہ کرنا پڑتی۔ تو وہ حیران رہ گیا اور عرض کی پھر انہوں نے یہ کیوں لکھا ہے؟ فرمایا وہ خود تَرے ہوئے تھے، ولی اللہ تھے۔ انکی نظر میں غیر نہیں تھا۔ انہیں سارا جہان ولی اللہ معلوم ہوتا تھا۔ جسکا آئینۂ دل صاف ہوا سے سارا جہان صاف ستھرا نظر آتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے الانسان مراۃ الرحمٰن (انسان اللہ کریم کا شیشہ ہے) اولیاء اللہ کو جہان میں کوئی غیر نظر نہیں آتا ہر طرف ذاتِ حق کے آثار نظر آتے ہیں۔

جو اک حقیقت بسی ہے دل میں تمام شکلوں میں جلوہ گر ہے

اُسی کے جلووں کا نام عالم اُسی کو دیکھو اگر نظر ہے

حضور کی باتیں اسکی سمجھ میں آگئیں قدموں پر گر پڑا اور آپ کے دستِ انور پر تائب ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

ملفوظ 3:

☆ حضورؒ نے فرمایا ''توحید کا علم سمجھنے کے لیے ہوتا ہے۔ بولنے کے لیے نہیں''

(ایک روز میں نے حضرت قبلہ عالم منگانویؒ سے سُنا کہ اہلِ توحید کی زبانوں پر تالے لگے ہوتے ہیں جنکی نظروں میں غیر ہی نہیں وہ کلام کس سے کریں۔ محبوب سبحانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ''ہزار عارفین

میں سے ایک عارف کلام کرتا ہے اور اُسے بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کلام پر مامور فرماتا ہے تب وہ بولتا ہے" اکثر عارفین خاموشی کو ہی ترجیح دیتے ہیں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ایں مدعیان در طلبش بے خبرا نند　　　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیا مد

(جو اسکی طلب کے مدعی ہیں وہ خبر نہیں دیتے (خاموش رہتے ہیں)) کہ انکو خبر ہوتی ہے مگر اسکی خبر ظاہر نہیں کرتے)

حضرت خواجہ نے فرمایا "فقیر جو دل کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوتا ہے وہ زبان سے بیان نہیں کر سکتا"

بقول حضرت جامیؒ

ایں مدرسہ نیست آواز　　　　از سینہ بہ سینہ مے رسد راز

(یہ وہ خاموش مدرسہ ہے۔ جہاں اُٹھتی نہیں کوئی آواز۔ بلکہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے راز)

راقم الحروف کے بچپن کا زمانہ تھا ایک روز اپنے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ دُرویش اکثر توحید کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں حضور ارشاد فرمائیں۔ توحید کسے کہتے ہیں؟ آپ نے اپنی انگشت مبارک لبوں پر رکھی اور فرمایا "بیٹا! اگر ایک حرف بھی مُنہ سے اَلایا (بولا) تو دوئی میں چلا جائے گا" یعنی توحید خاموشی کا نام ہے۔ مزید فرمایا تمہارے دادا بزرگوار (حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادریؒ) مجھے اس بارے ایک واقعہ سُنایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ کا لڑکا بولتا نہیں تھا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو بادشاہ کو فکر ہوئی کہ یہ گونگا نہ ہو۔ لہٰذا وزیر سے مشورہ کیا۔ اُس نے عرض کی بادشاہ سلامت! یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ آج ہی پتہ چل جائے گا۔ آپ لڑکے کو ہمراہ لیں آج شکار کے لیے چلتے ہیں۔ بادشاہ نے تیاری کی اور شکار کے لیے جنگل پہنچے۔ وہاں قدرتی ماحول تھا۔ ایک تیتر کی آواز آئی۔ بادشاہ نے اپنا باز شکار کے لیے چھوڑا۔ وہ فوراً تیتر کو پکڑ لایا۔ اس وقت بادشاہ کا لڑکا جو بولتا نہیں تھا بول پڑا اور کہا "نہ بولتا تو نہ مرتا" وزیر با تدبیر نے کہا بادشاہ سلامت! واپس گھر کو چلیں ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ آپ کا لڑکا فقیر ہے۔ حضور قبلہ عالم فرماتے۔ بادشاہ کا لڑکا بھی نہ بولتا تو نہ پکڑا جاتا بولنے سے ہی اپنی حقیقت ظاہر کر بیٹھا کسی مردِ عارف نے کیا خوب کہا ہے۔

رسم دنیائے تحیر خامشی ہے خامشی

ہے یہاں دستور جو بولا وہی مارا گیا

بخاری شریف میں ہے۔ وَاِذَا عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ　　(جب انسان خدا کو پہچان لیتا ہے تو اسکی زبان گنگ ہو جاتی ہے)

ملفوظ:4

حضرت خواجہ نے فرمایا۔توحید کی اقسام تین ہیں۔

1۔عالم لوگوں کی توحید یہ ہے کہ خداوند کریم کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ یکتا ہے۔

2۔خاص لوگوں کی توحید یہ ہے کہ انہیں ہر چیز سے اُسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

3۔اخص الخواص وہ لوگ ہیں جنہیں اس کی ذات کے علاوہ کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔لاموجود الا اللہ

حضرت خواجہ کے ذاتی احوال پر اگر نظر کی جائے تو آپ کا شمار بھی اسی تیسرے گروہ میں ہوتا ہے۔میں نے اس بارے اپنے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے آپ کے کئی واقعات سُنے ہیں جو کئی اور دُرویشوں نے بھی سُنے ہونگے۔مقصد بیان کرنا نہیں صرف بات سمجھانا ہے۔

ع۔ ندیدم غیر تو در کعبہ و دیر

(میں نے کعبہ و دَیر میں تیری ذات کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا)

بہر رنگے کہ خود ہی جامہ در پوش

من از رفتارِ پایت می شناسم

(تو جس رنگ کا بھی لباس پہننا چاہتا ہے۔پہن لے۔میں تو تیری رفتارِ پا سے تجھے پہچان لوں گا)

حضرت خواجہ نے فرمایا "یہ وجود سفید بوتل کی مانند ہے۔اس میں جو رنگ ڈالو گے وہی نظر آئے گا،سبز،نیلا، سُرخ،سیاہ جو بھی ڈالو گے وہی ظاہر ہوگا۔بہتر ہے اس میں توحید کا رنگ ڈالو۔جس دل میں توحید کا رنگ چھایا تو زبان بھی توحید بولے گی"

چیست توحید آنکہ از غیر خُدا فرد آئی در خلا و در ملا

(توحید کیا ہے؟ یہ کہ خُدا کے غیر یا شریک سے تو خلوت وجلوت میں تنہا رہے،دُور رہے)

ملفوظ:5

ایک دن حضرت خواجہ نے فرمایا "فقیر پر موت نہیں آتی،اُسے آگ نہیں جلا سکتی،فقیر کو تلوار نہیں کاٹ سکتی، نہ اس کو کوئی پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے وجود کا گھیراؤ کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (آیت الکرسی) "اس کے علم کا کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی مگر جتنا وہ چاہے" اور جو انسان اللہ کی صفات سے متصف ہوتا ہے اس کے وجود کا بھی کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی" آپ نے یہ بھی فرمایا "فقیر کا کوئی حساب و کتاب نہیں۔وہ بلا حساب و کتاب جنت میں جائے گا بلکہ اسکے جن مریدوں پر حساب و کتاب لازمی ہوگا۔انہیں بھی اپنی شفاعت سے بلا حساب و کتاب جنت میں لے جائے گا۔" پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی

''حضرت ابراھیم بن ادھمؒ ایک مرتبہ جنگل میں آ رہے تھے۔ کہ اللہ کے ایک عاشق سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آ رہے ہو؟ اُس نے کہا ھُوْ سے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا ھُوْ کی طرف۔ آپ نے دل میں کہا۔ اس کا امتحان لینا چاہیے۔ لہٰذا فرمایا۔ اگر تو واقعی عاشقِ الٰہی ہے تو اپنی جان قربان کر کے دکھا۔ اُس نے ایک نعرہ لگایا اور روح جسم سے پرواز کر گئی۔ آپ کچھ لوگوں کے پاس گئے اور اس کی تجہیز و تکفین کا سامان لیکر آئے تو اسکا وجود غائب پایا۔ بڑے حیران ہوئے۔ اس کی جستجو میں تھے ہاتف غیب سے آواز آئی۔ اے ابراھیم! جو ملک الموت کو تلاش کرنے پر نہ مِل سکا، جنت جسکی خواہش کرتی ہے مگر وہ اُسے بھی نہ مِلا۔ تو کیوں اُس کی جستجو کرتا ہے۔ آپ نے عرض کیا الٰہی! آخر وہ کہاں گیا۔ تو ندا آئی۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (پ ۲۷:ع ۱۰) وہ مجلس صدق میں قدرت والا بادشاہ کے پاس ہے۔'' ایسا ہی ایک واقعہ ''تذکرۃ الاولیاء از شیخ فرید الدین عطارؒ ''میں حضرت شیخ ابوعلی دقاقؒ سے بھی منقول ہے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کبھی مجلس میں اس کا ذکر فرماتے تو ساتھ ہی علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھتے۔

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دُنیا نہ وہ دُنیا
یہاں مَرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

☆ مجھے ملک عبدالرحمٰن ثانی (م: 7 رمضان المبارک 1997ء) نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے اپنی قلم سے میری ڈائری پر یہ شعر تحریر فرمایا

اللہ اللہ گو کہ اللہ ے شوی ایں سُخن حق است باللہ ے شوی

(اللہ اللہ کیا کر، تا کہ تو اللہ (کا) بن جائے۔ یہ بات سچی ہے کہ اس تو (واصل) باللہ بن جائے گا)

ملفوظ: 6

حضرت خواجہ ایک مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ کی مجلس مبارک میں ''کوراياں دیاں جھوکاں'' (ایک جگہ کا نام) خطاب فرما رہے تھے۔ کسی نے پوچھا ''عارف کا توحید میں کیا مقام ہے'' فرمایا مجھے تو اس لفظ سے ہی شرک کی بُو آ رہی ہے مقام کیا بتاؤں۔ عارف کا معنی ہے ''پہچاننے والا'' جب کوئی کسی کی پہچان کرتا ہے تو یکسوئی نہیں رہتی بلکہ دوئی آ جاتی ہے، کیونکہ ایک وہ ہے جو کسی کی پہچان کر رہا ہے اور دوسرا وہ ہے جو پہچانا جا رہا ہے۔ اب عارف اور پہچان دو چیزیں ہو گئیں اور توحید جاتی رہی۔

جب ہُر ہے تب ہم نہیں جب ہم ہیں ہُر ناں
پریم گلی تنگ اتنی جو دو سماوے ناں

لہٰذا میری نظر میں عارف وہ ہے جو یکسو و یکتا ہو کر خود ہی کو پہچانتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ من عرف

نفسہ، فقد عرف ربہ، (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا)

ہست از پس پردہ ایں صدائے من وتو

چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

(''یہ میں اور تُو'' کی صدا پردے کے پیچھے سے آرہی ہے۔ جب یہ پردہ اُٹھ گیا تو نہ تُو رہے گا اور نہ میں رہوں گا)

حضرت اقدس دہڑویؒ وَجد میں آ گئے اور اُٹھ کر آپ کو سینہ سے لگالیا۔

آپ لگانا آپ میں آپ ہی ڈھونڈن ہار اور ہووے تو پاوے یہ تو آپ ہی آپ

ملفوظ: 7

مجھے ڈاکٹر علی محمد سندھی (م: 16 جولائی 2006ء) نے بتایا حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ مولانا غلام رسول عالم پوری کی کتاب ''اَحْسنُ القصص'' کے یہ اشعار بڑے پُرسوز انداز میں پڑھے۔

کون کہاں اوہ کہڑے تھاؤں کس دھرتی دا والی
کتول رہندا کتھے بہندا کس پتے کس ڈالی

کس نے جایا کتھوں آیا لٹن نوں گھر میرا
کتھے پلیا کتھوں گھلیا میں سر چاہڑ لوٹیرا

کون کہاں اوہ کون بھی ناہیں باہر کون مکانوں
کون کوئی میں کون کہیندی کیکر کہاں زبانوں

خاکیاں تھیں لکھ پاکی اُسنوں پریاں گنوں پرایا
بھی اس وانگ فرشتیاں اندر نہ سُننے وچ آیا

کی دساں میں دس نہ سکدی دَسن جوگ نہ رہیاں
دَسّن دے اوہ لیکھے والیاں ڈُب گیاں خود وہیاں

کاش نہ کیوں میں ویکھن ویلے دوڑ اہدا لڑ پھڑیا
جدوں اچانک آ گھر وڑیا دِل میرا لٹ کھڑیا

کی آکھاں اوہ کتھوں آیا پھر کدھر مُڑ دھایا
تے اوہ کون ٹکانا ہوسی جس وچ رہے سمایا

اِسدے لائق زمیں فلک تے تھاؤں کتے کد ملدے
جھوٹھ کہاں جے کہاں نتھاواں تھاں اُوہدا وچ دِلدے

پر اوہ جاں تے دِلوچ آیا تھاں اوہ دِلدا ناہیں
دِل بھی گیا ہتھوں تس دِن دا ہن مڑ ملدا ناہیں

میں بے کَیف ڈِٹھا اوہ دلبر کیویں کہاں کیفیت
مت کو وہم کرے اوہ ناہیں جاہل ہے بدّنیت

جے اوہ کائنِ نہیں مکوّن صورت نازنوالی
آخر کیویں سمائی برزخ عالم وچ مثالی

میں ہاں محض عدم اوہ ہستی اوہ باقی میں فانی
میں معقول خفی وچ ثانی اوہ محسوس عیانی

اوہ مشہود مشاہد آپے میں ناہیں شی کائی
میں مقید ہاں اعتباری مطلق اوہ صفائی

کِسدا حال پچھیں توں میتھیں میں عاجز کی جاناں
میرے وہم گمان خیالوں اُسدا دور ٹکاناں

ملفوظ:8

مجھے میاں جمال دُرویش سکنہ نکہ دولتانہ نے بتایا ایک روز حضرت خواجہ نے فرمایا۔خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار جشنِ شاہانہ کا اعلان کیا ہر قسم کی اشیاء بے بہا منگوائیں اور حکم دیا جس چیز پر جو شخص ہاتھ رکھے گا وہ اُسی کو ملے گی۔خلیفہ کا حکم سُنتے ہی ہر شخص اپنی پسند کے موافق چیزوں پر دوڑ پڑا۔خلیفہ کی ایک کنیز تھی اس نے دوبارہ پوچھا حضور! جس چیز پر ہاتھ رکھیں وہ مِل جائے گی۔خلیفہ نے کہا ''ہاں'' اُس نے فوراً خلیفہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا پھر اَصل کو چھوڑ کر فرع کی طرف کیوں جاؤں۔خلیفہ اس کی ذہانت پر بڑا خوش ہوا اور کہا تو نے ہر چیز چھوڑ کر ہمیں اختیار کیا اب یہ تمام سلطنت تمہاری ہے۔

نہ ہر زَن ،زَن است ،نہ ہر مَرد ،مَرد　　　خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

(نہ تو ہر عورت،عورت ہے اور نہ ہر مرد،مرد ہے،خدا نے پانچوں انگلیاں ایک جیسی نہیں بنائیں)

حضور نے یہ حکایت بیان فرما کر اپنے مخصوص پنجابی لب ولہجہ میں فرمایا ''اللہ آلی ڈھیری تے ہتھ رکھیائے۔ہر شے تہاڈی اے'' یعنی ان تمام اشیاء کا جو خالق ہے اُس پر ہاتھ رکھ لو پھر ہر چیز تمہاری ہے۔

حُور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا　　　سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

حضور قبلہ عالم منگانویؒ اکثر فرمایا کرتے مَن کان للہ کان اللہ لہ،(جو اللہ کا ہو گیا،اللہ اُسکا ہو گیا) مَن لہُ المولیٰ فَلَہُ الکُل (جس کا خُدا ہے،اس کا سب کچھ ہے)

ملفوظ:9

حاجی غلام محمد قادری (مصنف ''میری زندگی کے نشیب و فراز'') اپنی قلمی یاد داشتوں میں لکھتے ہیں ۔میرے دل میں ایک خلش تھی کہ فقیر کے پاس مال و دولت کا کیا کام؟ پہلی مرتبہ دہڑ شریف حاضر ہوا تو دُرویشوں کی مجلس برپا تھی حضرت اقدس دہڑوی حسبِ معمول مصلّٰی پر تکیہ لگائے تشریف فرما تھے اور حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ حضور کے حسبِ فرمان تقریر فرما رہے تھے دُرویش دست بستہ بیٹھے سُن رہے تھے ''موضوع ایک ولی اللہ بادشاہ کا ذکر تھا جسے آزمانے کے لیے کوئی دُرویش آیا۔صفا باطن بادشاہ نے اس کی اندرونی کیفیت ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا ''تمہیں اپنا شہر دکھائیں؟'' عرض کیا ''جی ہاں'' اب جسے اعتراض تھا کہ بادشاہی اور فقیری ایک میان میں دو تلواریں کیسے سما سکتی ہیں؟ بادشاہ نے اس کے ہاتھ میں دودھ سے لبریز ایک برتن دیا اور کہا جاؤ شہر کی سیر کر آؤ مگر خبردار یہ دودھ نہ گرے عقب میں تلوار بردار سپاہی لگا دیا کہ اگر دودھ گرے تو تلوار سے اس کا سر قلم کر دینا۔تمام شہر پھرا کر واپس حاضر ہوا تو بادشاہ نے پوچھا ہمارا شہر کیسا ہے؟ عرض کی شہر کو خاک دیکھتا دھیان دودھ اور پیچھے تلوار بردار سپاہی کی طرف رہا۔خوف تھا کہ یہ گر گیا تو مارا جاؤں گا۔مجھ کو تو بجز اسکے اور کوئی شے نظر ہی نہیں

آئی۔ بادشاہ نے کہا یہی بات بادشاہی اور فقیری کی ہے۔ تم پر جو ایک ساعت گزری ہے، ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے جب پرسش اعمال اور اللہ کے حضور جوابدہی کا خوف رہے تو بادشاہی میں عیش وعشرت سے کیا سروکار۔"
بس مجھے بھی اپنے سوال کا جواب مل گیا۔

حالِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(پاک لوگوں کو اپنے جیسا نہ سمجھ، اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہیں)

حضور قبلہ عالم منگانوی ؒ فرمایا کرتے "دنیا کو دل سے نکال دے پھر میرے پاس آ"

چیست دنیا از خُدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے جو چیز رب سے غافل کر دے نا کہ گھریلو ساز و سامان، مال و دولت اور بیوی، بچے) جو چیز بندے کو خدا سے غافل کرے خواہ نماز پڑھ رہا ہو۔ سجدے میں ہو، رزقِ حلال کما رہا ہو لیکن خدا سے غافل ہو یہی دُنیا ہے۔

نمی گویم کہ از عالم جُدا باش بہر کارِ کہ باشی با خُدا باش

(میں یہ نہیں کہتا کہ عالم سے جُدا ہو جاؤ بلکہ یہ کہ جہاں بھی رہو خُدا کے ساتھ رہو)

اکثر فرماتے "سب سے عمدہ وقت وہ ہے جب کہ دل میں کوئی وسوسہ اور خیال نہ ہو اور لوگوں سے رہائی حاصل ہو۔ ایک بزرگ کا قول ہے ۔ جسے محبت دی گئی اسے فقر و وحشت دی گئی تا کہ دُنیا پر فریفتہ نہ ہو جائے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

ملفوظ:10

حضرت خواجہ نے فرمایا "جب تم کھاتے ہو تو گندگی سے اپنے پیٹ کو بھر لیتے ہو، گندی ہوائیں چھوڑتے ہو اور بول و براز کی شکل میں بدبودار بنا کر اسے خارج کرتے ہو۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے سینے کو اللہ کے نُور سے بھرو اور روشن کرو" راقم الحروف عرض رساں ہے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اندروں از طعام خالی دار تا دَروں نُور معرفت بینی

(اپنے باطن (اندر کو کھانے) طعام سے خالی رکھ۔ تا کہ تو اس میں نُورِ معرفت دیکھے)

حضور قبلہ عالم منگانوی ؒ فرمایا کرتے "کئی کئی دن بلکہ ہفتے گزر جاتے میرے قبلہ والد صاحب کھانے کے قریب بھی نہ جاتے مگر بعض اوقات لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھا لیتے۔ اکثر روزہ کی حالت میں رہتے"۔

حضرت خواجہ نے فرمایا "جو اچھے اور لذیذ کھانوں کا عادی ہے وہ اپنے گھر ہی میں رہے اُسے ہمارے پاس

آنے کی ضرورت نہیں۔ جس نے رب رب پوچھنا ہو اور اپنا باطن نُورِ الٰہی سے منور کرنا ہو وہ ہمارے پاس آئے"

مزید فرمایا "نفس کے لیے بڑا جہاد اس کی روٹی بند کرنا ہے یہی ایک پُڑیا (دوا) اس کے لیے کافی ہے۔" یعنی اگر تیرا نفس خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہو تو اس کی روٹی (غذا) بند کردے۔ اسے مرغوب چیزیں نہ کھلا۔ یہ خود بخود تنگ ہو کر چھوڑ دے گا لہٰذا نفس کی اصلاح کے لیے قلتِ طعام والا نسخہ ضروری ہے۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "احتلام بھی ایک قہر (عذاب) ہے جو شکم سیری کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شکم سیری چھ (6) اور خرابیوں کو بھی جنم دیتی ہے۔

اوّل: عبادت میں دل نہ لگنا۔

دوم: حکمت کی باتیں یاد نہ رہنا۔

سوم: شفقت کرنے سے محروم ہو جانا۔

چہارم: عبادت کا بارِ خاطر بن جانا۔

پنجم: نفسانی خواہشات میں اضافہ ہو جانا۔

ششم: پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا جو مسجد میں جا کر عبادت کر سکے۔

گھاس، پھوس جو کھاوت ہے اس کو ستائے کام   سیر اَن جو کھاوت ہے اس کی راکھے رام

ملفوظ: 11

حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانوی سے فرمایا" بیٹا! یہ دنیا یہ جہان سونے کے لیے نہیں ہے۔ یہاں پر ہم اپنے یار کو منائیں۔ اس کی معرفت حاصل کریں اس سے پیار کریں اور اُسی کی یاد و تصور اور دیدار سے اپنے سینے کو منور کریں۔ جب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آئے گا تو چونکہ تھکے ہوئے ہونگے۔ قبر میں آرام کریں گے۔ وہاں آرام کریں گے یہاں نہیں"۔

حضرت خواجہ شب بیداری کی بہت تاکید فرماتے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے "رات کو آپ کا بستر بچھا رہتا لیکن آپ اس پر دراز نہ ہوتے موسم سرما میں تو اپنے پاؤں کو ٹھنڈے پانی سے بھرے برتن میں رکھ کر ایک سپیشل کرسی بنوائی ہوئی تھی جس پر بیٹھ کر ساری ساری رات محبوب حقیقی کی یاد و معرفت میں گزار دیتے۔ زیادہ تر قریبی احباب بھی آپ کے ساتھ ساری ساری رات جاگتے گزار دیتے۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سائے تلے   حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سائے تلے

عام دُرویشوں کو سونے کی اجازت ہوتی مگر جب پچھلی رات کا وقت ہوتا تو دربار شریف پر موجود سب کو بیدار کر دیا جاتا بلکہ انکے بستر باندھ کر اکٹھے کر دیئے جاتے تاکہ سونے کا سوال ہی پیدا نہ ہو آپ فرماتے ''میرے گھر میں اگر کوئی ایک ماہ کا بچہ بھی ہو تو اُسے بھی جگائے رکھیں وہ بے شک روتا رہے لیکن انعاماتِ خداوندی سے محروم نہ رہے'' اسقدر نمازِ تہجد کی تاکید تھی اکثر فرماتے ''دُرویش پر چھ نمازیں فرض ہیں''۔ راقم الحروف نے کئی دُرویشوں کی زبانی سُنا حضرت خواجہ فرمایا کرتے ''دُرویش کے لیے رات بارہ بجے کے بعد جاگنا ثواب ہے اور دن بارہ بجے سے پہلے سونا ثواب ہے''

ملفوظ:12

رسالہ ''پنج گنج محمد بوٹا'' (م:1930ء) کی ایک فوٹو کاپی میرے پاس ہے جس میں بعض ابیات کی حضرتِ خواجہ نے اپنی قلم مبارک سے تصحیح فرمائی لہٰذا بطورِ تبرک وہ تمام ابیات جنکی حضور نے تصحیح فرمائی یہاں بھی نقل کر دیتا ہوں۔

ث۔ ثابتی نال یقین سیتی حرف یار دا یاد پکا لیے
تسبیح دم دا بنے تار و تار سچا یار دا یاد پکا لیے
وانگ بنسری جگرنوں چھیک کر کے وچ جیل محبوب نوں گا لیے
سرکٹ جے بوٹیا کٹ دیئے تاہیں راز پیار دے پا لئے

ز۔ زار روواں نت مار آہیں خبر تینوں نہ پیاریا مول میری
رہی وِک غلام مین جگ اندر پئی اِک نہ عرض قبول میری
پَل پَل فراق دی سل سینے لئی مَل چھاتی درد سول میری
عشق مرض تھیں بوٹیا عرض پانواں سنے عرض جاں پاک رسولؐ میری

ض۔ ضرب پریم دی جنہاں کھادی تنہاں لوڑ کی ابدی حیات دی اے
جنہاں یار دی ذات ثبوت کیتی تنہاں لوڑ کی اپنی ذات دی اے
جنہاں چکھیا پریم دا اک قطرہ تنہاں لوڑ کی آب حیات دی اے
جنہاں بوٹیا سامنے یار ڈٹھا تنہاں لوڑ کی حشر دی جہات دی اے

غ۔ غم خوراک ہے عاشقاں دی لذت طعام تمام حرام انہاں
بدلے پریت تابع وچ مرسی ہتھ یار مہار لگام انہاں
تسبیح ہنجواں دی لڑی پکڑ ہتھیں کیتا ورد محبوب دا نام انہاں
محمد بوٹیا مست الست ہوئے جدوں پی لیا عشق دا جام انہاں

ی۔ یار دی پاونی رمز اوکھی لبھے بھیت جاں جا لئے جان تائیں
اس درد دی بات نیارڑی جے کی سار بے درد نادون تائیں
میرے شعر موافق آیتاں دے معنے ویکھ لے کھول قرآن تائیں
ہویا بوٹیا کرم کمال تیں تے مولا بخشیا یمن زبان تائیں

ملفوظ: 13

حضرت خواجہ نے فرمایا ”ہر چیز کی تخلیق چار عناصر (اربعہ عناصر) سے ہے لیکن ہماری تخلیق میں ایک چیز کا اضافہ ہے اور وہ محبت ِ غوث پاکؓ ہے“

آپ کو سرکارِ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے والہانہ عشق و محبت تھی جب کبھی سرکارِ بغداد کا ذکرِ خیر فرماتے آنکھیں بند کر لیتے اور اپنی گردن کو بطور ادب جھکا لیتے عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی پُر سوز آواز سے ”یا غوثِ اعظم دستگیر“ کا بیٹھے بیٹھے ورد فرماتے کبھی یہ مصرع بھی پڑھتے ۔

؎ ہے ازل سے میری گردن میں شہِ جیلاںؓ کی ڈور

حضور قبلہ عالم منگانویؒ پاس ہوتے تو آپ سے بطورِ خاص حضرت فاضل الدین بٹالویؒ (م:1738ء) کی لکھی ہوئی منقبت سُنتے اور وجد میں جھوم، جھوم جاتے۔

از شرابِ غوثِ اعظمؒ گلشن وگلزار مست — شاخ مست، برگ مست، میوہ مست و بار مست
رو سوئے بغداد تابینی دَرو دیوار مست — شہر مست، خانہ مست، کوچہ و بازار مست
در لباسِ شاہ جیلانی ببیں مستی تمام — جامہ مست، خرقہ مست، جبہ ودستار مست
بزمِ وجد قطبِ ربانی تماشہ کردنی ست — عود مست، چنگ مست، نغمہ مست وتار مست
مرحبا محبوبِ سبحانی از سر تا پائے اوست — زلف مست، خال مست، طرۂ طرّار مست
از نسیم سوئے عنبر سایہء شاہ دستگیر — عطر مست، مشک مست، نافۂ تاتار مست
غیرے مستی کس نہ باشددر جہانِ زندگی — مومن از اقرار مست، کافر از انکار مست
مفلساں ازفاقہ مست، مالدار ازمال مست — صوفیاں ازحال مست، واعظاں گفتار مست
یافتہ تلقین از و تسبیح و تہلیل خُدا — بلبلاں درباغ مست، کبک در کوہسار مست
ایں غزل گفتی تو فاضل الدیںؔ بہ مدح پیر خویش — لوح مست وحرف مست و کلک گوہر بار مست

(اس کا منظوم اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیل قلندر صاحب نے کتاب ھذا کے لیے کچھ اسطرح قلمبند کیا ہے)

ہے شرابِ غوثِ اعظمؓ سے گُل و گُلزار مست — ٹہنیاں اور پھول پھل مستاں ہیں، برگ و بار مست
جا سُوئے بغداد تا دیکھے دَر و دِیوار مست — گھر کے گھر مست، شہر مست اور کوچہ و بازار مست
دیکھ شاہنشاہِ جیلاں کی وہ خلعتِ فاخرہ — جامہ مست اور گدڑی مست وجبّہ و دستار مست
دیدنی ہے قُطبِ ربّانی کی بزمِ وجد و حال! — ساز مست و نغمگی مست و رباب و تار مست
مرحبا محبوبِ سُبحانی! کہ سَر سے پَیر تک — خال مست اور زُلف کا ہے طرّۂ طرّار مست
یہ نسیم و مشک و عنبر بُوئے شاہِ دستگیر — عِطر و خوشبو مست و مُشکِ نافۂ تاتار مست
زندگی کے بحر میں جُز موجِ مستی کچھ نہیں — کُفر و ایماں کو کہئے ہے کس کا لاڈ اور پیار مست؟
ہیں غنی گر مال مستی میں تو مُفلس فاقہ مست — رند و صوفی حال مست و واعظاں گفتار مست
ہیں انہی کا فیض یہ تسبیح و تہلیلِ خُدا — باغ میں کوئل، چکوریں ہیں سرِ کُہسار مست
فاضل الدیں! تُو نے اپنے پیر کے کیا گائے گُن — مست ہیں لوح و قلم اور حرف نغمہ بار مست

حضور غوثِ اعظمؓ کے مواعظ ومجالس کا مجموعہ کتاب ''فیضِ سبحانی'' حضرت خواجہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے اور ساری زندگی نمازِ عصر کے بعد مغرب تک اس کی مجلس قضا نہ کی۔ حضور اپنے دُرویشوں کو اس کتاب کی بہت تاکید فرماتے تھے۔

آنکھوں میں نور دل میں اُجالے نہیں رہے
جلوے وہی ہیں ، دیکھنے والے نہیں رہے

ملفوظ: 14

☆ میاں اللہ دتہ لنگاہ بتایا کرتے حضرتِ خواجہ نے مجھے ارشاد فرمایا ''میں تمہارا دین کا پیر (اُستاد) ہوں۔ مجھے ملتے رہا کرو اگر تمہارے پاس کرایہ نہ ہو تو ریل گاڑی یا بس پر سوار ہو کر آجایا کرو، تمہیں راستہ میں کوئی نہ پوچھے گا۔ لیکن واپسی کا کرایہ میں تمہیں دوں گا کیونکہ پیر کو ملنے سے ہی فیض حاصل ہوتا ہے'' کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خدمتِ مرشد میں رہ چوں برگِ گُل ہمراہ قند فیضِ صحبت کب ملے جب تک نہ ملیئے ٹوٹ ٹوٹ

☆ خواجہ نور محمد دُرویش نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کے زیورات بیچ کر حاصل روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت خواجہ نے وہ تمام روپیہ واپس کر دیا اور فرمایا ''خدا تمہارا عشق سلامت رکھے میں اُن پیروں سے نہیں ہوں جو دُنیا کا لالچ لے کر اپنے غریب مریدوں کو ستاتے ہیں'' میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ فرماتے ہیں۔

گر ویا پیر سدا کر دُنیا منگن ترے زبانی
ہرگز اُسدے پیر نہ پکڑو اوہ ہے پیر شیطانی

☆ میاں مغل ہراج نے مجھے بتایا ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرمایا کرتے ''آیا، جایا کرو'' بطور مثال فرماتے ''اپنی درانتی تیز کروا جایا کرو، یعنی دلوں کو صاف کروایا کرو، پیر کامل کی خدمت میں حاضری سے دِلوں کا مَیل اور زنگ اُتر جاتا ہے''

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
گر بہ صاحبِ دل رسی گوہر شوی

(اگر تو سخت پتھر اور سنگِ مَرمَر بھی ہو تو اگر کسی صاحبِ دل کے پاس پہنچے تو گوہر (موتی) بن جائے گا)

پیر خانہ میں حاضری کے متعلق حضرت خواجہ کا نظریہ کچھ اس طرح تھا کہ ''یار کے دربار پر اس قدر جاؤ کہ ابھی راستے پر پہلے قدموں کے نشان موجود ہوں پھر چل پڑو''۔

ملفوظ: 15

حضرت خواجہ جب کبھی اپنی موج میں بیٹھے ہوتے تو حسبِ گفتگو پنجابی ماہیا بھی پڑھتے۔ یہاں پر میں چند ماہیے درج کر رہا ہوں جو حاضر خدمت رہنے والوں نے آپ کی زبان مبارک سے سُنے آخر میں سننے والے کا نام لکھ دیا ہے۔

☆ایک مرتبہ آپ حضرت اقدس دہڑویؒ کی ہمراہی میں سفر پر جا رہے تھے راستہ میں خلیفہ میاں محرم علی سمور نے ماہیا پڑھا۔

سڑ کے تے رڑھ وڈیا۔۔۔ جنہاں یاری نہیں لائی اُنہاں دُنیا توں کی کھٹیا

حضرت اقدس دہڑویؒ نے حضرت خواجہ کی طرف دیکھا کہ آپ بھی سنائیں تو حضور نے یہ پڑھا

سڑ کے تے کرّیاں نی۔۔۔ جنہاں یاری لا ڈٹھی ہویاں چٹیاں رڑیاں نی (حضور قبلہ عالم منگانویؒ)

حضرت اقدس دہڑوی ہنس پڑے اور فرمایا ''دونوں نے اپنا اپنا حال بیان کیا ہے۔

کوئی چٹا دے گدام ہوسی۔۔۔ جیندیاں میں نوکر مویاں مٹی وی غلام ہوسی (حضور قبلہ عالم منگانویؒ)

بدلاں دی لس پوندی۔۔۔ نو چک دہڑاں دا جتھے ڈھول دی دَس پوندی " " "

ککراں تے ماکھی آ۔۔۔ اوہ گل یاد رکھیں جیہڑی گلیاں آکھی آ (خلیفہ میاں محمد رمضان)

کوئی پھلا وے گلاب دیا۔۔۔ کتھے تینوں جوڑ رکھاں میرے ماہی دے باغ دیا (میاں محمد امیر بلوچ)

تیری یاد ستاندی اے۔۔۔ مچھی وانگوں پئی تڑفاں راتیں نیند نہ آندی اے بابا خادم حسین درویش)

دانداں نوں شی کریئے۔۔۔ ہک نال نیوں لا یئے سارے شہر نوں جی کریئے " " "

☆حضور سنتِ رسول کریم ﷺ کے پیشِ نظر اپنے نواسے سخی حسین سے بہت پیار رکھتے انہیں گود میں اٹھاتے، چومتے اور کبھی کوئی ماہیا بھی فرما دیتے۔

گھوڑے دلپیر ہووے۔۔۔ جنہاں دیساں تے سخی وسّے انہاں دیساں تے خیر ہووے

ملفوظ:16

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ''سلطان محمود غزنوی کا یہ معمول تھا کہ رات کو لباس تبدیل کر کے شہر میں گشت لگایا کرتا۔ ایک شب اس کی نظر کسی ویرانہ میں چار آدمیوں پر پڑی جو اُسے قریب دیکھ کر بھاگنے لگے سلطان نے کہا بھاگو نہیں میں تمہارا ہم مشرب ہوں۔ وہ ٹھہر گئے سلطان نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لو۔ انہوں نے بتایا ہم چاروں کوئی نہ کوئی وصف رکھتے ہیں اگر تم میں بھی کوئی ہے تو شامل کر لیتے ہیں سلطان نے کہا پہلے اپنے اپنے اوصاف بیان کرو۔ ایک بولا میں جانوروں کی بولیاں سمجھتا ہوں۔ دوسرے نے کہا میں قوتِ شامہ سے معلوم کر لیتا ہوں کہ مال و دولت کہاں ہے۔ تیسرے نے کہا میں بغیر چابی کے ہر تالہ کھول لیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا میں جس کو رات کے اندھیرے میں ایک مرتبہ دیکھ لوں۔ پھر لاکھوں میں بھی پہچان لیتا ہوں۔ چوروں نے کہا اب تمہاری باری ہے۔ سلطان نے کہا اگر مجرم کو پھانسی ہو رہی ہو اور میں ذرا سا سَر ہلاؤں تو فوراً رہائی ہو جاتی ہے۔ چور بڑے خوش ہوئے اور کہا بھائی تمہارا یہ کمال ہم سب سے بڑھ کر ہے۔ جب تو

ہمارے ساتھ رہے تو پھر کیا خوف ہے۔ آؤ آج بادشاہ کے محل میں نقب لگائیں۔ اگر پکڑے گئے تو زیادہ سے زیادہ پھانسی ہوگی اور وہ بھی اس ساتھی کے سر ہلانے سے ختم ہو جائے گی۔ سلطان نے کہا کہ ٹھیک ہے اور پانچوں شاہی محل کی طرف چلے۔ راستے میں ایک کتا بھونکا۔ سلطان نے پہلے شخص سے کہا جانوروں کی بولیاں سمجھنے والے بتاؤ کتا کیا کہتا ہے۔ اُس نے کہا کتا کہہ رہا ہے کہ ان چوروں میں ایک بادشاہ بھی ہے۔ سلطان نے کہا وہ کون ہے جو ہم میں بادشاہ ہے۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں میں اتنا ہی جانتا ہوں۔ محل کے اندر پہنچے ۔سلطان نے پوچھا خزانہ کہاں ہے؟ قوتِ شامہ والے نے خزانہ بتایا، تالہ کھولنے والے نے بغیر چابی کے تالہ کھولا، خوب مال لوٹا، باہر اُسی ویرانہ میں آکر تقسیم کیا۔ سلطان کو پانچواں حصہ ملا۔ اُس نے کہا آج چوری کا بڑا لطف آیا ہے جب بھی چوری کریں گے مل کر کریں گے۔ اپنا نام اور پتہ بتاؤ سب نے سلطان کو بتایا۔ صبح ہوئی تو شور برپا ہوا کہ بادشاہ کے محل میں چوری ہو گئی ہے۔ سلطان نے اپنے سپاہی بھیج کر انہیں گرفتار کروایا اور کہا انہیں پھانسی کے تختے پر چڑھا دو۔ مگر جب تک میں نہ کہوں انہیں پھانسی نہ دینا۔ جب وہ چور پھانسی کے تختہ پر پہنچے تو آپس میں کہا۔ ہمارا پانچواں ساتھی کہاں ہے؟ ایک بولا رات کتے نے کہا تھا بادشاہ بھی ان کے ساتھ ہے شاید وہ بادشاہ ہو۔ رات کو پہچاننے والا بولا۔ اگر وہ بادشاہ ہے تو میں ضرور اسے پہچان لوں گا۔ چاروں چوروں نے شاہی سپاہیوں سے کہا سولی تو ہمارے لیے تیار ہے۔ ہم مجرم ہیں لیکن خدا کے لیے ایک مرتبہ ہمیں بادشاہ کے سامنے لے چلو۔ پھر ہمیں بے شک پھانسی دے دینا۔ یہ اطلاع سلطان کے حضور پیش کی گئی اُس نے حکم دیا اچھا بلاؤ۔ جب سامنے لائے تو جس چور میں شناخت کا کمال تھا وہ بولا حضور ہمارے اوصاف تو ظاہر ہو چکے اب آپ کا سَر کس وقت ہلے گا۔ کمال دکھایئے اور ہمیں سزائے دار سے رہا کروایئے۔ سلطان ہنس پڑا۔ اور چوروں کو رہائی ملی۔ سلطان نے کہا تمہارے اندر اس قدر اوصاف ہیں اور تم چوریاں کرتے ہو۔ آؤ میں تمہیں وزارتوں سے نوازتا ہوں تاکہ کاروبارِ حکومت میں میرے ساتھی بن جاؤ اور ان خداداد صلاحیتوں سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔

حضرت خواجہ نے فرمایا۔ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے امتیازی اوصاف رکھے ہیں لیکن یہ ذاتی اوصاف بھی اس وقت تک سودمند نہیں ہو سکتے ہیں جب تک کامل انسان کی نسبت اور سنگت نصیب نہ ہو۔

رات کو سب چور تھے اور سلطان بھی چوروں کی سنگت میں مل کر چور بن گیا لیکن صبح چور بھی وزیر بن گئے کیونکہ وہ بادشاہ کے ساتھی تھے۔ گویا بادشاہ کی نسبت و سنگت نے چوروں کو بھی تخت و تاج عطا کر دیا۔ مولینا رومؒ فرماتے ہیں۔

صحبتِ صالح تُرا ، صالح کند   صحبتِ طالح تُرا ، طالح کند

(نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک بنائے گی اور بُرے آدمی کی صحبت تجھے بُرا بنائے گی)

گر تو سنگِ خارہ و مَر مَر بوی   گر بہ صاحبِ دل رسی گوہر شوی

(اگر تو سخت پتھر اور سنگِ مَر مَر بھی ہو تو اگر کسی صاحب دل کے پاس پہنچے تو گوہر (موتی) بن جائے)

☆ میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے ایک شخص نے فیضِ نسبت سے متعلق سوال کیا۔گرمیوں کا موسم تھا ایک دُرویش کھڑا حضور کو پنکھے سے ہوا دے رہا تھا۔آپ نے فرمایا یہ شخص کسے ہوا دینے کے لیے کھڑا ہے۔اُس نے عرض کی حضور کے لیے۔فرمایا پھر تجھے بھی میرے جتنی ہوا لگ رہی ہے۔حالانکہ اس کا مقصد صرف مجھے ہوا پہنچانا ہے۔اُس نے کہا مجھے اس لیے ہوا مل رہی ہے کہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوں۔حضور قبلہ عالم مسکرائے اور فرمایا یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔حضرت خواجہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

رب جزا دیوے تُساں شاہا اندر دوہاں جہاناں
عُمر گزاراں ادا نہ ہووے شکر تیرے احساناں

ملفوظ:17

☆ میاں جان محمد گجراتی بتایا کرتے حضرت خواجہ میرے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا ''جو آدمی پہلے کہیں مرید ہو کیا وہ دوبارہ بیعت ہو سکتا ہے'' حضور نے ایک مثال کے ذریعے اُسے جواب دیا ''شہد کا شکاری درختوں میں پھرتا رہتا ہے۔جہاں اسے شہد نظر آتا ہے برتن نیچے کر کے شہد حاصل کر لیتا ہے'' یعنی اگر مقصد پورا نہ ہو تو دوبارہ بیعت کر سکتا ہے۔

☆ پھر ایک مرتبہ حضور نے دورانِ سفر مجھ سے فرمایا ''پیر کا ادب کتنا ہونا چاہیے'' میں خاموش رہا تو خود ہی فرمایا ''جہاں پیر کا سایہ ہو وہاں بھی مرید کا پاؤں نہ آئے''

از خُدا جوئیم ز توفیقِ ادب   بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

(ہم خداوند کریم سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہتا ہے)

☆ میاں رشید سکنہ ''بلوچنی چک'' نے مجھے بتایا ایک مرتبہ حضور نے ہمارے گاؤں میں دورانِ خطاب فرمایا'' میرے بھائیو! اگر کوئی حرف غلط میری زبان سے نکلے تو مجھے ضرور آگاہ کرنا۔تاکہ میں اپنی زبان کو سزا دوں۔کہ اُس نے غلط بات منہ سے کیوں نکالی ہے''

زبان کی سزا حضور کے نزدیک خاموشی کا روزہ تھا۔ویسے بھی آپ کئی کئی روز خاموش رہتے تھے۔

ملفوظ 18

یہاں پر حضرت خواجہ کے بعض اوقات فرمائے گئے متفرق ارشادات نقل کرتا ہوں۔

☆ ''پیر کامل کا ہر فرمان خدا اور رسول کا حکم ہے، اس میں کوتاہی یا تبدیلی ایمان کا خسارہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں اس میں کیا حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں جو کچھ اللہ کے ولی کی آنکھ دیکھتی ہے ہم اسے نہیں دیکھ سکتے''

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید ۔۔۔ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

(اگر پیرِ مغاں تجھے کہتا ہے تو شراب سے مصلّی رنگ لے کیونکہ سالک منزل کے طور طریقوں سے ناواقف نہیں ہوتا)

☆ ''ہر وقت اپنے پیر کے تصوّر کو پیش نظر رکھا کرو''

دید تو مغز ست و باقی پوست ست ۔۔۔ دید آں باشد کہ دید دوست ست

(تیرا دیدار مغز ہے اور باقی کھال ہے دیدار وہ ہے کہ دوست کا دیدار ہو)

ع۔ تم کبھی خود کو میری آنکھ سے چھپ کر دیکھو۔

☆ ''فقیر نہیں مرتا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے'' پھر بطورِ مزاح فرمایا ''ہاتھی زندہ لاکھ کا۔۔۔۔اور مردہ سوا لاکھ کا''

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرتا، دنیا کے صحیفہ پر ہماری بقا، ہمارا دوام ثبت ہے)

☆ ''جو پیر بھائی اپنے کسی پیر بھائی پر غیرت (حسد) کرتا ہے اُسکی بیعت ٹوٹ جاتی ہے''

صاحب وی کر چاکری دل دی لاہ بھراند ۔۔۔ دُرویشاں نوں لوڑیئے رُکھاں دی جیراند

☆ آپ نوجوانوں کو نصیحت فرماتے تو یہ شعر پڑھتے

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ۔۔۔ وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

(جوانی میں توبہ کرنا سُنّتِ پیغمبری ہے۔ بڑھاپے میں تو خونخوار بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے)

☆ حضور قبلہ عالم منگانوی فرمایا کرتے ''ملکا ملنگ جو کہ گل شاہ (باجے کیر والے) کے دربار پر رہتا تھا۔ اور چلہ کاٹ رہا تھا۔ کھانا نہیں کھاتا تھا اُس کا آدھا دھڑ (جسم) مردہ ہو چکا تھا اس کی والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی حضور نے فرمایا ''یہ جسم تو رب کا حجرہ ہے اسے کیوں داغدار کرتے ہو'' اور وہ آپ کی توجہ سے فیض یاب ہوا۔

☆ بڑی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں آپ حضرت سلطان باہو کا یہ بیت پڑھا کرتے۔

جے رب ملدا انھاتیاں دھوتیاں ہملدا ڈڈواں مچھیاں ہُو

جے رب ملدا اموں مُنایاں ، ملدا بھیڈاں سَسیاں ہُو

جے رب ملدا اجتیاں سَتیاں ، ملدا داندان خصیاں ہُو

رَب اُنہاں نوں مَلدا باہُو ، نیتاں جنہاندیاں اچھیاں ہُو

☆ حضرت خواجہ اپنی تصویر نہیں کھنچواتے تھے۔ دُرویش اصرار کرتے تو فرماتے ''اس ظاہری تصویر کا کوئی فائدہ نہیں۔ اصل تصویر تو دل میں اُتارنی ہے۔ بہتر ہے کہ صورتِ یار دِل میں اُتارو'' اور یہ شعر پڑھا کرتے۔

جب تصور پک گیا تصویر کی حاجت نہیں

زُلف کے پابند کو زنجیر کی حاجت نہیں

☆ حضور کے ایک دُرویش سابق ہیڈ ماسٹر محمد یوسف قادری بتایا کرتے حضرت خواجہ فرماتے ''اَمر بالمعروف پرعمل کرو اور نہی عن المنکر سے پرہیز کرو، امر بالمعروف ہیں کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نہی عن المنکر ہیں جھوٹ، کینہ، فساد، اور بُغض وغیرہ۔

میرے پیر دستگیر حضور قبلہ عالم منگانوی فرمایا کرتے ''پانچ فرائض تجلیاتِ ذات کے لیے ضروری ہیں۔

کبر	کینہ	حرص	ہوا	لھو
تکبر	دشمنی	ہوس	طمع	کھیل کود

ان کی پرہیز دل کے لیے فرض ہے۔ ان پانچ اشیاء سے دل صاف ہو، محبتِ شیخ پھر محبت رسول علیہ السلام پھر محبت الٰہی جو ایک ہی چیز کے تینوں نام ہیں گھر کر جائے گی۔ ہر طرف، ہر سو، مُو بہ مُو یار ہی یار نظر آئے گا۔

☆ میری دادی اماں بتایا کرتیں آپ مجھے فرماتے آذان میں جب پہلی مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی سُنو تو صلوٰۃ وسلام پڑھا کرو یعنی ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' اور دوسری مرتبہ سنو تو پڑھو ''قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ'' اس کا بڑا ہی اجر ہے۔ حضرت اقدس دہڑوی بھی اسی طرح فرماتے تھے۔ راقم الحروف نے ''شرح نقایہ'' اور ''شامی جلد اوّل باب الاذان'' میں بھی کچھ اس طرح ہی پڑھا ہے کہ ''اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے ''صلی اللہ علیک یارسول اللہ'' اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے ''قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ'' پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ تو حضور اکرم ﷺ اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

☆ بابا خادم حسین دُرویش سے مروی ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''مجھے تین مرتبہ دنیا کی ہوا لگے گی'' یعنی تدفین کے بعد تین مرتبہ میری مزار کھولی جائے گی۔

☆ چچا میاں غلام رسول (مصنف گُلِ توحید) بتایا کرتے ایک روز حضرت خواجہ نے مجھے اپنے پاس بلا کر بڑے پیار اور وجد میں فرمایا "دیکھا لوگوں کی حالت کلمہ سر پھیر پھیر کر پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک اَلْعِشْقُ هُوَاللّٰه کے معانی سے آگاہ نہ ہو اور لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (شروع چوتھا پارہ) "تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو" پر عمل نہ کرے۔ پھر مل کر کچھ دیر یہ مصرع پڑھتے رہے۔

ع۔ جس کو ہو جان و دل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں

ملفوظ: 19

حضرت خواجہ "مکتوباتِ عشق" سے یہ خط بڑے ذوق و شوق اور پُر سوز آواز میں پڑھتے۔

دِلا دس کھاں حال فی الحال مینوں اَجکیا بنی تیرے بھا بیلی
زار و زار رو دیں ہنجوں ہار پر و دیں تیرے کدینی چین تے چا بیلی
یہی بھاہ تیرے اندر جا پیا تیرے ساہ دی گرم ہوا بیلی
تیرے ساہ وچوں آوے ساہ ایویں جیویں بھُنے کباب دا سا بیلی
رنگ زرد تیرا آہ سرد ماریں تُجھی کر دبیٹھوں، کتھوں کھا بیلی
حال شیر محمدؒ سُنے یارا جے توں حال دَردی بنیوں آ بیلی
اَج یار مِلیا مینوں خواب اندر جہیں دِتی ایہہ بھاہ بھڑکا بیلی
اُٹھ نال آداب دے قدم چُمے، لیا یار مینوں گل لا بیلی
قطبؒ یار دِلدار غمخوار میرا جس توں کیتی مَیں جان فِدا بیلی
ہتھ بنھ کے ہادی نوں عرض کیتی نالے گھتیا نام خُدا بیلی
ایہو عرض کیتی سوہنے یار اَگے میتھوں پلک نہ ہوویں جُدا بیلی
سدا کول میرے وسو ڈھول ماہی میری آرزو ہور نہ کا بیلی
چہرہ یار تیرا کعبہ خاص میرا اَج دِتی جے حج کرا بیلی
اَکھیں سُکھ کلیجڑے ٹھنڈ پیا ایہر وِہندیاں صبر نہ آ بیلی
کہیا یار دِلاسڑے نال مینوں رَکھ حوصلہ ناں گھبرا بیلی
ثابت قدم رہیوں جے توں عشق اندر تیتھوں کدینیاں ہوو ساں جدا بیلی
ایہو گل کیتی میرے نال ماہی اَکھیں کُھل گیاں لتھا چا بیلی
اُٹھ وانگ زلیخاں دے ہتھ ملے گئے بھاہ یوسفؑ ہوریں لا بیلی
آتش شیر محمدؒ عشق والی مینوں گئی وِچے وچ کھا بیلی

دِلا عشق دی اَگ جے لگ پیّا ذرا خوف نہ دل تے لیا بیلی
کِسے غیر اَگے نہ ایہہ راز کھولیں چُپ وَٹ کے گُھٹ لنگھا بیلی
وِچے وِچ جریں اگ عِشق والی باہر دُھوں وی نظر نہ آ بیلی
جے تو عِشق والی آتش جھل لیا دیسی عیب تے کھوٹ جلا بیلی
اَلْعِشْقُ دی رمز پچھان کے توں دِلا مست الست ہو جا بیلی
اَوکھا پیوناں گُھٹ ہے صبر والا اپر پیتیاں کرے شِفا بیلی
توں تاں شیرؔ محمد سچ کہیا اے پردرد نہ جھلیا جا بیلی
عِشق شیرؔ محمد شیر خونی مینوں کیتے اوُلڑے گھاء بیلی
جیون اپنے تھیں ہتھ دھو بیٹھا مرض عِشق دی لا دَوا بیلی
ظاہر نظر نہ آوندی مرض گجھی اپر گئی وِچے وِچ کھا بیلی
ایتھے پیش نہ جاوے سیانیاں دی رہے زور طبیب لگا بیلی
ایسا ملے طبیب نصیب سیتی جیہڑا کھووے روگ و نجا بیلی
کوئی شیر محمد دس دارُو مینوں لیا ہے درد مُکاء بیلی
بس بس دِلا تیتھوں ڈھیر ہوئی گِلہ عِشق دا نہ سُنا بیلی
دِلا عِشق دی قدر نہ سار تینوں تاہئیں کریں توں بک بکا بیلی
سُتے بھاگ تہاڈڑے جاگ پوندے ماہلے عِشق ہوریں جتھے آ بیلی
عِشق عُمر دے روگ ونجا دیندا اتھے روگ دا بھوگ نہ پا بیلی
جوہر عِشق دے گراں بیان اپر دیندا عقل جواب صفا بیلی
عِشق لامکان جولان دیوے عقل ویکھ حیران ہو جا بیلی
بھلا شیرؔ محمد دس یارا اوڑک عِشق تھیں ہتھ کی آ بیلی
لگے عِشق دا پھل جے دِل میرے توڑے مرن تاں ہووے سٹھا بیلی
دِلا عِشق دا پھل جے چکھ لیویں تینوں کدی وی موت نہ آ بیلی
جے توں مُوتُوا والڑی رمز بجھیں رہیں لا یَمُوتُ سدا بیلی
عشق باجھ نہ مرگ دا مزا چکھیں نہیں باجھ فنا بقا بیلی
دِلا عشق جہاندڑا باہاں بیلی دیوے بیلی دی بیل چڑھا بیلی

ایسی جاتے عِشق پہنچا دیوے جتھے نہیں فرشتے نوں جا بیلی
عِشق من دے جندرے کھول دیندا ہووے راز اخفا افشا بیلی
من مندر اندر ہِک ہور اندر دیوے اوس دا سَیر کرا بیلی
جگمگ اوتھے ٹھاٹھاں نور مارے بری نوردی پوے شعا بیلی
واجے انحد والے دی دُھنک آوے جیویں بنسری کا ہن وجا بیلی
عقل فکر اوتھے گھڑے بوڑ ہووے نہیں دُوئی دی چُوں چرا بیلی
بالا زِیر نہ شام سویر اوتھے صُلح وَیر نہیں اوس جا بیلی
ہَم تُم ہووے اوتھے گُم یارا اوتھے عقل نوں عقل نہ آ بیلی
اوتھے گُل دلیل ذلیل ہووے مِلے بوند جو وچ دریا بیلی
عاجز ہے دلیل تفصیل کولوں دَسے کیا مثال بنا بیلی
حیرت حیرت ایتھے کہنا غیرت آوے نہیں کھولنا بھیت روا بیلی
جے میں سچ کہاں دِلا کِتھے باہاں بس اگاں نہ پُچھ پچھا بیلی
گل شیر محمد حل ہوئی ہُن کہیے نے وَل وَلا بیلی
ہادی کرم کیتا بھرم دُور ہویا بس اگاں نہ قلم چلا بیلی
ایہ حق اساڈڑے منگ یارا سچے رب توں ایہہ دُعا بیلی
یاری یار والی شالا رہے قائم عُمر تیک نہ پوے خطا بیلی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر9

سجادہ نشینان

اور اقرباء واولاد
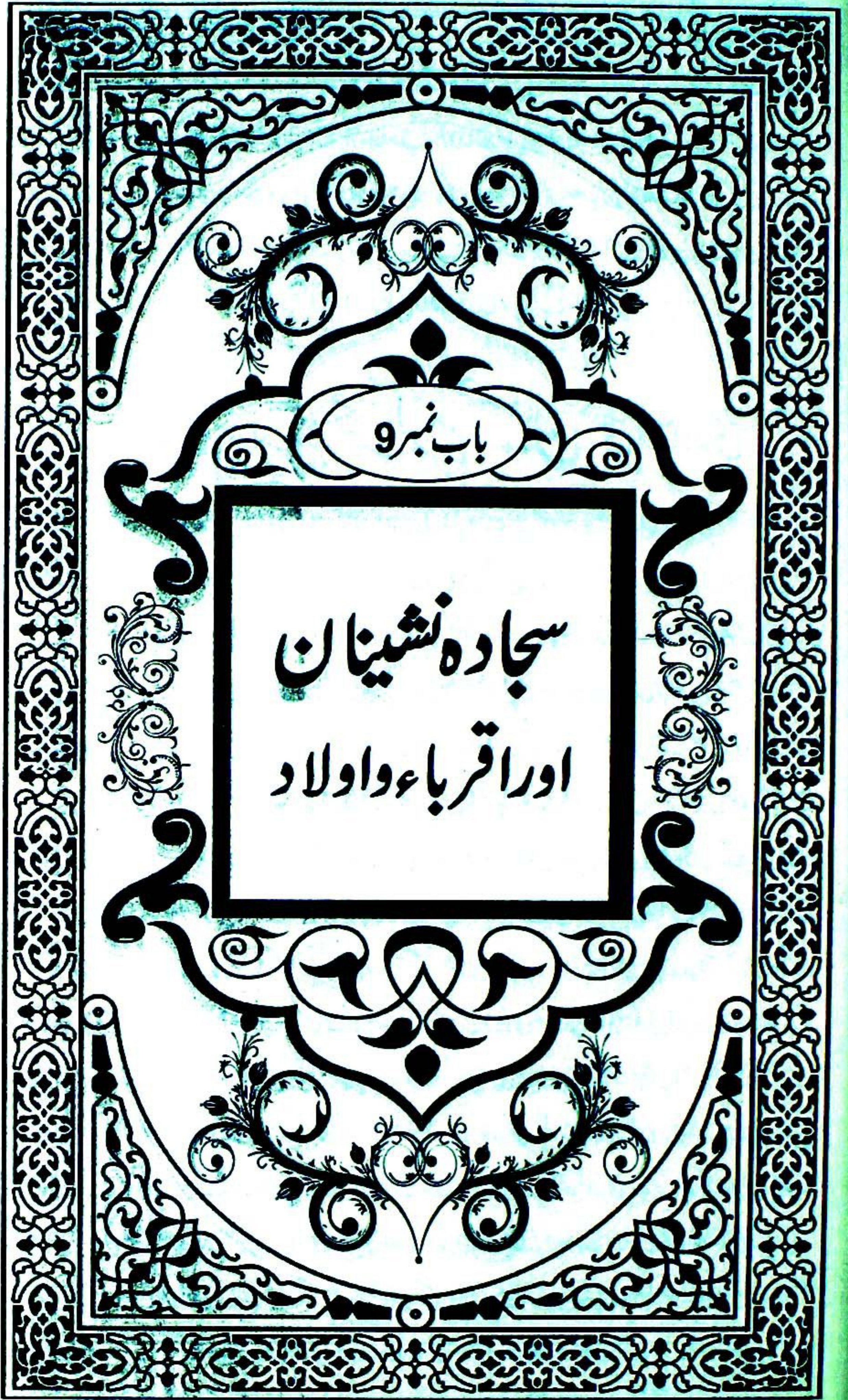
(سجادہ نشین اوّل)

قطب الارشاد، فرد الافراد، صاحب المقامات جلیہ، مظہر الکمالاتِ اطیبہ،

سیدی و سندی مرآۃ جمال الحقیقۃ المحمدیۃ، مشکوٰۃ مصباح الاحدیۃ

النور الازھر والسر الاقدس الاطہر صاحب المجد والمفاخر، کامل الباطن والظاہر

فَانِیُ فِی اللّٰہ بَاقی باللّٰہ آیتِ مِن آیتِ اللّٰہ

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری

قَدَّسَ اللّٰہُ رُوحَہ، وَلا زَالَت تَجَلیاتہ، و برکاتہ، دآئماً ابدا

مسند آرائے منگانی شریف

نویدِ کرم:۔ 1939.40ء کی جنگِ عظیم جاری تھی۔ برصغیر پر انگریز کا قبضہ تھا۔ ملک بدترین بھوک و بدحالی کے دور سے گزر رہا تھا۔ پورے ملک میں ایک عجیب خوف اور پریشانی کا سماں تھا۔ وسائل پر انگریز قابض جبکہ تقسیم پر ہندو قابض تھے۔ مسلمانوں کے پاس مایوسی، نا اُمیدی اور درد و کرب کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ ضلع میانوالی برصغیر کا ایک پسماندہ ضلع تصور کیا جاتا تھا اور اس ضلع کا پسماندہ ترین گاؤں ''نواں'' تھا۔ یہاں اکثر متموّل ہندو آباد تھے جن کا دولت و تجارت پر قبضہ تھا۔ مسلمانوں کا آبائی پیشہ زراعت تھا لیکن ان کی زمینیں ہندوؤں کے پاس رہن تھیں۔ مسلمان کاشتکار سال بھر محنت کر کے جو کچھ کماتے، بنیئے کھلیان سے ہی اُٹھا کر لے جاتے اور مسلمانوں کے بچے یونہی دیکھتے رہ جاتے۔ مسلمانوں کی تعلیمی حالت بھی انتہائی ابتر تھی۔ علاقہ بھر میں صرف چند مسلمان پڑھے لکھے تھے۔ اور یہ پڑھے، لکھے بھی صرف لکھنا، پڑھنا جانتے تھے، میلوں تک نہ تو کوئی سکول تھا اور نہ ہی قابلِ ذکر مدرسہ۔ کچھ گھروں میں ناظرہ قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا۔ ''نواں'' کی مرکزی مسجد کا امام بھی ناظرہ قرآن پڑھا ہوا تھا۔ انگریز کا تسلط، ہندوؤں کا غلبہ اور غربت کی انتہا مسلمانوں کا مقدر تھی۔ مگر خداوندِ کریم کا یہ فیصلہ ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسرِ یُسراً ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسرِ یُسراً ۝ (تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) ان گھٹا ٹوپ اندھیروں، مایوسی اور نا اُمیدی کے چھائے ہوئے بادلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا آفتاب طلوع کیا جس نے نہ صرف گھر میں خوشیوں کے اُجالے پھیلائے بلکہ ایک عالم کو منور و تاباں کر دیا۔

خزاں کے طول سے دل کی کلی مُرجھائی جاتی ہے
بہاروں کو جلو میں لے کے وہ محشر خرام آیا

ولادت باسعادت اور اسمِ گرامی:۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے مخلوق کی راہبری اور راہنمائی کا کام لیتا ہے۔شب و روز کی ساری سعادتیں اُن کے نام کر دیتا ہے۔حضور قبلہ عالم کی والدہ ماجدہ نے ماہِ صیام کے تیس روزے رکھے، عید الفطر کی صبح سعید افق پر طلوع ہوئی ۔اُدھر اذانِ فجر کی صدا بلند ہوئی اور اِدھر حضور قبلہ عالمؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

مردِ حق ، عبدِ خدا و مصطفیٰ پیدا ہوا
اس کی پیدائش نویدِ انقلابِ فیض ہے
کشتِ ویرانِ زمانہ کیلئے جس کا وجود
ابرِ کرم و جود و رحمت ہے ، سحابِ فیض ہے

آپ کی تاریخ ولادت 2 نومبر 1940ء بروز ہفتہ بمطابق یکم شوال، ۱۳۵۹ھ بوقت اذانِ فجر ہے۔عید کے دن مسلمانوں کے گھر بچے کی ولادت بہت بڑی سعادت سمجھی جاتی ہے۔لوگ آپ کے والدِ ماجد اور دادا جان کو مبارکباد دینے آنے لگے۔گھر میں خوشیوں کا سماں پیدا ہوا۔عزیز و اقارب کے لیے دو عیدیں تھیں لیکن کسی کو کیا معلوم یہ بچہ فقط دو خوشیاں نہیں لایا بلکہ اپنے دامن میں ہزار ہا خوشیاں اور مسرتیں سمیٹ لایا ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

ابتدائی نام ''کرم الٰہی'' رکھا گیا جو چند سال بعد آپ کے پیرو مرشد حضرت سید سردار علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمیم فرما کر ''کرم حسین'' تجویز فرمایا۔

گھر میں رحمتوں کی بارش:۔ حضور قبلہ عالمؒ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کے گھر میں فارغ البالی کا آغاز ہوا۔رزق اور خوشیاں اس گھر کا مقدر بن گئیں۔گھی، سوتر اور شکر اس زمانے میں کوٹہ پر ملتا تھا۔آپ کے دادا بزرگوار کو انہی دنوں کوٹہ مل گیا۔کاروبار خوب چمکا اور گھر میں خوشحالی آگئی۔ابھی عمر شریف کا ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا۔کہ رحمتِ حق نے ایک عظیم ترین سعادت کے لیے اس گھر کو چن لیا، جولائی، اگست 1941ء کے دن تھے اچانک سرزمینِ نواں پر، ابدالِ وقت، سفیرِ قطبیہ حضرت فقیر محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ وارد ہوئے اور آپ کے والدِ ماجد کے سرِ انور پر تاجِ ولایت سجا دیا۔پھر کچھ ہی عرصہ بعد دسمبر 1942ء میں انہیں، سردار الاصفیاء حضرت سید سردار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

بچپن اور والدین کے تاثرات:۔ حضور قبلہ عالم نے جب بولنا شروع کیا تو آفتابِ ولایت کی کرنیں اس گھر کو منور کر چکی تھیں۔اس لیے آپ کی زبان مبارک پر جو الفاظ رواں ہوئے وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' تھے۔آپ کی

والدہ ماجدہ فرماتیں کہ "میرے بچے نے اسمِ ذات اور کلمہ طیبہ کے ورد سے زبان کھولی۔ جسے سُن کر آپ کے والدِ ماجد اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا۔ "ہمارے گھر میں اللہ، اللہ کرنے والی ایک رُوح کا نزول ہوا ہے"

ابھی ملبوسِ گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا
کہ سیکھا تھا زباں نے قل ھو اللہ احد کہنا

حضور قبلہ عالم کے والدِ ماجد حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے "یہ میرا لڑکا مادری ولی اللہ ہے" میں نے حضور کی والدہ ماجدہ سے سُنا کہ "آپ مادری ولی اللہ تھے۔ بچپن سے ہی جو کچھ مُنہ سے بولتے وہی ہوتا" لہٰذا وہ آپ کا بہت اکرام فرمایا کرتیں۔ میری پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں۔ ہماری والدہ بچپن سے ہی ہمیں حضور کا نام لے کر نہ بُلانے دیتیں بلکہ فرماتیں "سائیں" کہا کرو۔

تعلیم و تربیت:۔ حضور قبلہ عالم نے عربی قاعدہ کی ابتداء اور ناظرہ قرآنِ حکیم اپنے والدِ ماجد سے پڑھا۔ سکول کی پہلی چار جماعتیں بلوآنہ شریف کے پرائمری سکول میں اور پانچویں سے آٹھویں تک گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 175 سے پڑھیں۔ پھر اپنے والدِ ماجد کے اچانک سانحہ ارتحال پر کچھ عرصہ کے لیے سلسلہ تعلیم ملتوی کرنا پڑا۔ جب قدرے گھریلو معاملات سے فراغت ملی تو آپ نے لاہور سے ایک نامور عالمِ دین حضرت مولٰنا حافظ محمد ریاض صاحب کو بلوآنہ شریف بلوایا۔ اور اُن سے "مولوی فاضل" کا کورس مکمل کیا۔ استادِ محترم نے ضروری علوم پر مشتمل، عربی، فارسی اور فقہ اسلامی کی معروف کتب کا درس دیا اور مزید تعلیم کے لیے خود ہی فرمایا کہ اب ضرورت نہیں۔ آپ کے لیے یہی کافی ہے۔

بیعت و خلافت:۔ حضور قبلہ عالم نے بیعت اپنے والدِ ماجد کے ایما پر سردار الاصفیاء حضرت سید سردار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور تصوف و سلوک کی تعلیم و تربیت بھی یکے بعد دیگرے اپنے والدِ ماجد اور پیر و مرشد سے حاصل کی۔ اوّل آپ کے والدِ ماجد نے تکمیلِ سلوک کے بعد نہ صرف آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی بلکہ تمام اہلِ خانوادہ کی موجودگی میں آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس کے بعد آپ کے والدِ ماجد نے کسی کو مرید نہ فرمایا جو بھی بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ اُسے اپنی موجودگی میں اپنے فرزندِ اکبر اور خلفِ صادق حضور قبلہ عالم سے بیعت کروایا۔ حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد از وصال ختمِ چالیسواں پر آپ کے پیر و مرشد حضرت سید سردار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور نہ صرف آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ بلکہ تمام خلفاء و متوسلین دربارِ عالیہ بلوآنہ شریف کو اپنی موجودگی میں حضور قبلہ عالم سے تجدید بیعت کروائی۔

راہِ وفا میں جذبہء کامل ہو جس کے ساتھ
خود اُس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

پیرومرشد کی توجہات:۔ آپ کے پیرومرشد کو ہمیشہ اپنے اس مریدِ صادق پر ناز رہا۔ ذیل میں بطور مشتے ازخروارے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ جن سے پیرومرشد کے والہانہ تعلق کا پتا چلتا ہے۔

☆ حضور قبلہ عالم ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت سید سردار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی جبینِ سعادت پر ولایت کے آثار دیکھتے ہوئے آپ کو حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے مانگ لیا اور فرمایا ''حافظ صاحب! یہ میرا فرزند ہے''

☆ حضور قبلہ عالم فرماتے ''میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ مجھ سے بڑی محبت وشفقت فرمایا کرتے۔ جب میں حاضر ہوتا تو آپ مجھے اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتے اور پیار فرماتے۔ میں نے بچپن میں ایک مرتبہ عرض کی حضور! میرا تصورِ شیخ نہیں پکتا۔ آپ نے فرمایا تیرا وضو ہے۔ اس وقت میرا وضو نہ تھا لیکن بھول جانے سے میرے منہ سے نکلا کہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری طرف دیکھو۔ جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو ایسی توجہ فرمائی کہ میں بے ہوش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں حضور کی گود میں تھا۔ آپ بار، بار مجھے پیار کرتے اور فرماتے۔ تیرا تو وضو بھی نہ تھا۔ میں نے عرض کی جناب یاد نہیں رہا تھا۔ حضرت قبلہ عالم فرماتے اس کے بعد مجھے تصورِ شیخ پکانے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ اِدھر آنکھ بند کی اُدھر جمالِ یار سامنے ہے۔

بُرد کے پاس خُمر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

☆ میاں نور محمد ڈھوٹ خلیفہ حضرت اقدس دہڑوی بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سید سردار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ چوبارہ پر لیٹے ہوئے تھے۔ کافی دُرویش حاضرِ خدمت تھے۔ پہلی مرتبہ لاؤڈ سپیکر کا دہڑ شریف اہتمام ہوا تھا۔ پچھلی رات تھی کہ حضور قبلہ عالم نے اپنی سُریلی اور پُرسوز آواز میں سپیکر پر ایک کافی پڑھی جس کا پہلا بیت تھا۔

اک پَل وی ہووے تاں لنگھ جاوے، ساری عمر گُوارا کون کرے
اوکھی لنگھدی اے رات وچھوڑیاں دی، بِن یار گزارا کون کرے

جب یہ آواز مبارک حضرت اقدس دہڑوی کی سماعتوں تک پہنچی تو آپ واہ، واہ کرتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور حاضرِ خدمت درویشوں سے فرمایا ''سنو! یہ بچہ جو نظم پڑھ رہا ہے۔ ایک دن یہ جہان کا پیر ہوگا''۔

☆ حضرت اقدس دہڑوی ایک مرتبہ بلوآنہ شریف آئے ہوئے تھے کہ بتایا گیا نزدیک ہی حضرت سید جیون سلطان سجادہ نشین میرک شریف آئے ہوئے ہیں۔ آپ حضور قبلہ عالم اور درویشوں کو ساتھ لے کر ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ جب واپس آنے لگے تو حضور قبلہ عالم کو اُن کے سامنے پیش کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ میں نے اور اس کے والد نے اپنے طور پر اسے اجازت وخلافت دی ہے چونکہ اس وقت آپ ہمارے خاندان طریقت کی

مرکزی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ بھی نوازیں۔ انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر حضور قبلہ عالم کے سرِ انور پر رکھی اور اپنی طرف سے بھی مجاز فرمایا۔

☆ حضرت اقدس دہڑویؒ فرماتے۔ ''پیر کرم حسین! تیرے باپ اور میں نے تجھ سے بڑی اُمید لگا رکھی ہے'' کئی دُرویشوں کو فرمایا کہ ''اگر مجھے دیکھنا ہو تو پیر کرم حسین کو دیکھنا'' یہ بھی سُنا گیا'' پیر کرم حسین میں نے تجھے جہان کو دکھانا ہے''

☆ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے انہیں حضور قبلہ عالم کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا'' ابو العباس! ذرا محمدیؒ کو بھی دیکھئے'' وہ آپ سے بڑی عنایت سے پیش آئے اور حضرت اقدس دہڑویؒ کو آپ کے تکمیلِ سلوک کی مبارکباد فرمائی۔

جنگل باشی:۔ حضور قبلہ عالم نے اپنے والدِ ماجد کے بعد از وصال ایک مرتبہ خلوت کے لیے جنگل کا رخ کیا۔ گھر سے تبلیغی دورہ کا بہانہ کیا اور کمالیہ کے علاقہ میں ایک جنگل میں چلے آئے۔ فرماتے سردیوں کا موسم تھا۔ میں رات کو آگ جلا کر اپنے شغل میں مشغول ہو جاتا۔ پہلے پہل تو جنگلی درندوں کی خوفناک آوازیں مجھے ڈراتی تھیں مگر پھر یہ حال ہوا۔ رات کو جنگلی درندے میرے پاس آ کر بیٹھ جاتے مجھے کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ ہر روز ایک بوڑھی عورت وہاں آتی اور مجھے ایک روٹی اور کچھ سالن دے جاتی۔ چونکہ یہ سب کچھ بن مانگے مِل رہا تھا۔ میں کھا لیتا۔ ایک رات میری آنکھ لگ گئی۔ دیکھا کہ میرے ہادی راہنما حضرت سید سردار علی شاہؒ اور قبلہ والد صاحب تشریف لائے اور مجھے فرمایا۔ ہم نے تیری تربیت میں کوئی کمی چھوڑی ہے کہ تو جنگل چلا آیا ہے؟ ہم نے تجھے مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے۔ جاؤ لوگوں کی تربیت کرو۔ صبح میں وہاں سے روانہ ہونے لگا تو وہ بوڑھی اماں حسبِ معمول کھانا لے آئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ وہ کل سے یہاں نہ آئے کیونکہ مجھے اجازت ہو گئی ہے۔ بوڑھی اماں مسکرائی اور کہا بیٹا! پہلے مجھے بتا کر آیا تھا۔ میری بھی ڈیوٹی تھی جو تیرے ساتھ ختم ہو گئی۔ تب میں سمجھ گیا اور پوچھا بوڑھی اماں! سچ بتا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ میں رابعہ بصریؒ ہوں۔ اور تمہیں کھانا کھلانے پر مامور تھی۔ سبحان اللہ حضور قبلہ عالم کے لیے کھانا لانے کے لیے خداوند کریم نے کسی اور ولی اللہ خاتون کا انتخاب نہ فرمایا بلکہ خواتین اولیاء اللہ کی اُس سرخیل کا انتخاب کیا کہ جب تک وہ مجلسِ وعظ میں نہ جاتیں اس وقت تک سلطانِ سلاسلِ اولیاء نائب وخلیفہ علی المرتضےٰ حضرت خواجہ حسن بصری خطاب نہیں فرماتے تھے۔

پیر و مرشد کی خدمت اور اطاعت:۔ حضور قبلہ عالم کا یہ معمول تھا ہر مہینے اپنے پیر و مرشد کی زیارت کے لیے دہڑ شریف جایا کرتے۔ کبھی دو ماہ سے زیادہ لیٹ نہ ہوئی۔ جب دربار شریف حاضر ہوتے تو وہیں کے ہو کر رہ جاتے اور دس، پندرہ دن تک شیخ کامل کی خدمت و معیت میں گزارتے۔ جیسا کہ میاں غلام قادر گجراتی کے نام

4 جنوری 1956ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں "مستری کے گھر جانے کے بعد تیسرے دن میں دہڑ شریف چلا گیا۔ اور 12 دن کے بعد کل کے روز گھر پہنچا"۔ حضور قبلہ عالم ہر وقت اپنے پیر و مرشد کی خدمت و رضا مندی میں سر گرمِ عمل رہتے۔ جان و مال سے دریغ نہ کرتے۔ ایسے کئی واقعات مشہور ہیں۔ یہاں پر چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔

☆ حضور قبلہ عالم نے علمِ تصوف پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ آپ کے پیر و مرشد نے ملاحظہ فرمائی تو اسے عام کرنے سے روک دیا۔ حضور قبلہ عالم نے فوراً وہ کتاب بلوآنہ شریف کے کنوئیں میں ڈال کر ضائع کر دی۔

یار جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئیں چاہیے
اِس سوا طالب نہ دُنیا کا ہوں، نہ دیں چاہیے

☆ حضور قبلہ عالم کی شادی ہوئی تو جتنا مال و اسباب سسرال سے ملا اور جو کچھ گھر میں پڑا تھا سب اونٹوں پر لدوا کر دہڑ شریف بھیج دیا۔ گھر میں کپڑے رکھنے کے لیے ایک صندوق تک نہ رہنے دیا۔ مٹی کے گھڑوں میں آپ کے کپڑے رکھے جاتے۔ سامان سے لدے اونٹ جب دہڑ شریف پہنچے تو حضرت اقدس دہڑوی نے پوچھا یہ کس کا جہیز ہے۔ عرض کیا گیا۔ پیر کرم حسین کو جو سسرال سے ملا اور جو کچھ گھر میں تھا انہوں نے لنگر شریف میں پیش کر دیا ہے۔ آپ جوش میں آئے اور فرمایا۔ پیر کرم حسین نے ہمیں کیا دیا ہے بلکہ ہمارا سب کچھ بھی لے لیا ہے۔ میری والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی تھیں۔ حضرت اقدس دہڑویؒ جب بلوآنہ شریف عرس پر آئے تو مجھے بُلا کر فرمایا" بیٹی! تو نے کچھ بھی گھر میں نہیں رکھا اور اپنے خاوند کی مرضی پر دہڑ شریف سب کچھ بھیج دیا ہے۔ تجھے ایسے رنگ لگیں گے کہ جہان دیکھے گا"

اک اہلِ عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے
دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی

☆ حضور قبلہ عالم کا اپنے پیر و مرشد سے تعلق ہمیشہ "یک جان و دو قالب" کا رہا۔ حضور اپنے پیر و مرشد کی موجودگی میں چودہ سال مسندِ ارشاد پر متمکن رہے لیکن اس طویل عرصہ میں بہت کم لوگوں کو بیعت فرمایا۔ بلکہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو اصرار کے ساتھ دہڑ شریف لے جا کر اپنے پیر و مرشد کا بیعت کروایا۔ جن قریبی دوستوں نے آپ کا مرید ہونے کے لیے اصرار کیا۔ ان کے ساتھ خفا ہوئے اور یہاں تک فرمایا۔ "یا میرے پیر کے مرید ہو جاؤ۔ یا میرے ساتھ تعلق چھوڑ دو" گویا آپ کی تمام توجہات کا مرکز و محور مرشدِ کریم کی ذاتِ اقدس تھی۔ کئی اشخاص نے مجھے بذاتِ خود بتایا کہ ہم بیعت کے لیے حاضر ہوئے لیکن حضور قبلہ عالم کو اپنے مرشدِ کامل کے ساتھ اسقدر والہانہ محبت تھی کہ ہمیں مرید نہ کیا بلکہ دہڑ شریف ساتھ لے جا کر حضرت اقدس دہڑوی کا بیعت کروایا۔ جب تک آپ کے مرشدِ کریم حیات رہے۔ حضور قبلہ عالم نے کسی شخص کو اجازت و خلافت عطا نہ فرمائی۔

گویا پیرو مرید کا تعلق ہی ایسا ہونا چاہیے ہمیشہ اپنی ظاہری و باطنی توجہ کا مرکز ذاتِ شیخ کو سمجھا اور سب کو یہی تعلیم دی کہ اس وقت مسندِ ارشاد صرف میرے آقائے نعمت کی ذات بابرکات ہے۔ حضرت اقدس دھڑوی نے 1968ء میں وصال فرمایا اس کے عرصہ تین سال بعد حضور قبلہ عالم نے اپنے بعض مصاحبین کو اجازت وخلافت کا آغاز فرمایا۔

مجھے دعویٰ نہیں تنہا نبھائی دوستی ہم نے
محبت کو سنبھالا ہے کبھی ہم نے، کبھی تم نے

کیفیت استغراق:۔ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ یعنی ایک لحہ کا تفکر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ولی جب جاگتی آنکھوں سے پُر اسرار مشاہدات کرتے ہیں تو ان کی زبان پر سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ اور ان کی آنکھیں حیرت میں گم نظر آتی ہیں۔ کچھ عرصہ حضور قبلہ عالمؒ پر بھی ایک عجیب سکوت اور حیرانگی کی کیفیت طاری رہی۔ بلوآنہ شریف کے چوبارہ میں قیام تھا کسی آنے جانے والے حتیٰ کہ گھر والوں سے بھی کوئی بات چیت نہ کرتے تھے۔

ملک عبدالرحمٰن ثانی مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ میں میانوالی سے بلوآنہ شریف حاضر ہوا دیکھا تو ایک عجیب استغراق وسکوت کی کیفیت ہے۔ کبھی خود سے ہمکلام ہوتے اور کبھی بیٹھے، بیٹھے اپنے نفس کو سرزنش کرتے۔ گھر والے کھانا پاس رکھ جاتے کبھی کبھار ایک دو لقمے تناول فرمالیتے اور کبھی بالکل ہی نہ کھاتے۔ انہی دنوں کا حال میاں حق نواز سکنہ موضع حویلی لعل یوں بیان کرتے ہیں میں نے بعض پیر بھائیوں کی زبانی سُنا کہ آج کل حضور قبلہ عالمؒ پر کوئی خاص کیفیت طاری ہے بول چال بند ہے اور زیادہ تر چوبارہ پر ہی رہتے ہیں۔ میں بلوآنہ شریف روانہ ہوا موسم سرما تھا صبح تقریباً آٹھ بجے دربار شریف پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور آرام دہ کُرسی پر اوورکوٹ پہنے جنوب کی سمت اپنا چہرۂ انور کیے تشریف فرما ہیں آنکھیں بند ہیں اور ہاتھ میں ایک تسبیح ہے لیکن تسبیح صرف ہاتھ میں ہے پڑھ نہیں رہے آٹھ دس درویش نیچے صف پر بالکل خاموش بیٹھے تھے اگر کسی نے ایک دوسرے سے کوئی بات چیت کرنی ہوتی تو فقط اشارہ سے کرتے زبان سے نہ بولتے ہر طرف ہُو کا عالم تھا جب میں نے آپ کی دست بوسی کا ارادہ کیا تو حاضر خدمت درویشوں نے اشارہ سے مجھے منع کر دیا اور میں ان کے ساتھ ہی صف پر بیٹھ گیا تقریباً تین گھنٹے گزر گئے لیکن آپ پر وہی کیفیت طاری تھی نہ آنکھیں کھول کر دیکھا نہ کسی سے سلام اور کلام حتیٰ کہ حاضر خدمت درویشوں نے بھی ایک دوسرے سے کوئی کلام نہ کیا بلکہ اشارہ سے ہی ایک دوسرے کو بات چیت سمجھا دیتے اچانک حضور قبلہ عالمؒ کی زبان مبارک سے "الا اللہ" کی آواز اس دردوسوز سے نکلی کہ ہمارے دل بے آب ماہی کی طرح تڑپنے لگے حضور کرسی سے اُٹھے اور اپنے چوبارہ پر تشریف لے گے دوسرے دن جب میں واپس گھر آنے لگا تو اس روز بھی آپ پر وہی کیفیت طاری تھی ان دنوں جب آپ نیچے تشریف لے آتے اگر چہ ہر درویش اپنی مرضی

سے خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا لیکن دور سے ہی نیاز و سلام کر کے واپس اپنے گھر چلا جاتا۔

ان ایام میں حضور قبلہ عالمؒ کی طبع شریف مزید کمزور ہوگئی اور مسلسل علالت کا سلسلہ پھر سے شروع ہوگیا۔ علاج معالجہ بھی کافی کیا گیا لیکن بات دراصل یہ تھی کہ حضور باطنی اشغال پر ہمیشہ توجہ مرکوز رکھتے ظاہری وجود کو عمر بھر پھلنے، پھولنے نہ دیا مجاہدات وریاضات کا سلسلہ جو مسند نشینی کے بعد شروع ہوا تادم وصال اس میں کمی نہ آئی۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے، تیرے فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے

حضرت عزرائیل علیہ السلام سے ملاقات:۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَـاءَ اللّٰہِ لاَخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْن ۔خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی غمگین ہونگے ۔اللہ کریم اپنے خاص بندوں کو خوف اور حزن سے دُور رکھتا ہے۔ جب کبھی ان کے دل میں کسی چیز کے خوف کا تصور آتا ہے تو فوراً حق تعالیٰ یہ خوف ہمیشہ کے لیے مٹا دیتا ہے۔

حضور قبلہ عالمؒ فرماتے ایک دن بلوآنہ شریف میں نے کتاب ''موت کا منظر'' پڑھی اس میں سکراتِ موت کے بارے میں احادیث اور واقعات پڑھے تو بہت گھبرایا دل میں ایک خوف سا محسوس ہونے لگا۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا کہ خدا جانے فرشتہء اجل ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا رات ہوئی تو میں اکیلا مسجد کے ساتھ اپنے حجرہ میں لیٹا ہوا تھا اور ابھی بیدار تھا۔ اچانک حُجرہ کا دروازہ کھل گیا حالانکہ میں نے اندر سے کُنڈی لگا رکھی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نمودار ہوا جو درویش ممند خان بلوچ کا ہم شکل تھا میں نے پوچھا کون ہو؟ تو اس نے بڑی عاجزی سے جواب دیا جناب میں عزرائیل ہوں ۔عزرائیل کا نام سُنتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ شاید میرا آخری وقت آپہنچا ہے لیکن عزرائیل فوراً بولا'' جناب مجھے حضور غوث الاعظمؒ نے بھیجا ہے اور فرمایا ہے۔ آج میرا روحانی فرزند موت سے گھبرا گیا ہے۔ جاؤ اسے ملو اور تسلی دو۔''

تو مردِ میداں تو میر لشکر نُوری ، حضوری تیرے سپاہی

ایک طالب کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت:۔ خلیفہ میاں نذیر احمد بیان کرتے ہیں۔ بابو روشن دین سکنہ گُوھا محلّہ (منڈی بہاؤالدین) اپنے زمانہ کے تعلیم یافتہ شخص اور مسلکاً دیو بندی تھے۔ خلیفہ میاں سید رسول سیال سے سلام و دعا تھی۔ 1973ء میں جب حضور قبلہ عالم گلاب دیوی ہسپتال لاہور داخل تھے۔ میاں سید رسول انہیں حضور کی خدمت میں لے گئے اور دست بیعت کروالائے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کی، جناب ایک عرصہ گزر گیا میری دلی تمنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ لیکن آج تک محروم ہی رہا، عبادت وریاضت بھی بہت کرتا ہوں، محلّہ میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی ہے لیکن مقصد حاصل نہیں ہوا۔ حضور نے

انہیں ایک وظیفہ بتایا کہ پچھلی رات کو اُٹھ کر پڑھنا۔ لیکن گھر پہنچتے ہی انہیں بخار کا عارضہ ہو گیا اور تین چار روز بخار میں مبتلا رہے، جونہی قدرے طبیعت سنبھلی تو میرے پاس کوٹ بلوچ آئے اور کہا میرے ساتھ حضور کی خدمت میں چلیں۔ آپ نے مجھے زیارت رسول کریم ﷺ کے لیے ایک وظیفہ تلقین فرمایا تھا لیکن گھر پہنچتے ہی بخار کی وجہ سے میں اسے ایک بار بھی نہ پڑھ سکا۔ ان دنوں حضور لاہور سے واپس بلوآنہ تشریف لے آئے تھے، ہم دونوں بلوآنہ شریف حاضر ہوئے۔ اور تمام صورت حال عرض کی حضور نے فرمایا۔ ''چلو خیر ہے اب وظیفہ بھی نہ پڑھو گے تو زیارت ہو جائے گی''۔ لہٰذا حضور کی نظر کرم سے دوسری ہی شب بابو روشن دین اس دولت بے بہا سے مستفیض ہوئے اور صبح سویرے میرے پاس کوٹ بلوچ آکر مجھے خوشخبری سنائی کہ میں ایک زمانہ سے جس نعمت عظمٰی کا مشتاق تھا حضور کی نظر کرم سے بارگاہ نبوی ﷺ کی باز یابی نصیب ہوگئی ہے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لیے مجھے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارکباد عرض کی۔ پھر تو وہ اس قدر راسخ العقیدہ اور صادق الیقین درویش بنے کہ اپنی مثال آپ تھے۔

ہجرت منگانی شریف:۔ حضور قبلہ عالم نے اپنی حیات مبارکہ میں دو مرتبہ ہجرت کی اوّل بچپن میں اپنے والدِ بزرگوار کی معیت میں تبلیغ واشاعتِ دین کے سلسلہ میں حضرت سید سردار علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر میانوالی سے جھنگ ہجرت فرمائی۔ دوم اپنے بھائیوں سے ناراض ہو کر بائیس (22) سال بلوآنہ شریف کی مسندِ ارشاد پر فائز رہنے کے بعد آخر سب کچھ وہیں چھوڑ کر اللہ کا فقیر بے سروسامانی کے عالم میں سرزمین منگانی شریف وارد ہوا۔ اور پھر زندگی بھر کسی چیز کا مطالبہ تک نہ کیا۔ آج کل درگاہوں پر اسی (80) فیصد لڑائیاں سجادہ نشینی کے حصول کے لیے ہوتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مردِ خدا کبھی خانقاہ یا سجادہ نشینی کا محتاج نہیں رہا۔ بادشاہ خواہ شہر میں رہے یا کسی قریہ میں وہ بادشاہ ہی ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کا مقصدِ حیات تبلیغ واشاعتِ اسلام ہے۔ خانقاہوں میں جب فتنے جنم لینے لگے تو یہ مردانِ حق وہاں سے اُٹھ آئے اور جنگلوں اور ویرانوں میں آبیٹھے۔ پھر کیا تھا وہی جنگل علم وعرفان کے منگل اور وہی ویرانے عشق ومعرفت کے میخانے بن گئے۔

پاک ہے گردِ وطن سے تہہِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

ہمارے علاقہ میں دربار شریف والی جگہ ایک مثال بن چکی ہے۔ بڑے، بوڑھے اس خطہء زمین کی مثال دے کر کہتے ہیں کہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ بے آب وگیاہ ویران جگہ ایک دن اسقدر بابرکت اور رُشد وہدایت کا مرکز بنے گی۔ سب اسے حضور قبلہ عالم کی زندہ کرامت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس ویرانہ میں ہم ایک لمحہ ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آج وہاں سے آنے کو دل نہیں چاہتا۔

جاں نثاروں نے تیرے کر دیئے جنگل آباد
خاک اُڑتی تھی شہیدانِ وفا سے پہلے

حضور کی آمد سے متعلق بشارتیں

☆ تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ فداک امی و ابی و روحی و قلبی و جسدی ﷺ کا ارشادِ پاک ہے۔ جو خطۂ ارضی سب سے ویران اور غیر آباد ہوتا ہے وہ اسّی (80) سال بارگاہِ خداوندی میں فریاد کناں رہتا ہے۔ کہ الٰہی! میرے اوپر کوئی ایسا مردِ کامل بھیج جو میرے ویرانہ کو تیری محبت والفت کا میخانہ بنا دے الغرض اسی (80) برس کے بعد اس کی مناجات بر آتی ہے۔ اور وہاں کوئی ایسا مردِ حق جلوہ افروز ہوتا ہے جس کے وجود مسعود سے وہ جنگل، منگل (رونق) میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دعوت وتبلیغ دین کا مرکز بنتا ہے۔

☆ بابا غلام محمد کمبل پوش جو کہ ایک گودڑی پوش فقیر تھا۔ اس نے ایک بار حضور قبلۂ عالمؒ کی موجودگی میں اس امر کا برملا اظہار کیا کہ میں جب بھی اس خطۂ زمین سے گزرتا تو زمین دست بدعا ہوتی۔ اس کا آہ و نالہ میں بھی سُنا کرتا اور خیال کرتا۔ پتہ نہیں اب کون مردِ کامل اس خطۂ ارضی پر اپنی مسند ارشاد بچھاتا ہے۔

☆ میاں ثابت علی پکھرانہ جس کا روضہ موضع موکھیانہ کے قبرستان میں ہے۔ ایک مجذوب فقیر تھا۔ اور حضرت سلطان پاکرا گیلانی قادریؒ کا روحانی فیض یافتہ تھا۔ بھروآنہ اقوام جو موضع موکھیانہ میں رہتی ہے۔ وہ اکثر اس فقیر صاحب کی نیازمند تھی۔ راقم الحروف کو مہر مانک ولد محمد بھروآنہ سکنہ کھوہ منگانی شریف نے ایک مرتبہ بتایا جب ہم یہاں منگانی شریف ہجرت کر آئے۔ تو فقیر میاں ثابت علی کئی مرتبہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ وہ مجذوب فقیر تھے۔ اور طبیعت میں جلال کا غلبہ تھا۔ ایک مرتبہ ہم کھوہ منگانی والے بھروآنوں نے انہیں مجبور کیا کہ یہیں ہمارے پاس رہائش رکھ لیں۔ لیکن وہ نہ مانے۔ اور فرمایا یہ میری جگہ نہیں ہے۔ جب ہمارا اصرار بڑھا تو وہ اُٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم بھی اُن کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ بھاگے جا رہے تھے۔ اور بلند آواز سے فرما رہے تھے۔ ایک وقت آئے گا یہاں زمینوں کی سیرابی کے لیے نہر گزرے گی۔ تمام زمین زیرِ کاشت ہوگی۔ پھر یہاں ایک بادشاہ فقیر آئے گا۔ اور اس جگہ اُس کا تخت قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔ میری کیا مجال ہے کہ یہاں رہوں۔ یہ جگہ تو ایک صاحب وقت کا انتظار کر رہی ہے۔ آخر تھک ہار کر ہم پیچھے مڑ آئے۔ اُن کے یہ دونوں فرمان میں نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے ہیں۔ ایک تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہاں پر نہر منظور ہوگئی۔ اور تمام زمینیں زیرِ کاشت آگئیں۔ اور دوسرا حضور پیر محمد کرم حسین صاحب یہاں تشریف لے آئے۔ جیسا کہ فقیر صاحب نے فرمایا تھا۔ یہاں ایک بادشاہ فقیر آئے گا۔ اور اپنا تخت بچھائے گا۔ حضور کے آنے سے ہمارا گاؤں منگانی سے منگانی شریف مشہور ہوگیا۔ سبحان اللہ خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

بَر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود ‏ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

(جس خطۂ زمین پر اے محبوب! تیرے قدموں کا نشان لگ جائے۔صدیوں تک اہلِ نظر اس پر سجدہ کرتے رہیں گے)

☆ راقم السطور ایک دن اپنے استادِ محترم مولانا قاری غلام رسول صاحبؒ (جو کہ شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالویؒ کے برادرِ نسبتی تھے) کے پاس دربار شریف پر قرآنِ مجید پڑھ رہا تھا۔کہ ایک بوڑھا بلوچ آیا اور باتوں ہی باتوں میں اُستادِ محترم سے کہنے لگا یہاں حضور پیر محمد کرم حسین صاحب کے تشریف لانے سے دس سال قبل میرے پیرومرشد خواجہ محمد قمرالدین سیالوی صاحب تشریف لائے وہ اسطرح کہ آپ قبرستان کے ساتھ والی جرنیلی سڑک سے گزر رہے تھے۔کہ آپ نے اچانک ڈرائیور سے فرمایا کار دائیں طرف کچے راستے پر موڑ لو۔اُس نے تعمیلِ حکم کی ۔جب آپ اس جگہ آئے جہاں آج کل یہ دربار شریف ہے یہاں ہر طرف ویرانہ تھا۔آپ نے کار سے اتر کر یہاں دعا مانگی۔اور واپس ہوئے۔ہم سب حیران تھے۔موقع پا کر میں نے عرض کی۔غریب نواز! اس ویرانہ میں تشریف آوری اور دعا چہ معنی دارد! ہمیں اس کی سمجھ نہیں آئی۔آپ نے فرمایا دس سال بعد یہاں ایک صاحب وقت مردِ کامل آئے گا اور یہ ویرانہ عشقِ الٰہی کا میخانہ بنے گا۔میں تو صرف یہاں حاضری کے لیے آیا ہوں۔میں نے یہ بات ذہن نشین کر لی ٹھیک دس سال بعد حضور پیر محمد کرم حسین صاحب یہاں تشریف لے آئے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے اس بوڑھے بلوچ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔کہ وہ اپنے شیخ کامل کی کرامت کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

حسنِ بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لیے ‏ ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہرا چھے کہ بَن

دینی خدمات:۔ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کی حیاتِ طیبہ کا اہم ترین مشن تھا۔آپ اس مشن کے ساتھ اس قدر مخلص تھے کہ زندگی کی آخری سانس تک اس جدوجہد میں مصروف عمل رہے۔منگانی شریف آمد کے فوراً بعد خلیفہ قاضی غلام رسول صاحب کو جو خط لکھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''مجھے یہاں تبلیغ شریعت وطریقت کا بڑا شوق ہے۔اللہ تعالیٰ زندگی کے آخری چند ایام میں مجھے اس خدمت کی طاقت عنایت فرمائے''

حضور قبلہ عالم جب منگانی شریف ہجرت کر آئے تو یہاں سب سے پہلے ''جامعہ محمدیہ،غوثیہ دارالکرم'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا جو 1976ء سے لے کر تادمِ تحریر اُسی آن،بان سے جاری ہے۔دونوں عرسوں پر ختم شریف سے پہلے حفاظِ کرام کی باقاعدہ دستار بندی کی جاتی ہے۔گویا حضور کی آمد سے اس علاقہ کے باسیوں کی قسمت جاگ اُٹھی اور بھولی بھٹکی مخلوق قرآن وسنت کی تعلیمات سے آشنا ہوئی۔وصال سے کچھ سال قبل تک شدتِ مرض کے باوجود حضور جمعۃ المبارک پر خود بیان فرماتے۔ابتداء میں عربی کے مختصر خطبہ کے بعد جب عارف روم کے یہ اشعار اپنی پیاری آواز اور مخصوص لَے میں طرز کے ساتھ پڑھتے

سید و سرور محمد نُورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں

(رسولِ اکرم) محمد (ﷺ) جو جان و دل کا نُور ہیں اور ہمارے آقا اور سردار ہیں۔ آپ گنہگاروں کے سب سے بہتر اور خوب تر شفاعت کنندہ ہیں)

تو کسی کو اپنے تن، من، دھن کی خبر نہ رہتی۔ آپ کی زبان میں ایسا اثر تھا کہ سنگ دل انسان بھی چند فقرے سُن کر موم ہو جاتا۔ قرآن وحدیث کا مغز ایسے میٹھے اور دل نشین انداز میں بیان فرماتے کہ ایک ایک لفظ سننے والوں کے ذہن میں رچ بس جاتا۔ حضور قبلہ عالم جہاں بھی گئے وہاں دین کا ایک مرکز قائم کر دیا۔ علالت کے باعث جب کچھ عرصہ جھنگ شہر میں اپنی مملوکہ اراضی پر رہنا پڑا تو وہاں بھی "قرآن محل" کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں سے سینکڑوں بچوں نے قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کی۔ حضور قبلہ عالم نے اپنے وعظ و نصیحت سے کثیر تعداد میں چوروں، بدمعاشوں سے توبہ کروائی اور انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ الغرض آپ نے اس قدر خلوص و محبت سے تعلیمات اسلام کا پرچار کیا کہ سینکڑوں غافل، بے عمل مسلمانوں کو اپنی نگاہِ ولایت سے پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا دیا۔ آپ کو اپنے سلسلہء طریقت کا عہدِ حاضر میں مجدد سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے شریعت و طریقت کی تعلیمات کو اپنے درسِ عمل سے یکجا کر کے دکھا دیا۔ حضور قبلہ عالمؒ کی نشست ہو کہ برخاست، ظاہر ہو کہ باطن، بلکہ ہر بات اتباعِ قرآن وسنت اور پیروی مشائخ کبار کا مکمل نمونہ تھی اور یہی درس بھی دیا۔

بر کفے جامِ شریعت ، بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

(ایک ہاتھ میں شریعت کا پیالہ ہو، دوسرے ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا ہو۔ وہ آپس میں ٹکراتے رہیں لیکن نہ پیالہ ٹوٹے اور نہ ہتھوڑا اُڑ کے)

حضور قبلہ عالم انسانوں کے درمیان تفریق کو سخت ناپسند فرماتے بلکہ "انسانِ کامل" کے موضوع پر آپ نے کئی خطبات دیئے جو بڑے مقبول ہوئے۔ اپنے مسلک ومشرب کا تحفظ ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے۔ جب "زیارتِ قبور" اور "ذکر بالجہر" کے بارے کچھ لوگ معترض ہوئے تو آپ نے ان موضوعات پر علیحدہ علیحدہ احادیث کا ایک مجموعہ بطور اشتہار شائع کروایا جسے علمائے عصر نے بے حد سراہا۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اس مردِ کامل پر جس نے ایک تاریک علاقہ میں ایسی نور کی شمع روشن فرمائی جو ان شاء اللہ تا ابد جاری وساری رہے گی۔

صَنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے جو پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

حجازِ مقدس حاضری:۔ حضور قبلہ عالم 1985ء میں حجازِ مقدس حاضر ہوئے اور بیت اللہ شریف وروضہء رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مستفید ہوئے۔اس حاضری کی تمام رُوداد، اقطاب مدینہ سے ملاقات، کرامات اور وہاں آپ کے معمولات کا تفصیلی تذکرہ ملک ربنواز صاحب نے ''سفرِ حجاز'' میں کیا ہے۔ یہاں پر فقط ''جنت البقیع میں حاضری'' کی روداد نقل کی جاتی ہے۔

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالمِ نو دیکھا ہے مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

مدینۃ النبی ﷺ سے رخصت ہونے سے ایک دن پہلے حضور قبلہ عالمؒ کا ارشاد ہوتا ہے بیٹے آج جنت البقیع کی حاضری اور زیارت کرنی ہے۔عاجز نے دست بستہ عرض کی غلام حاضر ہے۔روانگی سے پہلے حضور قبلہ عالمؒ تازہ وضو فرماتے ہیں۔سائیکل پر بیٹھ کر تھوڑی ہی دیر بعد جنت البقیع کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔حضور چند گام چل کر جنت البقیع کی دیوار کے بالکل قریب پہنچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔جہاں سے سارا جنت البقیع نظر آرہا ہوتا ہے۔وہاں پر مدفون صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی مزارات پر انوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد حضور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔حضور کے بالکل سامنے اور قریب ترین جو مزارات تھے ان میں ایک مزار جناب حسنین کریمینؓ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی تھی۔تھوڑی دیر کچھ دل میں پڑھنے کے بعد حضور قبلہ عالمؒ دعا کے لیے ہاتھ بلند فرماتے ہیں۔اور اپنے مولا سے دعا مانگنی شروع کر دیتے ہیں۔دعائیں مانگتے مانگتے پھر روتے روتے حضور کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔اور نیم نڈھال ہو کر نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔پاؤں کے نیچے پتھر اور تپتی زمین ہے کہ حضور بلک بلک کر رو رہے ہیں۔اس عالم میں حضور کو دیکھ کر وہ وقت میرے لیے بڑا پریشان کن اور جان کن تھا۔رونے کے سوا چارا نہ رہا۔پھر حضور فرماتے ہیں اے رب کریم اے رب کعبہ۔اے رب محمد ﷺ مجھ عاجز کی حاضری اپنی بارگاہ مقدسہ میں منظور و قبول فرما۔جنت البقیع کے نفوسیہ قدسیہ اور بالخصوص اپنی روحانی اماں جان حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی خدمت اقدس میں یوں عاجزی و انکساری سے التجا کرتے ہیں۔

اے میرے پیارے نبی ﷺ کی پیاری نور چشم۔واسطہ ہے آپ کو اپنے ابا حضور پر نور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔واسطہ ہے آپ کو اپنے سرتاج کا اے پیاری اماں جان واسطہ ہے آپ کو اپنے پیارے حسنین کریمین کا۔واسطہ ہے آپ کو شہدائے کربلا کا مجھ عاجز لاچار غریب کے پاس آپ کی شایانِ شان کوئی ایسی چیز یا تحفہ نہیں تھا جو میں آپ کی خدمت اقدس مطہرہ میں پیش کرتا میرے پاس صرف یہ ٹوٹی پھوٹی ریاضتیں اور تین ختم قرآن پاک اور تین لاکھ درود پاک کی تسبیحات ہیں جو میں آپ کی خدمت مطہرہ میں ہدیۃً تحفتۃً پیش کرتا ہوں۔مہربانی فرما کر قبول فرمائیں اتنا عرض کرنے کے بعد حضور کی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔پھر آہستہ آہستہ طبیعت سنبھل جاتی ہے۔جب دعا کو حضور ختم فرما کر اٹھ بیٹھتے ہیں تو حضور کے چہرۂ انور پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ اور طمانیت تھی اور

خوشی کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

دکھاتا یار ہے ہر رنگ میں جلوہ ہمیں لیکن
کہاں سے لائیں وہ آنکھیں جن آنکھوں سے ہم دیکھیں

جنت البقیع کی حاضری کے بعد حضور قبلہ عالمؒ واپس تشریف لے آتے ہیں۔ پھر نماز مغرب اور نماز عشاء حرم پاک میں ادا فرمانے کے بعد آرام کے لیے گھر تشریف لے آتے ہیں۔ رات کے کسی حصہ میں بیٹھے بیٹھے حضور فرماتے ہیں۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ پھر نہایت محبت و انکساری کے ساتھ فرماتے ہیں۔ شکر ہے کہ ہماری اماں جان حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے مجھ عاجز کی حاضری و التجا کو قبول فرمایا۔ ان کی شان کے مطابق میرے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ ان ختم قرآن اور تسبیحات کا ثواب تحفۂ خدمت اقدس میں جب پیش کیا تو کمال شفقت و مہربانی اور ترس فرما کر مجھ عاجز کو فرمایا۔ ''بیٹا! تمہارا اتنی دور سے اس حالت بیماری اور کمزوری کے ساتھ میرے پاس آ جانا ہی میرے لیے کافی ہے میں تجھ سے راضی ہوں۔ اور ان ختم قرآن اور تسبیحات کا ثواب میں تمہیں تمہارے مریدین کے لیے دیتی ہوں جو قیامت تک ان کے کام آئے گا۔''

عشقِ رسول ﷺ:۔ عشقِ رسول ﷺ ہی ایمان کی اساس اور ولایت کے مراتب جاننے کا اصل پیمانہ و معیار بھی ہے۔ حضور قبلہ عالم جہاں اتباعِ رسول میں ایک کامل نمونہ تھے وہاں عشق رسول میں بھی بحرِ بیکراں تھے، کملی والے آقا ﷺ سے محبت آپ کی رگ و جاں میں بسی ہوئی تھی اور رگ و جاں کے ہر عمل سے عشقِ رسول ﷺ جھلکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کو کئی القاب سے یاد کرتے اور ہر لقب میں عشق و محبت اور والہانہ وابستگی کا نیا تعلق ظاہر فرماتے۔ عشقِ رسول ﷺ میں جب کوئی نعت پڑھتے تو منہ سے بے ساختہ آہ نکل جاتی اور یہ آہ کئی سینوں سے پار ہو جاتی، جس سینہ سے گزرتی عشقِ رسول کی شمع جلا دیتی۔ اللہ کے محبوب ﷺ سے منسوب ہر چیز کا احترام آپ کی پہچان تھا۔ کبھی بے وضو حضور علیہ السلام کا نام نہ لیا۔ بلکہ حضور علیہ السلام کا نام سنتے ہی ادب سے سر جھکا لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ چاروں انگلیوں کو ملا کر تقبیل ابہامین فرماتے۔

یہاں پر محترم مبارک علی نثار کے نام حضور کے ایک خط کا اقتباس نقل کرتا ہوں جس سے سرزمین عرب کے احترام کا درس ملتا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں ''اس سرزمین کا ایک ٹکڑا زمین پر ہے۔ لیکن زمین نہیں ہے۔ آسمان سے اعلیٰ ہے، عرش و کرسی سے بلند مرتبہ ہے، جنت سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ وادی طیبہ جس کی منظر گاہ، گزرگاہ، بلکہ رہائش گاہ بنی، کیا ہی عجیب قسمت کی بات ہے۔

؎ جسے پیا چاہے وہی سہاگن ہو

یہ سرزمینِ اولیاء، سرزمینِ انبیاء، زیارت کدہ حور و غلمان، جان و ملائک

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و با یزیدؒ ایں جا

لیکن خبردار! خبردار! خبردار! زیادہ نزدیک رہنے والے بے ادب ہو جاتے ہیں یہ آپ کا بڑا بھاری امتحان ہے۔جس کے لیے آپ کو بلایا گیا ہے۔ ہر وقت ڈرتے رہنا، ادب سے رہنا، کوئی بے ادبی نہ کرنا۔خبردار! یہ صاحبِ لولاک خواجہ مخلوقات کی سرزمین ہے۔اس کی ہر چیز کا احترام کرنا، کسی کو گالی نہ دینا، کسی سے جھگڑا نہ کرنا، اگر کوئی لڑنے لگے تو اس سے دور بھاگ جانا، کوئی عربی گالیاں دے تو اس سے پرہیز کرنا اور حضور ﷺ کے واسطے سے معاف کر دینا وہاں حیوانات کو گالی نہ دینا۔کتوں کو دُھر دُھر نہ کرنا۔آپ کی زندگی کا یہ ایک زریں باب ہے، سنہری موقع ہے یہ زندگی دوبارہ نہیں آئے گی۔اس سے فائدہ اٹھانا تا کہ جب آپ کو نبی پاک ﷺ کی خواب میں یا بیداری میں زیارت ہو تو خوش خوش نظر آئیں۔آمین ثم آمین''

دل میں طوفانِ وفا ، آنکھوں میں سیلِ اشتیاق
زاہدو ! پہلے مذاقِ عاشقی پیدا کرو

عجز وانکساری:۔ حضور قبلہ عالم کی طبیعت مبارک میں ذرہ بھر تصنع کا پہلو نہ تھا، عجز وانکساری آپ کا طرۂ امتیاز تھا، لباس وخوراک، معاملات وعادات میں سادگی وعاجزی جھلکتی تھی۔ساری زندگی نہ کسی کانفرنس یا جلسہ میں شرکت کی اور نہ ہی عرس شریف کے اشتہار چھپوائے۔کتاب ''تنویر الابرار'' میں اپنا اسم گرامی اس انداز سے تحریر فرماتے ہیں ''بندہ سرافگندہ، عاصی پُر معاصی، کمترینِ خلائق محمد کرم حسین'' کسی لقب یا ذات کا اظہار نہ کرتے۔ ایک دن راقم الحروف نے کتاب ''ذادالاعوان'' اور ماہنامہ ''الاعوان'' کے متعدد شمارے آپ کو دکھائے اور عرض کی ہم ''قطب شاہی اعوان'' سلسلہ ءنسب کے لحاظ سے علوی ہیں یعنی سیدنا علی المرتضیٰؓ کی اولاد ہیں آپ نے فرمایا'' بیٹا! ایسا نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ ہم ان کے غلام ہیں''

ہر صاحبِ غرور کی دستار گر پڑی اللہ رے! عروج تیرے انکسار کا

دنیا سے بے نیازی:۔ حضور قبلہ عالم کا معروف قول ہے ''دنیا کو دل سے نکال دے پھر میرے پاس آ'' حضور کے پاس جو کچھ آتا خرچ کر دیا جاتا۔ساری زندگی کبھی اتنی دولت پاس نہ رہی کہ زکوٰۃ فرض ہو۔آپ کے قریبی احباب میں سے فقیر غلام محمد کمبل پوش ضلع پونچھ (آزاد کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ساری زندگی مسافر کی مانند بسر کی۔چاندی بنانا جانتے تھے۔اُس سے جو روپیہ وصول ہوتا رفاہِ عامہ کے لیے خرچ کرتے۔کبھی اپنی ذات کے لیے استعمال میں نہ لاتے۔اکثر ہفتہ میں ایک دو بار ضرور حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ایک روز تنہائی میں عرض کی حضور اپنے بیٹوں میں سے ایک کچھ دنوں کے لیے مجھے دیں۔آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے

یونہی ان کی خدمت کروں گا۔ آخر میرا بھی اُن پر کچھ حق ہے۔ آپ نے فرمایا پھر بھی بتاؤ تو سہی؟ عرض کی آپ کو معلوم ہے میں چاندی بنایا کرتا ہوں۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ یہاں لنگر میں ہر وقت روپیہ صرف ہوتا رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ایک صاحبزادہ کو کیمیا گری سکھا دوں۔ تاکہ لنگر شریف کے لیے کبھی محتاجی نہ رہے۔ حضور نے فرمایا'' ہمارے بزرگوں نے ہمیں صرف خدا کا دروازہ دکھایا ہے اور اُس دروازہ کا سوالی کبھی خالی نہیں لوٹتا۔ اگر عرصہ دراز سے میرا تمہارے ساتھ دوستانہ تعلق نہ ہوتا تو آج کے بعد کبھی تمہیں منہ نہ لگاتا۔ یاد رکھو! میری اولاد کے لیے اللہ کافی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ چاندی بنائیں گے تب روٹی کھائیں گے''

اولیاءاللہ بے نیاز ذات کے بے نیاز بندے ہوتے ہیں۔ فقیر غلام محمد آپ کی بے نیاز طبع اور استغناء سے اسقدر متاثر ہوا کہ بعد میں جب بھی حضور کا ذکر کرتا تو آنکھوں میں آنسو اُمڈ آتے۔ کہتا ہزاروں لوگ میری خدمت میں اس غرض سے کوشاں رہے کہ شاید مہربان ہو کر چاندی بنانا سکھا دے لیکن میں نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔ اور جس کے پاس چل کر گیا اور خود عرض کی تو اُس نے بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ اکثر کہا کرتا'' میں ہند، سندھ پھرا ہوں لیکن ایسا مردِ کامل میں نے کہیں نہیں دیکھا''

محب اللہ فی الدنیا علیل:۔ حضور قبلہ عالم کا جسمِ اطہر نازک ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا۔ وزن صرف اکتیس (31) کلو تھا۔ 1956ء عین عالم شباب میں آپ کو خون کی اُلٹی (قے) آئی جو ٹی، بی کی علامت تھی۔ تمام حلقۂ ارادت اور عزیز و اقارب میں پریشانی کی کوئی حد نہ رہی لیکن حضور نے اپنے مشاغل، عبادات اور روحانی معمولات میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ اس مرض کے عروج پر ایک اور لاعلاج مرض'' دمہ'' کا اضافہ ہو گیا۔ جس طرح ہر چیز حضور قبلہ عالمؒ کی گرویدہ تھی۔ اسی طرح ان بیماریوں کو بھی آپ سے اس قدر لگاؤ ہوا کہ زندگی بھر ساتھ نہ چھوڑا۔ حضور نے عرصہ پینتیس (35) سال بسترِ علالت پر گزارے۔ اس دوران مرض کی شدت کا یہ عالم رہا کہ رات بھر کبھی نیند نہ کی صرف چند لمحے بیٹھ کر تکیہ پر ٹیک لگائے آرام فرماتے۔ تمام رات کھانسی جاری رہتی، سینہ اور جسم میں دَرد رہتا، اکثر بخار بھی ہو جاتا۔ لیکن یہ طویل علالت اور بے خوابی آپ کے اخلاقِ کریمہ پر کبھی اثر انداز نہ ہو سکی۔ صبح اللہ کا فقیر مجلس میں ایسا ہشاش بشاش بیٹھتا کہ بیماری کا گمان بھی نہ ہوتا۔

علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ قرباں ہوں
جو تھے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

حضور قبلہ عالمؒ کا مقامِ حضوری:۔ کئی اولیاء کرام کو اللہ کے رسول ﷺ کے درِ اقدس میں مقامِ حضوری حاصل رہا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بار جاگتی آنکھوں سے اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار کیا۔ حضرت امام آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ میں کئی بار جاگتی آنکھوں سے مشرف دیدار ہوا۔ ایک بزرگ شیخ روز بہان

بقلیؒ (صاحب تفسیر عرایس البیان) تھے۔انہیں بھی یہ مقام حضوری حاصل تھا۔ان کے شاگرد علماء وفضلا حدیثِ نبوی ﷺ کو پرکھنے کے لیے ان کے سامنے بیان کرتے تو وہ خاموشی سے سنتے رہتے۔اگر وہ کسی حدیث پر خاموش رہتے تو علماء سمجھ لیتے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کسی پر وہ اعتراض کرتے تو یہ علماء حدیث نہ لکھتے ایک عالم نے سند کے ساتھ حدیث بیان کی آپ نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں اس نے کہا جناب اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث تواتر کے ساتھ بیان ہو رہی ہے اور فلاں فلاں محدثین نے اسے بیان کیا ہے۔آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں آپ نے فرمایا میں راویوں اور محدثین کی طرف دیکھوں یا حدیث والے کی طرف۔ میرے سامنے آقا ﷺ موجود ہیں اور حضور فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں "بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیب میں روز مرہ ان کو دربار نبوی ﷺ میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں۔انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔(الافاضاتِ الیومیہ من الافاضاث القومیہ یعنی ملفوظات حکیم الامت جلد نہم صفحہ 100)

ان اولیاء اللہ کی طرح حضور قبلہ عالم کو بھی مقام حضوری حاصل تھا ہر روز آپ کی حاضری سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہوا کرتی تھی۔

نہ کچھ غرض ان کو جسم و جاں سے   نہ کام کچھ اُن کو ایں و آں سے
گزر چکے ہیں وہ دو جہاں سے   جو تیرے کوچے میں آ چکے ہیں

☆ حاجی جان محمد سندھی بیان کرتے ہیں کہ میں 1986.87ء عرصہ دو سال مدینہ منورہ رہا عموماً جمعہ شریف مسجد نبوی ﷺ میں پڑھا کرتا۔وہاں میں نے اکثر حضور قبلہ عالم کو ریاض الجنت میں نوافل پڑھتے دیکھا۔میں جناب کی سحر انگیز شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مرید ہونے کا تہیہ کر لیا اور جناب کے نزدیک بیٹھنے والے لوگوں سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ بزرگ سوڈان کا رہنے والا کوئی خدا رسیدہ بندہ ہے یہاں کسی سے کلام نہیں کرتا۔جس وقت بھی دیکھیں نوافل پڑھتا رہتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا اگر ان کا مرید ہو جاؤں تو مبادا یہ سوڈان واپس چلے جائیں تو میں ان کے پاس کہاں پہنچ سکوں گا۔لہٰذا مرید نہ ہوا۔اس کے بعد دو تین دفعہ مرید ہونے کے لیے آپ کے حضور کچھ دیر بیٹھا بھی رہا لیکن آپ تو نوافل سے ہی فارغ نہ ہوئے۔میں نے عرصہ قیام مدینہ شریف کے دوران حضور کو اکثر ریاض الجنت میں ہی تشریف فرما دیکھا۔ہاں کبھی کبھی باب جبرائیل اور جنت البقیع کے دروازہ پر بھی دیکھتا۔

مدینہ منورہ ایک مرتبہ رمضان شریف میں مجھے خواب میں سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ کی زیارت کچھ اس

طرح ہوئی کہ گنبد خضریٰ کے اوپر کچھ بلندی پر ایک مکان ہے اور اس میں ایک کھڑکی بھی ہے۔ اس کھڑکی میں سے حضور علیہ السلام نے میری طرف دیکھا۔ (چونکہ ان دنوں میں بیعت ہونے کے لیے بہت بے تاب تھا) اور فرمایا تیرے پیر کا یہ پتہ ہے اچھی طرح یاد کر لے۔ اور میں نے منگانی شریف گاؤں سے لے کر دربار پاک تک مکمل راستہ دیکھا۔ پھر دربار شریف کا پرانا کنواں اور مسجد بھی دیکھی مسجد کے اوپر آسمان پر نو 9 چمکدار ستاروں کی ایک خاص ترکیب میں لائن بھی دیکھی (جو بعد میں سب کچھ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا) یعنی حضور علیہ السلام نے مجھے خواب میں میرے پیر خانہ کا مکمل ایڈریس بتا دیا۔ اور اس کے بعد میں قدرے مطمئن رہنے لگا۔

دو سال بعد میں واپس پاکستان آیا تقریباً دو دن ہی گزرے ہوں گے کہ میں نے رات کو کلمہ شریف کا ذکر سنا۔ گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا یہاں پنجاب سے ڈاکٹر علی محمد سندھی کے پیر و مرشد آئے ہوئے ہیں۔ یہ ذکر انہی کے درویش کر رہے ہیں۔ میرے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔ صبح حاضر خدمت ہوا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ کہ جناب کو تو میں دو سال مدینہ شریف میں دیکھتا رہا تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی میری امید بر آئی تھی۔ فوراً قدم بوس ہوا اور مرید ہونے کے لیے عرض کیا۔ چونکہ حضور میرے حال سے واقف تھے لہٰذا یہاں مرید کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا۔ یہاں مرید نہیں کرتا۔ جھنگ آئے گا تو وہاں مرید کریں گے۔

حضور کی واپسی سے کچھ عرصہ بعد میں ڈاکٹر علی محمد سندھی کے ہمراہ گھوٹکی سے دربار شریف آیا۔ منگانی شریف گاؤں میں اترے تو وہی راستہ تھا جسے خواب میں حضور علیہ السلام نے مجھے دکھایا گویا اس راستہ سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ دربار شریف پر پہنچا تو وہی مسجد و پرانا کنواں۔ میرا خواب حقیقت میں بدل چکا تھا حضور قبلہ عالمؒ دربار شریف پر موجود نہ تھے۔ بلکہ جھنگ والی اراضی مدرسہ قرآن محل میں موٹر لگوا رہے تھے۔ ہم جھنگ حاضر خدمت ہوئے اور میں وہیں دست بیعت سے مشرف ہوا۔

پھر میں وہیں حضور کی خدمت میں رہنے لگا۔ ایک رات مجھے نیند نہ آئی میں اٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بستر خالی پڑا ہے اور حضور موجود نہیں۔ حالانکہ ان دنوں حضور بظاہر چل پھر نہ سکتے تھے۔ اور یہ واقعہ حضور کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے کا ہے۔ میں بڑا متعجب ہوا۔ اور جناب کو ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اتنے میں میری نظر آسمان کی طرف اٹھی تو حضور مغرب یعنی قبلہ شریف کی طرف سے ہوا میں تشریف لا رہے تھے۔ اور دستِ انور میں ایک ٹوکری تھی۔ جس میں سفید کاغذ دکھائی دے رہے تھے۔ آپ مدرسہ میں موجود اپنے حجرہ شریف کے اوپر سے ہوا کے دوش پر اپنے بستر پر تشریف لائے۔ مجھے فرمایا تو اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے۔ میں نے عرض کی حضور نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جان محمد! ہماری زندگی قریب الاختتام ہے۔ یہ واقعہ میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا۔ میں نے عرض کی جناب سے وعدہ کرتا

ہوں کہ آپ کی حیات مبارکہ میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہ کروں گا۔ لیکن حضور یہ فرمائیں اس ٹوکری میں کاغذات کیسے ہیں؟ ارشاد ہوا یہ میرے درویشوں کی درخواستیں ہیں جو سارا دن میرے پیش ہوئیں اور میں یہ سب درخواستیں سرکار مدینہ کی بارگاہ اقدس سے منظور کروالایا ہوں۔ گویا ہر شب حضور قبلہ عالمؒ کی رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری ہوتی تھی۔ اور سرکار اپنے غلاموں کی درخواستیں اور التجائیں حضور تاجدار مدینہ کی خدمت اقدس سے منظور کروالاتے (حاجی صاحب مذکور حضور قبلہ عالمؒ کے دست بیعت ہونے کے بعد متواتر آٹھ دس سال دربار شریف پر رہے روضہ اقدس کی تعمیر کے بعد حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب نے انہیں خرقہ خلافت دے کر سندھ روانہ کیا اور تاحال علاقہ کچہ ضلع گھوٹکی سندھ میں سکونت پذیر ہیں)

میرے بڑے بھائی قبلہ پیر اختر حسین صاحب فرماتے ہیں حضور قبلہ عالمؒ کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ ایک رات میں اکیلا حاضر خدمت تھا۔ جناب اس وقت مدرسہ قرآن محل جھنگ میں تشریف فرما تھے۔ حضور نے مجھے چند وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ اور آخر میں فرمایا آج کوئی ایسا بندہ ہے جسے ہر شب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو؟ کوئی ایسا فقیر ہے جو ہر شب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو؟ پھر بطور تحدیثِ نعمت اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا مجھے ہر شب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ میری کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت فیض بشارت نہ ہو۔ سبحان اللہ۔

اولیاء اللہ کے مقامات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے البتہ کبھی کبھی یہ حضرات مامور من اللہ ہو کر یا واردات قلبی کے تحت مصلحتاً اپنے مقام و مرتبہ کے کسی گوشہ سے خود ہی پردہ اٹھا دیتے ہیں۔ ورنہ حضور قبلہ عالمؒ کی طبیعت میں تواضع اور اخفائے حال کا غلبہ تھا۔ شاذ و نادر ہی ایسے واقعات ظاہر فرماتے۔ اور وہ بھی کسی خاص مصلحت کے پیش نظر ورنہ جناب کا مسلک و مشرب تو پردہ پوشی تھا۔ جیسا کہ حضور کا ایک مشہور و معروف فرمان ہے "فقیر وہ ہے جس کا ضبطِ حال اور ظرف اتنا اعلیٰ ہو کہ توحید کے سات سمندر بھی پی جائے تو ہمسائے کو خبر تک نہ ہو۔"

سلام اُس پر کہ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آئے
سلام اُس پر کہ جس کے در سے ہر ناشاد شاد آئے

وصایا شریف:۔ حضور قبلہ عالمؒ ویسے تو گاہے بگاہے وصایا فرماتے رہتے تھے۔ لیکن خاص طور پر ان چار باتوں کی نہایت تاکید کے ساتھ وصیت فرمائی۔ اوّل۔ میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا۔ دوم۔ کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ سوم۔ کسی عورت کو اپنے پاؤں نہ چھونے دینا۔ چہارم۔ مصلےٰ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

وصال با کمال:۔ حضور قبلہ عالمؒ نے اپنے وصال کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اکثر قریبی دوستوں اور عقیدت مندوں کو آدمی بھیج کر بلا لیا۔ اُن سے الوداعی ملاقاتیں، وصیتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ اپنے کفن و دفن، اور مزار کے

متعلق ہدایات دیں۔ دُرویشوں کی مجلس میں حضور کا آخری کلام یہ شعر تھا۔

سب کچھ خُدا کو سونپ کر چڑھ پلنگ پر سو
اَن ہونی نہ ہوسیا جو ہونی سو ہو

آخری شب حضور قبلہ عالم اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے غائب ہوجاتے پھر کچھ دیر بعد معلوم ہوتا کہ تشریف رکھتے ہیں۔

حضور نے 2 جون بروز اتوار 1991ء بمطابق ۱۸ ذیقعد ۱۴۱۱ھ بوقت تہجد صبح تین بجے مدرسہ قرآن محل جھنگ صدر میں وصال فرمایا۔ اور اُسی روز شب 9 بجکر 35 منٹ پر خانقاہ منگانی شریف میں آپ کی تدفین ہوئی۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

علمی خدمات:۔ حضور قبلہ عالمؒ نے اپنے مرشدِ کریم کے ارشاد پر تالیف وتصنیف کی طرف توجہ نہ دی اور اپنی زندگی میں کوئی کتاب شائع نہ کروائی البتہ آپ کی بعض تحریریں جو سالکانِ طریقت کے استفادہ کے لیے وقتاً فوقتاً آپ کے قلم سے نکلیں اور ضائع ہونے سے بچ گئیں۔ اُن میں ایک کتاب ''تنویر الابرار'' اور ایک رسالہ ''اورادِ قادریہ'' یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی، اردو اور پنجابی پر مشتمل حضور کا منظوم کلام بھی ملتا ہے۔ جو دُرویشوں نے اپنی بیاضوں میں نقل کر لیا تھا۔ راقم الحروف نے بعد میں جب حضور قبلہ عالمؒ پر کام کا آغاز کیا تو تادمِ تحریر مندرجہ ذیل کتب شائع ہوچکی ہیں۔ جو آپ سے متعلق مُستند حیثیت کی حامل ہیں۔

1۔ ''تنویر الابرار مع اورادِ قادریہ۔'' حضور کی قلمی تحریروں کو اکٹھا کر دیا گیا اور یہ جون 1996ء میں شائع ہوئی۔

2۔ ''فیضانِ کرم'' یہ ملفوظات پر مشتمل ہے۔ پہلی اشاعت فروری 1997ء میں ہوئی اور دوسری جون 2004ء میں۔

3۔ ''ابرِ کرم'' یہ مکتوبات پر مشتمل ہے اس کی اشاعت جون 2005ء میں ہوئی۔

4۔ ''لمحاتِ کرم'' یہ حضور کی جامع سوانح حیات ہے جس کی اشاعت نومبر 2006ء میں ہوئی۔

5۔ ''حضور قبلہ عالم منگانوی نمبر'' مجلّہ آئینہ کرم کا جون 2000ء میں حضور پر خصوصی نمبر ہے۔

6۔ ''سیمینار نمبر'' حضور کی شخصیت پر راولپنڈی میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں سکالر حضرات نے جو مقالہ جات پڑھے اسے جون 2006ء میں شائع کیا گیا۔

7۔ ''سفرِ حجاز'' ملک رب نواز صاحب نے 1992ء میں اپنی یادداشتوں پر مشتمل حضور کا سفرنامہ حجاز مرتب کیا۔ جو اکتوبر 1994ء میں ''تنویر الابرار'' کے ساتھ شائع ہوا۔

اقوال وارشاداتِ عالیہ

1۔اے دُرویش! زُہد کی ابتدا لا الٰہ الا اللہ ہے جب کہ زہد کی انتہا پتھر اور ڈھیلے کا یکساں ہوجانا ہے۔شریعت میں لا الٰہ الا اللہ طریقت میں لا مطلوب الا اللہ' حقیقت میں لا مقصود الا اللہ اور معرفت میں لا موجود الا اللہ ہے۔

2۔الست بربکم، محبت کا عہد و پیماں ہے اور قالو بلیٰ سوزِ دوام امانت رکھنے کی صدا اور ایفائے عہد ہے۔

3۔فقرِ محمدی ﷺ کا حامل سوال نہیں کرتا۔

4۔ظاہر کو شریعت محمدی ﷺ کے سانچے میں ڈھال لو تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور تمہارا باطن حقیقت و معرفت کے مطابق ہوجائے گا۔

5۔جو نماز نہیں پڑھتا وہ میرا مرید نہیں۔

6۔خلیفہ وہ ہوتا ہے جس کو عورت و دیوار میں فرق نظر نہ آئے یعنی شیطانی وسوسہ سے پاک ہو۔

7۔احوالِ شیخ پر ہر ادنیٰ سا شک وشبہ اور چون وچرا کو دخل نہ دے بلکہ اپنے عقل کو کارِ شیخ سے ندامت کر۔

8۔انا اور کوئی گناہ نہیں جتنا انسان کی انا میں ہے۔

9۔راہِ فقر میں کرامت پندرواں (15) مقام ہے اور قُرب ننانواں (99) مقام ہے اگر تو کرامت پر ہی رُک گیا تو مقرب کب ہوگا۔

10۔ہمارے مذہب میں نو (9) حصے ادب اور ایک (1) حصہ عمل ہے۔

11۔سماع شہوت پرست کے لیے حرام اور وحدت پرست کے لیے حلال ہے۔

12۔مال، اولاد اور رشتہ دار دُنیا نہیں ہیں بلکہ جو چیز تجھے اپنے رب سے غافل کردے وہ دنیا ہے۔

13۔عاجزی وانکساری اور مسکینی، درویشی کی صفات ہیں۔فقیر وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے اور دُنیا بھول جائے۔

14۔روح وجسم ایک دُوسرے سے علیحدہ نہیں لیکن رُوح کو ہم نہیں دیکھ سکتے اس طرح ذاتِ حق بھی ہمارے اندر موجود ہے۔لیکن بغیر مُرشد کے دیکھنا ناممکن ہے۔

15۔جب تک مرید فنافی الشیخ نہ ہوجائے اسے کسی کی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے لیکن جب فنافی الشیخ ہوجائے تو وہ خود پیر کامل ہوتا ہے۔

16۔فقیر وہ ہے جس کا ضبط حال اور ظرف اتنا اعلیٰ ہو کہ توحید کے سات سمندر بھی پی جائے تو ہمسائے کو خبر تک نہ ہو۔

17۔ریاست اور بادشاہی اکثر کافروں کو ملی ہے۔روپے، پیسے، مال ومتاع، نوکری وافسری اور تجارت امیروں کو ملی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی میراث علم ہے۔

18۔اے دُرویش! اس چیز سے محبت نہ کر جو تمہیں خدا اور رسول سے دُور لے جائے۔

19۔جو روپیہ پیسہ کو راہ حق میں ختم کرتا ہے وہ اپنے نامہ اعمال میں سے لفظ جہنم کو ختم کرتا ہے۔

20۔مرشد یا پیر وہ ہے جس کی اپنی مرضی یا خواہش جاتی رہے۔رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سراپا بنا لے۔مرشد کا شیشہ دل اتنا صاف ہو کہ جملہ اخلاق و اوصاف نبوی ﷺ جلوہ گر ہوں۔

21۔مرید کو اپنے پیر کی ولایت اور جمال کا اس قدر مشتاق اور محب ہونا چاہیے کہ تھوڑے عمل اور زیادہ نیاز سے جلدی مطلب حاصل کرے اور حضرت عشق کی برق رفتار سواری پر بیٹھ کر مقام لاہوت میں یکسو ہو جائے۔

22۔سب سے افضل عبادت خدا، اس کے رسول ﷺ اور اس کے پیاروں سے جنون کی حد تک عشق و محبت کرنا ہے۔اور ان سے ظاہری، باطنی، قلبی، روحی لگاؤ رکھنا ہے۔

23۔درویشی تین چیزوں کا نام ہے۔طمع ترک کر دینا، کوئی چیز آ جائے تو اس کو رد نہ کرنا، کچھ مل جائے تو جمع نہ کرنا۔

24۔جسے محبت دی گئی اسے فقر و وحشت بھی دی گئی تا کہ دنیا اس پر فریفتہ نہ ہو جائے۔

25۔رضائے الٰہی صرف اس قلب کو میسر ہوتی ہے جس میں کدورت نہ ہو۔

26۔چار چیزیں نہایت قیمتی گوہر ہیں۔اول وہ درویش جو اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرے۔دوم وہ بھوکا جو اپنے تئیں پیٹ بھرا ظاہر کرے۔سوم وہ غمناک جو اپنے آپ کو خوش و خرم ظاہر کرے۔چہارم جس سے دشمنی ہوا سے بھی دوست دکھائی دے۔

27۔شکم سیری (پیٹ بھر کر کھانا) چھ خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔1۔عبادت میں دل نہ لگنا۔2۔حکمت کی باتیں یاد نہ رہنا۔3۔شفقت سے محروم ہو جانا۔4۔نفسانی خواہشات میں اضافہ ہو جانا۔5۔پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا کہ مسجد میں جا کر عبادت کر سکے۔6۔وظائف کا بارِ خاطر بن جانا۔

28۔محبتِ الٰہی میں سرشار ہو کر کیا گیا ایک سجدہ سو سال کی عبادت سے افضل ہے۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ
ہمعصر مشائخ اور اہل علم و دانش کی نظر میں

(1) حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ (سیال شریف)

☆ اپنے ایک معترض مرید سے فرمایا "پیر کرم حسین کامل ولی اللہ ہیں" (لمحاتِ کرم، ص: 518)

☆ خلیفہ ڈاکٹر امیر الدین سے فرمایا "تیرا پیر اور میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ایک جان دو قالب کے مترادف ہیں" (لمحاتِ کرم، ص:520)

☆ خلفیہ مولینا شیر محمد سے فرمایا "تیرا پیر شیخ المشائخ ہے" (لمحاتِ کرم، ص:520)

(2) حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانیؒ المعروف قبلہ بابو جی (گولڑہ شریف)

☆ حضور قبلہ عالم جب گولڑہ شریف جاتے تو حضرت بابو جی آپ کو دیکھ کر فرماتے "آج واقعی سیدنا حسین پاک کا کرم ہوا ہے جو پیر کرم حسین آئے ہیں" (لمحاتِ کرم، ص: 521)

(3) حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاریؒ (سندھیلیانوالی شریف)

☆ ایک مرید میاں احمد بخش سے فرمایا "سندھیلیانوالی شریف دور ہے تو منگانی شریف تو نزدیک ہے تیرے پاس کرایہ نہ ہو تو پیر کرم حسین کے پاس چلا جائے کرتیرے لئے کرم حسین ہی اسرار حسین ہے"

(لمحاتِ کرم، ص: 541)

(4) حضرت ابوانیس محمد برکت علی لدھیانویؒ (دارالاحسان فیصل آباد)

☆ حضور قبلہ عالم ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے کافی دیر سلسلہ گفتگو رہا الوداع ہونے لگے تو قبلہ عالم نے فرمایا میرے لئے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا "جناب میں دیکھ رہا ہوں اکابرین سلسلہ قادریہ آپ کے کندھوں پر جلوہ افروز ہیں بھلا میں کیسے آپ کیلئے دعا کروں۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں"

(لمحاتِ کرم، ص: 526)

(5) حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ (بھیرہ شریف)

"پیر محمد کرم حسینؒ ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے میں نے ان جیسے اولیاء بہت کم دیکھے ہیں"

(لمحاتِ کرم، ص:525)

(6) حضرت سید مستان شاہ مدنیؒ (قاسم بیلہ ملتان)

☆ خلیفہ پیر سید رفاقت علی شاہ سے فرمایا "اس وقت دنیا میں سائیں کرم حسین سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں" (لمحاتِ کرم، ص:535)

☆ میاں سلطان محمود سے فرمایا "پیر کرم حسین بیمار نہیں ہیں ان پر بہت بوجھ ہے جتنا بوجھ انہوں نے اٹھایا ہوا ہے اتنا آج کل کوئی نہیں اٹھا سکتا" (لمحاتِ کرم، ص:536)

☆ ایک مرتبہ میں (سید مستان شاہ مدنی) نے عالم کشف میں دیکھا کہ حضرت مولانا رومؒ اور حضرت پیر کرم حسینؒ مراقبہ کی حالت میں آمنے سامنے بیٹھے ہیں اور ان پر انوار و برکات کا نزول ہو رہا ہے" (زیاراتِ ایران، از افتخار احمد حافظ قادری، ص:185)

(7) غلام جیلانیؒ سجادہ نشین (دربار حضرت سلطان باہوؒ)

☆ حضرت سلطان باہوؒ کی خانقاہ مبارک پر ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم کچھ دن ٹھہرے تو حضرت سجادہ نشین صاحب روزانہ آپ کے پاس آتے اور فرماتے "مجھے حضرت سلطان العارفین کی بارگاہ سے جناب کی خبر گیری اور خدمت کا حکم ہے" (لمحاتِ کرم، ص: 528)

(8) حضرت پیر سید حبیب سلطان سجادہ نشین (دربار حضرت سلطان ہاتھیوانؒ)

☆ خانوادہ حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے فیض یافتگان میں دو بزرگ بڑے نمایاں گزرے ہیں۔
ایک حضرت پیر سید قطب علی شاہؒ جنہیں ہم نے سنا ہے اور دوسرے حضرت پیر کرم حسین جنہیں ہم نے دیکھا ہے"
(آڈیو کیسٹ مملوکہ راقم الحروف)

(9) حضرت ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب (دربار حضرت سلطان باہوؒ)

"حضرت خواجہ پیر کرم حسین قادری بلاشبہ ایک صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے وجود سے ایک ویران و پسماندہ علاقہ آباد و خوشحال ہو گیا، جہالت کی بجائے فراست اور علم نے لے لی ہے ولی اللہ کے قدموں کی برکات سے اسی طرح ایک جہاں روشن ہو جاتا ہے، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی سے سرشار رہتے تھے اور اسی لحاظ سے ان کی ظاہری جسمانی حالت بقول حضرت سلطان العارفین سلطان باہو

تن تھیں ماس جدا ہویا باہو
سوکھ جھلارے ہڈیاں ہُو

کے مترادف پیکر صدق و کمال تھے دراصل حضرت عشق جس پر بھی چھا گیا اس کا حال و مقام وہی ہوتا ہے جیسے حضرت منگانی شریف کا تھا۔ایک صاحب عشق کے احوال کو سمجھنا ہو تو ان کا حال دیکھ لیں"

(مجلہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 18، ص:36)

☆ کتاب "فیضان کرم" کے مطالعہ سے مجھے حضرت منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایک بڑے دانا واعلی ذوق والے مجتہد العصر نظر آئے ہیں جن کو تصوف و عرفان پر کامل عبور حاصل تھا"

(مجلہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 27، ص: 46)

(10) شیخ الاسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (بانی ادارہ منہاج القرآن)

"اولیاء کرام میں بیشتر حضرات گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں لیکن ان میں سے چند الوالعزم افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو یادحق متوجہ الی اللہ کے علاوہ جہادی طبیعت رکھتے ہیں بیشک حضرت خواجہ خواجگان حضرت پیر محمد کرم حسین قدس سرہ العزیز کا شمار بھی اسی پاک طائفہ میں ہوتا ہے" (مجلہ آئینہ کرم، حضور قبلہ عالم منگانوی نمبر، ص:139)

(11) حضرت علامہ پیرزادہ محمد امداد حسین (بانی جامعہ الکرم، برطانیہ)

"میرے مربی، میرے برادر اور سلسلہ قادریہ کے ایک عظیم پیشوا حضرت پیر کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ نے چکنمبر 171 منگانی میں اپنی زمین پر ایک چھوٹا سا گھر بنایا اور وہاں منتقل ہو گئے چند ہی سالوں میں وہ قادری سلسلہ کا ایک عظیم آستانہ بن گیا، آپ کی نسبت سے غیر معروف دیہات کو منگانی شریف کہا جانے لگا اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا"

(زیارات ایران، از حافظ احمد حافظ قادری، ص:212)

(12) حضرت پیر سید غلام غوث شاہ بخاریؒ (دہڑ شریف)

"پیر محمد کرم حسین کو ہم نے دہڑ شریف کبھی سوئے ہوئے نہیں دیکھا، وہ ساری ساری رات اپنے پیر کی چوکھٹ کے پاس نوافل میں گزار دیتے، اگر آخرت عبادت گزاروں کی ہے تو ہم میں سب سے پہلے پیر کرم حسین ہی بہشت میں جائیں گے" (لمحاتِ کرم، ص:542)

(13) حضرت علامہ پیر محمد انوار حسین صاحب جلوآنوی (جلوآنہ شریف)

"حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ شیریہ کے ایک روشن چراغ اور

مہکتے ہوئے پھول تھے جن کی چمک و دمک اور مہک سے ایک عالم کے دل و دماغ منور، معطر اور معنبر ہوئے اور ظاہر و باطن مزین، مرصع، مکلل اور معلّی مجلّی ہوئے۔

وہ صحرائے بسیطِ عالم میں نور کا مینار تھے خود ہی مرکز خود ہی دائرہ اور خود ہی پرکار تھے۔

وہ عالم علم شریعت تھے یہ ان کے اقوال تھے — وہ واقف راہ طریقت تھے یہ ان کے افعال تھے

وہ کاشف حقائق حقیت تھے یہ ان کے اخلاق تھے — وہ واصل انوار معرفت تھے یہ ان کے احوال تھے

وہ سراپا کرم تھے کریم کی صفات سے متصف تھے اسم بامسمیٰ تھے، اسمائے الٰہی سے متحقق تھے، حق کے اخلاق سے متخلق تھے، محسن کے محاسن سے حسین تھے، علیم کے علوم سے عالم تھے، ذات پاک سے واصل تھے، حضرت انسان کامل تھے، الغرض حضرت خواجہ صاحب سب کچھ تھے، اب ایسے کہاں

وہ نازِ عینِ عشق و محبت کا شہریار — سرتا قدم کرم کی حقیقت سے ہمکنار

اذواق اور اشواق کے گلنار کی بہار — ابرار اور اقطاب اور اغواث کا نکھار

عشق رسول پاک ﷺ کی شمع تھے بے دھواں — انوار ایسی چشم کرم بار اب کہاں

(مجلہ آئینہ کرم، حضور قبلہ عالم منگانوی نمبر، ص: 15,16)

(14) حضرت خواجہ پیر حیدر شاہؒ (کوٹلہ شریف ضلع منڈی بہاؤالدین)

"آپ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم سے ملاقات کیلئے تشریف لائے حضور نے ان کا بڑا اکرام فرمایا، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ باہر دُرریشوں کے پاس چلے آئے اور فرمانے لگے "غوث وقت کے سامنے بیٹھنا ایسی ویسی بات نہیں" (لمحات کرم، ص: 538)

(15) حضرت فقیر عبدالحمید صاحب (کلاچی شریف ڈیرہ اسماعیل خان)

راقم الحروف کے نام ایک خط میں لکھا "آپ کے والد محترم (حضرت صاحب منگانویؒ) واقعی ہی فقر و عرفان اور روحانیت کی بلند ترین شخصیت ہیں جن کی تعریف اور توصیف میں بے شمار جید علماء اور مشائخ رطب اللسان ہیں" (مجلہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 27، ص: 47)

(16) شیخ التفسیر علامہ حافظ محمد خان نوری (وائس پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف)

"اگر ہم حضور قبلہ پیر محمد کرم حسینؒ کی شخصیت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے کی حیثیت سے جگمگا رہے ہیں آپ جیسے نفوس قدسیہ عوام الناس کیلئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں

بالخصوص ہزاروں گم کردہ راہ آپ جیسے بزرگوں کی نظر کرم سے صراط مستقیم پر چلنے لگے ہیں ،لہذا ان حضرات کی زندگی کا ہر لمحہ اس قابل ہوتا ہے کہ اسے یاد رکھا جائے ،حصول ہدایت کے سلسلہ میں پھر ہدایت پر ثابت قدم رہنے کیلئے صحبت صالحین ایسا موثر طریقہ ہے جس کی ضمانت خود اللہ کا قرآن دیتا ہے"

(مجلہ آئینہ کرم ،شمارہ نمبر 18 ،ص:36)

(17) جناب اظہر لودھی صاحب (Pride of Performance. Ex Consultant PTV)

"حضور قبلہ علم منگانویؒ کا مشن دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کا مشن عظیم تھا ،آپ اپنی زندگی کے آخری سانس تک اس مبارک جدو جہد پر عمل پیرا رہے ،آپ نے منگانی شریف میں مدرسہ محمدیہ غوثیہ دارالکرم قائم کیا۔ جس میں نہ صرف سینکڑوں بچوں کو حفظ قرآن کی دولت نصیب ہوئی بلکہ آپ نے علاقہ بھر کے نوجوانوں ،بوڑھوں اور عورتوں کو بھی کلمہ ،نماز اور قرآن پاک کی تعلیم سے آراستہ کیا۔

حضرت قبلہ عالمؒ شریعت مطہرہ کی پابندی کا ایک بے مثال نمونہ تھے ،آپ نے نہ صرف ساری زندگی شریعت محمدیؐ پر خود عمل کیا بلکہ اپنے مریدین کو صوم وصلوۃ کا درس دیا ،عشق ومحبت کا فروغ آپ کی تعلیم کا اہم عنوان تھا خود بھی عشق ومحبت کا پیکر تھے اور دوسروں کو بھی اُس کی تعلیم دیتے تھے ،ایک صاحب دل نے کیا خوب فرمایا ہے ،

کسی پہ ایسا کرم نہ ہو گا   کسی کا ایسا کرمؒ نہ ہو گا
کیا کرم" نے کیا   کرم جو مجھ پہ کروں بیاں تو رقم نہ ہو گا

(مجلہ آئینہ کرم ،حضور قبلہ عالم منگانویؒ سیمینار نمبر ،ص:37)

(18) جناب سید ذوالفقار ارشد گیلانی

"غوث زماں ،مجدد دوراں ،قطب الارشاد ،فرد الافراد حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادریؒ جنہیں ہم بلا اتفاق "قافلہ غوثیہ کا سالار" قرار دیتے ہیں ،شریعت ومعرفت کا وہ بہتا دریا ہیں جس کی روانی میں کوئی سکوت نہیں ،وہ سمندر ہیں جس کی رگوں میں سکوت نہیں ،وہ مہتاب ہیں جس میں داغ نہیں ،وہ آفتاب ہیں جس میں کوئی گہن نہیں ،ان کا مقام میری سوچ اور علم کی حدوں سے ماورئی ہے۔

میں چاہوں بھی تو اس تک نہیں پہنچ سکتا ،میرے استادوں نے بالکل درست کہا کہ سرکارؒ نے اپنی ذات کو اپنی شخصیت کی ہستی کو ،اپنے علم کو اس طرح چھپائے رکھا کہ صرف اولیاء کرام ان کی ہستی کو چھو سکے اور ان کو پہچان سکے لیکن اس کے باوجود کراچی سے لے کر خیبر تک مجھے ان کا جلوہ نظر آتا ہے مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کرمؒ

صرف منگانی شریف میں ہی نہ تھے بلکے کرم ہم سب پر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

حضور قبلہ عالمؒ کی ولادت ضلع میانوالی میں ہوئی ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی نے اس پر بڑے فخر کا اظہار کیا، ہمارے لئے فخر کی بات یہ ہے کہ ہم ان کا نام لینے والے ہیں اور لیتے رہیں گے، خواہش ہے جب تک زندہ رہیں ان کا نام لیتے رہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہوں تب بھی ان کا نام لیں تا کہ ان کی قیادت میں ہماری بخشش کا بھی کچھ سامان ہو جائے" (مجلہ آئینہ کرم، حضور قبلہ عالم منگانویؒ سیمینار نمبر، ص:17,18)

(19) جناب علامہ ڈاکٹر عبدالواحد الاہزری (سابقہ پروفیسر انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد)

تاریخ گواہ ہے کہ قدرت اہم کاموں کی انجام دہی کیلئے جن عظیم ہستیوں کا چناؤ کرتی ہے، مدتوں بزمِ ہستی ان کیلئے دعا گو رہتی ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال اور افعال اور افکار وکردار کے ذریعے حالات کے ظلمت کدوں کو منور کرتی ہیں اور ان کے ایمان اور حکمت کی جلوہ گری اور علوم معرفت کی دلاویزی رفتہ رفتہ آس پاس کے ماحول کیلئے اثاثہ حیات بن جانا ایک امر مسلّم ہے۔ ان کی روحانی پاکیزگی کے معیار کو دیکھ کر ان کی عظمت و رفعت کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے ان کے سرمدی پیغام کے ذریعے طالبان عرفان حتی المقدور استفادہ کرتے نظر آتے ہیں، ان کے فیضان نظر سے لاتعداد اور ان گنت افراد بلاتمیز رنگ ونسل نور رشد وہدایت حاصل کر کے سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ وقت کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں تو شیخ طریقت حضرت پیر محمد کرم حسین الاحنفی المسلک، القادری المشرب، المشہور حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم منگانویؒ ایک بلند پایہ عالم دین، راسخ العقیدہ عاشق رسولؐ، پیکر عجز وانکسار، شیخ طریقت اور اپنے اسلاف کے روحانی وارث تھے، آپؒ کی زندگی ہر ہر لمحہ خیر والخلف لخیر السلف کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اپنے اندر کئی رموض سمیٹے ہوئے ہیں" (مجلہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 22، ص12)

(20) جناب علامہ پروفیسر شیخ محمد اقبال طاہر (وائس پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج شورکوٹ شہر)

"حضور قبلہ عالم منگانویؒ قدسی رنگ میں رنگے ہوئے نفوس قدسیہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی سیرت وتعلیمات کی روشنی زندہ دلوں کو ولولہ تازہ اور مردہ دلوں کو حیات نو عطا کرتی ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قدم بہ قدم رہبر بن کر جادہ حق کے مسافر کو منزل مراد تک لے جاتا ہے یعنی فنا سے بقا کی طرف، اللہ تعالیٰ نے

حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ ایسا بلند مقام اللہ تعالیٰ نے کسی اور ہم عصر ولی کو عطا نہیں فرمایا۔ آپ قطب ابدال کے مرتبہ پر فائز تھے'' (مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 23، ص:29-26)

(21) جناب پروفیسر ڈاکٹر جمیل قلندر (فکیلٹی آف عریبک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

''منگانی شریف کی درگاہ غوثیہ روحانی مراکز میں وہ اہم مرکز ہے جو خلوص و اخلاص، محبت و مودّت، حکمت و دانائی اور روحانی و نورانیت سے گرد و نواح کو وادی ایمن اور بقعہ نور بنا رہا ہے۔ میری دعا و تمنا ہے کہ حضرت قبلہ عالم منگانویؒ کے توسط سے نور کے ترشح کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے'' (مجلّہ آئینہ کرم، حضرت قبلہ عالم منگانوی سیمینار نمبر، ص:12)

(22) جناب علامہ مفتی نصیر الدین نصیر الحسنی (مہتمم جامعہ سلطانیہ، شورکوٹ شہر)

سینکڑوں سالہ جدوجہد کے بعد جو مقام کسی آستانہ کو حاصل ہوتا ہے وہ مقام منگانی شریف کو صرف چند سال میں حاصل ہو چکا ہے، دامھا اللہ و اقامھا بل زادھا شرفا وعزا و کرامۃ و فیضا و برکۃ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین'' (مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 18، ص40)

(23) جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رھا ایران (صاحب تصنیفات کثیرہ، معروف شاعر و تاریخ گو)

آستانِ پاک منگانی نشانِ غوثِ پاکؒ — قادریہ سازمان عشق و ایمانِ یقین
خاک منگانی شدہ خوشبو ز گل ھائے کرم — بر مشام جانِ ما آید کرامُ الکاتبین
انیک این درگاہِ پاک منگانی شمس الشموس — روشنائی ھامی دھد اندر جہانِ مسلمین

(مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 29، ص:79)

(24) جناب محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

فقر و عرفاں کا حسیں پیکر وہ تصویرِ کرمؒ — والیٔ بغداد کا وہ مظہرِ فیضِ اتم
رہنمائے اہل حق وہ مرشدِ اہلِ سلوک — طالبانِ خیرو تقویٰ کا وہ شیخِ محترم

(قطعہ تاریخ سال وصال)

خاک کے پردے میں آخر کار پنہاں ہو گیا ماہ ملکِ عشق ، خورشید جہانِ معرفت
دین کی تہذیب کی اقدار کا حسنِ حسین وہ طریقت کا محافظ ، پاسبانِ معرفت
سالکانِ حق کی رہنمائی اس نے کی با ثمر ، پُردم امیر کاروانِ معرفت
اک مکرم عارفِ حق سے اسے عزت ملی شہر منگانی زمین پر آسمانِ معرفت
اُس کی تاریخِ وصال ، ہاتف نے فرمایا مجھے
کر رقم طارقؔ، ''زجاج نُورِ شانِ معرفت''

(مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 28، ص:41-39)

(25) جناب جاوید اقبال قزلباش (معروف شاعر و ادیب)

صاحب ِ علم و عمل اور مظہرِ اعجاز ہیں افتخارِ اولیا ہیں ، روح کی آواز ہیں
وہ کرمؒ ہیں خامسِ آلِ عبا کے بے کلام زندگی بخشی خُدا نے ، ان کو بخشا ہے دوام
کرم حسینؒ کا ہے عرس نامدار کا عرس روان و روح و محبت زمام دار کا عرس

(مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ نمبر 34، ص:51)

(26) جناب علامہ سراج الدین طورؔ نورانی (سابقہ صدر شعبہ ادبیات فارسی و اردو، دارالعلوم بھیرہ شریف)

نہاں ہو کر بھی یہ شانِ کرمؒ ہے نظر ہے سب پہ فیضانِ کرمؒ ہے
سراپا عشق عنوانِ کرمؒ ہے ادب بھی اب تو دربانِ کرمؒ ہے
ہُمائے عشق کا مکن ہے سِدرہ قرینِ رب مگر جانِ کرمؒ ہے
سبھی کاسہ بکف ہیں اہل محفل کشادہ کس قدر خوانِ کرمؒ ہے
مہک ہے طورؔ جس کی چار جانب یہ وہ شاداب بستانِ کرمؒ ہے

(ابر کرم، ص:103)

برقِ جمالِ یار مرا سوختہ است | آن شرر در دِلم تو اندوختہ است
پرسید مرا ذرۂ صحرائے وفا | درسِ جنون عشق تو آموختہ است
در عوض خال و عارض گیسو | جانم کہ بدست تو افروختہ است
داغِ دلم ہچوں نجوم و خورشید | تابندہ و افروختہ است
طورؔ دانم ز لطف پیرکرمؒ | خاک دامانِ جنوں دوختہ است

(کتاب لمحاتِ کرم،ص:620)

(27) جناب پروفیسر نعیم انور نعمانی (پروفیسر کراچی یونیورسٹی)

''عصر حاضر میں ''ابر کرم'' کے نام سے قطب الاولیاء، برھان الاصفیاء، عارفِ ربانی حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات اولیاء اللہ کے سلسلہ مکتوبات کی ایک اہم کڑی ہیں۔ میں نے ان مکتوبات کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق مقصوفانہ افکار، اخلاق اور اعمال سے جہاں معمور پایا ہے وہاں روحانی اسرار معارف اور رموز سے بھرپور پایا ہے، ان مکتوبات کا لفظ لفظ دل میں اُتر جانے والا، فکرونظر کو جلا بخشنے والا، اخلاق وکردار کو سنوارنے والا پایا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ مکتوبات صلحا، عرفاء اور اولیاء اسلاف کی تعلیمات کا آئینہ دار ہیں'' (ابر کرم،ص:32)

(سجادہ نشین ثانی)

سالکِ راہ طریقت، واقفِ رموز شریعت ماہرِ اسرارِ معرفت

مظہر الانوار حضرتِ علامہ قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب حنفی القادری

دامت برکاتہٗ العالیہ

اے ولی ابنِ ولی مظہر حسین کشتۂ عشقِ نبیؐ مظہر حسین
عاشق و عارف جمالِ لم یزل مظہرِ غوثِ جلیؒ مظہر حسین

ولادت باسعادت:۔ قبلہ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں ایک رات بلوآنہ شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ نے خواب دیکھا کہ ہمارے گھر میں برآمدہ کے مغربی جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور ایک بچے کو پنگھوڑے میں جھولا دے رہے ہیں۔آپ نے اس کی تعبیر یہ لی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت مند بیٹا عطا فرمائے گا۔یہ سعادت مند اور خوش بخت فرزندار جمند حضرت قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب کی صورت میں 25 نومبر 1963ء بروز پیر بعد از نمازِ عشاء بمطابق 8 رجب المرجب 1383ھ میں پیدا ہوئے۔چونکہ آپ پہلے بیٹے تھے اس لیے گھر میں آپ کی پیدائش نے عجیب خوشی کا سماں پیدا کر دیا۔ولادت ننھیال کے ہاں کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہوئی تھی۔لہٰذا تمام گھر والے بڑی بیتابی سے انتظار کرنے لگے۔ولادت کے اکیس ۲۱ دن بعد تیرہ دسمبر آپ کو بلوآنہ شریف لایا گیا تو گھر میں گویا عید کا چاند طلوع ہو گیا۔حضور قبلہ عالمؒ اور تمام عزیز واقارب آپ سے از حد پیار کرتے۔آپ اہل خاندان اور مریدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک تھے بچپن کے ایام آغوش ولایت میں بڑے ناز ونعم کے ساتھ گزارے۔

تعلیم وتربیت:۔ پہلی جماعت بلوآنہ شریف کے پرائمری سکول سے پاس کی یہاں دیہاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کا معیار اچھا نہ تھا۔حضور قبلہ عالم نے اپنی ایک عقیدت مند ٹیچر زینب خاتون دختر میاں ماچھیا خان کی تجویز پر آپ کو گورنمنٹ گرلز ہائی سکول شورکوٹ کینٹ (جہاں وہ خود ٹیچر تھیں) بھیج دیا۔چار جماعتیں وہاں پڑھیں تو ان کا تبادلہ ہو گیا۔پانچویں جماعت پھر بلوآنہ شریف کے پرائمری سکول سے پاس کی۔اس عرصہ میں عم محترم قبلہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب لاہور شفٹ ہو چکے تھے۔اور نوری مسجد ریلوے اسٹیشن پر خطیب تھے۔لہٰذا آپ کو ان کے پاس لاہور بھیج دیا گیا۔چھٹی کلاس مسلم لیگ ہائی سکول نزد ریلوے اسٹیشن گورنر ہاؤس روڈ لاہور سے پاس کی۔اسی اثناء میں قبلہ پیرزادہ صاحب برطانیہ چلے گئے اور آپ واپس گھر آگئے۔پھر گورنمنٹ ہائی سکول چک نمبر

175 میں داخلہ لے لیا اور میٹرک تک تعلیم اسی سکول سے حاصل کی۔

دینی تعلیم:۔ قرآن مجید کا ابتدائی قاعدہ اپنے پردادا حضرت خواجہ یار محمد صاحب سے پڑھا۔ناظرہ کا آغاز پیر سخی حسین صاحب سے کیا۔پھر نماز و تجوید کا درس نوری مسجد لاہور میں حضرت قاری غلام رسول صاحب سے لیا۔ قرآن مجید کے چار پارے حافظ محمد شریف صاحب سے منگانی شریف میں حفظ کیے۔میٹرک کے بعد کچھ عرصہ جامعہ محمدی شریف میں زیرِ تعلیم رہے۔لیکن آپ کی دینی تعلیم کے سب سے بڑے استاد حضرت قبلہ عالمؒ ہی تھے۔جنہوں نے آپ کو علمِ تصوف کے معارف سے مالا مال کر کے علوم کا بحرِ بیکراں عطا فرما دیا۔شب و روز کے چوبیس گھنٹے آپ کو اپنی آغوش تربیت میں رکھا اور دین متین کی ایک ایک چیز اس طرح سکھائی کہ آپ کے قلب و ذہن میں راسخ ہوگئی اور آج جو مسئلہ آپ سے پوچھا جائے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور قبلہ عالمؒ سے یوں سنا تھا۔نہ تو آپ نے کبھی یہ فرمایا کہ یہ مسئلہ مجھے نہیں آتا اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ میں نے یہ مسئلہ فلاں کتاب سے پڑھا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کتاب،سب سے بڑا حوالہ آپ کے شیخ طریقت حضور قبلہ عالمؒ منگانوی ہیں۔

پہلا خطابِ جمعہ:۔ حضرت اخی قبلہ فرماتے ہیں میں نے شادی سے پہلے جمعہ پڑھانا شروع کیا۔غالباً 1983ء سے آپ نے جمعہ پر وعظ کا آغاز کیا حضور قبلہ عالمؒ نے جمعہ شریف پڑھانے کی ذمہ داری حضرت اخی قبلہ کو سونپی تو فرمایا بیٹا! منبر پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو حضرت اخی قبلہ نے عرض کیا حضور میں نہ تو عالم ہوں اور نہ ہی خطیب یہ کام کیسے کرسکتا ہوں؟ فرمایا ہم تمہیں یہ کام سونپ رہے ہیں تو منبر پر بیٹھ جا اور بولتا چلا جا یہ تیرے مرید ہیں تو جو الفاظ منہ سے نکالے گا واہ واہ کی صدائیں آئیں گی۔آپ حضور قبلہ عالم کے حکم سے سٹیج پر بیٹھ گئے۔ایسی تقریر کی کہ لوگوں کی واہ واہ تو ایک طرف خود حضور قبلہ عالمؒ کی زبانِ اقدس سے بھی واہ واہ اور سبحان اللہ کے مبارک الفاظ نکل رہے تھے۔نمازِ جمعہ کے بعد حضور نے بلوایا ڈھیر ساری دعائیں دیں اور نقد انعام بھی عطا فرمایا۔شیخ کے حکم پر منبر رسول پر بیٹھے شیخ کی زبان سے واہ واہ اور سبحان اللہ کے الفاظ نکلے۔شیخ نے آپ کے وعظ پر فخر محسوس کیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب و ذہن کو کھول دیا۔اور علوم و معارف کے خزانے عطا فرما دیے۔ زبان مبارک میں ایسا اثر پیدا ہوا کہ جب قال اللہ اور قال رسول اللہ کی صدا لگاتے ہیں تو لوگوں کے قلب و روح کی گہرائی تک یہ صدا اترتی چلی جاتی ہے۔حضور قبلہ عالمؒ نے آپ کو حکم دیا تھا بیٹا زندگی بھر دربار شریف پر جمعہ قضاء نہ کرنا ملک کے جس کونے میں بھی ہو جمعہ منگانی شریف پڑھانا ہے۔آپ نے حضور کی اس نصیحت پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دربار شریف پر جمعہ کا بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔خطبات اس قدر جامع ہوتے ہیں کہ دور دور سے زائرین جمعہ کے لیے دربار شریف پر چلے آتے ہیں۔دیگر جلسوں اور محفلوں میں آپ بہت کم وعظ فرماتے ہیں لیکن دربار شریف پر جمعہ اکثر خود پڑھاتے ہیں آپ کے خطبات کی پہلی جلد جو تقریباً (28) مواعظ پر مشتمل ہے ''مظہر

الکرم" کے نام سے شائع ہو چکی ہے اور اہل علم وفضل سے خوب پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔

بیعت وخلافت:۔ آپ غالباً 1978ء میں حضور کی دست بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود بیان فرماتے ہیں منگانی شریف آمد کے بعد گھر کے اندر ہی میں حضور قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوا حضور نے خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب کو فرمایا اسے وظائف سمجھاؤ وہ مجھے اس کمرہ سے ملحقہ پیر بخی حسین صاحب کے کمرے میں لائے اور میرے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے پہلے تو رونے لگے پھر فرمایا "جناب میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں میری کیا مجال ہے آپ کو وظائف سمجھاؤں" پھر خاموش ہو گئے کچھ دیر توقف کے بعد ڈوبتی ہوئی آواز میں فرمایا البتہ جس طرح آپ کے باپ دادا نے مجھے سمجھایا ہے وہ آپ کے سامنے دہراتا ہوں اور وظائف قادریہ بتائے۔ کچھ ہی عرصے کے بعد حضور نے بیعت کی اجازت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اب تم تبلیغی دوروں پر جایا کرو جب آپ کے سر پر خلافت کا تاج سجایا گیا اور سلسلہ طریقت کی امانت کا امین بنایا تو کسی کو کیا خبر تھی کہ ولایت کے افق پر ایک ایسا چاند چمکنے والا ہے جس کی چاندنی سے ایک عالم کو ضیاء پاشیاں ملیں گی۔ تبلیغی دوروں کی تربیت حضور قبلہ عالمؒ خود فرماتے تمام تبلیغی دوروں پر حضور ساتھ رکھتے مجلس کے آداب لوگوں کی تعلیم وتربیت کا ایک، ایک انداز حضور نے اپنے عمل سے سکھایا۔ پہلے پہل حضور آپ کے ساتھ پیر بخی حسین کو بھیجا کرتے تھے پھر اکیلا جانا شروع کیا اور جب واپس آتے تو وہاں ایک ایک دن کی مصروفیات اور ہر دُرویش کے بارے میں حضور تفصیل سے روداد سنتے۔

شادی خانہ آبادی:۔ حضور قبلہ عالمؒ کی خواہش تھی کہ آپ کی شادی اپنے بھائیوں کے ہاں کی جائے لیکن بعض گھریلو وجوہات کے باعث ایسا نہ ہو سکا حضور نے آپ کا رشتہ ایک صادق الیقین دُرویش میاں گل شیر احمد (سابق ایکسیئن واپڈا ملتان کینٹ) کے ہاں طے فرمایا 23 مارچ 1984ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی شادی انجام پذیر ہوئی۔ حضور قبلہ عالمؒ نے خود نکاح پڑھایا۔ تمام دوست احباب، رشتہ داروں، مریدین کو اس شادی پر بلایا اور بڑے وسیع انتظامات کیے گئے۔

برطانیہ روانگی:۔ شادی کے چند ماہ بعد عم محترم پیرزادہ صاحب نے برطانیہ کا ویزہ بھیج کر سیر وسیاحت کے لیے آپ کو وہاں بلوالیا آپ دو ماہ تک وہیں رہے انگلینڈ کے اکثر دینی مراکز کا دورہ کیا اور قل سیروا فی الارض پر عمل کرتے ہوئے خوبصورت مقامات کی سیر کی۔

حج بیت اللہ:۔ انگلینڈ سے واپسی پر آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مدینہ شریف آئے۔ حضور قبلہ عالمؒ آپ کے لیے بیتاب تھے۔ اکثر آپ کو یاد فرماتے رہتے جب آپ واپس آئے حضور بے حد خوش ہوئے۔ انگلینڈ کی نسبت عرب شریف کے حالات زیادہ پوچھتے جب مدینہ شریف کا تذکرہ چھیڑتے تو گھنٹوں تک یہی موضوع رہتا۔ ایک ایک چیز دریافت کرتے۔ ہر مقام کی فضیلت بیان

کرتے ۔اور حضور قبلہ عالمؒ کی آنکھوں میں ذکر مدینہ پر آنسو چمک اٹھتے ۔عین شباب کے عالم میں حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ رسول پر حاضری نے آپ کی متصوفانہ فطرت میں عشق ومحبت کو پروان چڑھایا اور عشق رسول کی شمع روشن سے روشن تر ہوتی گئی۔

حضور قبلہ عالمؒ کی شفقت ومحبت :۔ حضرت اخی پر حضور قبلہ عالم کی بچپن ہی سے نظر تھی۔آپ نہ صرف آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے بلکہ تعلیم وتربیت پر کڑی نگاہ رکھتے۔جب حضرت اخی جوان ہوئے تو حضور انہیں بطورِ ڈرائیور ساتھ رکھتے اور سفر وحضر میں ایک ایک بات کی تعلیم دیتے انہیں گھنٹوں تصوف کے لیکچر دیتے ان کے ہر سوال کا جواب تفصیلاً دیتے اور جب تک حضرت اخی مطمئن نہ ہوجاتے حضور قبلہ عالم دلائل دیتے رہتے ۔دین متین اور تصوف کے علاوہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ اور عزت ووقار کے ساتھ رہنے کے سلیقے سکھائے۔ حضرت اخی فرماتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم کے بعد جو زندگی ہم گزار رہے ہیں۔اور جو کچھ کررہے ہیں۔یہ سب ایک ایک لمحہ حضور کی اس تربیت ونصیحت کا عملی ثبوت ہے۔جو کچھ ہم کررہے ہیں یہ حضور کا ارادہ اور حکم ہے۔حضور کے یہی پروگرام اور منصوبے ہیں۔ہم تو فقط خادم ہیں اور خدمت کررہے ہیں۔حضرت اخی قبلہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دربار شریف پر ایک بڑی اسلامی اکیڈمی حضور قبلہ عالمؒ کا خواب تھا اس کی تعمیر میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہے۔زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ اس کا جلد کام شروع ہوجائے گا۔حضور قبلہ عالمؒ آپ کو ایک لمحہ بھی آنکھوں سے دور نہ رکھتے تھے۔ جب آپ تبلیغی دوروں پر جاتے تو ایک ایک دن گنتے۔ جب واپس آتے تو بے حد خوش ہوجاتے۔حضرت اخی فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے جماعت کروانے کا طریقہ فرائض اور واجبات خود سکھائے پھر ہمیشہ مجھے جماعت کروانے کا حکم دیتے اور میری اقتداء میں نماز پڑھتے ۔قبلہ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ جھنگ شہر میں مہر لیس کے مکان پر آپ تینوں بھائی سوئے ہوئے تھے۔رات کو موسم خراب ہوگیا تیز آندھی چلی حضور قبلہ عالمؒ اٹھ کر تمہاری چارپائیوں کے قریب آئے تینوں بیٹوں کو چوما پھر فرمایا آج تو میرے بچے آرام سے سو رہے ہیں۔لیکن بعد میں انہیں بہت ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔میں حیران ہوئی کہ ویسے تو حضور بچوں پر سختی کرتے ہیں لیکن آج بڑی محبت کا اظہار فرمارہے ہیں۔

حضرت قبلہ اخی جب آستانہ عالیہ سے باہر جانے لگتے تو حضور نہ صرف خود انہیں ملتے بلکہ مریدین کو بھی حکم دیتے کہ جاؤ اپنے پیر سے مل لو جو مرید حضرت اخی سے محبت رکھتا حضور قبلہ عالمؒ بھی اس سے پیار کرتے جو آپ کا دوست ہوتا اس سے حضرت اخی کی باتیں کرتے کچھ باتیں آپ کے دوستوں کے ذریعے آپ کو ان ڈائریکٹ (Indirect) سمجھاتے۔

حضرت اخی کو اپنڈکس کا درد ہوا تو فرمایا فوراً فیصل آباد اچھے سے اچھے پرائیویٹ ہسپتال جاکر آپریشن کرواؤ

حضرت قبلہ اخی نے عرض کی حضور اب درد ٹھیک ہے آپریشن کی ضرورت نہیں ہے فرمایا نہیں یہ درد پھر کسی وقت ہو سکتا ہے اور جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے تمہاری جان ہمیں بہت عزیز ہے پھر عرض کی حضور اگر آپریشن ضروری ہے تو جھنگ سے کسی ڈاکٹر سے کروا لیتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ آپریشن فیصل آباد سے اور کسی اچھے سے اچھے ڈاکٹر سے کروانا ہے۔ حضرت اخی قبلہ نے آپ کے حکم سے آپریشن کروایا۔ آپ کے نام کے کئی صدقات دیئے گئے۔ آپ کے دوستوں کے علاوہ کئی دُرویش بھیجے جو حضرت اخی کی خدمت کرتے اور آپ کو خوش رکھتے تھے۔

☆ کبھی کبھی حضور آپ سے دل لگی اور ہنسی مذاح بھی کرتے اور پھر کافی دیر ایسی باتیں ہوتی رہتیں۔ ایک دن حضور نے فرمایا مظہر حسین! لنگر شریف کے مال مویشیوں کا بھی خیال رکھا کرو روزانہ وہاں ایک آدھ چکر لگا لیا کرو۔ آپ نے عرض کی حضور! ہم دُرویش آدمی ہیں دنیاوی کاموں سے کیا واسطہ؟ حضور ہنس پڑے اور فرمایا اچھا تو پھر دنیا دار میں ہی ہوں جو تمہاری ہر چیز کا خیال رکھتا ہوں۔ حضرت اخی اور تمام دُرویش حضور کے اس برجستہ جواب پر ہنس پڑے۔ حضرت اخی آج بھی یہ بات یاد کر کے مسکرانے لگتے ہیں۔

میاں محمد حسین کلس نے ایک دن حضور کی زبان اقدس سے دنیا کی بے ثباتی اور اس دنیا کو خیر باد کہنے کی باتیں سنیں تو عرض کیا حضور آپ کے جانے کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ فرمایا! تمہیں ایسا شفیق پیر دے کر جا رہا ہوں کہ جہاں بھر میں تمہیں ایسا پیر کہیں نہ ملے گا۔

حضرت اخی قبلہ فرماتے ہیں جب حضور نے مجھے پہلی مرتبہ تبلیغی دوروں پر بھیجا۔ تو میں نے عرض کی حضور آپ تو ولی اللہ ہیں جب کہ میں اپنا حال خود جانتا ہوں میں کسی کو دھوکہ میں کیوں رکھوں۔ میں فقیر ہی نہیں لوگ کہیں گے دعا کریں ہمارا یہ کام ہو جائے وہ ہو جائے میں کیا کر سکتا ہوں لہٰذا میں نہیں جاؤں گا۔ آخر حضور نے فرمایا تو منہ سے نکالتے رہنا باقی مدینے والے اور غوث پاک کو لاج ہے اور ہمیشہ اسی طرح ہوا۔

مولانا محمد اسحاق اوکاڑوی کی تشفی:۔ مولانا صاحب حضور کے پیر بھائی اور عالمِ دین تھے حضرت اعلیٰ دھڑوی سے انہیں خلافت بھی عطا ہوئی تھی۔ حضرت اعلیٰ کے وصال کے بعد آپ حضور قبلہ عالمؒ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے۔ جب دربار شریف پر حاضر ہوتے گھنٹوں علمی موضوعات اور تصوف پر حضور سے باتیں کرتے حضور بھی ان سے بڑی عنایت ومحبت کرتے ایک دن کہنے لگے حضور! آج کئی آستانے اجڑ گئے ہیں اور اولیاء کرام کی ناخلف اولاد نے ان کے مزاروں کی رونقیں ختم کر دی ہیں۔ آپ ہمارے سلسلہ کے سرتاج اور فخر ہیں آپ اس سلسلہ پر مہربانی فرمائیں تا کہ یہ خوشبو یہ فیض اور یہ ضیاء پاشیاں ہمیشہ قائم رہیں آپ مہربانی فرمائیں اور قبلہ صاحبزادہ صاحب کو میرے پاس بھیج دیں میں ان کی علمی تربیت کروں گا۔ اور انہیں دین متین کا عالم بنا کر حضور کی خدمت میں پیش کروں گا حضور نے فرمایا مولانا صاحب! ہمارا وقت قریب ہے اس لئے ہم نے اسے کسی

مدرسہ میں نہیں بھیجا۔ جو کچھ خود جانتے ہیں اس کو سکھا دیا ہے پھر فرمایا آج تمہیں اس کا وعظ سناتے ہیں۔ اس دن پندرہ (۱۵) جون والا ختم شریف تھا مدرسہ قرآن محل میں حضور نے حضرت اخی کو بلوایا اور فرمایا کہ آج ختم شریف پر تم نے وعظ کرنا ہے جب حضرت اخی نے تقریر شروع کی تو مولانا صاحب بہت توجہ سے تقریر سنتے رہے۔ حضرت قبلہ اخی نے علم وحکمت کا ایسا چشمہ رواں کیا۔ اتنے مدلل انداز میں خطاب کیا کہ دوران وعظ مولانا کی آنکھیں آنسوؤں سے خشک نہ ہوئیں تقریر کے بعد حضور قبلہ عالمؒ کو روتے ہوئے عرض کی حضور ان شاء اللہ اس سلسلہء عالیہ کا فیض یونہی جاری وساری رہے گا آپ کے علم وحکمت کے فیضان سے ایک جہاں فیض یاب ہوتا رہے گا۔ حضور نے ہم پر بے حد احسان فرمایا ہے ہمارے سلسلہ کو ایسا تربیت یافتہ فرزند عطا کیا ہے۔ جو کہ اس سلسلہء عالیہ کی عظمت کو چار چاند لگائے گا۔ حضور اب میری تشفی ہوگئی ہے۔ علم وحکمت کے سمندر کو میرے علم کی چند بوندوں کی ضرورت نہیں اور نہ ہی انہیں کسی مدرسہ میں بھیجنے کی ضرورت ہے جو کچھ ہم نے مدتوں میں مدرسوں سے پڑھا وہ انہیں آپ کی نگاہ کرم نے گھر بیٹھے عطا کر دیا۔

جانشین قبلہ عالمؒ:۔ حضور قبلہ عالمؒ کا وصال عقیدت مندوں کے لیے ایک دردناک المیہ تھا۔ محبت وعقیدت رکھنے والے لوگوں کے جسم وقلب پر ایک غم ناک آندھی کی گھٹا چھا گئی۔ حضرت قبلہ اخی جب مسند سجادگی پر متمکن ہوئے تو اس کرب ناک المیہ میں آپ کا وجود مسعود زخمی دلوں کے لیے تسکین کا بہت بڑا سامان مرہم ہے۔ آپ نے نہ صرف مایوس اور غم ناک دلوں کو امید اور تسکین دلائی بلکہ آستانہ عالیہ کی سجادہ نشینی کو جس جواں مردی اولوالعزمی، صبر، دانائی اور حکمت سے ان گراں قدر ذمہ داریوں کو نبھایا کہ آپ کی ہستی خوابیدہ روحوں، زنگ آلودہ دلوں، شکست زدہ حوصلوں اور پژمردہ ذہنوں کا درماں بن گئی۔ بندگان خدا کے لیے آپ کی ذات شفیق ماں کی گود سے زیادہ پرُتسکین ہے۔ وہ عمر کے جس حصہ میں بھی ہوں آپ کی شفقت وعنایت اور انوکھا پیار ہر ایک کے لیے یکساں ہے۔ حضور قبلہ عالمؒ نے اپنے دینی مشن کو جہاں چھوڑا تھا حضرت اخی قبلہ نے وہیں سے شروع کر کے اس مشن کو رواں دواں رکھا۔ حضور کے وصال کے بعد آپ نے کسی بھی شعبہ میں حضور قبلہ عالمؒ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ حضور قبلہ عالمؒ کی ایک عملی تصویر ہیں آپ کے اندر وہ تمام اوصاف جلوہ افروز ہیں جو حضور قبلہ عالمؒ کا خاصہ تھے۔

اخلاق ومروت:۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے تم میں سے قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں گے حضرت قبلہ اخی اخلاق ومروت کا ایک کامل نمونہ ہیں سفر وحضر میں اور ہر مشکل وآسانی میں غصہ میں ہوں یا خوشی میں آپ کے اخلاق حسنہ کے نکھار میں کبھی کمی نہیں آئی۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا ایسا کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنے پرائے چھوٹے بڑے کے ساتھ

انتہائی خلیق ہیں۔ ایک مرتبہ اہل حدیث علماء کا ایک وفد آپ سے کسی کام کے سلسلہ میں ملنے آیا۔ آپ کا برتاؤ اور اخلاق کریمانہ دیکھا تو واپس جا کر ساتھ آنے والے شخص کو کہا ہمارے اذہان میں آج کل کے پیروں کا ایک عجیب تصور ہے لیکن یہ پیر ہمارے تصورات سے بالاتر ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پیر تو مغرور ہوتے ہیں اور لوگوں سے بہت کم ملتے ہیں ان تک عام لوگوں کی رسائی ناممکن ہے لیکن اس پیر کی انکساری ملنساری اور اخلاق دیکھ کر ہمارے نظریات بدل رہے ہیں۔ ہر مخالف کے نظریات وخیالات کو بدل کر رکھ دینا آپ کے اعلیٰ اخلاق کا کمال ہے۔

اخفائے حال:۔ قرآن مجید، احادیث نبوی اور مشائخ کرام نے اولیائے اللہ کی جو صفات بیان کی ہیں ان کی نشانیاں ان کے عمل ان کے اخلاق ان کی روشن پیشانیاں اور کشف وکرامات بیان کر کے بتایا ہے کہ اولیائے کرام کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ولی اللہ کی ہر صفت آپ کے اندر موجود ہے۔ ولایت کے جس پیمانے پر بھی آپ کو پرکھا جائے آپ کی ذات پوری اترتی ہے آپ تمام صفات کا مجموعہ ہیں جو کہ اولیائے کرام کا خاصہ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلبی نور اور کشفی بصارت سے مزین کر رکھا ہے لوگوں کے قلوب آپ کے سامنے ایک آئینہ کی مانند ہیں ہر بات کی قبل از وقت خبر آپ کے چہرے کے بدلے ہوئے اثرات سے عیاں ہوتی ہے لیکن اپنا حال کبھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اگر آپ کا کوئی کمال کسی پر ظاہر ہو بھی گیا تو آپ نے اس پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کئی مایوس ترین لوگوں کی زندگیوں میں آپ کی دعاؤں نے انقلاب برپا کیا۔ انہیں زندگی عطا کی وہ جب بھی آپ کے احسان کا ذکر کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ سب کچھ بیلی کا ہے۔ میرا تو کمال نہیں آپ کی زبان مبارک لسان حق ہے جو کچھ آپ کی زبان سے نکلا اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا آپ کی زبان سے الفاظ تقدیر الٰہی بن کر نکلتے ہیں حضور قبلہ عالمؒ نے وصال کے دن آپ کو بلایا اور فرمایا میرے سامنے چارپائی پر بیٹھو اور میری آنکھوں میں دیکھنا ہرگز آنکھیں نہ جھپکنا حضور قبلہ عالمؒ کچھ دیر آپ کو توجہ سے دیکھتے رہے۔ پھر مسکرا دیئے۔ آپ نے اس بات کا کبھی کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ طویل عرصہ گزرنے کے بعد ایک روز ہم حضور کے متعلق باتیں کر رہے تھے کہ بے ساختہ منہ سے یہ بات نکل گئی ہمیں اشارہ مل گیا پھر تو میں اور لالہ محمد رفیق نے بارہا دریافت کیا کہ آپ نے حضور کی آنکھوں میں کیا دیکھا تو فرماتے بس دیکھا اور کیا بات ہے آخر ایک روز اتنا فرمایا حضور کی آنکھوں میں سفیدی غالب تھی۔ آپ کچھ دیر مجھے توجہ سے دیکھتے رہے پھر مسکرا دیئے میں نے کہا یہ بتائیں حضور مسکرائے کیوں تھے؟ فرمایا مجھے کیا معلوم اور جواب ندارد۔

حضور قبلہ عالم کا آخری وقت بلانا اور اس میں یوں نظر کرم کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی بلاشبہ یہ عطا سب سے بڑی عطا تھی۔ لیکن حضرت اخی کا اعلیٰ ظرف سمندر کی مانند ہے کہ کبھی اس کا اظہار نہ کیا۔

آپ کبھی اپنے متعلق کچھ تعریف سننا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے دربار شریف کے مجلّہ ''آئینہ کرم'' میں آپ کو

معلوم ہو جائے کہ یارانِ طریقت میں سے کسی نے میرے متعلق کچھ لکھا ہے تو فوراً منع کر دیتے ہیں کہ یہ مضمون رسالہ میں شائع نہ کیا جائے۔ جو ایک آدھ شائع ہوا ہے وہ آپ کی اطلاع کے بغیر ہی دے دیا گیا ہے۔ ورنہ بڑی سختی سے منع کر دیتے ہیں راقم الحروف سے بھی فرمایا کہ سوانح حیات میں میرے متعلق کچھ نہ لکھنا لیکن میں نے عرض کی جناب وہ میں لکھ رہا ہوں جو صحیح سمجھوں گا لکھ دوں گا۔ فرمایا میں کون ہوتا ہوں کہ میرے متعلق کچھ لکھا جائے۔

(اقربا واولاد)

حضرتِ خواجہ کی والدہ ماجدہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا

حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ کا نام ''نور خاتون'' تھا۔ آپ کی ولادت ایک اندازے کے مطابق 1880ء اور 1890ء کے درمیان کسی سال میاں خیر محمد کے ہاں ''نواں'' میں ہوئی۔ آپ کے والد کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ ''نواں'' میں ان کے نام چار سو کنال رقبہ تھا۔ اولاد میں صرف ایک بیٹا ''میاں مہر محمد'' اور ایک بیٹی (والدہ حضرت خواجہ) تھیں۔ آپ کی شادی بیسویں صدی کے آغاز میں حضرت باباجی خواجہ یار محمد سے ہوئی۔ آپ نہایت سادہ، متقی، صالح اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ شادی کے بعد آپ کا تقویٰ اور سادگی مزید نکھر گئی۔ آپ نے اپنی تمام اولاد کو بڑی محبت و شفقت سے پالا مگر حضرت خواجہ تو اُن کی آنکھوں کا نور اور بہت لاڈلے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی حضرت خواجہ کی ولادت سے قبل آپ کو اس فرزندِ ارجمند کے بارے میں کئی بشارتیں مل چکی تھیں ویسے بھی حُسن و خوبصورتی میں حضرت خواجہ آپ کی تمام اولاد سے بڑھ کر تھے۔ اس لیے آپ کو اپنے اس بیٹے سے والہانہ محبت تھی۔ بچپن میں حضرت خواجہ باہر کھیلنے جاتے اور جب دیر ہو جاتی تو والدہ ماجدہ خود ڈھونڈنے چلی جاتی اگر ان کے اصرار پر اُن کا لاڈلہ ساتھ گھر نہ آتا تو کئی کئی چکر لگاتی۔ جب تک حضرت خواجہ گھر نہ آجاتے آپ چین سے نہ بیٹھتیں۔ جوانی میں بھی جب حضرت خواجہ کبڈی کھیلا کرتے تو آپ جس طرف حضرت خواجہ گئے ہوتے اُسی راستہ پر آتے، جاتے لوگوں سے پوچھتی کہ میرا حافظ کبڈی جیتا ہے یا نہیں۔ اور جب رات ہوتی تو حضرت خواجہ سے تمام دن کی رُوداد پوچھتی، اپنے لختِ جگر، نُورِ نظر کی چارپائی اپنے ساتھ ڈالتی اور رات کو کئی بار اُٹھ کر دیکھا کرتی۔ حضرت خواجہ سے آپ کی والہانہ محبت کے تذکرے آج بھی سارے خاندان میں معروف ہیں۔

حضرت خواجہ نے جب قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا تو آپ کی والدہ اپنے صالح خاوند کے ساتھ پچھلی رات کو بیدار ہوتی، چراغ جلاتی اور اپنے لختِ جگر، نُور نظر کو ساتھ لے کر دونوں میاں، بیوی مسجد چلے جاتے، حضرت خواجہ قرآن مجید یاد کرتے اور آپ کے والدین بھی صبح کی اذان تک مسجد میں ہی اپنے بیٹے کے پاس بیٹھے رہتے۔

حضرت خواجہ پر جب مجذوبانہ کیفیت کا غلبہ ہوا اور آپ کچھ عرصہ گھر سے غائب ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے گئے۔ ان دنوں میں والدہ کی پریشانی اور اضطرابی کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دنوں تک کھانا نہ کھاتی اور دن، رات دیوانہ وار حضرت خواجہ کو ڈھونڈتی رہتی۔

گھر کا کام کاج خود کرتی، پانی بھر کر لاتی، چرخہ کاتتی، رات کو چکی پیسا کرتی، آپ کے گھر میں ایک بڑا کیکر کا درخت تھا۔ تمام پڑوسی خواتین گرمیوں کے موسم میں اسی کیکر کے نیچے اپنی چار پائیاں لے آتیں۔ اللہ کی یہ بندی اپنی چار پائیاں دھوپ میں کر لیتی مگر کسی پڑوسن کو چھاؤں سے منع نہ کرتی۔

آپ کے چھوٹے بیٹے حاجی فضل الٰہی صاحب بتاتے ہیں۔ میں فوج میں ملازم تھا اور حضرت خواجہ جھنگ ہجرت کر گئے تھے۔ ہم جب بھی گھر آتے۔ ہماری والدہ نے کبھی ہم سے کسی چیز کی فرمائش نہ کی۔ اکثر میں جب چھٹی ختم کر کے واپس جانے لگتا تو کافی دُور تک میرے ساتھ جاتی۔ مجھے کئی نصیحتیں کرتی اور سادہ لوح ماں محبت بھرے انداز میں مجھے کہتی۔ فضل الٰہی! وہاں کنوؤں میں نہ جھانکنا۔ میں اور تیرا باپ ساتھ نہیں ہونگے ایسا نہ ہو کہ تجھے کوئی دھکا دے دے۔

حضرت خواجہ کو جب خلافت کی نعمت عطاء ہوئی اور آپ گھر تشریف لائے تو سب سے پہلے اپنی والدہ ماجدہ کو اس نعمتِ ولایت سے مالا مال کیا۔ چونکہ آپ کی والدہ اپنے بیٹے کے متعلق تمام بشارتیں دیکھ چکی تھیں اس لیے سب سے پہلے آپ نے ہی اپنے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ نے خود اوراد وظائف خاندانِ قادریہ، اسمِ اعظم، نفی اثبات، تصورِ شیخ اور مراقبہ کا طریقہ سکھایا۔ جب اس نیک دل خاتون نے اسمِ اعظم کرنا شروع کیا تو چند ہی دنوں کے بعد ایک روز اسمِ اعظم کرتے ہوئے چیخ نکل گئی۔ بیٹے دَوڑ کر آئے پوچھا کیا ہوا۔ فرمایا ہر طرف آگ ہی آگ ہے۔ اسے بجھاؤ۔ انہوں نے کہا۔ اماں! یہاں تو کوئی آگ نہیں۔ اتنے میں حضرت خواجہ گھر پہنچے اور اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اماں! آنکھیں بند کر کے دل میں دیکھو۔ یہ کوئی ظاہری آگ نہیں تمہارے دل کی روشنی ہے۔ ایسا کیا تو بے ساختہ دل سے دُعائیں نکلیں کہ میرے بیٹے! خداوند کریم تمہارے ولایت کے درجات مزید بلند فرمائے تم نے میرا قلب روشن کر دیا۔

حضرت خواجہ اپنے مرشدِ کامل کے حکم پر جب "نواں" سے جھنگ ہجرت کر آئے تو آپ بے حد اُداس رہتیں۔ اور دن بدن آپ کی جدائی میں کمزور ہوتی گئیں۔ ہر وقت آپ کو اور اپنے پوتوں کو یاد کرتیں۔ حضرت خواجہ کے والدِ ماجد سے کہتی جاؤ میرے حافظ کی کوئی خبر لے آؤ۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ آپ کو ملنے آئے تو فرمایا۔ بیٹا! میں بیمار ہوں۔ تم نہ جاؤ۔ میں مَر جاؤں گی۔ تم نے میرا جنازہ پڑھانا ہے۔ اگر چلے گئے تو پھر میرے جنازہ پر کیسے آؤ گے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اماں! میرا تجھ سے وعدہ ہے کہ میں جہاں بھی ہوں گا۔ ان شاء اللہ تیرا جنازہ خود

پڑھاؤں گا۔ بابا فضل الٰہی صاحب بتاتے ہیں۔ میں 1945ء میں فوج سے چھٹی پر گھر آیا، ٹھنڈا میٹھا موسم تھا (نہ سردی تھی اور نہ گرمی) رات کو والدہ صاحبہ کو بخار ہوا۔ میں صبح خلیفہ میاں غلام رسول صاحب کے بڑے بھائی معروف حکیم قاضی عبدالرسول کے پاس گیا۔ وہ آئے۔ چیک کیا تو کہا۔ فضل الٰہی! تم والدہ کے پاس بیٹھو میں ابھی دوائی لے کر آتا ہوں۔ گھر گئے اور گھر کی خواتین سے کہا حضرت خواجہ کی والدہ کی تیاری ہے۔ قرآن مجید اٹھاؤ اور جلدی سے ان کے گھر چلو۔ بابا فضل الٰہی صاحب کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حکیم صاحب کے ساتھ گھر والی عورتیں ہیں اور ہاتھوں میں قرآن مجید ہیں۔ تو میں نے تعجب سے پوچھا یہ کیا؟ حکیم صاحب بولے بھائی! اماں کا اب صرف یہی علاج ہے۔ ان کی زندگی بس کچھ لمحے ہے۔ اُن کی عورتیں والدہ صاحبہ کے پاس قرآن مجید پڑھنے لگیں اور کچھ ہی دیر میں اماں جی وصال کر گئیں۔ وقتِ وصال بار بار پوچھتی میرا حافظ نہیں آیا، میرا حافظ نہیں آیا اور اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

بابا فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں۔ والد صاحب اور میں گھر پر تھے۔ ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اس وقت نہ فون، نہ تار، نہ ہی کوئی اور ذریعہ تھا کہ ہم بروقت حضرت خواجہ کو اطلاع دے سکتے۔ آپ جھنگ میں تھے۔ ہم سخت پریشان ہوئے۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ دیکھا اچانک حضرت خواجہ آگئے۔ جیسے آپ کو سب کچھ معلوم تھا اور آپ ایک دن پہلے ہی جھنگ سے روانہ ہوگئے تھے۔ حضرت خواجہ نے کفن دفن کا بندوبست کیا نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور قبر میں بھی اپنی پیاری والدہ کو اپنے ہاتھوں سے اُتارا۔ تدفین کے بعد کافی دیر تک والدہ کی مزار شریف پر بیٹھے رہے اور پڑھتے رہے۔

آپ کی مزار شریف ''نواں'' کے نواحی قبرستان المعروف ''بنی والا قبرستان'' میں موجود ہے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے آپ کی مزار پختہ بنوائی تھی جو کہ تا حال سلامت با حفاظت موجود ہے۔

حضرت مائی صاحبہ علیہ الرحمت

(حضرت خواجہ کی اہلیہ محترمہ)

انسانی تاریخ کے عظیم ترین لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی عظمت کے اسباب کا سراغ لگایا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے۔ کہ انہیں عظمت کے اس روشن مینار تک لے جانے والی سیڑھی وہ عظیم عورت تھی جو ان کی ماں تھی یا بیوی، اگرچہ عورت کا کردار ہمیشہ پس پردہ رہا لیکن اس عظیم کردار سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

قادریہ سلسلہ کے اولیائے کرام نے نہ صرف جھنگ بلکہ پاکستان کے گوشہ گوشہ میں نور معرفت کے چراغ روشن کیے۔ حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادریؒ نے جھنگ کی دھرتی کو فیضِ ولایت کی ایسی مشعل عطا کی جس کی چمک دمک نصف صدی گزرنے کے باوجود ماند نہیں پڑی۔ پھر ان کے بعد غوثِ زماں، مجددِ دوراں حضرت قبلہ عالم منگانویؒ نے امینِ ولایت کا حق یوں ادا کیا کہ حضرت خواجہ نے نورِ ہدایت کی تقسیم کا کام جہاں چھوڑا تھا حضور قبلہ عالم غریب نوازؒ نے وہیں سے شروع کیا اور چراغِ ولایت کی روشنیوں اور کرنوں کو اس طرح پھیلایا کہ ہزاروں لوگوں کے دل نورِ معرفت سے منور ہو گئے۔ حضور قبلہ عالمؒ کی ولایت اور زمانہ اقدس کا سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ کہ فیضانِ کرم کے امین حضرت قبلہ اخی تقسیم نور کے عظیم قاسم کی صورت میں سامنے آئے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادریہ سلسلہ کے نور معرفت اور ہدایت وراہنمائی کا سورج نصف النہار پر ہے۔ آج اس کی چمک دمک پاکستان سے نکل کر سارے ورلڈ میں پھیل گئی ہے اور ان شاء اللہ پھیلتی ہی چلی جائے گی۔

ان اولیائے کرام کے روشن ستاروں کو کس نے چمک بخشی اور کس نے دریائے فیض سے سیراب کیا کس نے نور سے نورانیت عطا کی۔ جی ہاں۔ ان عظیم ترین ہستیوں کے پیچھے بھی ایک ولی کاملہ عورت کا پس پردہ کردار ہے جس نے پردہ میں رہ کر بھی نور ولایت سے جہاں بھر کو روشنی بخشی۔ وہ عظیم ترین عورت حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی والدہ ماجدہ حضرت مائی صاحبہ علیہا الرحمتہ تھیں۔

ضلع میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''جھور'' میں غالباً 1909ء میں میاں طالع وند ولد میاں محمد اسحاق ولد میاں محمد نظام کے گھر پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام ''رحمت خاتون'' رکھا گیا۔ ابھی کم سنی کا عالم تھا کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ صرف ایک بھائی غلام رسول نمبردار تھا۔ وہ بھی عمر میں آپ سے چھوٹا تھا۔

یتیم بچوں کو عظمتوں کی معراج عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ والدہ ماجدہ نے بچوں کی خاطر نکاح نہ کیا وہ اسقدر غیور اور صابر خاتون تھیں۔ کہ بیوہ اور غریب ہو کر بھی ساری زندگی کسی سے کچھ نہ مانگا اور نہ ہی اپنے گھر سے باہر قدم رکھا۔ رات دن چرخہ کات کر بچوں کو رزق حلال کھلایا اور نہایت صبر وشکر سے زندگی گزار دی۔ ان کی تربیت

اور صبر وشکر کا اثر بچوں پر یوں پڑا کہ دونوں بچے نہایت صابر و متقی، خدا ترس اور سادگی کی مثال بن گئے۔

تعلیم وتربیت:۔ بیسویں صدی شروع ہوتے ہی برصغیر کے مسلمانوں پر آزمائش و ابتلا کا ایک سخت ترین دور شروع ہوا۔ مسلمان ایک کڑے امتحان سے گزر رہے تھے۔ اور جہالت و پسماندگی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے لیے نہ تو کوئی سکول تھے اور نہ مدرسے۔ ضلع میانوالی کے دیہاتوں کی حالت اور بھی ابتر تھی خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم کا تو تصور بھی محال تھا۔ البتہ مسجدوں میں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حسب روایت آپ کو بھی والدہ نے قرآن مجید کی تعلیم دلوائی اور خانہ داری کے امور سکھائے۔

حضرت خواجہ سے شادی:۔ حضرت خواجہ سے ننھیال کی رشتہ داری تھی۔ آپ کی شرافت و نیک نامی سن کر حضرت خواجہ کے والدین نے آپ کا رشتہ طے کیا۔ آپ کے بطن مبارک سے اولاد میں سب سے بڑے بیٹے حضور قبلہ عالمؒ تھے۔ آپ فرمایا کرتیں۔ میں نے ماہِ صیام کے سارے روزے رکھے حالانکہ ان ایام میں مجھ پر روزے فرض نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عید کے مبارک دن مجھے اپنا کرم ''کرم حسین'' کی صورت میں عطا فرمایا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ پر آزمائشوں کا نیا اور کٹھن دور شروع ہوا۔ حضرت خواجہ پر مجذوبی کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے جنگلوں اور پہاڑوں کو اپنا بسیرا بنالیا۔ اس زمانہ میں آپ کے تین بچے تھے غربت وتنگدستی کا زمانہ تھا۔ تحریک پاکستان عروج پر تھی ملک میں افراتفری کے باعث اناج اور ضروریات زندگی کی بے حد قلت تھی۔ گھر میں کوئی کمانے والا فرد نہیں تھا۔ حضرت مائی صاحبہ ایک دن تینوں بچوں کو ساتھ لے کر حضرت خواجہ کی چلہ گاہ (کڈھی کے چشمہ) پر حاضر ہوئیں اور فقر وتنگدستی کا ذکر کر کے رو پڑیں۔ حضور نے فرمایا ''رحمت خاتون! ان بچوں کو لے کر میرے پیر کے دربار پر چلی جاؤ وہاں یہ بھوکے نہیں رہیں گے یا پھر صبر کر اللہ تجھے صبر کا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو چاہے تو میں تجھے آزاد کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔ ان میں سے جس چیز کا چاہے انتخاب کر لے۔ آپ نے عرض کی میں ان شاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت خواجہ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا یا اللہ! انہیں صبر پر قائم رکھ اور صبر کا اجر عطا فرما''

ملک مہر خان اعوان بیان کرتے ہیں جب حضرت خواجہ نے یہ الفاظ ادا فرمائے میں اس وقت موجود تھا حضرت خواجہ جھنگ چلے گئے ایک عرصہ بیت گیا ایک دن میں اپنے ڈیرہ پر بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا ''ریلوے اسٹیشن مسان'' کے راستہ پر اونٹوں کی قطار ہے اور مردوں، عورتوں کا ایک جمِ غفیر چلا آرہا ہے۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا اے گاؤں والو! کہاں جارہے ہو۔ تو انہوں نے بتایا آج حضور اماں سین جھنگ سے آرہی ہیں ہم انہیں لینے کے لیے اسٹیشن جارہے ہیں۔ پھر واپسی پر میں نے حضور اماں سین کو ایک کجاوے میں سوار دیکھا اور مرد وزن کو کلمہ کی صدا لگاتے سنا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ سب اس صبر کا نتیجہ ہے اور حضرت خواجہ کی دعا کا ثمر ہے۔

حضرت مائی صاحبہ اپنے شوہر حضرت خواجہ کے ساتھ جھنگ ہجرت کر آئیں تو دن رات مخلوق خدا کی

خدمت اور لنگر خانے کے انتظامات میں یوں مگن ہوئیں کہ اپنے میکے تک بھول گئیں۔ بیسیوں خادماؤں کے باوجود لنگر خود اپنے ہاتھوں سے پکاتیں اور تقسیم کرتیں۔

حضرت خواجہ کا وصال ہوا تو ایک اور مصیبت کا پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا۔ عالم جوانی میں اپنے شفیق و مہربان رفیق حیات اور مرشدِ کامل سے محروم ہو گئیں۔ آٹھ معصوم بچوں کا بوجھ، حضرت خواجہ کا وسیع حلقۂ ارادت اور وطن سے سینکڑوں میل دوری مگر حضور مائی صاحبہ کے صبر واستقامت میں ذرا بھی لرزش نہ آئی۔ آپ بچوں کے ساتھ حضرت خواجہ کے مزارِ اقدس پر بیٹھ گئیں۔ اور توکل کا وہ کامل ترین مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال آج کے دور میں ناممکن ہے آپ نے اپنے فرزند اکبر حضرت قبلہ عالم منگانویؒ کے ساتھ تمام مریدین کی تسلی وتشفی فرمائی اور چراغ ولایت کی حفاظت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد تقریباً اٹھائیس سال تک بلوآنہ شریف میں رونق افروز رہیں۔ پھر حضرت قبلہ عالم منگانویؒ کے پاس 1982ء میں منگانی شریف ہجرت کر آئیں۔

زہد وتقویٰ:۔ حضرت مائی صاحبہ زہد وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں وہ ایسی ذاکرہ تھیں کہ جس دن سے اپنے عظیم خاوند کے ہاتھ پر بیعت کی اس دن سے "اللہ ہُو" کا وظیفہ ایسا قلب و ذہن میں بسایا کہ دن ہو یا رات، ہر وقت اللہ ہو کا ذکر ان کی زبان سے جاری رہتا نہ صرف خود یہ ذکر کرتیں بلکہ جو بھی عورت مرید ہوتی اسے آپ ہی ذکر اذکار کی تعلیم دیتیں۔ ساری زندگی نمازِ تہجد قضا نہ کی۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتیں۔

قرآن کتاباں بہتیاں پڑھیاں کجھ ہتھے نہ آیا
اک نقطہ کامل پیر پڑھایا سب کجھ دل وچ آیا

صبر واستقامت کا ایسا پہاڑ تھیں کہ زندگی میں جتنی بھی آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں کبھی زبان سے کسی کے آگے فریاد نہ کی۔ ایک صدی کے نزدیک عمر پائی لیکن ایک لحہ کے لیے بھی پردہ ترک نہ کیا۔ ساری زندگی نہ تو کسی کے سامنے تنگی، ضرورت بیان کی اور نہ کسی سے کچھ مانگا۔ بلکہ دل کی ایسی فیاض تھیں جس دُرویش یا دُرویشنی نے جو چیز مانگی کبھی "ناں" نہیں کی۔

حضرت خواجہ ایک دن دہڑ شریف سے واپس آئے تو انتہائی افسردہ معلوم ہوئے حضرت مائی صاحبہ نے پوچھا کہ چن کرمائے کے ابا (آپ حضور قبلہ عالم کو چن کرمایا پکارتی تھیں) آپ دہڑ شریف سے جب بھی لوٹتے ہیں آپ کے چہرہ سے خوشی اور فیض کا نور چمکتا ہے اب کی بار آپ پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میرے پیرو مرشد حج پر جا رہے تھے۔ تمام پیر بھائیوں نے بڑھ چڑھ کر لنگر شریف کی خدمت کی۔ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں تھا لہٰذا میں اس سعادت سے محروم رہا۔ مجھے علم ہے کہ گھر میں بھی کچھ نہیں بس میری پریشانی کا یہی سبب ہے۔ حضور مائی صاحبہ اٹھیں اور اپنے زیورات لا کر حضرت خواجہ کے قدموں میں رکھ دیئے اور

عرض کیا یہ میرے زیور حضور کی خدمت میں بطورِ نذرانہ پیش کر دیں۔

حضرت خواجہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔اسی وقت تیاری کی اور چل دیئے۔آپ نے زیورات بیچ کر روپے حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کو جب مائی صاحبہ کا ایثار معلوم ہوا تو حضرت خواجہ سے فرمایا'' تمہاری بیوی نے میرے حج کے لیے اپنے تمام زیورات دے دیئے۔خداوندِ کریم نہ صرف اُسے بلکہ اس کی آل اولاد کو بھی حجاز شریف کی حاضری نصیب فرمائے گا'' حضرت اعلیٰ دہڑویؒ کی دعا کا صدقہ آپ کے بیٹے قبلہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب نے 1981ء میں آپ کو عمرہ شریف کروایا۔اور تا دمِ تحریر آپ کی آل، اولاد کی اکثریت حرمین شریفین کی حاضری سے مستفیض ہو چکی ہے۔

ذوقِ عبادت:۔ آپ کا ذوق عبادت فطری تھا۔آخری عمر میں جب یاداشت بہت کمزور ہوگئی تب بھی اذان سن کر نماز کی نیت باندھ لیتی لیکن بعض اوقات رخ کا تعین نہ کر پاتیں جدھر بیٹھی ہوتیں ادھر منہ کر کے نماز پڑھ لیتیں میں حاضر خدمت ہوتا تو بلند آواز سے کہتا۔فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

وصال سے کچھ روز پہلے کی بات ہے مجھ سے فرمانے لگیں بیٹا! مجھے سب کچھ بھول جاتا ہے نماز کی رکعت کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا تم میرے آگے بیٹھ کر بلند آواز سے نماز پڑھو اور میں تمہارے پیچھے ادا کروں گی۔اسطرح ظہر کی نماز پڑھی گئی کہ میں بولتا جاتا اور وہ پڑھتی جاتیں۔ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی۔جو باوقت وصال برقرار رہی۔دن میں کئی کئی بار وضو فرماتیں۔

کشف و کرامات:۔ دادی اماں کا قلب انتہائی روشن و منور اور پاکیزہ تھا۔آپ کا آئینہ قلب اسقدر شفاف تھا کہ کئی ایسی باتیں آپ کو معلوم ہو جاتیں جن تک لوگوں کے فہم و ادراک کی رسائی نہ ہوتی۔

1۔ راقم الحروف نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ دادا بزرگوار (حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری) ہمارے گھر میں تشریف لائے اور میری والدہ صاحبہ سے باتیں کرنے لگے اتنے میں باہر سے میں بھی گھر آیا اور شرف قدم بوسی حاصل کیا آپ نے میرے بازوں سے پکڑ کر مجھے اپنے سینہ سے لگالیا اور پوچھا تمہاری دادی اماں کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی۔اندر کمرے میں آرام فرما رہی ہیں۔فرمایا جاؤ۔انہیں بلا لاؤ۔جب میں جانے لگا تو فرمایا اچھا اُنہیں سونے دو پھر بات کریں گے اور باہر تشریف لے گئے۔صبح ہوئی تو مجھے دادی اماں نے گھر بلایا اور فرمایا میں نے تیرے لیے ایک چیز ڈھونڈ کر رکھی ہے آؤ تجھے دوں۔پھر اپنے صندوق سے حضرت خواجہ کی دستار مبارک نکال کر دی کہ اسے تبرکات میں رکھ لو مزید فرمایا ذرا قریب آؤ۔میں قریب ہوا تو میرے کان کے ساتھ منہ لگا کر فرمایا۔رات کو تمہارے دادا آئے تھے اور تم سے باتیں کر رہے تھے میں تمہاری باتیں سُن رہی تھی اور اندر جاگ رہی تھی۔میں بڑا

حیران ہوا کہ جو منظر میں نے خواب میں دیکھا دادی اماں نے وہ سب کچھ جاگتی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

2۔ میاں جمال سکنہ موضع نکہ دولتانہ بیان کرتا ہے۔ حضرت مائی صاحبہ کے وصال سے قبل میں نے ایک خادمہ کے ذریعے کچھ نذر آپ کی خدمت میں بھیجی پھر کچھ دنوں بعد مجھے خیال آیا چونکہ آپ بہت عمر رسیدہ ہو چکی ہیں کیا خبر وہ نذر اس خادمہ نے آپ کی بارگاہ میں پیش بھی کی یا نہیں۔ چند روز بعد میری بیٹی منگانی شریف حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اپنے والد سے کہنا جو نذر تو نے بھیجی تھی وہ مجھے مل گئی ہے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے سنا تو حیران رہ گیا کہ اللہ کریم نے میرے خیال سے بھی انہیں آگاہ فرما دیا۔

حضور قبلہ عالمؒ سے محبت:۔ حضور قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد آپ بے حد افسردہ رہتیں، اکثر روتی رہتیں اور فرماتیں ''چن کر مایا! میں نے سب مصائب اور دکھ برداشت کر لئے لیکن تیری فرقت کا غم مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ تیری جدائی نے مجھے بوڑھا کر دیا'' صبح و شام حضور قبلہ عالمؒ کو یاد کرتیں۔ اس غم نے آپ کے ذہن پر شدید اثر کیا جس کے نتیجہ میں نسیان کا مرض لاحق ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ مرض طویل ہوتا گیا۔ اگرچہ آپ کو نسیان کی تکلیف بہت زیادہ ہو گئی تھی ہر بات بھول جاتی تھی لیکن اللہ اللہ اور مرشد کامل کا وظیفہ ایک لمحہ کے لئے نہ بھولیں۔ جب بھی کوئی مرشد کامل کا ذکر کرتا تو یوں باتیں کرتیں جیسے انہیں سب کچھ یاد ہو لیکن دنیا کی باتیں ہوتیں تو اولاد کے نام تک یاد نہ رہتے۔

حضور قبلہ عالمؒ سے بڑا بیٹا ہونے کے باعث خاص محبت تھی اور حضور بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے جب کبھی حضور کو دوران علالت زیادہ تکلیف محسوس ہوتی تو فرماتے ''اماں مجھے دم کرو'' دادی اماں دم فرماتیں اور اپنے رحمت بھرے ہاتھ حضور کی پیٹھ مبارک پر پھیرتی رہتیں جس سے حضور بہت اطمینان محسوس فرماتے اور چند ہی لمحوں میں آپ کے چہرہ انور پر آرام و سکون کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

آخری ایام اور وصال:۔ عمر کی طوالت سے بدن مسلسل کمزور ہوتا گیا اور اب تو ایسا معلوم ہوتا جیسے جسمانی کثافت بالکل ختم ہو گئی ہے فقط نور کا ایک پیکر رہ گیا ہے 24 جنوری بعد از نماز فجر میں اپنے کمرہ میں تھا کہ گھر سے پیغام آیا دادی اماں کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی ہے جلدی سے گھر پہنچا میرے آنے سے پہلے قبلہ والدہ صاحبہ اور حضرت اخی قبلہ ان کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت اخی قبلہ بلڈ پریشر مشین سے ان کے دل کی دھڑکن چیک کر رہے تھے اول تو دل کی دھڑکن ہی محسوس نہ ہوئی جیسے بند ہو چکا ہو۔ دو گولیاں ڈسپرین والدہ صاحبہ نے آب زم زم میں ملا کر دیں اور دل پر بار بار ہاتھ ملنے سے آخر دل کی دھڑکن محسوس ہوئی اتنے میں دادی اماں فرمانے لگیں ''بیٹا! آج مجھے ساتھ لے جانے والے آ گئے تھے لیکن میں نے ابھی انکار کر دیا (ان کے الفاظ تھے او نٹوں پر سبز لباس میں ملبوس لوگ) بعد ازاں ان کی چارپائی ہال کمرہ میں لائی گئی پھر آہستہ آہستہ ان پر غنودگی طاری ہو گئی ہم نے ان

کی سب اولاد کو اطلاع کر دی تا کہ انہیں دیکھ جائیں۔

حضرت اخی قبلہ فوراً موچیوالہ ہسپتال سے ڈاکٹر لے آئے انہوں نے بتایا تشویش کی بات نہیں، انہیں کمزوری کی وجہ سے فالج کا اٹیک ہوا ہے اور علاج معالجہ شروع ہوا۔ حضرت اخی قبلہ نے دن رات ان کی تیمارداری میں ایک کر دیا روزانہ کئی ڈاکٹروں کو چیک اپ کے لیے لاتے علاج کے لیے جھنگ بھی لے گئے مگر معالجین کی تسلیوں کے باوجود ان کا مقررہ وقت قریب سے قریب آتا گیا۔ اللہ کریم نے اپنے خاص فضل وکرم سے ہمیں ان کی خدمت کرنے کا وافر موقع عطا فرمایا اور ہمارے تمام گھر والوں نے بھرپور انداز سے ان کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ اس عرصہ میں انہوں نے ہمیں اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ پیار بھرے الفاظ سے یاد فرماتیں قبلہ والدہ صاحبہ حالانکہ ان کی بہو تھیں لیکن انہیں '' اماں'' کے پیارے لفظ سے بلایا کرتیں کہ یہ میری ماں کی طرح خدمت کرتی ہے۔ آخری چند روز قبلہ پیرزادہ صاحب کو اکثر یاد فرماتیں لیکن وہ بیرون ملک تھے اس لیے بروقت نہ پہنچ سکے۔

وصال سے دو دن قبل راقم الحروف، قبلہ والدہ صاحبہ اور بڑی پھوپھی صاحبہ پاس کھڑے تھے کہ مجھے یاد کیا اور فرمایا ''بیٹا! جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تجھے دیا'' میں ہنس پڑا اور عرض کی ''قبول کیا'' حتیٰ کہ تین بار یہی ارشاد فرمایا اور میں ہر بار کہہ دیتا کہ میں نے قبول کیا۔ ان دنوں قبلہ دادی اماں کی طبیعت مسلسل روبصحت ہونے لگی تھی پہلے دن جب وہ بیمار ہوئیں تو ہم انہیں ہال کمرہ میں لے آئے تا کہ ان کے کمرہ میں رش سے تکلیف نہ ہو۔ لیکن آخری روز ہم نے سمجھا چونکہ روبصحت ہو رہی ہیں پھر انہیں اپنے کمرہ میں لے آئے رات کو میں نے خود انہیں دوائی پلائی اور کافی دیر تک ان سے باتیں کرتا رہا بعد ازاں اپنے کمرہ میں آ کر سو گیا۔ اذان فجر کے بعد مجھے حضرت اخی قبلہ نے بیدار کیا اور بتایا دادی اماں کا وصال ہو گیا ہے۔ میں نے قبلہ والدہ صاحبہ اور دیگر خواتین سے وصال کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے بتایا اذان فجر ہوئی تو بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور خود ہی اپنا چہرہ روبقبلہ کر لیا۔ سب خواتین اس وقت وضو کے لیے آ گئیں فقط ایک خادمہ اور قبلہ والدہ صاحبہ موجود تھیں قبلہ والدہ صاحبہ نے ان کا سر انور اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور اسی حالت میں واصل بحق ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۵ تاریخ وصال 10 فروری بروز منگل 2004ء بمطابق ۱۸ ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ۔ بوقت اذان فجر ہے۔ نماز فجر سے قبل ہی تمام عزیز واقارب اور دوست احباب کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کر دی گئی۔ شام 5 بج کر 15 منٹ پر صحنِ مسجد میں حضرت قبلہ اخی کے حسب الارشاد نماز جنازہ چچا حافظ عبدالغفور صاحب نے پڑھایا۔ اور اذان عشاء کے قریب جامع مسجد سے جنوب کی طرف تدفین ہوئی۔

دادی اماں کی یاد میں

سسکیاں ، آہیں، وفورِ غم سے آنکھیں اشکبار
صبح دَم سے آستاں کا ہر بشر ہے سوگوار

سبزہ و گُل پر اچانک چھا گئی افسردگی
رُت خزاں کی آگئی جبکہ چمن میں تھی بہار

آہ یہ سوئے عدم باندھا ہے کیسا رختِ سفر
دارِ دُرویشاں میں گریہ اور حالِ اضطرار

ایک نفسِ مطمئنہ کو صدا ہاتف نے دی
رَبّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً محبِ دل فگار

ھا زباں پر کلمہء توحید یا پھر اسمِ ذات
صورت وسیرت میں تھیں وہ عینِ رحمتِ کردگار

کتنا پاکیزہ ، اثر انگیز ، اندازِ سخن
بیٹا! ''اللہ ھو پڑھا کر'' تھی نصیحت بار بار

آپ کی فرقت میں گھر کی رونقیں مفقود ہیں
بام و دَر گھر کے ہیں رنج وکرب کے آئینہ دار

جب بھی گھر آتا بٹھا لیتیں بُلا کر اپنے پاس
پیار کرنا ، چومنا، دینا دعائیں بے شمار

پیٹھ پر رحمت بھرے ہاتھوں سے جو ملتا سکوں
آج وہ تسکین و فرحت ڈھونڈتا ہے قلبِ زار

تھیں جہاں کل رونقیں وہ خانہ اب ویران ہے
طارا مٹھا! کی صدا اب عہدِ رفتہ کی پکار

یاد ہیں مجھ کو وہ ہر لمحہ دعائیں آپ کی
آج وہ رحمت بھرے ہیں ہاتھ آہ! زیرِ مزار

غمزدہ ہیں آپ کی فرقت میں سب اہل وعیال
آپ کی یادوں کے ہیں اب نذر یہ دل بے قرار

آپ کے قدموں کی برکت سے رہے آباد ہم
آج بھی چاروں طرف ہے اُن دعاؤں کا حِصار

آپ کی عظمت وعصمت کرسکوں کیسے بیاں
عابدہ و زاہدہ و عارفہ اے پردہ دار

جن کا خاوند خواجہ حافظ قادریؒ کامل ولی
اور بیٹا قبلہ عالمؒ ذی حشم و ذی وقار

الوداع اے عاشق و عارف جمالِ لم یزل
الوداع اے رابعہء وقت اے شب زندہ دار

الوداع اے گوہرِ دریائے عرفان و سلوک
الوداع اے پارسا و پاکباز و جاں نثار

الوداع اے خانقاہِ حافظیہؒ کی رِدا
الوداع اے گلستانِ قبلہ عالمؒ کا نکھار

آپ کے دیدار کو آنکھیں مری بے تاب ہیں
جانے والے لمحہ بھر دکھلاؤ تو رُخ نُور بار

لے کے گلہائے عقیدت ہے کھڑا طاہر حزیں
دادی اماں! آپ کے لطف و کرم کا طلب گار

(فروری 2004ء)

صاحبزادہ جناب پیر نور حسین صاحب

آپ حضرت خواجہ کے دوسرے فرزند ہیں ولادت 1943ء کے شروع میں اپنے آبائی گاؤں ''نواں'' میں ہوئی ابھی آپ کی عمر صرف چھ ماہ تھی کہ حضرت خواجہ نے اپنے شیخ کامل حضرت اقدس دہڑویؒ کے حکم پر بغرض تبلیغ و اشاعتِ دین ''نواں'' سے ہجرت فرمائی اور جھنگ کے ایک نہایت پسماندہ گاؤں ''بلوآنہ شریف'' کو اپنی تبلیغ و ارشاد کا مرکز بنایا آپ نے ابتدائی تعلیم کے چند مراحل طے کیے۔

بیعت حضرت اقدس دہڑویؒ سے کی۔ پھر ایک طویل عرصہ بعد بیعتِ صحبت حضرت اقدس دہڑویؒ کے چھوٹے فرزند صاحبزادہ سید گفتار علی شاہ صاحب سے کی اور اجازت بیعت حاصل ہوئی۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی بلوآنہ شریف سے ہجرت کے بعد آپ کا اپنے چھوٹے بھائی پیر اوتاد حسین صاحب سے لڑائی جھگڑا ہو گیا اور وہاں سے منگانی شریف ہجرت کر کے یہیں اپنی مملوکہ اراضی میں رہائش اختیار کی پنجابی میں بسا اوقات شعر بھی کہہ لیتے ہیں تا دمِ تحریر صحت و سلامتی کے ساتھ بخیر و عافیت اپنی اولاد میں خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

سرمایہء اہلسنت، شاہسوارِ خطابت، داعیٔ قرآن وسُنت مفکرِ اسلام،

مفسرِ قرآن حضرت العلامہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب

دامت برکاتہٗ العالیہ

کتاب اللہ کے نامی مفسر محقق، عالم و عارف ، مدبر
جناب امداد حسین پیر زادہ فقیہ و عصرِ حاضر کے مُفکر

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت 12 اپریل 1946ء میں ضلع جھنگ کے گاؤں بلوآنہ شریف میں ہوئی۔ خواجہء خواجگان حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ کے گھر ہجرت کے بعد یہ پہلی ولادت تھی۔ گورا رنگ، خوبصورت چمکتا چہرہ دیکھ کر حضرت خواجہ نے فرمایا "ہمارے گھر عالم دین اور غنی پیدا ہوا ہے۔" بڑے بھائی اور ولی کامل حضور قبلہ عالمؒ سے گھٹی دلوائی گئی۔ حضرت خواجہ کے مرشدِ کریم کے پاس مبارک بھیجی گئی تو حضرت اعلیٰ دہڑویؒ نے "امداد محمد" نام تجویز فرمایا۔ عارف کامل کے گھر پیدائش، ولی کامل کی گھٹی اور سردار الاصفیاء کا نام رکھنا یہ تمام سعادتیں قبلہ پیرزادہ صاحب کے مقدر میں آئیں۔

تعلیم وتربیت:۔ جب پیرزادہ صاحب نے ہوش سنبھالا تو اُس وقت آپ کے والد گرامی کی ولایت کا آفتاب پورے جوبن پر تھا۔ صبح وشام نہ صرف آپ کے گھر سے کلمہ کی صدائیں آتی تھیں بلکہ اردگرد کا تمام ماحول کلمہ کے نُور سے منور تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی زبانِ اقدس پر ہر وقت کلمہ کا وِرد رہتا۔ گھر کے اندر دُرویشنیاں ساری ساری رات کلمہ پڑھتیں، گھر میں چکی چل رہی ہوتی، دودھ والی مدھانی کی آواز آ رہی ہوتی یا جھاڑو دیا جا رہا ہوتا، ساتھ ساتھ کلمہ کی صدائیں آ رہی ہوتیں۔ گھر کے باہر اور گاؤں کے اندر کلمہ ہی کلمہ تھا۔ کلمہ کے ماحول میں جنم لینے والے بچے کی ابتدائی تعلیم وتربیت کلمہ طیبہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول میں حاصل کی ابھی آپ پرائمری کی ابتدائی کلاسوں میں تھے کہ والد ماجد حضرت خواجہ کا 1954ء میں وصال ہوگیا۔ والدگرامی کے بعد آپ کے بڑے بھائی حضور قبلہ عالمؒ نے آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ مڈل کا امتحان چک نمبر 175 کے سکول سے پاس کیا اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ سے پاس کیا۔ میٹرک کے بعد کچھ عرصہ جامع محمدی شریف میں مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد ذاکرؒ کے پاس زیرِ تعلیم رہے اور پھر وہاں سے بھیرہ شریف میں داخلہ لے لیا۔

اہلِ سنت کی مایہ ناز درسگاہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی ایف۔ اے اور بی۔ اے کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ 1966ء میں عالم عربی کے امتحان میں پورے پنجاب

میں اول پوزیشن حاصل کی اور 1970ء میں حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ سے سندِ فراغت حاصل کی۔

1971ء میں ایم اے عربی، ایم۔او۔ایل اور 1972ء میں ایم اے اسلامیات کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے۔یہاں علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اور آپ کچھ عرصہ اکٹھے پڑھتے رہے۔پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران آپ جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔اس دوران ہر جمعرات کو بعد از نمازِ عصر حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربارِ اقدس پر ''درسِ قرآن'' دیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت:۔ حضرت ضیاء الامت کی مختلف تحریروں اور تقریروں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو پیرزادہ صاحب سے خاص اُنس ومحبت تھا۔اکثر فرمایا کرتے ''پیرزادہ تو میری مراد ہے'' حضرت ضیاء الامت نہ صرف آپ کی صلاحیتوں اور ذہانت کی بلندیوں سے آشنا تھے بلکہ آپ کی پیشانی میں چمکنے والے اُس منور ستارے سے بھی آگاہ تھے کہ جس نے آگے چل کر یورپ کی سرزمین کو نُورِ اسلام کی روشنی عطا کرنی تھی۔اسی لیے حضور قبلہ عالم کو فرمایا تھا ''پیرزادہ وہ درخت ہے جس کا پھل نہ مجھ سے ختم ہوگا اور نہ آپ سے''

پیرزادہ صاحب کے والدِ ماجد حضرت سردار الاصفیاء پیر سید سردار علی شاہ دہڑویؒ کے خلیفہ مجاز تھے یوں آپ کا سارا گھرانہ قادریہ سلسلہ میں بیعت تھا۔خود آپ نے بھی بچپن میں پہلی بیعت سلسلۂ قادریہ میں حضرت سردار الاصفیاء (المتوفی 1968ء) کے دستِ حق پرست پر کی۔پھر اُن کے بعد از وصال 1970ء میں آپ نے دوبارہ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔آپ کے پیرومرشد کی خصوصی محبت و عنایت اس بات سے عیاں ہے کہ صرف ایک سال بعد 1971ء میں خرقۂ خلافت بھی عطا کر دیا گیا۔

برطانیہ روانگی:۔ 1973ء میں ہائی ویکمب بکس برطانیہ کی مسجد کمیٹی نے حضرت ضیاء الامت سے درخواست کی کہ انہیں امامت وخطابت کے لیے کوئی اپنا شاگردِ خاص برطانیہ روانہ کریں۔تو آپ نے پیرزادہ صاحب کا نام منتخب کیا اور 1974ء میں آپ حجازِ مقدس سے شرف زیارت وعمرہ ادا کر کے برطانیہ روانہ ہوئے۔ 1974ء سے لے کر 1982ء تک آپ جامع مسجد ہائی ویکمب میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔اس دوران آپ مرکزی جماعت اہل سنت برطانیہ کی صدارت اور نظامت کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔

1985ء میں ملٹن کینز کے نوآباد شہر میں ''جامعہ الکرم'' کے نام سے دینی مدرسہ کا آغاز کیا ایک چھوٹا سا مکان لے کر چند طلبہ سے ابتدا کی جو آج عالم بن کر استاد اور خطیب کے عہدوں پر فائز ہیں۔دن بدن طلبہ کی تعداد بڑھتی گئی اور مدرسہ کی جگہ کم پڑ گئی چنانچہ 1995ء میں تیس ایکڑ رقبہ پر مشتمل ایک عظیم الشان کالج ایک ملین پونڈ کا

خریدا۔ جس میں تین سو سے زائد کمرے، تیس کلاس رومز، مسجد، اسمبلی ہال، لائبریری، ٹی وی لاؤنج، کینٹین، سپورٹس ہال، اساتذہ کے لیے مکانات، کار پارک، ٹینس کورٹس، کرکٹ اور فٹ بال گراؤنڈ، کمپیوٹر روم وغیرہ شامل ہیں۔ اس عظیم الشان کالج میں اس وقت الکرم سیکنڈری بورڈنگ سکول اور درسِ نظامی کے لیے دارالعلوم قائم ہے۔

بلاشبہ یورپ میں عالمِ اسلام کا یہ سب سے بڑا قابل فخر ادارہ ہے ۔جو کہ نورِ دین کو تمام یورپ میں پھیلا رہا ہے۔اس ادارے کا قیام نہ صرف اہلِ برطانیہ پر قبلہ پیرزادہ صاحب کا ایک عظیم احسان ہے۔ بلکہ فقہا وعلماء اور صاحبِ استطاعت لوگوں کے لیے دینِ متین کی صحیح خدمت کرنے کا ایک بے مثال نمونہ بھی ہے۔

دینی وملی خدمات:۔ پیرزادہ صاحب کی دینی خدمات میں سب سے بڑا کارنامہ ''جامعہ الکرم'' ہے بلاشبہ یہ ایک عظیم درسگاہ اور اسلامی مرکز ہے کہ جس کا نور تمام یورپ کو ان شاء اللہ اسلام کے حقیقی رنگ میں رنگ دے گا۔''جامعہ الکرم'' کے روپ میں مسلمانوں کو ایسی درسگاہ میسر آئی ہے جو کہ ان کی دینی اور دنیوی دونوں ضرورتوں کو کماحقہ پورا کرتی ہے۔ یورپ کے پراگندہ اور فحش ماحول میں بھی مسلمان بچوں کو اسلامی تربیت کے رنگ میں رنگ رہی ہے۔اور وہ وقت دور نہیں جب یورپ کے تمام مسلمانوں کا اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے واحد انتخاب''جامعہ الکرم'' ہوگا۔

قبلہ پیرزادہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہمہ جہت خوبیوں سے نوازا ہے کہ آپ کی دینی وملی خدمات کسی خاص شعبے تک محدود نہیں بلکہ آپ کے پُرعزم جذبوں نے ہر سطح پر مسلمانوں کی خدمات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ایک طرف آپ نے مسلمانوں کی مذہبی ضرورت کو دیکھتے ہوئے عظیم الشان درسگاہ قائم کی تو دوسری طرف ان کی روحوں تک اسلام کی حقانیت اتارنے کے لیے درجنوں بے مثال تصانیف تحریر کیں۔قرآن مجید کی تفسیر''امداد الکرم'' جو پانچ 5 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ کا نہ صرف علمی شاہکار ہے بلکہ جدید دور کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے تمام علمی کمالات سے مزین ہے۔آپ کی ہر تصنیف جدید دور کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ پیرزادہ صاحب کی تصانیف کی انفرادیت یہ کہ آپ کا فوکس اختلافی مسائل نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں اور خصوصاً یورپ کے مسلمانوں کی علمی، روحانی اور جدید ضرورت پر ہے۔

قبلہ پیرزادہ صاحب کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی خدمات کا دائرہ علماء کی طرح صرف مسجد ومنبر تک محدود نہیں رکھا بلکہ جہاں بھی اور جس شعبہ میں بھی مسلمانوں کی خدمت درکار تھی وہاں پیرزادہ صاحب ہمیشہ صفِ اوّل میں نظر آئے۔

فتنہ مرزائیت کے خلاف جہاد:۔ جون 1978ء میں مرزائیوں نے لندن میں ''وفاتِ مسیح'' کے نام سے ایک انٹرنیشنل کانفرنس منعقد کی جس میں خلیفہ مرزا ناصر احمد سمیت جملہ اکابر جماعتِ احمدیہ نے شمولیت کی۔مسلمانوں

کے عقائد کو متزلزل کرنے کے لیے انکار حیات مسیح کی ناکام کوشش کی اور اخبارات میں اس کی تشہیر کرائی گئی۔

انگلینڈ میں قبلہ پیرزادہ صاحب وہ پہلے عالمِ دین ہیں جنہوں نے بروقت اس کا نوٹس لیا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حیاتِ مسیح پر ایک جامع مضمون اخبارات میں بھجوایا۔ جو روزنامہ جنگ لندن میں 20 جون 1978ء کو شائع ہوا۔ اس پر امیر جماعت احمدیہ (لندن) بشیر احمد رفیق امام مسجد فضل لندن نے کچھ اعتراضات شائع کروائے جس کے جواب میں آپ نے 27 نکات پر مشتمل ایک تفصیلی مضمون "جواب الجواب" اخبارات کو بھجوایا جو روزنامہ جنگ لندن میں 17 اگست 1978ء میں قسط وار شائع ہوا۔ اس "جواب الجواب" نے مرزائیوں کے پیدا کردہ جملہ شکوک وشبہات کو رفع کر دیا۔ ان اقساط کو بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا گیا اور سراہا گیا۔ مگر مرزائی لوگ آج تک ان اقساط کا جواب نہیں دے سکے۔

تبلیغی خدمات:۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہؒ سے نسبتِ اولاد کا شرف، حضور قبلہ عالمؒ سے نُورِ بصیرت اور حضرت ضیاء الامت کی تعلیم وتربیت کا اثر آپ کی فطرت وجبلت میں ایسا جاگزیں ہوا کہ آپ دنیا بھر کے اُن چند علماء میں سے ایک ہیں جو اپنی تحریر وتقریر کا کوئی معاوضہ یا نذرانہ وغیرہ نہیں لیتے۔ آپ نے دنیا بھر کے دورے کیے۔ عالم اسلام کے تمام بڑے مراکز میں خطابات کیے لیکن نہ تو کوئی نذرانہ لیا اور نہ ہی سفر کا خرچ۔ بلکہ آپ جب سے U.K گئے 1974ء سے لے کر 1982ء تک جامع مسجد ہائی ویکمب میں خطیب اور امام رہے اس عرصہ میں بھی آپ نے برطانیہ کے اندر لاتعداد خطاب کیے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ دنیا کے چند صفِ اولین کے خطیبوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان دنوں آپ کی مالی حالت بھی اسقدر مستحکم نہ تھی لیکن صوفیاء کرام کی اولاد نے دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا اور آج تک خطبات کا ایک روپیہ بھی کسی سے نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے موجودہ ادارہ خریدنا چاہا اور برطانیہ کے اندر اپیل شائع کی تو یورپ کے مسلمانوں نے آپ کی ایک اپیل پر سب کچھ نچھاور کر دیا۔

آپ کی پُرخلوص دعوتِ حق سے نہ صرف بھولے بھٹکے مسلمان راہِ راست پر آئے بلکہ کئی غیر مسلموں نے اسلام کی حقانیت کو قبول کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ برطانیہ میں تو ایک پورا عیسائی گھرانہ بیوی بچوں سمیت آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو چکا ہے۔

خدمتِ خلق:۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان اقدس ہے "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس" 'لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائے۔

پیرزادہ صاحب نے غریب، دکھی، نادار اور ضرورت مند انسانوں کی خدمات کا قابلِ فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ خدمتِ خلق میں آپ کا ماٹو (Helping The Needy) ہے۔ اور اس کا دائرہ بھی کسی خاص علاقہ یا

کسی خاص ملک تک محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں جہاں بھی نادار اور بے سہارا ضرورت مندوں کو کسی بھی سطح پر اور کسی بھی مصیبت یا ناگہانی آفت میں ضرورت پیش آئی قبلہ پیرزادہ صاحب سب سے آگے نظر آئے۔

مسلم چیرٹی کا قیام:۔ انسانیت کی خدمت کے پُرعزم جذبے اور آپ کے تدبر و تفکر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔انسانیت کی خدمات میں بھی آپ کو نمایاں مقام اِس لیے حاصل ہے کہ چیرٹی کے تمام پروگرام، جامع، مسلسل، پریکٹیکل اور ٹھوس بنیادوں پر ہوتے ہیں۔آپ کی خدمات کا مقصد وقتی واہ واہ کرانا ہرگز نہیں۔مظلوم و مجبور انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے آپ نے یہ تنظیم 31 اکتوبر 1999ء میں قائم کی۔صرف دس (10) سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کے گوشہ، گوشہ میں اس کی خدمات کے روشن مینار نظر آنے لگے ہیں۔انڈونیشیا کا سمندری طوفان ہو یا پاکستان میں زلزلہ کی تباہ کاری، فلسطین و چیچنیا کے بے یارومددگار مسلمان ہوں یا پاکستان کے دیہی علاقوں کی مجبور و بے بس عورتیں، غریب طلباء ہوں یا آلِ محمد ﷺ کے بے گھر افراد، یتیموں کی کفالت ہو یا بوڑھے اپاج لوگوں کو سہارا دینا گائنی ہسپتالوں کا ایک وسیع منصوبہ ہو یا صاف پانی مہیا کرنے کا پروگرام، ان شعبوں میں دنیا بھر میں ہر جگہ پیرزادہ صاحب کی خدمات کا رحمت بھرا دریا بہہ رہا ہے اور فقط جھنگ، فیصل آباد، لاہور اور کشمیر کے عالی شان گائنی ہسپتال ہی نہیں بلکہ زلزلہ زدگان کے لیے ''الکرم ٹاؤن'' اور انڈونیشا کے سمندری طوفان میں قائم رہنے والی جامع مسجد بھی آپ کی خدمات کی گواہی دے رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلم چیرٹی عملی طور پر خدمات سرانجام دینے کا مسلمانوں کا سب سے قابل اعتماد ادارہ بنتا جا رہا ہے اور دنیا بھر کے صاحب استطاعت لوگ جو بھی رقم خرچ کرنا چاہتے ہیں اسی ادارے کا انتخاب کرتے ہیں۔

اسبابِ عظمت:۔ پیرزادہ صاحب کی اعلیٰ ترین خدمات، امتیازی خصوصیات اور اخلاص و عمل جب بھی کوئی دیکھتا ہے تو حیرانگی سے پکار اٹھتا ہے کہ چودھویں صدی میں کسی ایک انسان کے اندر اتنی خصوصیات کیسے یکجا ہو گئیں کہ اتنا بلند پایہ عالم بھی ہو اور عاجز بھی، بے مثال خطیب بھی ہو اور غنی بھی، مدرس، مصنف، مفسر بھی ہو اور دُرویش بھی، تمام عالم میں مسلمانوں کی بے لوث خدمت بھی کرے اور صلہ بھی نہ مانگے، کروڑوں، اربوں روپیہ بھی ہاتھ آئے اور ذاتی جائیداد بھی نہ بنائے۔رفاعی اداروں کا بھی جال بچھائے اور سیاست بھی نہ کرے۔قریبی رشتہ داروں اور احباب کے نام سے بھی واقف نہ ہو لیکن دنیا بھر کے مسلمانوں کے دکھوں، تکلیفوں اور ضروریات سے آگاہ ہو۔یورپ کے پراگندہ اور فحش طوفانوں کے اندر رہ کر بھی اللہ اکبر کی صدائیں لگائے۔دنیا بھر میں اُس کی تصانیف اور رفاعی ادارے نظر آئیں لیکن خود ایسا گوشہ نشین ہو کہ دنیا کے کسی ٹیلی ویژن اور میڈیا میں بہت کم نظر آئے۔اِس پُرفتن اور مادی دور میں ایسی خصوصیات کی حامل کسی شخصیت کا موجود ہونا ناقابل یقین ہے۔لیکن جن لوگوں نے قبلہ پیرزادہ صاحب کو قریب سے دیکھا، پرکھا اور ساتھ کام کیا وہ کہتے ہیں کہ پیرزادہ صاحب کی جو

صفات عیاں ہیں ان سے بھی بڑھ کر وہ عظیم انسان ہیں۔ پیرزادہ صاحب ان صفات کا حسین گلدستہ کیوں ہیں؟ کس سیڑھی نے انہیں عظمتوں کے مینار پر پہنچا دیا؟ کس نسبت نے ان کے اندر صبغت اللہ کے رنگ نکھار دیئے؟ اور کس رشتے اور تعلق نے دنیا کے سمندر میں رہ کر بھی دنیا کی محبت سے انہیں دور رکھا؟

یقیناً آج تک اُن کے قریبی لوگ ان کی عظمت کے اصل سبب سے ناواقف ہیں کیونکہ پیرزادہ صاحب نے اپنی متواضع شخصیت اور انکسار پسندی کے باعث کسی تحریر و تقریر میں اس کا برملا اظہار نہیں کیا۔ میرے نزدیک قبلہ پیرزادہ صاحب کی بلند مرتبت شخصیت کے تین بڑے اسباب ہیں۔

حضرت خواجہ کی اولاد اور پیشنگوئی:۔ پیرزادہ صاحب کی ولادت ہوئی تو حضرت خواجہ فرمانے لگے" آج ہمارے گھر میں ایک عالم پیدا ہوا ہے جس کے پاس مال ومنال کی فراوانی ہوگی" ایک مرتبہ میں نے عمِ محترم قبلہ پیرزادہ صاحب سے حضرت خواجہ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا" میں اس وقت چھوٹا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں البتہ سائیں (حضور قبلہ عالم منگانویؒ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ جب مجھے دیکھتے تو ہندی کا ایک شعر پڑھتے اور فرماتے" یہ عالم ہوگا اور اس کے پاس مال ومنال کی فروانی ہوگی" سبحان اللہ، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ع ۔ تمہارے منہ سے نکلی جو بات، ہو کے رہی

پہلا سبب:۔ پیرزادہ صاحب کی ذات کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ آپ ایک ایسے ولیءِ کامل، مردِ حق کے فرزند ہیں جن کو ولایت میں اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ خود ان کے مرشدِ کامل سردار الاصفیاء حضرت سید سردار علی شاہؒ نے فرمایا۔" افسوس اس جوان کی زندگی بہت کم تھی اگر کچھ عرصہ اور یہ زندہ رہتا تو دھرتی پر ہر طرف میرے پیر کے ہی مرید ہوتے" اور آپ کی مزارِ اقدس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا" حافظ صاحب! ہماری لاج بھی رکھنا"

اگرچہ آپ کے والدِ گرامی کا زمانہ ولایت صرف گیارہ سال پر محیط ہے لیکن آپ کی ولایت کا فیض قیامت تک ہر زمانہ میں ان شاء اللہ جاری وساری رہے گا۔ اس مردِ حق پر ولایت کے اسرار کی جب عجیب کیفیت کا نزول تھا انہی ایام میں پیرزادہ صاحب کا جنم ان کے گھر میں ہوا۔ پھر اس ولایت کی گود میں پیرزادہ صاحب نے سات سال کا عرصہ گزارا۔ جس چہرۂ انور کو ولی اللہ نے دن میں کئی بار بوسہ دیا۔ اگر آج اس کے نام کو ہزار ہا لوگ چوم رہے ہیں تو کوئی انوکھی بات ہرگز نہیں۔ جس کی والدہ نے کلمہ پڑھتے ہوئے انہیں بیدار کیا، کلمہ پڑھتے ہوئے لنگر پکایا اور ذکر کرتے ہوئے انہیں کھلایا اگر اُس کا بیٹا آج یورپ میں کلمہ کا نُور پھیلا رہا ہے تو یہ اُس کے والدین کی تربیت کا صلہ ہے۔ اگر آج پیرزادہ صاحب کو دین ودنیا میں ممتاز مقام حاصل ہے تو اس کا سب سے بڑا سبب وہ پیشن گوئی ہے جو کہ حضرت خواجہ آپ کو دیکھتے ہی فرماتے" ہم لوگ تو فقیر تھے لیکن ہمارے گھر میں عالمِ دین اور غنی بیٹا پیدا ہوا ہے" یہ الفاظ حضرت خواجہ نے اتنی بار دہرائے کہ آج ہر شخص آپ کے کارنامے دیکھ کر کہتا ہے۔ سبحان

اللہ حضرت خواجہ نے سچ فرمایا تھا گویا آپ اپنے والد ماجد کی زندہ کرامت ہیں۔

دوسرا سبب:۔ پیرزادہ صاحب کی عظمتوں کو مینارۂ نور عطا کرنے والی دوسری اہم ہستی حضور قبلہ عالمؒ تھے۔ بچپن ہی میں پیرزادہ صاحب کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ آپ ایک پُرشفیق اور ولیء کامل باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے لیکن حضور قبلہ عالمؒ نے بڑے بھائی ہونے کے ناطے آپ کی تعلیم و تربیت کا حق ادا کیا۔ نہ صرف یہ کہ آپ کی شہزادوں کی طرح پرورش کی بلکہ آپ کی ہر تعلیمی ضرورت کو پورا کیا۔ بچپن ہی سے آپ کے قلب و ذہن میں دینی خدمات کے جذبے کو اُتار دیا اور آپ کے قلب و ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ تم کوئی عام انسان نہیں ہو بلکہ ایک عظیم ولی اللہ کے عظیم بیٹے ہو۔ حضور قبلہ عالمؒ کی تربیت نے آپ کے اندر، خودداری، محنت و لگن، دین سے محبت اور دُرویشی کی اعلیٰ صفات پیدا کر دیں۔ حضور نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ ادارے کا انتخاب کیا اور کبھی کسی چیز کی کمی نہ آنے دی۔ حضور قبلہ عالمؒ کو اپنے اس بھائی پر اس قدر فخر و ناز تھا کہ 25 دسمبر 1985ء کے ایک خط میں آپ کا ذکرِ خیر کچھ ان الفاظ میں فرماتے ہیں ''میرے لیے اللہ، رسول، مرشد، والدین کے بعد پیارے بیٹوں کی جگہ علامہ امداد حسین ہیں وہ بچپن سے خوش نصیب انسان ہیں۔ پڑھائی میں بی اے تک اُس نے میری نافرمانی نہیں کی۔ جس مدرسہ یا کالج میں دھکیل دیتا بے چون و چرا حکم مان کر روانہ ہو جاتا۔ بی اے کے بعد وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا۔ اس کا ستارہ اور اقبال بلند تھا اور آئے دن ترقی کرتا گیا۔ اب علامہ صاحب کے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ نہ وہ میرے بیٹے ہیں اور نہ بھائی ہیں بلکہ ایک نہایت کریم النفس اور باطنی حالات میں بہت پاکیزہ شخص ہیں جس سے مجھے بہت خوشی ہے''

تیسرا سبب:۔ پیرزادہ صاحب کی عظمت کا تیسرا بڑا سبب حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی نگاہِ انتخاب ہے۔ انہوں نے آپ کو نہ صرف دینِ متین کے علم سے فیض یاب کیا بلکہ اپنی دانائی، تفکر، تدبر اور روحانیت کے نُور سے بھی مالا مال کر دیا۔

سلسلہ قادریہ کے اس عظیم انسان کے اندر قادریہ سلسلہ کے عشق و محبت کا نرالا رنگ موجود تھا۔ اس کو حضرت ضیاء الامت نے چشتیہ سلسلہ کے عظیم علمی رنگ سے نکھار دیا اور جب قادریہ اور چشتیہ سلسلہ کی تمام علمی و روحانی عظمتیں یکجا ہوئیں تو قبلہ پیرزادہ صاحب کی صورت میں ماہتاب بن کر چمکنے لگیں جس سے ایک عالم بقعۂ نُور بنا ہوا ہے۔

صاحبزادہ جناب پیر اوتاد حسین صاحب

آپ حضرت خواجہ کے چوتھے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت 1951ء میں بلوآنہ شریف ہوئی آپ نے مڈل تک تعلیم چک نمبر 175 میں حاصل کی پھر کچھ عرصہ کے لیے جامع محمدی شریف میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔ آپ نے بیعت حضرت اقدس دہڑویؒ کے بڑے فرزند جناب صاحبزادہ سید غلام غوث شاہ صاحب سے کی اور اجازت بیعت

حاصل کی۔تادمِ تحریر بلوآنہ شریف میں رہائش پذیر ہیں اور اپنی اولاد کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔

مردِ قلندر حضرت صاحبزادہ پیر گل فردوس صاحب

آپ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں آپ کی ولادت 19 دسمبر 1954ء بروز پیر بمطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ بوقت تہجد بلوآنہ شریف میں ہوئی۔جس کی بشارت حضرت خواجہ قبل از وصال ہی فرما چکے تھے۔ایک روز حضرت خواجہ سے دُرویشوں نے عرض کی ''مشائخ کے خانوادوں میں کوئی نہ کوئی مجذوب اور مست فقیر بھی ہوتا ہے جبکہ آپ کے فرزندوں میں ایسا کوئی نہیں۔آپ نے فرمایا کیا تمہیں بھی کوئی ایسا فقیر چاہیے؟ دُرویشوں نے عرض کیا۔جی ہاں۔فرمایا ''جس دن میں سفر (بمعنی سفرِ آخرت) پر جاؤں گا اس شب میرے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوگا۔جو نہ بولے گا اور نہ سُنے گا البتہ تمہاری خواہش کے مطابق ہوگا''

حضرت خواجہ کی جس روز تدفین ہوئی اُسی شب آپ کی ولادت ہوئی۔حضرت خواجہ کے چہلم پر بلوآنہ شریف جب حضرت اعلیٰ دہڑویؒ تشریف لائے تو حضور قبلہ عالم آپ کو اُٹھا کر حضور کی خدمت میں لائے حضرتِ اعلیٰ مسکرائے اور فرمایا '' کرم حسین! تمہارے باپ نے ہمارے ساتھ ڈھنگ لگایا ہے دیکھو! بھیس بدل کر اس صورت میں پھر آ گیا ہے لہٰذا اَب اس کا نام گل فردوسؒ رکھتے ہیں''

پیر گل فردوس صاحب اپنے والدِ ماجد کی پیشین گوئی اور حقیقی مردِ قلندر ہیں۔زبان سے بولتے نہیں، کانوں سے سُنتے نہیں لیکن جو کچھ آنکھ سے دیکھتے ہیں وجدان میں اُتار لیتے ہیں۔ہر وقت اپنے جذب میں مست رہتے ہیں۔کسی سے کوئی سروکار نہیں۔تادمِ تحریر کبوتر پالتے ہیں، اُن کو اڑاتے ہیں اور ان کی بلند پرواز میں محو رہتے ہیں۔خود اپنے آپ سے عجیب زبان میں باتیں کرتے ہیں۔رات کو بہت کم سوتے ہیں اور دن کو بھی مخلوق خدا سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔البتہ خوش مزاج ہیں۔جو کوئی ملتا ہے اُس کے ساتھ مسکرا کر پیش آتے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ نے آپ کی شادی کے سلسلہ میں بہت کوشش کی۔کئی رشتے طے کئے لیکن آپ شادی پر راضی نہ ہوئے۔اپنی والدہ صاحبہ، حضور قبلہ عالمؒ، پیرزادہ صاحب اور حضرت قبلہ اخی سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔حضرت قبلہ اخی کی ہر بات مان لیتے ہیں اور جو کچھ درکار ہو فقط اُن سے کہتے ہیں۔اپنے رشتہ داروں اور احباب کی خوب پہچان رکھتے ہیں لیکن کسی کے ہاں آتے جاتے نہیں۔حضور قبلہ عالمؒ پر ہجرت کے زمانہ میں ساری ساری رات پہرہ دیا کرتے۔پہلے بلوآنہ شریف رہتے تھے۔ 1982ء میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ حضور قبلہ عالمؒ کے پاس منگانی شریف ہجرت کر آئے۔آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں۔مگر اُن میں سے ایک زندہ کرامت کا تذکرہ کرتا ہوں۔

آپ ابھی ایامِ طفولیت میں تھے کہ چک نمبر 169 سے اللہ دتہ گرواہ کی بیوی حاضر خدمت ہوئی اور اشاروں سے

عرض کی۔ میں بے اولاد ہوں میرے لیے دعا فرمائیں۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ اُس نے جب مسلسل اصرار کیا تو آپ نے اُس عورت کے پیٹ پر انگلی سے لکیر لگائی اور اشارہ سے فرمایا جاؤ تمہیں بیٹا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کو بیٹا عطا فرمایا۔ دیکھا تو اُس کے پیٹ پر بھی لکیر کا نشان موجود تھا۔ تادمِ تحریر اُس کا وہ بیٹا محمد اسلم زندہ ہے اور گورنمنٹ ہائی سکول چک نمبر 169 گرواہ میں لیب اسسٹنٹ ہے۔ حضور قبلہ عالمؒ کے دستِ کرم سے وابستہ ہے اور اُس کے پیٹ پر آج بھی پیر گل فردوس صاحب کی کرامت کا نشان موجود ہے۔

حضور قبلہ عالمؒ کو پیر گل فردوس صاحب سے بہت محبت تھی۔ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے اور فرماتے مجھے قبلہ والد صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ "میرے انتقال کے بعد تمہارا ایک بھائی پیدا ہوگا اس کا خیال رکھنا وہ جیسا کرے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دینا"

حضور قبلہ عالمؒ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی کہ "گل فردوس اور پیر زادہ کو میرے پہلو میں دفن کرنا۔" اِس سے حضور کی محبت والفت اور آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر 10

معاصرین کرام

اِس باب میں حضرت خواجہ کے ہم عصر مشائخ وصوفیاء کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے ساتھ آپ کی ملاقات یا دیگر تعلقات کی اِطلاع ملتی ہے اگرچہ بعض حضرات کا ذکر سابقہ ابواب میں گزر چکا ہے لیکن اس باب کی تکمیل کے لیے یہاں پر بھی مرقوم کیا جاتا ہے تاکہ عصرِ حاضر کے حاملانِ طریقت کو معلوم ہو اللہ رب العزت کے وہ برگزیدہ بندے ایک دوسرے کے ساتھ کس قدر اخلاص و مودّت سے پیش آتے تھے اور ان کا باہمی تعلق کیسا ہوتا تھا شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

دہ دُرویش در گلیمی بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمی نگنجند

(دس دُرویش ایک کمبل کے نیچے سوسکتے ہیں (لیکن) دو بادشاہ ایک اقلیم میں نہیں سماسکتے)

اللہ کریم اہلِ تصوف کے قلوب حسد ورقابت کے ناسور سے محفوظ فرمائے۔ بقولِ اقبال

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

حضرت سائیں جیون سلطانؒ (میرک شریف):- آپ حضرت سلطان ہاتھیوان رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے اپنے وقت کے صاحبِ سجادہ تھے۔ حضرت خواجہ سے بہت محبت وشفقت فرمایا کرتے ایک مرتبہ آپ کی ملاقات کے لیے بلوآنہ شریف بھی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ بھی مضافاتِ شورکوٹ میں جاتے تو میرک شریف ضرور حاضری دیتے۔ حضرت خواجہ کے بعد از وصال ایک مرتبہ بلوآنہ شریف عرس مبارک پر حضرت اقدس دہڑوی کی موجودگی میں تشریف لائے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ پر بھی از حد عنایت رکھتے بلکہ حضرت اقدس دہڑویؒ کے ایماء پر حضور قبلہ عالم کی دستار بندی بھی فرمائی۔

حضرت سید پیر غلام رسول شاہ گیلانیؒ (کھوہ پاک شریف) م:9جولائی 1966ء:-

آپ شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوری کے اکلوتے فرزند ارجمند اور اپنے دور کے مردِ قلندر تھے لوگوں سے میل جول بہت کم تھا اکثریت صرف زیارت سے ہی فیض یاب ہوئی۔ عموماً پردہ میں رہتے تھے ایک مرتبہ صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان کی اہلیہ اور بیٹی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں لیکن آپ نے ملاقات کرنا پسند نہ فرمائی۔ انہوں نے کہلا بھیجا اگر آج جناب کو فرصت نہیں تو پھر کسی دن حاضر ہوں۔ فرمایا انہیں کہو ہمارے پاس فضول وقت نہیں ہوتا۔ راقم الحروف نے چچا حافظ عبدالغفور صاحب کی زبانی سُنا ایک مرتبہ حضرت خواجہ اپنے شیخ کامل حضرت اقدس دہڑویؒ کی معیت میں کھوہ پاک حاضر ہوئے۔ حسبِ معمول حضرت اقدس دہڑویؒ نے دُور سے ہی زمین ادب کا بوسہ لیا اور واپس چلنے لگے تو حضرت خواجہ نے عرض کی حضور اگر اجازت ہو تو قدم بوسی کر لوں۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے فرمایا ہماری تو مجال نہیں اپنی ذمہ داری پر جاسکتے ہو تو جاؤ۔ حضرت خواجہ دست

بستہ حضرت سائیں غلام رسول صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست و پابوسی کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے آپ کی قلبی کیفیت دیکھی تو فرمایا ''یہ نعمت کہاں سے پائی ہے'' عرض کیا ''حضور کے ہی گھر سے'' فرمایا پھر بھی۔ تو عرض کیا حضرت سید سردار علیشاہ صاحبؒ کا مرید ہوں۔ فرمایا ''یہیں میرے پاس رہ جاؤ'' عرض کی'' وہاں دہڑ شریف بھی آپ ہی ہیں'' فرمایا ''اچھا پھر گاہے بگاہے مجھے ملتے رہنا'' اِس کے بعد حضرت خواجہ کئی بار اپنے فرزند اکبر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے ساتھ مشرف با زیارت ہوئے اور ہر بار حضرت سائیں غلام رسول صاحب نہایت محبت وشفقت سے پیش آئے۔

حضرت سید سخی محمد قادریؒ (سعد اللہ پور شریف):۔ آپ کا شمار حضرت قطب عالم پیر محلویؒ کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے بڑے منکسر المزاج تھے۔ حضرت خواجہ سے ہمیشہ لطف ومحبت سے پیش آتے حضرت خواجہ کو آپ سے اس قدر لگاؤ تھا۔ کہ اپنی بڑی صاحبزادی کے ہاں جب بیٹا ہوا تو حضور نے اُن کے نام پر بچے کا نام ''سخی محمد'' رکھا۔ حضرت شاہ صاحب عموماً سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ سے بھی فرمائش کی کہ آپ بھی سیاہ عمامہ باندھیں بڑا خوبصورت لگے گا اور اُن کے ایماء پر حضرت خواجہ نے کچھ عرصہ سیاہ رنگ کا عمامہ بھی باندھا۔

حضرت میاں محمد فاضل سہریانوالہؒ (داوُدہ شریف) م: 1947ء

حضرت پیر سید عبداللہ شاہ صاحبؒ (قادر بخش شریف) م:29 جون 1961ء

حضرت سید رمضان علی شاہ صاحبؒ بخاری (بوریوالہ شریف) م:10 ستمبر 1955ء

اِن تینوں بزرگوں کا شمار حضرت قطب عالم پیر محلویؒ کے مشہور فیض یافتگان میں ہوتا ہے۔ اوّل الذکر اور آخر الذکر کو حضور نے خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا جب کہ ثانی الذکر کو آپ کے فرزندِ اکبر اور سجادہ نشینِ اوّل حضرت پیر سید فضل حسین شاہؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ ہمارے حضرت خواجہ سے ان حضرات کے تعارف و ملاقات اور خصوصی محبت وتعلق کی اطلاع ملتی ہے۔ اکثر دربار قطبیہ سندیلیانوالی شریف عرس مبارک اور بہشتی پر ہر سال ملاقات وزیارت ہوتی رہتی تھی۔ حضرت پیر سید عبداللہ شاہ صاحب ازراہِ عنایت خصوصی اکثر آپ سے فرمایا کرتے ''حافظ صاحب! جب سے آپ کا خطاب سُنا ہے اب کسی اور کا مزہ نہیں آتا'' جبکہ آخر الذکر حضرت سید رمضان علی شاہ صاحب سے ملاقات وزیارت کا سلسلہ کئی اور مقامات پر بھی چلتا رہا۔ حتّٰی کہ موضع حویلی لعل میں حضرت خواجہ کا جو مناظرہ ہوا۔ اُس میں بھی آپ تشریف لائے تھے۔ مدوکی والے اپنے دُرویشوں سے فرمایا کرتے ''حافظ صاحب کی مجلس میں بیٹھا کرو وہ بڑے کامل فقیر ہیں'' حضرت خواجہ بھی آپ کا اس قدر اکرام فرماتے کہ کوشش کرتے انکی موجودگی میں پلنگ پر نہ بیٹھیں وہ ازخود آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس چارپائی پر بٹھا لیتے اور

بڑی محبت سے راز ونیاز کی باتیں فرماتے۔

حضرت بابا فقیر محمد رمضانؒ ابدال (جابہ اسٹیٹ نواب کالاباغ) م:1948ء

آپ کا ذکرِ خیر اس تذکرہ میں بار بار آیا ہے۔ آپ حضرت قطب عالم پیر مکلویؒ کے مرید اور اپنے وقت کے ابدال تھے۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے بوقتِ وصال پہاڑی شہباز (حضرت خواجہ) کے شکار کا خصوصی ارشاد انہیں فرمایا تھا۔ لہذا حضرت خواجہ نے خانوادۂ قطبیہ کا فیض انہی کی مست و بیخود نگاہوں سے پایا۔ آپ کے بعض حالات و مناقب جو پہلے تحریر نہیں ہوئے بطورِ یادگار یہاں قلمبند کرتا ہوں۔ حضرت فقیر صاحب میانوالی عرصۂ حیات کے آخری سالوں میں تشریف لائے لہٰذا ابتدائی احوال بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ آپ مختلف مقامات پر اپنی ڈیوٹی بطور ''ابدالِ وقت'' سرانجام دیتے رہے۔ میانوالی کا دورانیہ فقط 1941ء سے تاوقتِ وصال 1948ء تک ہے۔ آپ کا ایک واقعہ مجھے مولانا غلام حیدر صاحب قادری (مدرس دربار قادر بخش شریف کمالیہ) نے اپنے استادِ گرامی حضرت مولانا فقیر محمود صاحب تونسویؒ کی زبانی کچھ اس طرح سنایا (یادرہے مولانا فقیر محمود صاحب تونسوی عربی ادب میں ایک سَند کا درجہ رکھتے تھے اور سجادہ نشین تونسہ شریف خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی کے فیض یافتہ مرید تھے) حضرت خواجہ محمود صاحب تونسویؒ کا ایک مرید جنگل میں رہتا تھا اور کافی گائیں پال رکھی تھیں۔ وہ جب بھی خواجہ محمود صاحب کی خدمتؒ میں حاضر ہوتا تو عرض کرتا۔ حضور! میری تمنا ہے کہ مجھے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کرادو۔ مگر انہوں نے فرمایا تیری والدہ زندہ ہے اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا جاؤ اس کی خدمت کرو۔ اُس نے کئی بار عرض کیا مگر یہی جواب ملتا کہ جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو۔ کافی عرصہ اسی کشمکش میں گزر گیا ایک روز صبح وہ اپنے ڈیرہ پر گائے کا دودھ دوہ رہا تھا کہ ایک سادگی کا پیکر، سادہ کپڑوں میں ملبوس فقیر جنگل سے اُسکے پاس آیا اور کہا مجھے کچھ دودھ چاہیے۔ اُس نے کہا جا فقیر اپنی راہ لے میں کئی فقیروں کو دودھ پلا چکا ہوں لیکن میری تمنا پوری نہیں ہوئی۔ تجھے کیوں دودھ پلاؤں فقیر نے کہا۔ آج دودھ پلا کے دیکھ انشاء اللہ تیری تمنا پوری ہوجائے گی۔ تب اُس نے فقیر کو دودھ پلایا۔ فقیر دودھ پی کر چلا گیا۔ پھر کیا تھا اُسی شب اس کو خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی وہ بھی ایسے کہ جب بھی نیند آتی۔ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا۔ ساری رات اُسے بار بار زیارت فیض بشارت نصیب رہی۔ صبح ہوئی تو اُسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں خوشخبری سُنانے کے لیے حاضر ہوا۔ ابھی اُس نے کچھ بتایا نہ تھا کہ حضرت خواجہ محمود صاحب نے خود ہی فرمادیا کہ ''بھئی جو تجھے زیارت کرا گیا ہے۔ وہ پیر محل شریف والے پیر سید قطب علی شاہ کا مرید اور ابدال تھا۔ اُس کی کرامت ظاہر ہوگئی اور آج اسکا تبادلہ ہوگیا۔ تجھے تو زیارت ہوگئی۔ مگر ایک بلند پایہ ابدال سے یہ علاقہ محروم ہوگیا۔ یہ ابدالِ وقت حضرت فقیر محمد رمضان تھے۔'' سبحان اللہ خداوند کریم کے پیارے بندوں کا آفتاب ولایت

کبھی غروب نہیں ہوتا۔ وہ تو ہر جگہ لوگوں کے قلوب واذہان کو روشن ومنور کرتا رہتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی مردانِ حق کے بارے میں کہا تھا

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

☆ حضرت خواجہ پر حضرت فقیر صاحب کی نگاہِ ولایت سے متعلق تمام واقعات بابِ سوم میں گزر چکے ہیں۔ آپ کی اس کرامت کی گاؤں میں ایسی دھوم مچی کہ ہر کوئی آپ کا معتقد ہوگیا۔ اب ''نواں'' میں حضرت فقیر صاحب کی شخصیت اجنبی نہ تھی لوگوں کے قلوب واذہان میں آپ کا ایک خاص مقام ومرتبہ پیدا ہو چکا تھا۔ جس کے گھر جاتے لوگ اپنی خوش بختی سمجھ کر بڑی خدمت کرتے روزانہ کئی لوگ دعوت دیتے مگر فقیر صاحب ہر چیز سے بے پرواہ تھے، نہ کسی کی دعوت قبول کرتے اور نہ ہی کسی کے گھر میں ٹھکانہ بنایا۔ گاؤں کے ایک مراثی کو منظورِ نظر فرمایا کبھی، کبھی وجد میں آتے تو اُسے کہتے جاؤ ڈھول لے آؤ۔ مراثی ڈھول بجاتا اور فقیر مستی وبے خودی کے عالم میں رقص کرتا، مراثی تھک جاتا مگر فقیر تروتازہ رہتا۔ ایک دن اُس مراثی جس کا نام ''حق نواز'' تھا۔ فقیر صاحب اُسے ''ناژو'' کہہ کر پکارتے تھے۔ عرض گزار ہوا۔ بابا تو فقیر ہے میں تیری خدمت کرتا ہوں۔ تیرے ساتھ ڈھول بجاتا ہوں مجھے بھی کچھ عنایت کر۔ فقیر کا لطف وکرم جوش میں آیا۔ فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ مراثی نے کہا ولایت و عرفان میں برداشت نہیں کرسکتا۔ غریب ہوں، روٹی مل جائے تو کافی ہے۔ فقیر مسکرایا اور وہیں سے ایک پتھر اُٹھا کر دیا۔ فرمایا جب تک یہ پتھر تیرے پاس رہے گا۔ دولت کبھی ختم نہ ہوگی۔ مراثی کے چھ بیٹے تھے۔ ساری زندگی اُس شخص نے کوئی کام نہیں کیا اور نہ ہی اسے کوئی کام آتا تھا۔ لیکن اس کی جیب سے کبھی دولت ختم نہیں ہوئی۔ لالہ محمد رفیق طاہر بتاتے ہیں جب وہ شخص فوت ہوا۔ تو میں نے دیکھا اُس کی جیب سے کافی رقم نکلی۔ آج بھی وہ پتھر اُسکے بیٹوں کے پاس موجود ہے اور اسے فقیر صاحب کا لعل (ہیرہ) کہتے ہیں۔

☆ فقیر صاحب ایک دن میاں محمد نظام خیل کے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک عورت جس کا نام ''عزیز بانو'' تھا۔ اپنے جواں سال بیٹے کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی بابا! میں بیوہ عورت ہوں۔ چھوٹے، چھوٹے بچے ہیں۔ یہ بیٹا سب سے بڑا اور واحد کمانے والا ہے لیکن اسے ٹی۔ بی ہوگئی ہے (اُن دنوں ٹی۔ بی لاعلاج مرض تھی) اب یہ خون کی اُلٹیاں کرتا ہے۔ حکیموں نے اسے جواب دے دیا ہے۔ آپ کے در پر فریاد لے کے آئی ہوں دُعا کرو اور مائی زاروقطار رونے لگی۔ فقیر صاحب اپنی موج میں بیٹھے تھے۔ فرمایا ادھر میرے سامنے بٹھاؤ۔ مائی سمجھی شاید فقیر کوئی دَم کرے گا۔ لیکن انہوں نے پورے زور سے پاؤں کی ٹھوکر مریض کے سینہ میں اسطرح ماری کہ اُسے خون کی اُلٹیاں شروع ہوگئیں۔ وہاں پر موجود لوگ گھبرا گئے اور مائی سے کہا یہ مست وَر فقیر ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی دَم کرتا ہے۔ خواہ

مخواہ اپنا بیٹا مروا دیا۔ لیکن فقیر صاحب نے فرمایا جاؤ اسے لے جاؤ اس کی مرض ختم ہو گئی۔ لوگ سمجھے مرض کیا ختم ہونی ہے۔ یہ ہی ختم ہو گیا ہے مگر گھر پہنچتے ہی اُس لڑکے کی اُلٹیاں ختم ہو گئیں۔ بیماری جاتی رہی گویا ٹی۔ بی کا مرض انہی اُلٹیوں میں بہہ گیا۔ ستر (70) سال سے زائد اُس شخص کی عمر ہوئی پھر زندگی بھر اُسے کوئی بیماری لاحق نہ ہوئی۔ اُس شخص کا نام عمر حیات اعوان تھا اور میانوالی شہر میں اُسکا گھر ہے۔ اُسکا چھوٹا بھائی بابا خان زمان اعوان حضرت انکی قبلہ کا مرید ہے اور اس واقعہ کو اکثر بیان کرتا ہے۔

☆ حضرت بابا جی علی گُل صاحب" فرمایا کرتے ایک دن فقیر صاحب مسجد میں بیٹھے تھے۔ مجھے فرمایا علی گُل آج میری دعوت کرو۔ میں نے عرض کیا حضور ٹھیک ہے پھر آج شام کا کھانا میرے گھر میں ہے۔ میں گھر آیا۔ مرغا ذبح کیا۔ میری بیوی نے کھانا تیار کیا۔ اور نمازِ مغرب کے بعد میں نے فقیر صاحب سے عرض کیا۔ حضور! کھانا تیار ہے۔ تشریف لائیں۔ فقیر صاحب نے مسجد میں موجود تمام نمازیوں کو فرمایا۔ چلو آج علی گُل کے گھر دعوت ہے۔ سب نمازی جو کم و بیش دس پندرہ تھے۔ فقیر صاحب کے ساتھ چل پڑے۔ جیسے ہی یہ سب ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو میری بیوی نے مجھے آہستہ سے کہا۔ ہم نے صرف بابا کے لیے کھانا پکایا ہے اور تم سب لوگوں کو ساتھ لائے ہو۔ میں نے کہا بابا خود ساتھ لایا ہے۔ میں نہیں لایا اب جس کا کھانا ہے وہی جانے تو فکر نہ کر۔ فقیر صاحب نے مجھے فرمایا جو کھانا پکایا ہے میرے پاس لے آؤ۔ میں نے سالن کی ہانڈی اور روٹیوں کا ڈبہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ فقیر صاحب نے وہ تمام سالن ایک برتن میں ڈالا اور روٹیاں نکال کر لوگوں کے آگے رکھ دیں اور انہیں ڈھانپ کر فرمایا کھاؤ۔ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا فقیر صاحب دیکھتے رہے جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو انہیں فرمایا اب چلے جاؤ۔ لوگ چلے گئے تو میری بیوی نے مجھے کہا۔ اب کوئی اور چیز لے آؤ تا کہ فقیر صاحب اور اپنے بچوں کے لیے پکائیں۔ میں نے کہا خاموش رہو۔ فقیر صاحب نے فرمایا علی گُل تیرے بچے کہاں ہیں۔ میں نے عرض کی حضور باہر کھیل رہے ہیں فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ میں دونوں بچوں عبدالغفور اور شیر رسول کو بلا لایا۔ فقیر صاحب چارپائی پر ٹانگیں نیچے لٹکا کر بیٹھے تھے۔ فرمایا انہیں میری ٹانگوں کے نیچے سے گزار دو۔ آگے عبدالغفور تھا وہ ڈرا۔ میں نے پکڑ کر اُسے کہا فقیر صاحب کی ٹانگوں کے نیچے سے گزرو۔ وہ بڑا تھا لہٰذا تیزی سے فقیر صاحب کی ٹانگوں کے نیچے سے گزرا۔ بابا نے عبدالغفور کی پیٹھ پر مُکا مارا مگر یہ مُکا تھوڑا لگا۔ فرمایا بچ گیا ہے صحیح نہیں لگا۔ یہ حافظ ہے۔ پھر شیر رسول کو فرمایا تو گزر۔ وہ چھوٹا تھا۔ آہستہ سے فقیر صاحب کی ٹانگوں کے نیچے سے گزرا۔ اُسے زور سے مکا مارا تو شیر رسول کی "ہائے" نکلی۔ بابا مسکرایا اور فرمایا ہاں اسے صحیح لگا ہے۔ یہ حافظ بھی ہے اور شہید بھی ہے۔ پھر پوچھا کوئی اور بچہ ہے۔ میں نے عرض کی ایک دودھ پیتا بچہ ہے۔ فرمایا اسے بھی لے آؤ۔ میں محمد سعید کو لے گیا۔ فقیر صاحب نے اُسے اپنی جھولی میں ڈال کر اپنا پستان اُس کے منہ میں دے کر فرمایا پیو میرا دودھ پیو۔ بچہ روتا تھا میری بیوی

پریشان ہوگئی۔ میں نے عرض کیا حضور یہ روتا ہے۔ اسے مجھے دیں فرمایا اسے دودھ پلا رہا ہوں۔ یہ عالم ہے اور اسکی ماں نہیں ہے۔ پھر فرمایا علی گل اَب مجھے اپنی بیوی دو۔ میں نے بیوی آگے کی اور عرض گزار ہوا۔ حضور! یہ حاضر ہے۔ فرمایا اچھا ٹھیک ہے اس کا گھر بھی مٹی کی ڈھیری میں ہے اور میرا بھی۔ اس کے بعد میری بیوی نے سالن کی ہانڈی سے کپڑا اُٹھایا تو وہ اُسی طرح سالن سے بھری ہوئی تھی۔ روٹیاں دیکھیں تو اُن میں بھی کوئی روٹی کم نہ ہوئی تھی۔ فقیر صاحب نے بھی کھانا کھایا اور ہم سب گھر والوں نے بھی لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔ اس دعوت کے کچھ ہی عرصہ بعد پہلے میری بیوی فوت ہوگئی اور پھر حضرت فقیر صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔ اور حسب فرمان مٹی کی ڈھیری میں گھر بنا۔ میرے بڑے دونوں بیٹے عبدالغفور اور شیر رسول حافظِ قرآن بنے، اور چھوٹا بیٹا محمد سعید عالم دین بنا پھر 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں شیر رسول شہید ہوا۔ اور حضرت فقیر صاحب کا فرمایا ہوا ایک ایک فقرہ اسی طرح پورا ہوا۔

☆ جیسا کہ تیسرے باب میں درج ہے ملتان کی گلیوں میں پھرنے والے مجذوب فقیر نے آپ کے پیغام پر فقیر صاحب کو "نواں" سے ہجرت کا پیغام بھیجا۔ یوں حضرت خواجہ دہڑ شریف بیعت ہوئے تو "نواں" سے فقیر صاحب کا کام انجام پذیر ہوا اور آپ "نواں" سے ہجرت کر کے نواب امیر محمد خان اعوان آف کالا باغ کی اسٹیٹ میں آ گئے۔ اُن کی اسٹیٹ میں تیرہ (13) گاؤں تھے چونکہ یہ اسٹیٹ نواں کے شمال میں واقع ہے۔ لہٰذا اس وقت "نواں" کے لوگوں کی آمد و رفت کا واحد ذریعہ ریل گاڑی تھی اسطرح ریلوے اسٹیشن "مسان" بھی نواب آف کالا باغ کی اسٹیٹ میں تھا۔ یوں "نواں" کے لوگ آتے جاتے حضرت فقیر صاحب کی خبر ضرور رکھا کرتے۔ فقیر صاحب اسٹیٹ کے مختلف گاؤں میں پھرتے پھراتے آخر "جابہ" میں آ گئے یہ گاؤں ایک خوبصورت سر سبز پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ یہاں نواب صاحب کا ایک بڑا خوبصورت قلعہ تھا۔ جس میں عالیشان مہمان خانہ تھا اور یہاں پہاڑی چشمے وافر تعداد میں بہتے تھے۔ نواب صاحب نے ان پہاڑی چشموں کے آگے تالاب بنوا کر پانی کا ذخیرہ کیا اور اسے زراعت و آبپاشی کے استعمال میں لایا۔ اس پہاڑ کے دامن میں ایک خوبصورت باغ لگایا جس میں اس وقت نہایت نایاب پھلوں کے درخت لگائے۔ اور یہ درخت اُس نے پوری دُنیا سے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے اکٹھے کیے تھے۔ کہتے ہیں نواب صاحب کے اس باغ میں ایسے آم تھے جو ستمبر، اکتوبر میں پکتے تھے، ایسے سنگترے تھے جو کہ جون، جولائی میں پکتے تھے۔ یہ باغ تا حال موجود ہے اگرچہ وہ نایاب بوٹے کمیاب ہیں لیکن خوبصورت تالاب اور مالٹوں کے باغ اب بھی ہیں۔

حضرت فقیر صاحب نے اسی پہاڑ کے دامن میں واقع گاؤں "جابہ" کو اپنا مسکن بنا لیا۔ (یہ گاؤں اب اُجڑ گیا ہے اور آبادی کا نام و نشان تک نہیں رہا) اس گاؤں کے لوگوں کا چونکہ "نواں" میں آنا جانا تھا اس لیے کچھ لوگ

فقیر صاحب کے حالات سے آگاہ تھے۔بعض لوگوں نے بطورِ عقیدت فقیر صاحب کو اپنے گھر میں ٹھہرانے کی کوشش بھی کی لیکن فقیر نے کہیں ٹھکانہ بنانے کو ہرگز قبول نہ کیا۔دن بھر گھومتے رہتے اور رات اُس خوبصورت باغ میں چلے جاتے،کبھی ٹہنیاں اور پھل توڑ کر زمین پر ڈال دیتے مالیوں نے تنگ آ کر نواب آف کالاباغ سے شکایت کی کہ کوئی فقیر آیا ہے۔وہ رات کو باغ میں گھس جاتا ہے اور نقصان کرتا ہے نواب صاحب کو اپنا باغ بہت پیارا تھا۔غصے میں آ گیا اور نوکروں سے کہا جاؤ فقیر کو پکڑ کر لے آؤ۔ملازم فقیر صاحب کو پکڑ کر نواب صاحب کے سامنے لے گئے۔نواب صاحب نے طرح طرح کے سوالات کیے لیکن فقیر صاحب نے پرواہ تک نہ کی اور کسی ایک کا بھی جواب نہ دیا۔آخر میں صرف ایک بار اپنی باہیبت سُرخ آنکھوں سے نواب صاحب کی طرف دیکھا اُن پر ہیبت طاری ہوگئی انہوں نے ملازموں سے کہا۔اسے کچھ نہ کہو۔صرف پکڑ کر دریائے سندھ کے پار چھوڑ آؤ۔دریائے سندھ نواب صاحب کی اسٹیٹ کے جنوب کی طرف بہتا ہے ۔اور دریا سے آگے صوبہ سرحد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ملازموں نے فقیر صاحب کو پکڑا دریا پر لے گئے۔کشتی پر چڑھایا اور دریا کے پار اُتار کر واپس آ گئے۔دوسرے دن دیکھا تو فقیر صاحب پھر باغ میں موجود ہیں۔کئی بار نوکروں نے یہ عمل دُہرایا۔ملاحوں کو بھی واپس لانے سے منع کیا۔لیکن ہر بار دوسرے دن فقیر صاحب کو باغ میں پایا تو عاجز ہو کر نواب صاحب کو سارا واقعہ بتایا۔نواب صاحب پہلے ہی فقیر صاحب کو جان چکے تھے ہنس پڑے اور ملازموں سے کہا فقیر کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔جو بھی نقصان کرے اس کو کچھ نہ کہو۔اس کے بعد فقیر صاحب نے کبھی کوئی نقصان نہ کیا اور پھل توڑنے ہی چھوڑ دیئے گویا نواب صاحب کی نیازمندی دیکھ کر آپ نے یہ معمول ترک فرما دیا۔''جابہ'' میں قیام کے دوران فقیر صاحب سے کئی کرامات ظاہر ہوئیں لیکن یہ گاؤں مکمل طور پر اُجڑ جانے کے باعث اب آپ کی کرامات اور تذکرہ بیان کرنے والا کوئی نہیں ملتا۔البتہ ایک کرامت بہت معروف ہے جو کہ اکثر ''نواں'' کے لوگ بھی بیان کرتے ہیں۔

☆ نواب آف کالاباغ کا ایک منشی غلام محمد تھا۔اسٹیٹ کی آمدن اور خرچ کا تمام حساب و کتاب اُس کے پاس ہوتا تھا۔وہ پنڈی گھیب ضلع اٹک کا رہنے والا تھا۔ایک مرتبہ اُسکے حساب و کتاب میں بڑی مقدار میں رقم خرد برد معلوم ہوئی۔آمدن اور خرچ کا حساب آپس میں نہیں مل رہا تھا۔یہ بات نواب صاحب تک بھی پہنچ گئی۔اور انہوں نے منشی غلام محمد سے جواب طلبی کی۔منشی غلام محمد کو جان کے لالے پڑ گئے وہ نواب صاحب کی سخت گیری اور عتاب سے خوب واقف تھا۔اتنی بڑی رقم وہ ادا کرنے کی استطاعت بھی نہ رکھتا تھا اِسی پریشانی اور اضطراب میں اُسے اور کوئی بات نہ سوجھی حضرت فقیر صاحب کا معتقد تھا حاضر خدمت ہو کر آپ کے پاؤں سے لپٹ گیا اور اپنی بےبسی اور پریشانی عرض کرنے لگا۔فقیر مستی اور بیخودی کے عالم میں اسکی رُوداد سنتا رہا۔منشی روتا رہا۔آخر میں فقیر صاحب بولے۔اب جاؤ ہم نے سب کچھ ٹھیک کر دیا ہے ۔دوسرے دن نواب صاحب کی کچہری میں منشی غلام محمد

کی جواب طلبی تھی۔ وہ حساب وکتاب کے رجسٹر لیکر حاضر ہوا۔ نواب صاحب نے خود رجسٹر چیک کیے۔ کہیں ایک روپے کی کمی کجی نہ تھی۔ منشی خود بھی حیران تھا اور نواب صاحب بھی متعجب تھے کہ ہم نے تو سُنا تھا تمہارے حساب وکتاب میں لاکھوں کا غبن ہے۔ مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ اور اُلٹا شکایت لگانے والوں پر ناراض ہوئے۔ منشی غلام محمد ساری زندگی فقیر صاحب کا عقیدت مند رہا فقیر صاحب کا وصال ہوا تو اس نے آپ کے مزار شریف پر ایک کمرہ بنوایا با قاعدہ سالانہ عرس لگواتا، اور گوشت وحلوا پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتا۔

آخری سالوں میں فقیر صاحب کو ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف بھی دیکھا گیا کہ حضرت اقدس دہڑویؒ ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ کے مزار پُر انوار پر حاضری دے کر روضہ مبارک سے باہر نکلے تو سامنے حضرت فقیر صاحب کھڑے تھے۔ آپ نے حضرت اقدس دہڑوی سے فرمایا۔ ''میں نے اپنا ایک آدمی تمہارے پاس بھیجا ہے'' حضرت اقدس دہڑویؒ آپ کو دیکھتے ہوئے دست بستہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''جناب وہ پہنچ گیا ہے'' بس اس کے بعد آپ رخصت ہوئے۔ حضرت فقیر صاحب نے 1948ء میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار شریف تا حال ایک پختہ کمرے میں محفوظ ہے اور ہر سال دیسی ماہ چیت کی منتخب اتوار کو بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس لگتا ہے۔

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ (جلوآنہ شریف) م: 15 مئی 1956ء

حضرت پیر محمد عظیم قادریؒ (کھرپڑ شریف) م: 4 جنوری 1961ء

مذکورہ دونوں بزرگوں کا شمار شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوریؒ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے۔ اور حضرت خواجہ سے تعارف وملاقات اور خصوصی محبت وتعلق کی اطلاع ملتی ہے۔ اکثر عرس مبارک پر فتحپور شریف اور بعض مرتبہ سندیلیانوالی شریف بھی ہر سال ملاقات وزیارت ہوتی رہتی تھی۔ حضرت خواجہ اپنے مرشدِ کامل کے پیر بھائی خلفاء ہونے کی نسبت سے اِن بزرگوں کا بڑا احترام فرماتے اور وہ بھی آپ پر خصوصی محبت وعنایت رکھتے۔

حضرت پیر جلوآنویؒ کو آپ سے خاص لگاؤ تھا اکثر فرماتے ''حافظ صاحب! آپ ہمارے سلسلہ کے شہباز ہیں'' راقم الحروف نے میاں شیخ احمد لانگری کی زبانی سُنا کہ ہم جب بھی حضرت خواجہ کی معیت میں دہڑ شریف جاتے تو تاندلیانوالہ سے کچھ فاصلہ پیچھے جہاں سے جلوآنہ شریف کو سڑک جاتی ہے وہاں اکثر حضرت پیر جلوآنویؒ سے ملاقات وزیارت ہو جاتی۔ کبھی وہ پہلے کھڑے ہوتے اور کبھی ہمارے پہنچنے پر تشریف لاتے اکثر دیکھا گیا وہاں سے تاندلیانوالہ تک نہ حضرت پیر جلوآنویؒ سائیکل پر سوار ہوتے اور نہ حضرت خواجہ، بلکہ پیدل ہی سفر طے ہوتا۔ حضرت پیر جلوآنویؒ، حضرت خواجہ سے خصوصی محبت وعنایت کے باعث راستہ بھر راز و نیاز کی باتیں فرماتے جاتے۔ حالانکہ حضرت خواجہ ان کا بہت اکرام فرماتے تھے لیکن حضرت پیر جلوآنویؒ کا اس قدر لگاؤ انکی محبت و

شفقت کا مظہر ہے۔ حضرت خواجہ کو چونکہ مثنوی شریف مولینا رومؒ سے ایک خاص اُنس تھا۔ حضرت پیر محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا درسِ مثنوی بڑے شوق سے ساعت فرماتے وہ بھی محرم حال سمجھتے ہوئے خوب خوب نِکات بیان فرماتے۔

حضرت سید لال شاہ بخاریؒ و حضرت سید اسوار شاہ بخاریؒ (دہڑ شریف)

اوّل الذکر حضرت اقدس دہڑویؒ کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت خواجہ سے بڑی محبت وعنایت رکھتے۔ اکثر عرس مبارک کے دنوں میں دہڑ شریف حضرت خواجہ کی رہائش انہی کے ہاں ہوتی تھی جبکہ آخر الذکر حضرت اقدس کے چھوٹے بھائی اور خلیفہء مجاز بھی تھے۔ حضرت خواجہ اور حضور قبلہ عالمؒ سے ہمیشہ محبت واحترام سے پیش آتے طبیعت میں سادگی اور مزاح کا پہلو نمایاں تھا۔ ساری زندگی حضرت اقدس دہڑوی کی معیت اور خدمت گزاری میں بسر ہوئی۔ میرے بھائی جان پیر اختر حسین صاحب بتاتے ہیں آپ بلوآنہ شریف بہت آیا کرتے تھے ایک مرتبہ میرے سامنے جب حضور قبلہ عالم ان کی قدم بوسی سے اُٹھے تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑے اس قدر متواضع بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ کے بعد از وصال بھی جب تک زندہ رہے۔ بلوآنہ شریف عرس مبارک پر ہمیشہ آیا کرتے۔ ہمارے بزرگوں سے بڑی محبت رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ (تونسہ شریف) م:8 جون 1965ء

آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے پوتے اور درگاہِ محمودیہ تونسہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ بڑے فاضل اور صاحبِ ذوق بزرگ تھے۔ راقم الحروف نے ڈاکٹر علی محمد صاحب سندھی کی زبانی سُنا۔ ایک روز میں نے حضرت خواجہ سے عرض کیا۔ تونسہ شریف میں اس وقت بھی کوئی مردِ کامل ہے؟ فرمایا۔ ''ہاں! خواجہ نظام الدین تونسویؒ ہیں'' پھر اپنا واقعہ سُنایا کہ ایک مرتبہ میں اکیلا ریل گاڑی کے سلیپر ڈبے میں سفر کر رہا تھا۔ دیکھا تو خواجہ نظام الدین صاحب تونسویؒ بھی وہاں اکیلے بیٹھے تھے۔ میں قریب جا بیٹھا اور کہا خواجہ صاحب ذرا اس شعر کا مطلب تو فرما دیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

خواجہ صاحب ہنس پڑے اور فرمایا ''اِس شعر کا مطلب یا تُو جانتا ہے یا میں جانتا ہوں'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سے پہلے بھی ملاقات ہوئی ہوگی۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ (سیال شریف) م:20 جولائی 1981ء

آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے پڑپوتے اور اپنے دور کے کثیر الفیضان سجادہ نشین تھے۔ راقم الحروف نے چچا حافظ عبدالغفور صاحب کی زبانی سُنا ایک مرتبہ سیال شریف حاضری کے موقع پر حضرت خواجہ صاحب نے مجھے

فرمایا۔ جب میں پہلی مرتبہ چک نمبر 175 ''کوہڑی دی جھوک'' گیا تو حضرت حافظ صاحب وہاں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ میں احتراماً کھڑا ہوگیا۔ اور بغل گیر ہوا جب میرا سینہ انکے سینہ سے لگا تو مجھے بڑا سرور آیا میں نے اپنی زندگی میں بہت اولیاء اللہ دیکھے ہیں مگر جسطرح قلب اُن کا جاری تھا ایسا میں نے کسی اور کا نہیں دیکھا۔ آپ کافی دیر تک میرے پاس بیٹھے رہے اور بڑی محبت والفت کی باتیں کرتے رہے۔ اس ملاقات کی مزید تفصیل باب چہارم میں بروایت میاں اللہ بخش سپرا (امام مسجد چک نمبر 175) لکھ چکا ہوں۔

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحبؒ (علی پور سیداں شریف) م:16 اکتوبر 1961ء

آپ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوریؒ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین تھے۔ راقم الحروف نے میاں اللہ بخش سپرا (امام مسجد چک نمبر 175) کی زبانی سُنا۔ ایک مرتبہ آپ چک نمبر 262 میں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ حضرت خواجہ بھی اُن کا خطاب سُننے کے لیے بلوآنہ شریف سے کافی سارے دُرویشوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کو بڑے احترام سے ملے اور خیر و عافیت دریافت کی۔ خطاب کے بعد کچھ دیر کے لیے دونوں حضرات علیحدہ بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ رہے۔ بعد ازاں وہ رخصت ہوئے اور حضرت خواجہ بھی واپس تشریف لائے۔

حضرت دیوان سید غلام دستگیر گیلانی (قبولہ شریف):۔ م:26 جنوری 2012ء

آپ درگاہ حضرت ابوالمکارم سید موسیٰ گیلانی کے سجادہ نشین تھے۔ آپ نے بیعتِ صحبت حضرت اقدس دہڑویؒ سے کی اور خرقہءِ خلافت بھی پایا جس کا تفصیلی ذکر میں نے ''تذکرہ شاہ سردارؒ'' میں کیا ہے اکثر دہڑ شریف حاضری کے موقع پر حضرت خواجہؒ اور بعد میں حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے بھی ملاقات رہی۔ حضور کے خلیفہءِ مجاز پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب سے بھی انکے محبانہ مراسم رہے۔ راقم الحروف اکثر کسی نہ کسی دُرویش کے ہاتھ ''آئینہءِ کرم'' کے شمارے ارسالِ خدمت کرتا تو بہت خوش ہوتے اور تعریف فرماتے تھے۔ راقم الحروف آپ کے وصال سے چندروز بعد فاتحہ خوانی کے لیے قبولہ شریف گیا۔ آپ کے اکلوتے فرزند سید محسن گیلانی بڑی محبت اور چاہت سے پیش آئے۔

حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ (گڑھی شریف) م:14 رجب المرجب 1948ء

آپ کی دست بیعت حضرت خواجہ غلام فریدؒ (کوٹ مٹھن شریف) سے تھی جبکہ خرقہءِ خلافت انکے پوتے خواجہ معین الدین صاحبؒ سے عطا ہوا۔ اپنے دور کے نامور عالم و عارف اور صاحبِ درد و شوق تھے۔ آپ کو حضرت اقدس دہڑویؒ سے بڑی محبت وعقیدت تھی اور گاہے بگاہے دہڑ شریف حاضری دیا کرتے حضرت اقدس دہڑویؒ نے انکی والہانہ محبت کے پیشِ نظر از خود سلسلہءِ قادریہ کی اجازت وخلافت بھی مرحمت فرمائی۔ وہیں سے حضرت خواجہ سے

میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا جو دونوں اطراف سے گہرے محبت بھرے مراسم میں بدل گیا۔ حضرت خواجہ آپ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے بھی بچپن میں آپ کو دیکھا تھا ایک روز مجلس میں آپ کا ذکرِ خیر ہوا تو حضور نے فرمایا "حضرت خواجہ صاحب بڑے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔" موجودہ سجادہ نشین آپ کے پوتے جناب خواجہ غلام قطب الدین فریدی سے ہمارا تعارف ومحبت و پیار کا سلسلہ برقرار ہے۔ ایک مرتبہ حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب اور راقم الحروف اُن کی دعوت پر عرس مبارک کے سلسلے میں گڑھی شریف بھی گئے۔ آپ کے دیرینہ متوسلین میں سے ایک مردِ درویش صوفی ریاض احمد فریدی میرے احباب میں سے ہیں وہ اکثر عرس مبارک پر منگانی شریف آتے رہتے ہیں اور حضرت خواجہ صاحب کا عارفانہ کلام بڑے ذوق وشوق اور پُرسوز آواز میں پڑھتے ہیں۔

حضرت سید محمود شاہ گیلانیؒ (پیر کوٹ سدھانہ شریف)

آپ حضرت سید عبد القادر شاہ آخرین کی اولاد میں سے تھے جو سندھ کے معروف خانوادہ پیر پگاڑا کے مرشد تھے۔ حضرت خواجہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ کئی مرتبہ ملاقات وزیارت کے لیے بلوآنہ شریف بھی تشریف لاتے رہے۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب قادریؒ (جلالپور کملانہ شریف) م:14دسمبر 1992ء

آپ حضرت خواجہ میاں اللہ یار صاحب کملانہ کے فرزندِ اکبر تھے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ سے بیعتِ صحبت اختیار کی اور خرقہء خلافت بھی پایا۔ حضرت اقدس دہڑویؒ نے انکے پدر بزرگوار سے محبانہ مراسم کی بنا پر اپنی چھوٹی سالی کا عقد ان سے کروایا۔ یوں مزید تعلق بڑھ گیا جب بھی دہڑ شریف آتے حضرت خواجہؒ اور حضور قبلہ عالمؒ سے میل ملاقات تاحیات برقرار رہا۔ انکے فرزند و جانشین میاں محمد عارف صاحب نے ایک مرتبہ خود مجھے جھنگ میں حضور قبلہ عالم سے متعدد بار ملاقات وزیارت کا بتایا۔

حضرت میاں احمد الدین قادریؒ (بھوہڑ شریف)

آپ کا شمار حضرت شیر یزدانی سید شیر محمد گیلانی کے خلفاء میں ہوتا ہے حضرت اقدس دہڑویؒ سے بہت یارانہ رکھتے تھے۔ اکثر ملاقات کے لیے دہڑ شریف آتے تھے۔ وہیں حضرت خواجہؒ اور حضور قبلہ عالمؒ سے ملاقات ہوئی ہمیشہ ہمارے حضرات سے عنایت ومحبت رکھتے۔ ان کے اپنے پیر خانہ میں لکھے ہوئے بعض قلمی خطوط میرے پاس محفوظ ہیں نہایت منکسر المزاج اور مستغرق الی اللہ بزرگ تھے۔

حضرت پیر سید جلال شاہؒ (موضع الہ آباد نزد وہاڑی) م:۲۱شوال ۱۳۶۵ھ

آپ کا شمار حضرت اقدس دہڑویؒ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت خواجہؒ کے نہایت مخلص دوست اور محرم راز پیر

بھائی تھے بڑے متواضع، باادب اور اخلاص کا نمونہء کامل تھے پہلی ملاقات کی روداد میں نے کچھ اسطرح سُنی کہ حضرت خواجہؒ مرید ہونے کے بعد جب دوسری مرتبہ دہڑ شریف گئے تو حضرت اقدس دہڑویؒ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بطورِ خاص فرمایا ''سید جلال اپنی چادر بچھاؤ آج تیرا بھائی آرہا ہے''۔ اُس دن سے تادمِ وصال ایک دوسرے کے مابین یہ محبت و پیار کا رشتہ بڑھتا ہی چلا گیا اسطرح رہتے جیسے سگے بھائی ہوں۔ حضرت خواجہؒ اپنے کمرے میں جب دُرویشوں کے ساتھ مجلس فرمارہے ہوتے تو آپ چپکے سے آکر سب سے پیچھے چٹائی پر بیٹھ جاتے یعنی اُن کا نیاز قابلِ رشک تھا حضرت خواجہؒ کی نظر مبارک پڑتی تو اُٹھ کر انہیں زبردستی اپنے پاس بٹھاتے لیکن وہ برابر کہتے رہتے۔ جناب مجھے نیچے بیٹھنے دیا کریں وہاں مجھے بڑا لطف آتا ہے جب ان کا وصال ہوا تو حضرت خواجہ کو گہرا صدمہ پہنچا اور آپ بلوآنہ شریف سے خلیفہ میاں محمد بخش بھٹی کے ہمراہ اللہ آباد تشریف لے گئے او رکافی دیر ان کی مزار پر مراقب رہے۔

حضرت خواجہ عبدالقدوس ملتانیؒ: م:15 اگست 1985ء

آپ کے آباؤاجداد حضرت حافظ جمال اللہ ملتانیؒ کے سلسلہ خلفاء میں سے تھے صاحبِ علم وفضل اور نہایت منکسر المزاج بزرگ تھے آپ کے ایک دیرینہ عقیدت مند حافظ الطاف حسین کلس نے مجھے بتایا آپ فرمایا کرتے'' موضع مدوکی اور چک ولی شاہ کئی روز میں حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے ساتھ رہا وہ بڑے کامل ولی اللہ تھے''۔

حضرت میاں گہنہ فقیر صاحبؒ (جھوک لال لشاری فیصل آباد) م:9 جنوری 1960ء

آپ کا شمار حضرت خواجہؒ کے دوستوں میں ہوتا ہے جب بھی ہمارے علاقہ میں تشریف لاتے بلوآنہ شریف ضرور حاضری دیتے۔ کئی دیگر مقامات پر بھی ملاقات وزیارت کی اطلاع ملتی ہے راقم الحروف کو حکیم میاں لعل حسین (م:11 اگست 2009ء) سکنہ نکہ دولتانہ نے بتایا ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ کو سائیکل پر دہڑ شریف لے جارہا تھا۔ فتحپور شریف سے آگے ایک مقام پر آپ نے فرمایا سائیکل یہیں روک دو اور قریب ہی ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ میں نے ٹھہرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ہمارا ایک یار ہماری ملاقات کے لیے آرہا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ میں نے دیکھا میاں گہنہ فقیرؒ اپنے ایک دُرویش کے ہمراہ گھوڑے پر تشریف لائے اور اُس درخت کے نیچے کافی دیر اکٹھے بیٹھے رہے اور آپس میں راز ونیاز کی گفتگو ہوتی رہی پھر وہ رخصت ہوئے اور ہم بھی دہڑ شریف روانہ ہوئے۔

حضرت میاں صاحب نے عمر بھر شادی نہ کی اور مجرد ہی رہے حضرت خواجہ کے بعد از وصال جب بھی اس علاقہ میں آتے بلوآنہ شریف ضرور حاضری دیتے اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے خصوصی محبت و پیار رکھتے۔ میری چھوٹی پھوپھی صاحبہ بتاتی ہیں بچپن میں کبھی گل فردوس اور میں کھیل رہے ہوتے اور میاں صاحب اپنی جماعت

کے ساتھ کسی دعوت کے لیے وہاں سے گزرتے تو ہمیں دیکھ کر گھوڑا روک لیتے اور بڑی محبت سے ہمیں اٹھا کر اپنی سواری پر آگے بٹھا لیتے اور پیار کرتے۔

اصیلاں سندی دوستی تل جتنی توڑے
ڈبدیاں ہویاں نوں باہوں پکڑے ،چھڈیاں مول نہ چھوڑے

حضرت پیر برکت علی بلوچؒ (کنجوانی شریف) م:17جولائی 1973ء

حضرت خواجہؒ اور آپ کے مابین گہری دوستی تھی۔حضرت صاحب اکثر بلوآنہ شریف آتے رہتے اور حضرت خواجہؒ کے ساتھ مجلس فرماتے۔ایک روز کسی نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ جناب کے پاس کئی بزرگ آتے ہیں۔لیکن آپ کوئی خاص توجہ نہیں دیتے جب پیر برکت علی بلوچ آتے ہیں تو آپ کا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھتا ہے۔اور بڑی محبت سے انہیں ملتے ہیں۔فرمایا''وہ فقیر آدمی ہیں''میاں خان محمد بلوچ سکنہ چک نمبر 172 نے مجھے بتایا۔تھانہ موچیوالہ میں جب مسجد کی بنیاد رکھنی تھی تو حضرت صاحب نے بنیاد رکھوانے کے لیے حضرت خواجہ کی طرف ایک پیغام رساں بھیجا۔آپ کچھ دیر سے آئے لیکن حضرت صاحب نے آپ کا انتظار کیا اور جب تک آپ نہ آئے مسجد کی بنیاد نہ رکھی۔میں اس وقت حاضر تھا۔جب حضرتؒ خواجہ تشریف لائے تو حضرت صاحب نے فرمایا جناب کا انتظار تھا لہٰذا مسجد کی بنیاد رکھیں۔آپ نے فرمایا''سائیں آپ مجھ سے بڑے ہیں آپ ہی اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھیں''،لیکن حضرت صاحب نے فرمایا''میں آپ سے عمر میں بڑا ہوں۔فقر میں نہیں''لہٰذا دونوں اطراف سے بڑی نیازمندی کی گفتگو ہوتی رہی آخر میں دونوں بزرگوں نے مل کر مسجد کی بنیاد رکھی۔

برادرم پیر سخی حسین صاحب بتاتے ہیں۔ایک دفعہ بچپن میں پیر گل فردوس صاحب اور میں اپنے ڈیرہ (مدرسہ قرآن محل والی اراضی) پر جا رہے تھے۔بستی علی آرائیں میں آپ کی رہائش گاہ کے قریب سے گزرے تو کسی نے ہمیں پہچان کر آپ کو بتایا یہ ایک حضرت حافظ صاحب کے چھوٹے مست ور بیٹے اور دوسرے نواسے ہیں۔آپ فوراً عصاء پکڑ کر کھڑے ہو گئے ہمیں بُلا کر اپنے پاس بٹھایا دیر تک چومتے اور پیار کرتے رہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت خواجہ سے کس قدر لگاؤ تھا۔

حضرت خواجہ میاں غلام رسول نیکو کارہؒ (قصبہ باغ) م:8دسمبر 1960ء

آپ حضرت خواجہؒ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ساری زندگی آپس میں دوستانہ مراسم رہے اکثر بلوآنہ شریف آیا کرتے حضرت خواجہ بھی کئی مرتبہ آپ کے ہاں تشریف لے گئے۔بڑا مشہور و معروف واقعہ ہے کہ حضور نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری روز انہیں روحانی طور پر بلوآنہ شریف میں بلایا۔اور فرمایا''میرا جنازہ کوئی مولوی خراب نہ کر جائے اس لیے تمہیں بُلایا ہے تو فقیر آدمی ہے کل میرا جنازہ پڑھا کر چلے جانا''اس واقعہ کی مزید

تفصیل میں نے حضور کے وصال والے باب میں درج کی ہے الغرض حسب وصیت حضور کا پہلا نمازِ جنازہ آپ نے ہی پڑھایا۔یہ تعلق بعد میں بھی برقرار رہا اور آپ کا نمازِ جنازہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے پڑھایا حضرت میاں صاحب کے ایک مرید ''سائیں قائم دین'' کا فیصل آباد میں کافی سلسلہ ءارادت ہے۔

حضرت خواجہ میاں سراج الدین صاحب لکھنانہؒ (ماہی شریف) م: 25 جون 1970ء:۔

آپ کا شمار حضرت خواجہ میاں اللہ یار صاحب کملانہ (جلالپور شریف) کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت خواجہؒ کے گہرے دوست اور مخلص عقیدت مند تھے۔راقم الحروف نے چچا پیر نور حسین صاحب اور دیگر معتبر اشخاص کی زبانی سنا۔آپ کو حضور سے اسقدر والہانہ لگاؤ تھا کہ عموماً ہر دوسری جمعرات کو بلوآنہ شریف آیا کرتے اکثر گھوڑے پر اور کبھی پیدل ہی آجاتے چنانچہ مجھے حکیم میاں لعل حسین سکنہ نکہ دولتانہ نے بتایا میں کئی بار حضور کے حکم پر آپ کو سائیکل پر ماہی شریف چھوڑنے کے لیے گیا۔حضرت خواجہ سے آپ کی پہلی ملاقات میاں احمد شاہ صاحب نیکوکارہؒ کے ڈیرہ پر ہوئی۔اگرچہ اس سے قبل تعارف ہو چکا تھا مگر ذریعہ وہی بنے۔ایک مرتبہ منگانی شریف حضور قبلہ عالمؒ کی مجلس میں آپ کے خلیفہ ءخاص حاجی اللہ دتہ صاحب گھمنانہ نے بتایا ''میں کئی مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کی معیت میں بلوآنہ شریف حاضر ہوا۔آپ حضرت حافظ صاحب سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے جب حضرت حافظ صاحب کلام فرماتے تو آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور جھومنے لگتے۔'' خواجہ صاحب کئی مرتبہ دورانِ سفر بھی حضور کے ہمراہ رہے اکثر آپ جب میاں اللہ دتہ مارتھ کے ہاں تشریف لے جاتے اور ساتھ ہی ریت کے ٹیلوں میں وارد ہوتے تو میاں احمد شاہ صاحب نیکوکارہ،خواجہ صاحب اور میاں مراد عرف مودا کمہار آپ کے ہمراہ ہوتے اور وہاں کئی کئی روز ٹیلوں میں مشغول حق رہتے۔حضرت خواجہ سراج الدین کے ہاں اولادِ نرینہ حضور کی بشارت سے ہوئی آپ کے بڑے فرزند خواجہ قمر الدین صاحب نے کئی بار حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے ملاقات و زیارت کے موقع پر کہا ''حضور! ہم تو آپ کے اباجی کی دُعا سے پیدا ہوئے'' حضرت خواجہ صاحب کا والہانہ اخلاص ومحبت دیکھتے ہوئے حضور ہمیشہ آپ سے بڑی راز و نیاز کی گفتگو فرمایا کرتے خلیفہ حاجی محمد کبیر سیال نے بتایا۔ایک مرتبہ خواجہ صاحب اور میاں احمد شاہ نیکوکارہ بلوآنہ شریف حضور کے پاس حجرہ میں تھے رات کو حضور نے ہم سب دُرویشوں کو اجازت فرمائی یہی دو بزرگ آپ کے پاس رہ گئے۔ مجھے شک ہوا کہ حضور تنہائی میں ان سے کوئی خاص گفتگو فرمائیں گے۔دُرویش تو باہر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے مگر میں چھپ کر باہر سے دیکھنے کے لیے دروازہ کی دراڑ سے نظارہ کرنے لگا۔کچھ دیر بعد میں نے واقعی عجیب منظر دیکھا تھا۔کہ حضور مصلّےٰ پر بیٹھے بیٹھے غائب ہو جاتے پھر کبھی میاں احمد شاہ صاحب کے پاس ظاہر ہوتے اور کبھی خواجہ سراج الدین صاحب کے پاس رضائی میں بیٹھے ہوتے پھر اُسی لمحے اپنے مصلّےٰ پر بیٹھے ہوتے میں نے کہا سبحان اللہ کیا محبت ہے اور کیسا کھیل

ہے؟ حضور بھی مانی شریف تشریف لے جاتے اور آپ کے ہاں کئی کئی روز قیام فرماتے۔ اِن دونوں اہل اللہ کی محافل کا منظر عروج پر ہوتا آپ کے اصرار پر حضور نے دو تین مرتبہ وہاں خطاب بھی فرمایا۔ اس وقت خواجہ صاحب کی رہائش گاؤں میں ہوتی تھی۔ جہاں آجکل آپ کا دربار شریف ہے۔ یہ جگہ بھی آپ نے بطورِ مشورہ حضور کو دکھائی کہ میرا خیال ہے یہاں پر اقامت اختیار کروں۔ حضور نے بھی یہ اراضی پسند فرمائی اور کہا آپ کے لیے اور دُرویشوں کے لیے یہ جگہ بڑی مناسب ہے۔ کئی مرتبہ آپ بلوآنہ شریف آتے اور حضور وہاں موجود نہ ہوتے تو جہاں آپ ہوتے شوقِ ملاقات وہیں کھینچ لے جاتی۔ میاں نبی بخش سندیلہ نے مجھے بتایا کئی مرتبہ آپ بلوآنہ شریف ملاقات کے لیے آئے تو معلوم ہوا حضور میرے بھائی حافظ قادر بخش سندیلہ کے ہاں ''اوریاں دا چک'' تشریف لے گئے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ہاں چلے آتے اور حضور کے ساتھ ٹھہرتے آپ بڑے شریف النفس اور متواضع بزرگ تھے۔ خواجہ نور محمد دُرویش بتایا کرتا ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب نے مجھے خود فرمایا ''حضور حافظ صاحب مجھے فرمایا کرتے بھائی سراج الدین! اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اِسقدر مخلوق بھیجے گا کہ تم اُن میں بیٹھے نظر نہ آؤ گے'' اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت میاں احمد شاہ صاحب نیکو کارہؒ (چک میاں ولی شاہ) م: 16 دسمبر 1972ء بروز پیر

آپ کا شمار حضرت خواجہ کے گہرے دوستوں میں ہوتا ہے۔ ساری زندگی محبت و پیار کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا کبھی حضرت خواجہ آپ کے پاس چک ولی شاہ تشریف لے جاتے اور کبھی آپ بلوآنہ شریف آجاتے حضور آپ سے بڑا لگاؤ رکھتے اور میاں صاحب بھی آپ پر عاشق تھے حضور فرمایا کرتے ''لوگ میاں احمد شاہ کو بھولا بھالا آدمی سمجھتے ہیں حالانکہ میرے کلام کو سب سے زیادہ یہی سمجھتا ہے'' میاں صاحب حضور کے بڑے ناز پروردہ تھے۔ جو کچھ کہتے حضور انکی بات ٹالا نہ کرتے اور ہمیشہ ان کی دلجوئی کو پیشِ نظر رکھتے۔ برادرم پیر یحیٰ حسین صاحب جنہوں نے خود بھی میاں صاحب کی صحبت پائی ہے بتاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میاں صاحب نے حضور سے کہا اب کی بار میں تب آؤں گا جب حضور مجھے روحانی طور پر یاد فرمائیں گے۔ جیسے فقیر لوگ ایک دوسرے کو اطلاع دیتے ہیں کوئی پیغام رساں نہیں بھیجنا حضور نے فرمایا ٹھیک ہے میاں صاحب گھر پہنچے تو باہر سے حضور کی آواز سُنی کہ بُلا رہے ہیں باہر آکر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ دوبارہ گھر جا کر سونے لگے تو پھر آواز مبارک سُنی باہر آکر نوکروں کو ادھر اُدھر دوڑایا کہ دیکھو حضور حافظ صاحب تو نہیں آئے وہ سارا گاؤں دیکھ آئے مگر حضور نہیں تھے میاں صاحب کو رخصت ہوتے وقت کیا گیا عہد یاد آگیا فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور بلوآنہ شریف آگئے حضور چوبارہ پر تھے دُور سے ہی بلند آواز سے کہنے لگے ابھی تو گیا تھا کچھ دیر سونے بھی نہ دیا اور بُلا لیا حضور مسکراتے ہوئے چوبارہ سے نیچے آئے اور فرمایا تم نے خود ہی کہا تھا کہ مجھے بُلا لینا۔ میں نے سوچا جب بلانا ہی ہے تو ایک دو روز بعد کیا بلاؤں ابھی بُلا لیتا ہوں اور میاں

صاحب سے بغلگیر ہوئے۔میاں صاحب کا معمول تھا جب حضور سے معانقہ کرتے تو اپنا چہرہ حضور کے سینہ پر رکھ دیتے اور کہتے آپ کے قلب اطہر سے جو''ہو ،ہو'' کی آواز آتی ہے مجھے اس سے بڑا سرور ملتا ہے۔

پیر سخی حسین صاحب بیان کرتے ہیں۔حضرت خواجہ وجد و مستی میں ''الا اللہ'' کی جلی مارتے۔تو جس پلنگ پر بیٹھے ہوتے وہ بھی ٹوٹ جاتا۔ایک مرتبہ میاں احمد شاہ نے آپ کے لیے بڑا مضبوط پلنگ بنوایا۔حضور اس پر بیٹھے تھے کہ اچانک کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے ''الا اللہ'' کی جلی ماری تو وہ پلنگ بھی ٹوٹ گیا۔میاں احمد شاہ نے کہا ''زمین ہی ہے فقیر صاحب جو تجھے برداشت کرے گی اور تو کوئی چیز نہیں'' ان کی اس بات پر نہ صرف حاضرینِ مجلس بلکہ حضور بھی مسکرانے لگے۔

حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب کی زبانی راقم الحروف نے سُنا۔ایک روز بلوآنہ شریف میں حضور سے میاں صاحب نے بطور دل لگی کہا جناب کے دُرویشوں کو ذرا ذرا سی باتوں پر وجد و حال ہو جاتا ہے۔کیا آپ نے خود انہیں سمجھا رکھا ہے؟ حضور نے فرمایا ''جاننے والوں کو آزمانا نہیں چاہیے مگر تم آزما لو'' میاں صاحب کی منشاء تھی فقیر کی نظر کا آج شکار دیکھیں۔وہ دربار شریف سے ملحقہ سڑک پر آگئے اور شکار کا انتظار کرنے لگے۔اتنے میں سڑک پر سے چک نمبر 175 کے ایک مولوی صاحب کا گزر ہوا۔میاں صاحب نے انہیں روک لیا اور از خود انجان بنتے ہوئے پوچھا مولوی صاحب سنا ہے یہاں کوئی فقیر رہتا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے بھی سنا ہے لیکن ابھی ملاقات نہیں ہوئی کہا پھر آؤ اکٹھے چل کر دیکھتے ہیں کیسا ہے؟ یوں مولوی صاحب کو بہلا پھسلا کر حضور کے سامنے لائے اور اشارہ کیا شکار حاضر ہے۔حضور مسکرا دیئے اور مولوی صاحب پر توجہ فرمائی۔پھر کیا تھا مولوی صاحب نگاہِ فقیر کہاں برداشت کر سکتے تھے حال طاری ہو گیا پگڑی کہیں گئی اور صافہ کہیں،وجدانی کیفیت میں تڑپ تڑپ کر بُرا حال ہوا تو میاں صاحب کو لائے ہوئے شکار کی فکر ہوئی کہ کہیں مَر نہ جائے فوراً حضور کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا مجھے یقین ہو گیا ہے۔خدارا مولوی صاحب پر اب مہربانی فرمائیں یہ مَر جائے گا اور بلوچ کہیں گے ہم نے اسے میاں احمد شاہ کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا۔آخر حضور نے مولوی صاحب کے حال پر مہربانی فرمائی اور وہ اپنی اصلی حالت میں آئے۔ایسے کئی واقعات ہیں جب اکٹھے ہوتے تو ذوق وشوق مجلسیں اور ہنسی مزاح سب کچھ ہوتا رہتا۔

میاں صاحب بڑے خدا رسیدہ آدمی تھے حضور کے بعد از وصال بھی جب تک زندہ رہے اپنی یہ دوستی نبھائی۔اکثر مہینہ دو میں بلوآنہ شریف ضرور آتے اور کئی کئی روز یہیں قیام کرتے اس باہمی محبت کی وجہ سے حضور قبلہ عالم منگانوی بھی آپ کے پاس آتے جاتے رہتے اور انہیں ''چچا احمد شاہ'' کہہ کر بلاتے تھے ایک مرتبہ انکے ڈیرہ کی مرمت ہونی تھی حضور قبلہ عالم کافی دُرویشوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے سوچا چچا بوڑھا ہو گیا ہے

دُرویشوں کولایا ہوں یہ ڈیرہ کی مرمت کردیں گے۔اور جب تک ڈیرہ کی مرمت مکمل نہ ہوئی آپ وہیں رہے۔

حضور قبلہ عالم کی جب شادی ہوئی تو میاں صاحب بارات کے ساتھ منڈی بہاؤالدین بھی گئے۔میاں صاحب کے بھتیجے میاں غلام عباس شاہ عرف پیر گامے شاہ حضور کے بڑے صادق الیقین دُرویش تھے۔میاں صاحب نے خود انہیں حضور قبلہ عالم کا مرید کروایا تھا وہ بتایا کرتے گھر میں جب کبھی حضرت خواجہ کا ذکرِ خیر ہوتا تو میاں صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ٹھنڈی آہیں بھرتے اور کہتے ''زندگی گزارنے کے لیے اس جہان میں صرف حضور حافظ صاحب ایک ہی یار بنائے تھے اب کیا کریں وہ بھی چلے گئے'' اکثر جب زیادہ غمزدہ ہوتے تو پنجابی کا یہ مصرع پڑھتے اور روتے۔

ع۔ پاہنا مُڑ نہیں آنڑاں ولیں آ لے دیس تے

حضرت خواجہ میاں غلام محمد صاحب کملانہ (جلال پور شریف) م: 16 مارچ 1977ء

آپ حضرت خواجہ میاں اللہ یار صاحب کملانہ کے چچازاد بھائی اور خلیفہء مجاز تھے بڑے خدارسیدہ بزرگ تھے ہر وقت اپنے حال میں مست رہتے خواجہ نور محمد دُرویش بتایا کرتا میں نے کئی بار آپ کی زبان مبارک سے سُنا فرماتے ''میرا تو اب دل کرتا ہے کہ زندگی کے جو دن باقی ہیں وہ حضور حافظ صاحب کی صحبت میں گزاردوں اور انہیں دیکھتا رہوں'' اکثر لوگوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ جب بھی ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمارے دلوں کی پوشیدہ باتیں ارشاد فرماتے۔آپ کا سنِ ولادت شناختی کارڈ پر 1907ء درج ہے۔

میاں ولی محمد کالوآنہ، میاں غلام رسول کالوآنہ، میاں جیون علی کلاسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

یہ تینوں بزرگ حضرت میاں اللہ یار صاحب کملانہؒ کے خلفاء میں سے تھے اور حضرت خواجہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مہینہ دو میں ایک بار ضرور بلوآنہ شریف آیا کرتے اور حضور سے خاص لگاؤ رکھتے ثانی الذکر کے فرزند و جانشین میاں محمد اقبال صاحب اکثر منگانی شریف بھی آیا کرتے اور حضور قبلہ عالم کے ساتھ والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔حضور بعض دفعہ زیادہ علالت کے پیشِ نظر کسی سے ملاقات نہ فرماتے اگر یہ حاضر ہوتے تو انہیں بُلا لیتے اور ہمیشہ سابقہ تعلق ومحبت کا لحاظ رکھتے ہمارے ساتھ بھی میاں اقبال صاحب جب تک زندہ رہے بڑا لگاؤ رکھتے تھے اور اپنی خوشی، غمی پر ہمیں ضرور یاد رکھتے! اللہ کریم انکے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں خاص جگہ نصیب فرمائے۔

میاں نظام الدین صاحبؒ ہندوستانی (چیچہ وطنی)

آپ کا شمار حضرت سید سخی محمد شاہ سعد اللہ پوریؒ کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے۔ہمارے حضرت خواجہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضور انکی دعوت پر چیچہ وطنی بھی تشریف لے گئے اور شب وہیں قیام فرمایا جب

بھی حضور سے ملاقات وزیارت ہوتی بڑی محبت و نیازمندی سے پیش آتے حضور بھی اُن سے خاص لگاؤ رکھتے اور فرماتے ''میاں نظام الدین صاحب حال دُرویش ہے''

پیر سید غلام علی شاہ عرف دُڑکی شاہ صاحب: (رستم سرگانہ) م:23 مارچ 1960ء

ایک مرتبہ حضرت خواجہ کافی دُرویشوں کے ہمراہ شورکوٹ سے جھنگ ریل گاڑی پر واپس آرہے تھے راستے میں خلیفہ حاجی محمد کبیر نے عرض کیا حضور! راستہ میں ایک ریلوے اسٹیشن رستم سرگانہ ہے وہاں ایک مجذوب فقیر دُڑکی شاہ رہتے ہیں وہ اکثر اپنی توجہ سے چلتی ریل گاڑی کو روک لیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا آج وہی دُڑکی شاہ صرف ہماری ملاقات کے لیے ریل گاڑی کے ساتھ جھنگ تک دوڑے گا اور ہم سے ملاقات کرے گا۔ حاجی صاحب بتاتے ہیں جب ریل گاڑی رُستم سرگانہ پہنچی تو شاہ صاحب واقعی ریل گاڑی کے پاس آکر کھڑے ہوگئے جونہی ریل گاڑی روانہ ہوئی وہ بھی ساتھ دوڑ پڑے۔ میں نے راستہ میں کئی بار انہیں دوڑتے ہوئے ریل گاڑی کے ساتھ دیکھا۔ جب ہم جھنگ صدر اسٹیشن پر پہنچے اور حضرت خواجہ پلیٹ فارم سے باہر تشریف لائے تو شاہ صاحب حاضرِ خدمت ہوئے اور حضور کی قدمبوسی کے بعد واپس ہوگئے۔ پیر دُڑکی شاہ صاحب حضور سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے بعد میں کئی بار آپ سے ملاقات وزیارت کے لیے بلوآنہ شریف بھی آئے اور حضور بھی دو مرتبہ ان کی دعوت پر رستم سرگانہ تشریف لے گئے۔

خواجہ محمد سلیمانؒ المعروف پیر ہنجرا (بھوآنہ)

خواجہ صاحب کئی مرتبہ بلوآنہ شریف حاضرِ خدمت ہوئے اور حضور سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے انکے چھوٹے بھائی ''صوفی صاحب'' اکثر حضرت قبلہ عالم کے پاس منگانی شریف آیا کرتے ایک مرتبہ انکے عرس پر حضور نے حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب اور برادرم پیر سخی حسین صاحب کو بھیجا۔ صوفی صاحب جب تک حیات رہے منگانی شریف آتے رہے۔

بابا مالنؒ فقیر جوئیہ (ساہیوال)

ڈاکٹر علی محمد صاحب سندھی بتایا کرتے حضرت خواجہ سے ایک مرتبہ بابا مالن فقیر کی ملاقات ہوئی۔ حضور نے فرمایا مالن شاہ! کوئی بات سناؤ۔ کہنے لگے حضور کیا سناؤں پھر ساتھ ہی یہ رباعی عرض کی۔

اِس گول مول بھید نے تے خد کیتی آ
گل آکھن والی ئمیں جیہڑی ہڈ بیتی آ
ایہہ کھوتی سنگھی گل ایتھے لکھاں وَل چھل
ایہہ کھتو اُتے ٹاکی کسے خوب سیتی آ

حضور بڑے محظوظ ہوئے اور کافی دیر مسکراتے رہے۔

میاں چراغؒ قصاب (منگانی شریف)

میاں صاحب ایک مجذوب فقیر تھے نہ صرف خود بلکہ آپ کے آباؤ اجداد بھی منگانی شریف گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ دو بھائی تھے اور دونوں ہی غیر شادی شدہ رہے۔ کئی مرتبہ لوگوں نے دیکھا ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرا پڑا ہوتا لیکن جب آگے جاتے تو انہیں زندہ سلامت آتے دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ میاں صاحب ہمارے حضرت خواجہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے اکثر حضور کو ''باباجی'' کہہ کر بلاتے حضرت خواجہ جب اس علاقہ میں وارد ہوئے تو کئی مرتبہ دُرویشوں سے فرمایا جاؤ میاں چراغ کو میرے پاس لے آؤ لیکن یہ دُرویشوں کے ہاتھ نہ آتے۔ ایک روز حضور نے مراقبہ فرمایا اور دُرویشوں سے کہا میں نے میاں چراغ کو فلاں ڈیرہ پر باندھ دیا ہے۔ جاؤ انہیں پکڑ لو۔ جب دُرویش وہاں پہنچے تو دُور سے آواز دے کر کہنے لگے آج باباجی نے مجھے باندھ رکھا ہے ورنہ تمہارے قابو میں نہ آتا دُرویش انہیں حضور کے پاس لے آئے۔ حضرت خواجہ اُن سے خصوصی محبت وشفقت فرمایا کرتے پھر حضور قبلہ عالم منگانویؒ بھی آپ سے وہی لگاؤ رکھتے تھے۔ جب حضور عمرہ شریف کے لیے یہاں سے تشریف لے گئے تو کراچی میں ایک روز تہجد کے بعد حضور مراقبہ میں بیٹھے تھے دیکھا میاں چراغ اور بابا غلام محمد عرف گونی ملنگ آئے اور کہا حضور آپ ابھی یہاں بیٹھے ہیں ہم نے روضہ رسول ﷺ کے ساتھ ہی آپ کی رہائش کے لیے کمرہ بک کروا رکھا ہے۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ انکی والہانہ محبت وعقیدت سے اس قدر خوش ہوئے کہ خلیفہ میاں احمد بخش سے فرمایا واپسی پر پہلے میاں چراغ اور گونی ملنگ کی قبروں پر جا کر میرا سلام پہنچانا پھر گھر جانا۔ سبحان اللہ خاصانِ الٰہی کا آپس میں کیسا اتحاد وتعلق ہوتا ہے۔

میاں مُرادؒ عرف مودا کمہار (جھنگ صدر) م:4 جنوری 1989ء

یہ بھی ایک مجذوب فقیر تھے۔ حضرت خواجہ کے بڑے عاشق تھے بلوآنہ شریف بھی حاضر ہوا کرتے۔ حضور جب میاں اللہ دتہ مارتھ کے ہاں تشریف لے جاتے اور ساتھ ہی ریت کے ٹیلوں میں وارد ہوتے تو خواجہ سراج الدین صاحب، میاں احمد شاہ صاحب اور میاں مودا حضور کے ہمراہ رہتے۔ میاں احمد شاہ صاحب ان کے ساتھ بڑا پُر لطف مزاح کرتے۔ ایک مرتبہ خواجہ نور محمد دُرویش دربار شریف حاضری کے لیے جھنگ سے روانہ ہوا جب تحصیل

کے پاس پہنچا تو سامنے سے میاں مراد نمودار ہوئے۔خواجہ نور محمد نے مایہ لگی ہوئی پگڑی باندھی ہوئی تھی وہ ملنے لگا تو انہوں نے اس کے سَر سے پگڑی اتار کر قریب ہی ایک مکان کی چھت پر پھینک دی۔اُس نے کہا میاں صاحب جیسے تمہاری مرضی اور چل پڑا دل میں سوچا آج حضور سے میاں مودا کی ضرور شکایت لگاؤں گا۔جب سیشن چوک پہنچا تو دیکھا سامنے یہاں بھی میاں مراد وہی پگڑی ہاتھ میں لیے آرہا ہے اور کہا یہ اپنی پگڑی لے۔اُس نے کہا میں نہیں لوں گا۔تو کہنے لگے پکڑ لے اب حضور حافظؒ صاحب سے میری شکایت لگائے گا۔خواجہ نور محمد نے پکڑ لی جب بلوآنہ شریف پہنچا تو حضور نے دُور سے ہی اُسے آتا دیکھ کر فرمایا ''مودے کا زور تو یہی تھا کہ پگڑی واپس کر گیا'' اور مسکرانے لگے۔راقم الحروف نے بھی میاں مراد کو کئی مرتبہ دیکھا ہے اپنی مستی اور حال میں جھنگ کے بازاروں میں گھومتے رہتے۔حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے سامنے نہیں آتے تھے اگر حضور کہیں تشریف لائے تو یہ پہلے ہی ایک طرف ہو جاتے حضور کے ایک دُرویش حاجی احمد بخش کی دوکان پر کوٹ روڈ اکثر آیا کرتے تھے لیکن جب حضور کچھ عرصہ ''النور منزل'' میں قیام پذیر رہے تو باہر سے ہی آکر حاجی صاحب سے صرف اتنا پوچھتے بابا اندر ہے وہ کہتے۔ فرماتے اچھا میں چلتا ہوں۔البتہ حضور کے ساتھ اُن کا جو باطنی تعلق تھا اُس کا اِشارہ اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ جب میاں مراد کا وصال ہوا تو حضور قبلہ عالم فاتحہ خوانی کے لیے ان کی مزار پر خود تشریف لے گئے۔

فقیر ولی محمدؒ (کمالیہ)

یہ ایک مجذوب فقیر تھے۔اور حضرت خواجہ کے بڑے عاشقِ صادق تھے۔اکثر حاضرِ خدمت ہوا کرتے جب واپسی کی اجازت ہوتی تو اُلٹے پاؤں چل کر جاتے تاکہ آستانہ شریف کی طرف میری پُشت نہ ہو۔حضرت خواجہ کا وصال ہوا تو بعد میں بھی حاضر ہوتے رہے۔اکثر روضہ مبارک کے باہر چٹائی پر پڑے رہتے۔

فقیر علی محمدؒ (سیالکوٹ)

یہ ایک قلندر صفت دُرویش تھے بارہ برس کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ایک مرتبہ بلوآنہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے حجرہ میں لے گئے اور توجہ فرمائی روزہ بھی افطار کروایا۔جب حجرہ مبارک سے باہر نکلے تو خوشی سے رونے لگے کہ حضور نے اتنا کرم فرمایا راز کی بات ایک منٹ میں بتادی۔حضرت خواجہ کے بعد از وصال بھی جب تک زندہ رہے بلوآنہ شریف حاضر ہوتے رہے اور بڑے فخریہ انداز میں کہا کرتے حضور نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا ایک تین سال کا روزہ معاف کرادیا اور دوسری وہ چیز عنایت فرمائی جو قیامت تک ختم نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 11

خلفاء ومتوسلین

حضرت خواجہ کے دستِ حق پرست پر لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے بیعت کا شرف حاصل کیا آپ کو 1943ء میں خرقہ ءخلافت عطا ہوا اور 1954ء میں حضور کا وصال ہو گیا۔ لہٰذا مسندِ ارشاد کا عرصہ کم و بیش 11 سال بنتا ہے اللہ کے فقیر کے پاس مختصر وقت تھا اِس دوران جو بھی ذرا قریب ہوا محروم نہ رہا۔ ہر طرف نُور اور فیض کی خیرات بانٹتے گئے جس نے اس نعمت کی قدر کی وہ بامراد ہوا اور جس نے بے قدری کی وہ ناکام۔ اس گیارہ سالہ عرصہ میں حضور نے وقتاً فوقتاً دس آدمیوں کو اجازت بیعت عطا فرمائی جن کے مختصر احوال زمانی حساب سے ترتیب وار آئندہ صفحات پر قلمبند کرتا ہوں۔ آپ کے بعض مریدین جنہیں خرقہٗ خلافت سجادہ نشین اوّل حضرت قبلہ عالم منگانویؒ سے نصیب ہوا۔ ان کا ذکر میں نے کتاب ''لمحاتِ کرم'' میں لکھ دیا ہے البتہ جن اشخاص و سجادہ نشین ثانی حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب سے اجازتِ بیعت ہوئی، اُن کا ذکر بعد میں قلمبند کیا جائے گا۔ حضور کے دُرویشوں میں زیادہ تر مساکین اور فقراء لوگ شامل تھے اکثر اربابِ دولت و اختیار کو مرید کرنے سے اجتناب فرماتے تھے۔

خلیفہ ءاوّل قاضی میاں غلام رسول صاحب (قادری دربار محلّہ عالم آباد بھکر شہر)

آپ کی ولادت 23 جنوری 1921ء کو ''نواں'' میں ہوئی۔ حضرت خواجہ کے پڑوسی، رضائی بھائی اور بچپن کے دوست تھے حضور جس دور میں دہڑ شریف مرید ہوئے آپ فوج میں ملازمت کی وجہ سے دوسری جنگِ عظیم میں گئے ہوئے تھے۔ حضور کو جب خلافت ہوئی اُسی دوران آپ بھی گھر واپس آئے اور حضور کی دستِ بیعت سے مشرف ہوئے تفصیل میں نے باب سوم میں درج کی ہے یہ واقعہ مارچ، اپریل 1943ء کا ہے۔ حضور اپنے قریبی دوستوں کو دہڑ شریف لے جا کر حضرت اقدس دہڑویؒ کا مرید کرواتے تھے خود نہیں کرتے تھے صرف انہیں حضور نے اپنی بیعت سے مشرف فرمایا آپ کا شمار حضور کے اولین مریدوں میں ہوتا ہے پھر کرم بالائے کرم حضور کے خلیفہ ءاوّل ہونے کا شرف بھی حاصل تھا فرمایا کرتے جب حضور نے مجھے اجازت و خلافت عطا فرمائی تو ارشاد ہوا ''جو کچھ ہمارے پیران نے ہمیں دیا وہ ہم نے تجھے بخش دیا اب اس پر یقین رکھو اور استقامت اختیار کرو'' آپ بیک وقت عالم، عارف، عاشق اور صاحب حال بزرگ تھے۔ قلب اس طرح جاری تھا کہ سینہ پر دل کی دھڑکن کے ساتھ کپڑا بھی متحرک رہتا ایک مرتبہ حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب نے دریافت فرمایا ''چچا جی! یہ کیا معاملہ ہے'' تو کہا۔ حضور! آپ کے باپ، دادا نے اسمِ ذات اسطرح یاد کروایا ہے کہ اب میں خود نہیں کرتا لیکن پھر بھی دل ہمہ وقت ذکر میں جاری رہتا ہے۔ میرے چچا قبلہ پیرزادہ امداد حسین صاحب فرماتے ہیں ''حضور والد صاحب کے خلفاء میں سے چچا غلام رسول صاحب ظاہری و باطنی علم میں کامل شخص تھے'' آپ کو حروف ابجد میں بھی بڑا کمال حاصل تھا۔ کسی صاحب سے جب اس کا نام دریافت کرتے تو اکثر اس کے نام متبادل اعداد والی کوئی نہ کوئی آیت قرآنِ مجید سے بتا دیتے حضور قبلہ عالم کے اسمِ گرامی ''کرم حسین'' کے اعداد 388 ہیں۔ ایک مرتبہ پورا خط

حضور کی خدمت میں ایسے الفاظ والقاب سے متعلق لکھا جن کے اعداد 388 بنتے تھے وہ میں نے ''لمحاتِ کرم'' میں بھی درج کیا ہے۔ شعر وشاعری کے بارے میں ایک مرتبہ خود مجھے بتایا۔ کہ بچپن سے ہی مجھے شاعری سے لگاؤ تھا۔ جو اچھا شعر نظر سے گزرتا یا سُننے میں آتا اُسے لکھ لیتا اور حضرت خواجہ کو بھی سُنایا کرتا۔ ایک روز حضور اپنی موج میں بیٹھے تھے فرمایا بھائی غلام رسول! دوسروں کا کیچڑ (گندگی) کب تک مجھ پر اُچھالتے رہو گے۔ میں اسی موقع کا منتظر تھا فوراً عرض کی پھر میرے لیے ہی دُعا فرما دیں حضور نے دُعا فرمائی پھر کیا تھا اُردو، فارسی اور پنجابی میں بہت خوب عارفانہ کلام فرمانے لگے حضور بھی آپ کے کلام سے محظوظ ہوتے اور پسند فرمایا کرتے۔ اکثر دُرویشوں کو یاد کروا کے سُنا کرتے لہٰذا اُن کا مجموعۂ کلام حضرت خواجہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی شائع ہوا جس کا نام انہوں نے باہم حضور کے نام پر ''گُلِ توحید'' رکھا۔

آپ خاندانی طور پر بڑے حاذق حکیم تھے 1966ء میں پاکستان ہومیو پیتھی فارمیسی میں بھی ضلع میانوالی میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ حضرت اقدس دہڑویؒ، حضرت خواجہ بلوآنوی اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ بھی آپ کی ادویات استعمال فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ بلوآنوی اور آپ کے مابین خطوط مجھے دستیاب نہ ہو سکے البتہ حضرت اقدس دہڑویؒ کا ایک خط جو آپ کے نام لکھا گیا میں نے کتاب ''لمحاتِ کرم'' میں درج کیا ہے۔ حضرت اقدس دہڑویؒ کے مرشد کریم حضرت فتحپوری کے فرزند وجانشین اور آپ کے پیر صحبت کا اسم گرامی ''حضرت سید غلام رسول شاہ صاحبؒ'' تھا لہٰذا حضرت اقدس دہڑویؒ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے ہم نام ہونے کی وجہ سے بطورِ ادب اس نام سے نہ پکارتے بلکہ ''میاں غلام نبی'' کہہ کر بلاتے تھے۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ اور آپ کے مابین لکھے گئے مجھے بعض خطوط دستیاب ہوئے ہیں جو میں نے کتاب ''ابرِ کرم'' میں درج کیے ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ بلوآنویؒ اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے محبت عشق کی حد تک تھی۔ حضرت خواجہ فرمایا کرتے ''میرے مریدوں میں کسی کا عشق غلام رسول کے پاؤں جیسا بھی نہیں ہے'' منگانی شریف حاضری کے موقع پر میں نے کئی مرتبہ دیکھا جب تشریف لاتے تو جہاں سے حضور قبلہ عالم پر پہلی نظر پڑتی وہیں سے زمین ادب چومتے۔ حضرت خواجہ کے بعد از وصال حضور قبلہ عالم سے بیعتِ صحبت سب سے پہلے انہوں نے کی تھی۔ ساری زندگی دربار شریف پر آتے جاتے گزری کبھی بطور دل لگی فرماتے ''آج کہیں عشق کا سکول ہوتا تو میں اس کا ہیڈ ماسٹر ہوتا'' ایک مرتبہ بتایا میں دربار شریف پر آرہا تھا راستے میں خداوندِ کریم نے لوگوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی میں نے دیکھا تمام گاڑی میں کوئی بھی آدمی سوار نہیں تھا ہر طرف گھوڑے، گدھے، بندر اور جانور ہی جانور بیٹھے تھے۔ خلیفہ میاں محمد بخش بھٹی نے مجھے بتایا دو اشخاص کو میں نے دیکھا ہے ایک میاں غلام رسول صاحب اور دوسرے ڈاکٹر علی محمد صاحب وہ جب بھی آتے حضرت خواجہ بلوآنویؒ اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ بہت خوش ہوتے

تھے۔حضور قبلہ عالم کو آپ کا ایک شعر بہت پسند تھا اور حسب حال ہونے کی وجہ سے اکثر پڑھا کرتے تھے۔

کدی سوہنا توں وت آویں ، پھٹے ہوئیاں نوں پھٹ جاویں

زخم تے ملم مت لاویں ، زخم مینوں سوکھا یا اے

حضور قبلہ عالم کو آپ سے کس قدر محبت تھی اس کا اظہار ان خطوط سے ہوتا ہے۔اب میں آپ کے نام لکھے گئے حضور کے بعض خطوط سے چیدہ چیدہ اقتباسات یہاں درج کرتا ہوں۔29 ستمبر 1975ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں ''مخلصی ،طالب المولیٰ ،کامل الایمان ،صادق الیقین ،میاں غلام رسول سلمکم اللہ المنان''

28 نومبر 1975ء کے ایک خط میں عنوان اسطرح ہے۔

''اے کہ یادِتُو رحمت نزول۔۔۔۔۔۔۔یعنی عمِ محترم غلام رسول۔۔۔۔۔۔۔بدرگاہ رب العزت مدام مقبول''

آگے لکھتے ہیں'' مژدہ جانفزا کاشفِ حال ہوا۔الحمد للہ رب العالمین آپ سے ایسے ہی شرف ناموں کی اُمید مزید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ثم شاہ محمد ﷺ۔آپ کی طرف سے ہمیشہ ٹھنڈی ہوا آتے رہنے کا متمنی و ملتجی بہ بارگاہِ غوث الاغواث ہوں۔۔۔۔**اَنَّ اللّٰہَ یَنۡطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرؓ** (حدیث شریف) کے مصداق آپ کی زبان سے روضے والی سرکار (خواجہ بلوآنویؒ) ہی بول رہی ہے۔

22 فروری 1978ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں'' طبیعت آپ کے لیے بڑی اُداس رہتی ہے۔جی چاہتا ہے اُڑ کر پہنچ جاؤں۔ظاہر نہیں تو باطن میں آپ کہیں نہیں بھاگ سکتے ان شاء اللہ

ہست در سینہ ما جلوۂ جانانہ ما بت پرستیم دل ماست صنم خانہ ما

(ہمارے سینے میں ہمارے محبوب کا جلوہ ہے۔ہم بت پرست ہیں اور ہمارا دل ہمارا بت خانہ ہے)

ما نیازیم بتو خانہ ترا بسپاریم گر بیائی بشب وصل تو درخانہ ما

(اگر تم وصال کی رات کو ہمارے گھر آؤ تو ہم تم پر ناز کریں اور گھر تمہیں سونپ دیں)

ہمچو پروانہ بسوزیم و بسازیم بعشق اگر آں شمع کند جلوہ بکاشانہ ما

(اگر وہ شمع ہماری کٹیا میں جلوہ گر ہو تو ہم پروانے کی طرح عشق میں جلیں اور نبھا کریں)

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

لیکن جب تک یہ فانی آنکھیں نہ دیکھیں تسلی نہیں ہوتی۔

ع۔اے اجل باش کہ با یار پیامم باقیست''

(اے موت ٹھہر جا کہ میرا محبوب کے ساتھ ابھی سلسلہء گفتگو جاری ہے)

ادھر آپ بھی ہمیشہ حضور قبلہ عالم سے والہانہ محبت و اُلفت اور اشتیاق زیارت میں فراقیہ اشعار لکھتے

رہتے۔ یہاں پر آپ کے بعض دستیاب خطوط سے کچھ اشعار نقل کرتا ہوں۔

☆یارب تیرے حبیبؐ پر لاکھوں درود اور سلام ہر اِک پہ ہے تیرا کرم ہر اک پہ ہے تیرا انعام
کاسہ سائل بے چین کا، دربار کرم حسین کا تیرے کرم کا منتظر، تیرے رسول کا غلام
☆تیرے درس کو نیناں ترس گئے تیرا راہ تکتے گئے بیت برس
تجھے ترس رہا میرا خشک چمن اے ابرِ کرم کبھی آ بھی برس
☆کسی کا ایسا کرمؒ نہ ہو گا کسی پہ ایسا کرم نہ ہو گا
کرم جو مجھ پر کیا کرمؒ نے کروں بیاں تو رقم نہ ہو گا

ایک کافی میں باطنی فیوض و برکات کا اشارہ کچھ اسطرح فرماتے ہیں۔

لایا بوٹا دہڑویؒ نے تد کھڑیا گُل محمدؐ
اس دے کرمؒ دے ہتھوں جامِ شراب پیتا

آخر میں کتاب "گُل توحید" کے دوسرے ایڈیشن سے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی خدمت میں لکھے گئے آپ کے دو خطوط یہاں نقل کرتا ہوں۔

خط نمبر 1

20.4.1981

کرم حسین و کرم عین و دستگیر و بے مثال
کرم کارو، کرم دارو خوش ضمیر و خوش خصال

اے یار غمخوار و غمگسار، جانِ جاناں اور جان تجھ پر نثار، دین و دُنیا کے مختار، میرے مالک اور سردار، ایں عاجز و گنہگار، بلوآنوی یار، روضے والی سرکار کے یکے از سگانِ سگِ دربار، بعد از نیاز بے انداز سلامِ شوق ہزار ہزار بار کے یہ غلام و تابعدار، عرض گذار ہے، کہ دو تین ماہ سے عرض نامہ میں سُستی کی غلطی کی معافی کا خواستگار ہے۔ سانس کی تیز رفتار کے سبب وجود ناکار، بدن بیمار، دل بیقرار لیکن رُوح سرشار ہے۔ بظاہر بیماری کی لاچاری اور بے اختیاری کا سبب رہا۔ میرے حضور! اسی وجہ سے مجبور اور معذور تھا، پھر بھی میرا ہی قصور تھا، نفس کو عادت کی مار ہے، دل کو چاہت سے پیار ہے اور رُوح کو لطافت سے سروکار ہے۔ لہٰذا نفس کی عادت کو عبادت سے اور دل کی چاہت کو ارادت و مطابقت سے اور رُوح کی لطافت کو مراقبہ و مشاہدات میں مصروف رکھ کر توحید و یگانگت کی کوشش میں ہوں۔ اکثر بیماری منتقلی کی راہداری ہوتی ہے۔ نگاہِ کرم فرمائی جاوے کہ یہ غلام رسول، غلامِ رسول رہے اور آخری دم حضور کا کرم حاصل حصول رہے۔ اور یہ جاہل و مجہول سرتاپا گستاخ، بے ادب فضول حضور کی نگاہِ کرم و رحم

سے خدمت میں قبول رہے۔ آمین ثم آمین

منتظر نگاہِ کرم ، یکے از سگِ دربار باوقار منگانوی یار میاں غلام رسول بقلم خود

خط نمبر 2

21.10.1984

اے کہ تو اسمِ کرم ،صاحب کرم ، اہلِ کرم اے کہ تیری یاد سے غافل نہیں ہوں ایک دَم

میرا تجھ کو یاد کرنا تیری مہر، تیرا کرم یاد رکھ کر یاد رکھوانا ہے سب تیرا کرم

قبلہء کونین وکعبہُ دارین حضور پُر نور سائیں پاک نُور العین کرم حسین بلکہ کرم ہر دو دارین مدظلہ العالی سلامِ شوق بے تابانہ، نیاز بے انداز وجدانہ کے بعد عرضِ عاجزانہ وصورت حال مؤدبانہ عرض گزار ہوں کہ کافی عرصہ سے عرضی نامہ نہ بھیج سکنے کی معافی اور وجہ کہ دل نہیں مانتا تھا کہ یہ لفظ تحریر کروں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں جب کہ سب کچھ حضور کی مرضی اور مہربانی سے ہو رہا ہے۔ تو یہ بھی حضور کی طاقت ومقدور سے دُور نہیں۔ ویسے اگر دُور رکھیں تو حضور کے لیے دُور نہیں البتہ ہم قصورواروں کے لیے ندامت وشرمندگی ضرور ہے۔

اے جنسِ وفاداریٔ قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر اِس دیس میں ارزاں ہو

جو ہوا حضور پاک کی مہربانیوں اور مرضی کے مطابق ہوا۔ اور جو ہونا ہے وہ بھی حضور ہی کی کرم فرمائیوں اور عنایتوں سے ہوگا۔ حضور کی نعمتوں سے پروردہ غلام آخر دم تک حضور کا وفادار رہ کر اس دارِفانی سے گزرے۔ آمین ثم آمین

منتظر نگاہِ کرم، یکے از سگِ دربار باوقار منگانوی یار میاں غلام رسول بقلم خود

آپ نے 4 جنوری 1988ء کو وصال فرمایا اور اپنے آبائی گاؤں ''نواں'' میں ہی تدفین ہوئی پیر محمد مبارک صاحب (آپ کے وسطی فرزند) بیان کرتے ہیں والد صاحب قبلہ کی تدفین ''نواں'' میں اہلِ خاندان کے اصرار پر ہم بھائیوں نے کی۔ حالانکہ انکی وصیت تھی مجھے بھکر میں دفن کیا جائے۔ انکے چالیسواں کے بعد میں اور خلیفہ محمد رمضان ملتانی دربار شریف حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا ''تم نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کیوں نہ کیا؟'' میں نے عرض کی حضور تمام خویش واقارب آڑے آگئے۔ فرمایا ''ایک چارپائی لے کر جاؤ۔ اور ان کی قبر کے ساتھ رکھ دو۔ میں کہتا ہوں تمہارا والد قبر سے خود نکل کر چارپائی پر آجائے گا۔'' میں نے عرض کی جناب برادری بہت سخت ہے ایسا نہیں کرنے دے گی۔ فرمایا پھر انکی قبر سے ایک پتھر اٹھا کر لاؤ اور بھکر میں دفن کر دو۔ وہ خود بخود یہیں آجائیں گے۔ میں نے عرض کی حضور! ہم تو لے آئیں گے مگر آدمی باتیں کریں گے کہ ایک

پتھر پر مزار بنا دیا ہے۔ فرمایا تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو مصمم ارادہ کر لو۔ تمہارا باپ فقیر آدمی تھا وہ خود ہی بھکر آ جائے گا میں نے "مصمم" کا لفظ اس دن پہلی مرتبہ حضور سے ہی سُنا تھا۔ میں نے بھکر پہنچ کر دل میں مصمم ارادہ کر لیا۔ حضور قبلہ عالمؒ کا فرمان اسطرح پورا ہوا کہ عرصہ سولہ (16) سال بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ ہم تینوں بھائی برضا و رغبت 4 جنوری 2004ء کو ان کا جسدِ انور بھکر لے آئے جو اتنا عرصہ گُزرنے کے باوجود صحیح و سلامت تھا اور حسب وصیت انکی تدفین قادری دربار محلہ عالم آباد بھکر شہر میں کر دی گئی۔

بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ ہوا ختم ہستی کا اپنا فسانہ

خلیفہ ثانی میاں عمر حیات خانؒ:۔ بلوآنہ شریف ہجرت کے ابتدائی ایام میں حضرت خواجہ کی بیعت سے مشرف ہوئے مرید ہونے کا واقعہ خود بتایا کرتے۔ حضور جب بلوآنہ شریف آئے تو اکثر پچھلی رات ذکر بالجہر کی صدا میں سُنا کرتا پچھلی رات کو میں ہل چلانے کے لیے اٹھتا اور کھیتوں میں ہل چلاتا تو مجھے حضور کی آواز سن کر بڑا سُرور ملتا اور اس طرف دل کو کشش ہوتی ہمارا گاؤں بلوآنہ شریف سے کم وبیش دو میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا ایک دن ہمارے گاؤں میں کسی فوتگی پر بلوآنہ شریف کی ایک عورت آئی میں نے اُس سے پوچھا پچھلی رات کو تمہارے گاؤں میں کوئی شخص بڑی پُرسوز آواز میں کلمہ شریف کا ذکر کرتا ہے وہ کون ہے؟ اُس نے بتایا میانوالی کے رہنے والے ایک حافظ صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہیں وہ صاحبِ خلافت بھی ہیں۔ ہم سب ان کے ذکر پر مست رہتے ہیں وہ جمعہ بھی پڑھاتے ہیں۔ مجھے زیارت کا شوق پیدا ہوا جمعۃ المبارک کے روز سویرے ہی تیار ہو کر گھر سے چل پڑا اور حضور کی کشش مجھے دربار شریف پر لے آئی پھر کیا دیکھنے کی دیر تھی دل پہلے ہی آپ کا گرویدہ ہو چکا تھا دست بیعت سے مشرف ہوا۔ میاں صاحب کا شوق و ذوق، ادب اور بے پناہ اخلاص و یقین دیکھتے ہوئے حضور نے تھوڑے ہی عرصہ بعد خرقہء خلافت عطا فرمایا۔ گویا اِس علاقہ میں آمد کے بعد یہ پہلے اور زبانی حساب سے دوسرے خلیفہ تھے۔

بچپن میں قرآن مجید پڑھے ہوئے نہ تھے جب حضور کے مرید ہوئے اور خدمتِ اقدس میں آنا جانا رہتا تو راستہ میں ایک بلوچ اکثر مذاق اُڑاتا کہ دُرویش بنا پھرتا ہے اور قرآن پڑھنا آتا نہیں۔ آخر ایک روز حضور کی خدمت میں رُو پڑے اور قرآن مجید پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضور نے فرمایا جاؤ حجرہ سے میرا قرآن شریف اُٹھا لاؤ۔ لیکر آئے تو آپ نے خود بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی اور قرآن مجید میں دو، چار مقامات سے انہیں تلاوت کروائی پھر کیا تھا جو شخص قرآن مجید پڑھنا نہیں جانتا تھا اب نہ صرف وہ قرآن مجید روانی سے پڑھتا تھا بلکہ بعض آیات کا ترجمہ و مفہوم بھی بیان کرتا تھا۔

میاں صاحب نے راہِ سلوک میں قدم رکھا تو دنیا داری سے قسم کھالی اور اپنے آپ کو راہِ خدا میں وقف کر

دیا۔ ایک بیٹا دو، تین سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ اسے جنازہ اور تدفین کے لیے قبرستان لے کر جا رہے تھے۔ راستے میں کسی نے بتایا میاں صاحب آج بلوآنہ شریف حضور آپ کو یاد کر رہے تھے۔ وہیں سے آنکھ بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور حاضرِ دربار گئے۔ حضور نے لنگر کے لیے دو تین مویشی دہڑ شریف بھیجنے تھے۔ میاں صاحب کو انکے ساتھ دہڑ شریف بھیج دیا۔ بچے کا جنازہ لیکر عزیز و اقارب قبرستان پہنچے تو دیکھا بچے کا باپ نہیں ہے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے آخر کسی نے بتایا وہ تو راستہ میں ہی بلوآنہ شریف کی طرف نکل گئے تھے۔ لوگوں نے خود ہی جنازہ پڑھا کر تدفین کر دی۔ بعد میں حضور کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ بھی حیران ہوئے اور انکے اخلاص و فرمانبرداری کی تعریف فرمائی۔ ساری زندگی دربار شریف پر آتے جاتے گزری۔ نہایت با ادب، منکسر المزاج اور اپنے وجود کو مجاہدہ کی آگ میں جلانے والے دُرویش تھے ذکر بالجہر کے بڑے شائق تھے۔ ساری ساری رات جاگتے ذکر کرتے گزار دیتے۔ ہر جمعہ کو دربار شریف پر اپنے مریدین کے ہمراہ ذکر کرتے ہوئے آتے تو سُننے والوں پر کیف طاری ہو جاتا۔ جب واپسی کی اجازت ملتی تو ڈیوڑھی (حرم سرائے) پر حاضر ہو کر دستک دیتے اور مائی صاباں سے کہتے حضور کے گھر میں کل پرسوں کا کوئی سوکھی روٹی کا ٹکڑا پڑا ہو تو مجھے عنایت فرما دیں۔ اور جو کچھ مائی صاباں لاتی اُسے بڑے احترام سے سائلوں کی طرح جھولی میں ڈال کر چل پڑتے یہ ان کا خاص انداز تھا۔

برادرم پیر سخی حسین صاحب بتاتے ہیں کبھی حضور قبلہ عالم منگانویؒ انکی مزید تربیت و فیض کے لیے بظاہر سرزنش بھی فرماتے لیکن انہوں نے کسی بھی بات پر کبھی اپنی صفائی پیش نہ کی بلکہ دست بستہ گلے میں پگڑی ڈال کر کھڑے ہو جاتے اور اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں عرض کرتے ''حضور! ہم سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں آپ کریم ہیں مہربانیاں کرتے رہیں گے اور معافی فرمائیں گے'' ایک مرتبہ میری موجودگی میں کسی دُرویش نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضور نے اسکے حسبِ حال بعض اشارے فرمائے پھر میاں صاحب کی طرف دیکھا انہوں نے بھی عرض کی کہ ''حضور نے بجا فرمایا ہے'' مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ جیسے یہ حال میاں صاحب بھی جانتے ہیں اِسی لیے حضور نے انہیں دیکھ کر اشارہ فرمایا ہے۔ میاں صاحب نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ حضرت خواجہ بلوآنوی اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی معیت میں گوارا۔ اور سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہتے تھے۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت خواجہ کے خلفاء میں سے صرف انہی کا نمازِ جنازہ حضور قبلہ عالم نے خود جا کر پڑھایا اور اپنی موجودگی میں تدفین کروائی۔ اغلب گمان یہی ہے کہ آپ کی وفات 1973ء میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپ پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ حضور کے صاحبِ کرامت خلفاء میں سے تھے۔ کافی لوگ مرید بھی ہوئے وصال کے ایک طویل عرصہ بعد جب مزار کی مرمت کرتے وقت قبر کُھل گئی تو بہت لوگوں نے زیارت کا شرف حاصل کیا اسطرح معلوم ہوتا جیسے ابھی دفن کیے گئے ہوں۔ بلکہ عجیب و غریب قسم کے پھولوں میں

ان کا جسم لپٹا ہوا پایا گیا۔ان کا مزار چک نمبر 215 ''بہادر دی جھوک'' میں اپنے ڈیرہ پر واقع ہے۔

میاں ماچھیا خانؒ:۔ میاں صاحب کے مرید ہونے کا واقعہ اسطرح ہے کہ حضرت خواجہ ایک روز گھوڑے پر چک گاڈیاں کے راستے بلوآنہ شریف آرہے تھے۔اور میاں صاحب چک موچیوالہ میلہ پر جارہے تھے۔وہ سورہ مزمل شریف کے عامل تھے اور دل ہی دل میں اس کی تلاوت کررہے تھے جب چک گاڈیاں کے نزدیک پنڈی پر حضرت خواجہ کے نزدیک سے گورے تو آپ نے ان کی باطنی کیفیت ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا ''میاں یہاں زَبر ہے اور تم زِیر پڑھ رہے ہو'' میاں صاحب اپنے دل کی کیفیت حضور پر عیاں دیکھ کر فوراً قدموں میں گر پڑے حالانکہ کسی کو معلوم نہیں تھا یہ سورہ مزمل کے عامل ہیں اور وہیں دستِ بیعت سے مشرف ہوئے۔میاں صاحب بڑے صادق الیقین اور صاحب حال دُرویش تھے۔کچھ عرصہ بعد حضور نے انہیں خرقہ ءخلافت عطا فرمایا۔مشہور واقعہ ہے اکثر میاں صاحب بتایا کرتے ،میں ایک مرتبہ شام کو گھر آیا تو بچے رو رہے تھے۔اہلیہ سے پوچھا تو اُس نے بتایا آج گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے یہ بھوک سے رو رہے ہیں۔اب تم جاؤ اور کہیں سے کچھ لے آؤ؟ میں نے کہارات ہوگئی ہے۔میں کہاں جاؤں،تم فکر نہ کرو میں پیر انہیں بھوکا نہیں سونے دے گا۔اہلیہ نے کہا بھلا اس وقت تیرا پیر ان کے لیے کھانا لائے گا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں نے کہا سب کچھ ہوسکتا ہے۔اس بات کو دو گھنٹے ہی گزرے ہونگے کہ حضرت خواجہ اپنے ہاتھ میں عصا پکڑے اچانک تشریف لے آئے ساتھ ہی ایک دُرویش نے سر پر روٹیاں اور سالن اٹھایا ہوا تھا۔حضور نے آتے ہی فرمایا،میاں ماچھیا!اپنی اہلیہ سے کہو،یہ دیکھ لے میرا پیر بچوں کے لیے کھانا لے آیا ہے۔اور ہم سب گھر والوں نے حضور کے پاس بیٹھ کر لنگر شریف کھایا تھوڑی دیر بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔میاں صاحب کو بڑا وجد ہوتا تھا جب کیفیت وارد ہوتی ارد گرد بیٹھے ہوئے پیر بھائی اُٹھ کر ایک طرف ہو جاتے کہ اب ہمیں پاؤں لگے گا یا ہاتھ۔زندگی میں صرف ایک شخص کو مرید کیا۔اُسے بھی اسقدر حال وارد ہوا کہ تڑپ تڑپ کر نیم مُردہ ہوگیا اُس دن سے توبہ کرلی کہ پھر کسی کو مرید نہیں کروں گا۔حضور قبلہ عالم منگانویؒ فرمایا کرتے ''میرے والد صاحب قبلہ کے وصال کے بعد میاں ماچھیا دن میں کئی بار حاضر ہوتا اور میرے والد کا ایسا عاشق تھا جیسے چاند کا چکور ہوتا ہے۔دربار شریف پر آتے جاتے عمر گزری'' حضرت خواجہ بلوآنویؒ اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے ہمراہ اکثر اسفار میں میاں عمر حیات اور میاں ماچھیا ساتھ رہتے تھے،ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے منڈی بہاؤالدین سالانہ تبلیغی دورہ پر جانا تھا میاں ماچھیا کو بھی حسب سابق تیاری کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کی اس مرتبہ حضور معافی فرمائیں میرے گھر میں اور کوئی آدمی نہیں ہے اور میری بھینس آج کل بچہ دینے والی ہے۔ایسے ہی اہلیہ شور مچائے گی۔حضور نے فرمایا چلو کوئی بات نہیں جیسے تمہاری مرضی۔حضور منڈی بہاؤالدین تشریف لے گئے کوئی ایک ماہ بعد واپس لوٹے تو میاں ماچھیا حاضرِ خدمت ہوا۔حضور نے بھینس کے متعلق پوچھا تو

ہنس پڑا اور عرض کی حضور کی معیت سے بھی محروم رہا اور بھینس نے بھی کچھ نہیں جنا۔ حضور بھی مسکرا پڑے اور فرمایا اب میں آگیا ہوں جاؤ بھینس کے کان میں کہہ دو کہ اب پیر کرم حسین آگیا ہے لہٰذا بچہ دے دو۔ میاں صاحب نے گھر پہنچ کر پیغام دیا تو اُسی روز بھینس نے بچہ جنا۔ کسی نے ایک روز میاں صاحب سے طنزاً کہا "جب میرا پیر آیا تو تیرا پیر اُٹھ کر ملا" انہوں نے کہا "یہ میرے پیر کا اخلاق اور خصوصی شان ہے کہ جو کوئی بھی جائے وہ اُٹھ کر اُسے ملتے ہیں یہی فقیری ہے اس سے مرتبہ بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا"

حضور قبلہ عالم نے ایک روز میاں ماچھیا سے فرمایا۔ تقریر کرو۔ میاں صاحب نے پہلے کبھی تقریر نہیں کی تھی۔ حضور کے ارشاد پر کھڑے ہو گئے ۔سب دُرویش انہیں دیکھنے لگے کہ آج میاں کیا تقریر کرتا ہے۔ میاں صاحب نے کہا "یارو! افسوس ہے تمہاری سمجھ پر مجھے کیا دیکھتے ہو" پھر حضور قبلہ عالمؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس باپ کو دیکھو جسے سارا جہان دیکھتا ہے" اور بیٹھ گئے۔ سب ہنس پڑے کہ دیکھو میاں نے حضور کا حکم بھی مان لیا اور پتہ (راز) کی بات بھی سمجھا دی۔ ایک روز حضور قبلہ عالمؒ کی مجلس میں حاضر تھے کسی نے بتایا مجھے خواب میں حضرت خواجہ بلوآنویؒ کی زیارت ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا "بلوچ قوم میں میرا پہلا خلیفہ میاں عمر حیات ہے اور دوسرا میاں ماچھیا ہے" سب نے کہا بہت مبارک خواب ہے میاں صاحب نے کہا "حضور! مجھے تو پھر بھی دوسرا نمبر ملا" حضرت قبلہ عالم اور سب دُرویش ہنسنے لگے۔ برادرم پیر سخی حسین صاحب بتاتے ہیں ایک روز میاں ماچھیا نے میری موجودگی میں حضور قبلہ عالم سے عرض کیا۔ جناب! اب میں ذکر اسم ذات کرتا ہوں تو قلب کی دوسری جانب دائیں طرف لذت و سرور آتا ہے حضور نے فرمایا "یہ روحی مقام ہے" ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم سے عرض کی۔ اہلیہ نے کہا تھا کہ واپسی پر حضور سے تعویذ لے آنا۔ آپ نے بطور ناز و ادا فرمایا تو مجھے مانتا ہے۔ مجھ پر یقین رکھتا ہے؟ میاں صاحب رُو پڑے اور عرض کی حضور! میرا تو ایمان ہے کہ اگر آپ پہاڑ کو حکم فرمائیں تو وہ ادھر سے اُدھر ہو جائے یعنی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھ دیں۔ حضور قبلہ عالمؒ ہنس پڑے۔

میاں صاحب کی وفات 12 دسمبر 1975ء کو ہوئی اگلے روز ج کے دن قبرستان روشن شاہ (چک نمبر 175) میں تدفین ہوئی۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا میاں ماچھیا کو قبرستان میں دفن نہیں کرنا تھا وہ عاشق دُرویش تھا اُسے کسی علیحدہ جگہ پر دفن کرتے۔

میاں فیض احمدؒ:۔ قصبہ باغ کے رہنے والے شیخ (کھوجہ) فیملی سے تعلق رکھتے تھے خلیفہ میاں محمد بخش بھٹی سے ملاقات ہوئی تو بیعت کا شوق ہوا وہ انہیں دربار شریف لایا اور حضرت خواجہ کا مرید کروایا۔ بڑے صاحب درد اور صادق الیقین دُرویش تھے حضرت خواجہ پر دہڑ شریف آزمائش کے دنوں میں انہوں نے وہاں کے دُرویشوں سے بڑی مار کھائی۔ یہاں سے حضور کو سائیکل پر بٹھا کر دہڑ شریف لے جاتے اور واپسی پر حضور انہیں لے آتے

کیونکہ مار پیٹ کی وجہ سے یہ سائیکل چلانے کے قابل نہ ہوتے۔ شعروشاعری سے بھی لگاؤ تھا اور عارفانہ کلام حسب حال موزوں فرما کر حضور کی خدمت میں پیش کرتے رہتے۔ ابتداء میں حضور نے انہیں فاقہ کشی کی تربیت کے لیے چالیس روز کا روزہ رکھوایا خود بتایا کرتے۔ پہلے تین دن مجھے بھوک لگی اور جسم میں کمزوری وارد ہوئی مگر چوتھے روز بھوک ختم ہوگئی اور جسم میں طاقت آگئی اب میرا دل کہتا کہ سارا دن بیشک کام کرتا رہوں پھر بھی کچھ نہ ہوگا۔ حضور نے چالیس دن فاقہ کشی کا ارشاد فرمایا تھا میں روزانہ گھر سے روٹی ساتھ لیکر چلا جاتا اور وہ روٹی کسی اور کو کھلا دیتا تاکہ گھر والوں کو پتہ نہ چلے آخر بیس (20) روز کے بعد گھر والوں کو خبر ہوگئی انہوں نے مجھے پاس بٹھا کر کھلانا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ وہ مجھے پکڑ کر دربار شریف حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ نے فرمایا اب چونکہ سب کو پتہ چل گیا ہے لہٰذا کھالیا کرو۔ تمہارا روزہ ہوگیا۔ راقم الحروف نے کتاب ''نافع السالکین'' (ملفوظات حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ) میں پڑھا ہے۔

اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ لَہٗ، اَثَرٌ عَظِیْمٌ فِیْ ھٰذَا الطَّرِیْق (بھوک اللہ کا رزق ہے کہ اس راہ میں اثر عظیم رکھتی ہے)

کچھ عرصہ بعد حضور نے خرقہء خلافت عطا فرمایا اکثر منگانی شریف حاضری کے موقع پر ہمیں حضور کی باتیں بڑے ذوق وشوق سے سُنایا کرتے تھے۔ ان کی بیان کردہ حضور کی بعض کرامات میں نے آخری باب میں نقل کی ہیں۔ ساری زندگی دربار شریف پر آتے جاتے گزری۔ حضور قبلہ عالم اکثر جھنگ قیام کے دنوں میں لنگر شریف کے ذاتی معاملات میں انہیں کام کاج کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ ہمیشہ حضور کے زیرِ حکم رہے اور اپنے پیر کی خوشنودی میں اگلے جہان سدھارے۔ مجھے انکے بیٹے ناصر احمد نے بتایا والد صاحب نماز مغرب کے لیے گھر سے نکلے تو ہماری والدہ سے کہا ''نور بانو! آج میرا کھانا تیار نہ کرنا'' اور جامع مسجد کوثر میں حسب معمول جماعت میں شامل ہوئے میں ساتھ ہی تھا آخری تشہد میں بیٹھے بیٹھے رُوح پرواز کر گئی میں نے انہیں اپنی طرف لڑھکتے ہوئے پکڑ کر دیکھا تو واصل بحق ہو چکے تھے۔ (18 دسمبر 1990ء بروز منگل دورانِ نمازِ مغرب وصال ہوا) اور دوسرے روز اپنے آبائی گاؤں قصبہ باغ میں تدفین ہوئی۔

میاں عبدالغفور خانؒ:۔ ان کے آباؤ اجداد بلوآنہ شریف گاؤں کے رہائشی تھے آپ امام مسجد مولوی احمد الدین کے بیٹے تھے۔ حکمت اور سناروں کا کام جانتے تھے اور یہی ذریعہء معاش بھی تھا۔ بلوآنہ شریف میں ہی حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے پھر روزگار کے سلسلہ میں ''لالی داٹھٹھہ'' ہجرت کر گئے حضور وہاں بھی انکی دعوت پر جایا کرتے تھے اکثر بلوآنہ شریف آتے جاتے رہتے کچھ عرصہ بعد حضور نے خرقہء خلافت بھی عطا فرمایا۔ لاہور والے ہمارے رجب علی خان انہی کے پوتے ہیں۔ حکمت پر انکی لکھی ہوئی ایک قلمی کتاب بنام ''حکمت

الاسرار" میرے کتاب خانہ میں موجود ہے۔ کچھ لوگ مرید بھی کیے۔ 29 جنوری 1976ء بروز جمعرات 26 محرم الحرام کو وفات ہوئی۔ مزار دربارِ ثبہ شریف والے قبرستان میں ہے۔

میاں سَید رسولؒ:۔ پیدائش 1914ء میں کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہوئی بچپن سے ہی اولیاء اللہ سے قلبی لگاؤ تھا اور کسی مردِ حق کی تلاش میں رہتے خود بتایا کرتے میاں محمد دین ڈنگہ والے (گجرات) اور میں دونوں اکٹھے مرید ہونے کے لیے اَمرہ والے میاں صاحب (جو نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے میاں محمد دین کو مرید کر لیا مگر مجھے کہا تمہاری خیر (فیض) ہمارے پاس نہیں۔ میں نے اصرار کیا تو فرمایا۔ چلو بطور امانت مرید کر لیتا ہوں مگر تمہارا حصہ (فیض) کسی اور کے پاس ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ محکمہ مال میں پٹواری لگ گئے اور دھولکا ضلع جھنگ میں تعینات ہوئے۔ میں نے انکی قلمی تحریر میں دیکھا ہے کہ 13 دسمبر 1947ء تا 26 اپریل 1951ء حلقہ دھولکا میں رہے۔ یہاں پر حضور کے ایک دُرویش میاں فتح محمد کھرل (مائی صاباں کے شوہر) رہتے تھے ایک مرتبہ حضور انکی دعوت پر تشریف لے گئے تو میاں فتح محمد نے عرض کی حضور یہاں پر گجرات کا ایک پٹواری لگا ہے وہ جاگیرداروں کے کہنے پر ہمیں تنگ کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا وہ مجھے دکھانا انہوں نے میاں سید رسول کو بتایا کہ جھنگ سے ہمارے پیرومرشد آئے ہیں۔ اولیاء اللہ سے انہیں بچپن سے ہی ارادت تھی لہٰذا ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہوئے حضور نے دیکھتے ہی فرمایا "میاں! تمہاری خیر (فیض) ہمارے پاس ہے" لیکن یہ خاموش رہے اور کچھ دیر مجلس میں حاضر رہ کر چلے گئے۔ کہا سویرے آؤں گا۔ رات کو سوئے تو خواب میں میاں صاحب امرہ والے کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا "کنویں پر جا کر پیاسے آ گئے ہو۔ تمہارا حصہ (فیض) وہیں تھا جہاں تم گئے تھے" صبح دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضور نے انہیں آتا دیکھ کر فرمایا "اب اجازت مل گئی ہے" تیر نشانے پر لگا تھا فوراً قدموں پر گر پڑے اور دستِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ میری تحقیق کے مطابق اغلب گمان یہی ہے کہ 1948.49ء میں حضور کے مرید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے خرقہ ءخلافت بھی عطا فرمایا۔

پڑھے، لکھے اور صاحبِ ذوق دُرویش تھے اکثر کہتے "سَید رسول! بڈھا سیال کا بیٹا نہیں ہے پیر اعوان کا بیٹا ہے" مطالعہء کتب سے بھی خاص شغف تھا۔ ہمارے کتاب خانہ میں موجود مفتاح العلوم مثنوی مولانا رومؒ کی اکثر جلدیں انہوں نے ہی بطور تحفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ ساری زندگی دربار شریف پر آتے جاتے گُوری حضور قبلہ عالم ان پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے جہاں پر حضور ہوتے یہ بھی وہیں پہنچ جایا کرتے گلاب دیوی ہسپتال لاہور سے خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب کے نام اکتوبر 1973ء کے ایک خط میں حضور تحریر فرماتے ہیں "کچھ دن سَید رسول پٹواری پاس رہا۔ اچھے دن گُورے" (ابرِ کرم۔ ص 73) ان کا حلقہء ارادت بھی تھا کافی لوگ مرید کیے۔ آخر 17 نومبر 1982ء بروز منگل کو وفات ہوئی اور قبرستان شیخو شہید میں تدفین کی گئی۔

مولوی سلطان احمدؒ:۔ یہ کالووالی مضافات منڈی بہاؤالدین کے رہائشی اور میاں جان محمد گجراتی کے بہنوئی تھے۔ وہی ان کو اور میاں غلام رسول کمہار کو مرید کروانے کے لیے دربار شریف غالباً 1951ء میں لے گیا اور کوٹ بلوچ سے حضور کے مرید ہونے والے یہ دونوں تیسرے دُرویش تھے۔ مولوی صاحب بڑے منکسر المزاج، باادب اور صادق الیقین دُرویش تھے کچھ عرصہ بعد حضور نے خرقہء خلافت بھی عطا فرمایا چلنے پھرنے سے معذور تھے پھر بھی جب تک زندہ رہے گاہے بگاہے دربار شریف حاضر ہوتے رہے۔ برادرم پیر حسین صاحب نے مجھے بتایا۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے انہیں بطور خاص چہار سورتوں والا وظیفہ کروایا تھا جو بزرگانِ دین کی زیارت کے لیے ہوتا ہے۔ اور سات روز کرنا پڑتا ہے کبھی زیادہ دن بھی لگ جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک روز میری موجودگی میں حضور قبلہ عالم سے عرض کیا کہ بندہ نے حضور سے لیکر سرکارِ مدینہ ﷺ تک اپنے تمام مشائخ عظام کی زیارت فیض بشارت اس وظیفہ کے ذریعہ کی ہے حالانکہ ہمارے شجرۂ طریقت میں چوتالیس (44) واسطے بنتے ہیں۔ سبحان اللہ انہوں نے چودہ صدیوں میں پھیلے ہوئے اپنے تمام پیران کی زیارت کا فیض پایا۔ میرے پاس جون 1980ء کی چند گروپ فوٹو ہیں جن میں حضور قبلہ عالم کے پلنگ مبارک کے سامنے چٹائی پر مولوی صاحب، میاں غلام رسول صاحب، ڈاکٹر علی محمد صاحب، سید رفاقت علی شاہ صاحب اور میاں اللہ بخش لانگری بیٹھے ہیں گویا اسوقت تک یہ حیات تھے۔ انکی وفات کے بعد حضور قبلہ عالم نے ان کے چھوٹے بھائی میاں نُور عالم کو انکا جانشین مقرر فرمایا دونوں بھائی لاولد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ بعد از وصال انکا جنازہ گاؤں کے ساداتِ کرام اُٹھا کر لے گئے اور انہیں بطورِ خاص اپنے قبرستان میں دفن کیا۔ انکا مزار قبرستانِ سادات کالووالی میں ہے۔

حاجی محمد کبیرؒ:۔ حاجی صاحب کو خواجہ نور محمد نے حضور کا مرید کروایا اُس نے مجھے خود بتایا جب میں نے موضع حویلی لعل میں رہائش اختیار کی تو رات کو پانی کی باری پر اکثر میری حاجی صاحب سے ملاقات ہو جاتی۔ یہ نمازی آدمی تھا اور کچھ عرصہ پہلے حج بھی کر آیا تھا ایک روز میں نے کہا حاجی صاحب! بے شک تو نمازی بھی ہے اور حج بھی کر آیا ہے لیکن کامل پیر سے بیعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ انہیں بھی مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا لہذا مجھے ساتھ لے کر بلوآنہ شریف حاضر ہوئے اور دستِ بیعت سے مشرف ہوئے یہ غالباً وسط 1953ء کا واقعہ ہے۔ یعنی انہیں حضور کی حیات میں کم وبیش ڈیڑھ سال کا عرصہ نصیب ہوا۔ اِس دوران ان کا ذوق وشوق قابلِ دید تھا انہیں دیکھ کر پھر کئی لوگ انکی برادری کے حضور کی دست بیعت سے مشرف ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد حضور نے خرقہء خلافت بھی عطا فرما دیا۔ بڑے نیک دل اور منکسر المزاج دُرویش تھے۔ ساری زندگی دربار شریف پر آتے جاتے گُوری انہوں نے بڑی طویل عمر پائی اکثر راقم الحروف سے ملاقات کے موقع پر حضور کی

باتیں سنایا کرتے۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا حضور نے وصال سے پہلے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں۔

(1) ہر چھ ماہ بعد میرے گھر میں پردہ کروا کر آنا اور اپنی چھڑی کمروں کے بالوں پر مارنا اگر انہیں دیمک لگ چکی ہو تو تبدیل کروا دینا۔

(2) میرے بعد ہمیشہ کرم حسین کے زیرِ حکم رہنا۔

(3) لنگر کے لیے جو گندم تم سالانہ پیش کرتے ہو یہ وظیفہ عمر بھر جاری رکھنا۔

ایک مرتبہ مجھے بتایا میں بلوآنہ شریف جب بھی حاضر ہوتا اکثر دیسی بیر، کھجوریں اور بکرے کا گوشت لنگر شریف میں لے جاتا۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی مائی صاباں سے حضور فرما دیتے کہ آج لنگر میں کچھ نہ پکانا حاجی کبیر فلاں فلاں اشیاء لنگر کے لیے لا رہا ہے۔ اکثر حضور بڑے پُرسوز انداز میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

وِچ وَسدا دلبر پیارا گلی دے وچ ہور کوئی ناں
نَحن اَقرب کردا اِشارہ گلی دے وچ ہور کوئی ناں

لنگر شریف کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے کئی واقعات سُنایا کرتے ایک مرتبہ بتایا بھٹہ سے کچھ اینٹیں لانی تھیں۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا۔ میں گدھے پر ایک ہی مرتبہ وہ سب لاد کر لے آیا۔ حضور نے فرمایا دو پھیروں کی اینٹیں تم ایک ہی پھیرا میں لے آئے ہو۔ ایک مرتبہ بتایا حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے مجھے فرمایا۔ میاں حاجی! تمہیں کتاب فیض سبحانی کی کیا سمجھ آئی ہے؟ میں نے دست بستہ عرض کی حضور مجھے تو یہی سبق مِلا ہے کہ بندہ صدق واخلاص سے پیر کامل کے قدم پکڑ کر بیٹھا رہے۔ اور اس کے دَر سے نہ اُٹھے حضور قبلہ عالم ہنس پڑے اور فرمایا تمہیں سمجھ آگئی پھر یہ شعر پڑھا۔

بیٹھ گئے کمر کو کھول یار کے در پہ جم گئے
لاکھ کہے سُنے کوئی دیکھیں ہمیں ہٹائے کون

1974ء میں حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کا عقد انکے بڑے بیٹے میاں خان محمد سے فرما دیا جو آجکل اپنے والد کے سجادہ نشین ہیں۔ میاں صاحب نے 14 جولائی 1997ء بروز بدھ صبح تین بجے وفات پائی۔ حضرت اخی قبلہ پیر مظہر حسین صاحب بھی شاملِ جنازہ ہوئے اور انہیں اپنی زندگی میں تیار کردہ روضہ چاہ پنڈی والا موضع لگوانہ (ضلع جھنگ) میں دفن کیا گیا۔ حاجی صاحب نے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو مرید کیا اور کئی خلفاء بھی بنائے۔

میاں ظہور احمدؒ:۔ حویلی لعل میں غالباً ستمبر، اکتوبر 1953ء کو ہونے والے مناظرہ میں زیارت سے مشرف ہوئے پھر وہیں حضرت خواجہ سے ایک شعر اور رباعی کے مصرع کی وضاحت دریافت کی جس کی تفصیل میں نے آٹھویں میں نقل کی ہے حضور نے انکے حسب حال ایسی عارفانہ تشریح فرمائی کہ وہیں اپنے بھائی حاجی محمد امیر کے ہمراہ

حضور کے مرید ہو گئے۔ بڑے سادہ مزاج اور باادب دُرویش تھے۔ راقم الحروف سے ملاقات کے موقع پر اکثر حضور کی باتیں سُنایا کرتے تھے۔ میں کئی مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی معیت میں اُنکے ہاں عرس پر بھی جاتا رہا۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا۔ حضور کی معیت میں پہلی مرتبہ جب مجھے سندیلیانوالی شریف عرس پر حاضری نصیب ہوئی۔ تو ایک کمرہ میں حضور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ دل میں خیال آیا ہمارے علاقہ میں حاجی کبیر کو حضور نے مرید ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد خلافت عطا فرمادی لیکن مجھے نہیں دی۔ حضور نے اپنا پاؤں ہلایا اور فرمایا ''اوں ہوں''یعنی نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ ایسے خیال سے آپ مجھے منع فرمارہے ہیں لیکن پھر کچھ دیر بعد دوبارہ دل میں یہی دلیل آئی تو اس بار بھی آپ نے اپنا پاؤں ہلایا اور فرمایا ''اوں ہوں'' مجھے سمجھ آگئی کہ حضور میری دلیل کی نفی فرمارہے ہیں اور میں نے اپنے آپ کو ملامت کی۔ لیکن پھر تھوڑی دیر بعد وہی دلیل آگئی۔ اس مرتبہ حضور اُٹھ بیٹھے اور فرمایا ''سُنو میاں! اپنے ارادے سے یہ کام اچھا نہیں ہوتا'' اور پھر اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا۔

بن مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیکھ
جس مانگے مانگن مٹ جائے ،ایسا مانگن سیکھ

زمینداری کے علاوہ حکمت کے پیشہ سے بھی لگاؤ تھا۔ کم وبیش چودہ ماہ حضور کی ظاہری حیات کا عرصہ نصیب ہوا اِس دوران اِن کا ذوق وشوق دیدنی تھا۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا ویسے تو ہم سب مدو کی والوں پر خواجہ نُور محمد کا احسان ہے مگر میں اُنکا زیادہ احسان مند ہوں مجھے حضور کی ظاہری حیات کا بہت کم عرصہ نصیب ہوا اِس دوران عموماً وہ میرے گھر میں رہ کر کام کاج سنبھالتے اور میں حضور کی خدمت میں حاضر رہتا۔ خواجہ نور محمد اکثر مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری کے شعر پڑھا کرتا جو اُس نے حضور کی زبانی یاد کیے تھے۔

گھول پیا لے زہروں والے مستی چڑھے سوائی
وِچ تیغ پڑھیں بسم اللہ آکھیں ایہہ محبوب لگائی
توں پُر زور دلاور ضیغم آپ تھیویں نترانا
خود نوں جان شغال کمینہ بیٹھوں چھوڑ ٹکانا
میرا رات دنے ور تارا نال اوسے دے سارا
میں بھی اوہ تے اوہ بھی اُوہو پر اوہ اُچ نیارا

حضور اپنی حیاتِ ظاہری میں ایک مرتبہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور ایک بوتل میں مجھے پانی دم فرمادیا جو میں اپنے مریضوں کو پلاتا ہوں اور انہیں اللہ تعالےٰ شفایاب فرماتا ہے میں نے وہ پانی ختم نہیں ہونے دیا جب بھی ختم ہونے لگا اُس میں مزید پانی ملادیا تا کہ ہمیشہ حضور کی برکت حاصل رہے۔ ایک مرتبہ حضور کی طبیعت

علیل تھی میں نے چیک کرنے کے لیے قارورہ لیا اور چھپ کر پی لیا اُسی وقت میری حالت بدل گئی اور کچھ روز ایک حال سا طاری رہا پھر حضور نے خواجہ نور محمد کے ذریعے مجھے بلوایا اور دم فرمایا تب جا کر وہ حالت فرو ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے مجھے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور بطور وصیت فرمایا ''ہمیشہ شریعت کا ترازو اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھنا اور ذکر و وظائف اور نماز کی پابندی کرنا''

حضور کے خلفاء میں سب سے آخر میں یکم نومبر 2005ء کو فوت ہوئے حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب بھی جنازہ میں شمولیت کے لیے تشریف لے گئے اور انہیں پہلے سے تیار کردہ روضہ چاہ کوڑے والا موضع حویلی لعل (ضلع جھنگ) میں دفن کیا گیا۔ کافی لوگ مرید بھی کیے اور آگے خلفاء بھی بنائے۔

پانی بھرن سہیلیاں وکھو ، وکھ گھڑے
بھریا اُس کا جانیے ، جس کا توڑ چڑھے

میاں اللہ دتہؒ:۔ بلوچنی چک ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہائشی اور آباد گر فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ اِن کے بارے میں زیادہ تفصیل مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ حضور کے زیرِ عتاب بھی رہے پھر خلیفہ میاں عمر حیات کی مساعی سے باریابی ہوئی۔ بقیہ زندگی حضور کے عشق ومحبت اور مطابقت میں گزری۔ جب تک زندہ رہے دربار شریف پر حاضر ہوتے رہے۔

بابا علی شیر دُرویش نے مجھے بتایا ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے میاں اللہ دتہ آباد گر کو کچھ پیسے دیئے اور فرمایا جھنگ شہر سے لنگر کے لیے نمک کی بوری لے آؤ۔ سردیوں کا موسم تھا۔ ٹھنڈ کی وجہ سے انہوں نے حضور کے حجرہ سے ایک چادر اُٹھالی اور اُسے اوڑھ کر جھنگ روانہ ہوئے یہ نہیں معلوم تھا کہ مذکورہ سیاہ چادر حضور کی استعمال والی ہے۔ وہ خود بتایا کرتے جب میں جھنگ شہر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شہر میں کوئی بھی آدمی نہیں ہے ہر طرف جانور ہی جانور ہیں۔ کہیں گدھا بیٹھا ہے تو کہیں بندر میں بڑا متعجب ہوا اور ڈر بھی گیا کہ شہر میں کیا ہو گیا ہے۔ آخر ایک دوکان پر مجھے ایک آدمی نظر آیا میں دوڑ کر اسکے پاس گیا اور کہا بھائی صاحب میں کل ہی شہر سے گزرا تھا لوگ رہتے تھے آج اچانک شہر کو کیا ہو گیا۔ سوائے تمہارے مجھے کوئی آدمی نظر نہیں آیا؟ وہ ہنس پڑا اور کہا یہ سارا فتور اِس چادر کا ہے صاحب وقت کی چادر اپنے سَر سے اتار دے پھر تجھے سارے لوگ نظر آئیں گے میں نے جونہی چادر اُتاری ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آنے لگے تب میری سمجھ میں بات آئی کہ ظاہر میں تو یہ سب آدمی نظر آتے ہیں لیکن باطن میں سب درندے اور جانور ہیں۔ انسانِ کامل صرف ولی اللہ ہوتا ہے۔

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اُس بزرگ نے مجھے اپنی طرف سے نمک کی بوری خرید کردی اور فرمایا میری طرف سے لنگر میں پیش کر دینا۔

میاں صاحب بڑے باادب اور ذوق وشوق والے دُرویش تھے حضور قبلہ عالم منگانویؒ بھی ہمیشہ ان پر عنایت خاص رکھتے تھے۔آخری عمر میں جب چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تو بلوآنہ شریف اور منگانی شریف ٹرالی پر آیا کرتے تھے۔23 مارچ 1981ء کو وفات پائی اور اپنے ہی گاؤں کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

بعض ولی اللہ متوسلین

میاں محمد بخش دیوانہؒ:۔ میاں صاحب شیخ (کھوجہ) فیملی سے تعلق رکھتے تھے اور محکمہ مال میں پٹواری تھے۔مرید ہونے کا واقعہ کچھ اسطرح ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ دربار شریف پر ''شریں'' (ایک درخت) کے نیچے تشریف فرما تھے کہ میاں صاحب آئے اور شریں کی ایک شاخ پکڑ کر کھڑے ہوگئے حضور اپنے حال میں مگن بیٹھے تھے کوئی توجہ نہ دی۔آخرانہوں نے خود ہی متوجہ کرنے کے لیے کہا'' حافظ صاحب! سنا ہے آپ خدا دکھاتے ہیں؟'' تب حضور انکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا'' پہلے مجھے تو دیکھ'' پھر کیا تھا ایسی نگاہ (توجہ) فرمائی کہ میاں صاحب وہیں غش کھا کر گر پڑے اور وجدانی کیفیت میں تڑپنے لگے۔کچھ دیر بعد جب اُٹھے تو حالت ہی بدل گئی۔نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور بقیہ زندگی مجذوبی کیفیت میں گزار دی ہر وقت ذوق وشوق میں تیار اور عشق میں سرشار رہتے۔حضرت خواجہ سے ایک روز پوچھا گیا کہ اللہ کے بارے بھی حضور سے سوال کیا ہے؟ فرمایا'' میں نے بہت لوگوں کو مرید کیا لیکن مجھ سے کسی نے خدا کے بارے نہیں پوچھا۔ایک شخص محمد بخش نے پوچھا تھا۔وہ دیوانہ ہوگیا۔''حضرت خواجہ انکی حالت دیکھ کر فرمایا کرتے'' محمد بخش کی یہ حالت قبر میں بھی نہ اُترے گی'' حضرت خواجہ کا جب وصال ہوا۔تو میاں صاحب کا یہ حال ہوا کہ دربار شریف پر کسی نہ کسی دُرویش کو مخاطب کرتے اور کہتے ''دسن بھئی! حافظ یار دا فرمان'' اور پھر کوئی ماہیا پڑھ کر غش کھا جاتے۔کئی روز تک یہی سلسلہ جاری رہا۔میاں صاحب شعروشاعری سے بھی شغف رکھتے تھے اور پنجابی میں فی البدیہہ اشعار کہا کرتے۔لکھنے لکھانے کا تو ہوش نہیں تھا جب بھی موج میں ہوتے حسب حال اشعار کہہ دیتے بڑے صاحب حال دُرویش تھے میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی 1985ء کی ڈائری پر ان کے بعض اشعار حضور کے قلم سے لکھے ہوئے دیکھے ہیں حضور قبلہ عالم مندرجہ ذیل اشعار سے پہلے تحریر فرماتے ہیں۔'' آج حضرت محمد بخش دیوانہ آف واسو آستانہ کے چند اشعار یاد آگئے جو سپرد قلم کرتا ہوں۔

طالب ہاں میں یار دے دیدار دا　　عاشق ہاں میں زُلف تے رُخسار دا

قبر ہووے یار دے کوچے دے وچ　　سایہ ہووے یار دی دیوار دا

باغ جنت دی نہ مینوں غرض ہے　　آستاں کافی مینوں دلدار دا

بخشا جاں قُربان کر جانان تُوں　　تاں ہوسیں منظور اُس دربار دا

خلیفہ میاں محمد بخش بھٹی نے مجھے ان کی ایک رباعی سنائی وہ بھی لکھ دیتا ہوں تاکہ محفوظ ہو جائے۔

نئیوں سنجاتا کجھ نئیوں جاتا تے چا عقل کیتوئی گم اے

کس چیز نے آ بھلایا تینوں تے ودا کریں ہم تُم اے

جے توں چاہیں بندہ بننا ونج قدم توں پیر دے چُم اے

محمد بخشا جہنداپیر دے نال ایمان ہوسی پے ویسی جہان وچ دُھم اے

تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی یہی پتہ چلا کہ اپنے گاؤں ''واسو آستانہ'' میں ہی تدفین ہوئی۔

مائی صاحب خاتونؒ المعروف مائی صاباں:۔ ایک نہایت خدار سیدہ خاتون جس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ دربار شریف پر بسر کیا۔ انکے علاقہ میں حضرت خواجہ تشریف لے جایا کرتے تھے بلوآنہ شریف کے میاں محمد مراد کے وہاں کئی رشتہ دار حضور کی بیعت سے مشرف تھے۔ وہیں ایک مرتبہ اپنے خاوند میاں فتح محمد کھرل کے ساتھ حاضر ہو کر مرید ہوئیں حضور کئی مرتبہ انکے ہاں تشریف لے گئے۔ میاں فتح محمد بڑا کامل الایمان اور صادق الیقین دُرویش تھا۔ اُس کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے اُس نے ایک گائے بڑی اچھی نسل کی پال رکھی تھی جو کافی دودھ دیتی تھی۔ ایک شام وہ اُسکا دودھ لے کر گھر پہنچا تو حسب معمول مائی صاباں نے کچھ دودھ ایک برتن میں ڈال کر روٹی کے ساتھ اُس کے آگے رکھا۔ (اُن دنوں لوگ رات کو دودھ کے ساتھ روٹی کھا لیا کرتے تھے) میاں فتح محمد نے دودھ کا برتن ہاتھ میں پکڑا تو دل میں خیال گزرا۔ میرے پیر کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور لنگر میں کوئی دودھ دینے والا مویشی بھی نہیں۔ وہ بغیر دودھ پیئے سوئیں اور فتح محمد تو گھر میں بیٹھ کر دودھ پیئے۔ بس پھر کیا تھا ایک گھونٹ بھی دودھ پینا گوارا نہ کیا۔ ایک ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا وہ برتن پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں گائے کی رسی پکڑ کر دربار شریف کی جانب چل پڑا۔ راستے میں دریائے چناب بھی عبور کیا۔ ساری رات سفر میں گزری۔ صبح سویرے دربار شریف پہنچ کر وہ دودھ کا بھرا ہوا برتن اور گائے دونوں لنگر میں پیش کر دیئے۔ واہ رے حضرت عشق تمہاری ایک ہی جست نے اہل خرد کے تمام مقامات پیچھے چھوڑ دیئے۔ سارے راہ دودھ کا بھرا ہوا برتن ہاتھ میں رہا لیکن ایک گھونٹ بھی پینا گوارا نہ کیا۔

نہ ہارا ہے عشق، نہ دُنیا تھکی ہے　　دِیا جل رہا ہے، ہَوا چل رہی ہے

میاں فتح محمد کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا "اللہ بخش" تھا۔ بیٹے کی شادی کر دی لیکن کچھ ہی روز بعد بیٹا فوت ہو گیا۔ اس صدمہ کی وجہ سے وہ خود بھی بیمار رہنے لگا۔ آخری وقت قریب پہنچا تو مائی صاباں کو بلا کر وصیت کی۔ ہمارے رشتہ دار سب دنیا دار لوگ ہیں انہیں کیا معلوم دُرویشی کیا ہے۔ میرا وقتِ آخر ہے۔ جونہی مجھے دفن کر کے آئیں تو میری بچیوں کو لیکر تم دربار شریف پر چلی جانا اور بقیہ زندگی میرے پیر کی غلامی میں گزار دینا ورنہ یہ لوگ زبر دستی کسی کے ساتھ تیرا نکاح پڑھا دیں گے اور تنگ بھی کریں گے۔ لہٰذا میاں فتح محمد کو دفن کر کے برادری والے جب چارپائی واپس گھر لائے تو مائی صاباں نے اپنی بچیوں کا ہاتھ پکڑا اور بھرے گھر سے فقط قرآن مجید اُٹھا کر سینے سے لگایا اور چل پڑی۔ رشتہ داروں نے گھیر لیا کہاں جا رہی ہو؟ اُس نے کہا تمہاری مطلوبہ چیزیں اور سارا گھر تمہارے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں مجھے دنیا داری سے کچھ غرض نہیں ہے دیکھ لو گھر سے ماسوائے قرآن مجید کے اور کوئی چیز ساتھ لے کر نہیں جا رہی یہ بچیاں ہیں یہ بھی جب بالغ ہونگی تو تمہیں لوٹا دوں گی میرا اپنے خاوند سے ایک عہد ہے میں نے بقیہ زندگی اپنے پیر خانہ میں گزارنی ہے انہوں نے جب دیکھا کہ خالی ہاتھ جا رہی ہے وہ بھی راضی ہو گئے اور اسطرح یہ اللہ کی بندی دربار شریف پر آ گئی اور اپنی بقیہ زندگی یہیں پر گزار دی۔

بیٹھے ہیں تو اُٹھنا نہیں آسان ہمارا
اُٹھے گا تو اُٹھے گا جنازہ تیرے دَر سے

بابا خادم حُسین دُرویش بتایا کرتا مائی صاباں کے خاوند اور بیٹے کے لیے حضرت خواجہ فرمایا کرتے "وہ دونوں اسقدر کامل دُرویش تھے کہ آج بھی کوئی شخص انکی قبروں پر بیٹھ جائے تو بھوکا نہ مرے گا یعنی اللہ کریم اُن دُرویشوں کے وسیلہ سے اُسے رزق عطا فرمائے گا"

مائی صاباں کا دربار شریف پر یہ معمول تھا کہ دن بھر لنگر خانہ کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرتی اور ساری رات چکی پر دُرویشوں کے لیے غلہ پیستے گزار دیتی۔ حضرت خواجہ کا حکم تھا دربار شریف پر رہنے والے دُرویش کام کاج میں بھی خاموش نہ رہیں۔ اور ذکر بالجہر جاری رکھیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے مائی صاباں چکی پر آٹا پیستے پیستے سو جاتی مگر چکی چلتی رہتی، غلہ خود بخود ڈلتا رہتا اور کلمہ شریف بھی زبان پر جاری رہتا۔ کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ سو گئی ہے یعنی بشری تقاضا کی وجہ سے آنکھیں سو جاتی تھیں لیکن دل بیدار رہتا تھا۔ لنگر شریف کی خدمت کے علاوہ حضرت خواجہ کے تمام بچوں کی پرورش بھی کی۔ ہمارے بزرگوں کی خانقاہ میں جتنی عورتیں آئیں وہ اپنے اخلاص اور خدمت کی وجہ سے ان سب کی سرخیل تھیں۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد بھی قضا نہ کرتیں۔ نماز فجر کے بعد اپنے مخصوص سادہ لب ولہجہ میں بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا ان کی عمر بھر کا معمول رہا۔ ذاکر و شاغل، قانع و صابر خاتون تھیں۔ راقم الحروف نے جب سے ہوش سنبھالا گھر میں ریڑکا (دودھ سے مکھن و دہی بنانے کا عمل

)انہی کی ذمہ داری تھا۔ دنیاوی تکلفات سے وہ عمر بھر بے نیاز رہیں۔ اُن دنوں کھاد کی بوریاں کپڑے کی ہوتی تھیں کوئی بوری خالی پڑی ہوتی تو اس کا قمیض سِلوا کر گلے میں ڈال لیتیں میری والدہ ماجدہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرتیں کہ اماں اللہ کریم نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے۔ تم بوری کا قمیض نہ سِلوایا کرو۔ میں اچھے سے اچھا کپڑا منگوا دیتی ہوں مگر انہوں نے کبھی عمدہ لباس پہننا پسند نہ کیا اور نہ کبھی بتایا کہ میرے کپڑے پُرانے ہو گئے ہیں یوں فقر و دُرویشی میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔

دربار شریف پر فارغ بیٹھنا کبھی پسند نہیں تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگی رہتیں۔ بُڑھاپے میں بھی لنگر کے مویشیوں کے لیے خود فصلوں سے گھاس کاٹ کر لے آتیں۔ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے سخت گرمی کے موسم میں انہیں کماد سے گھاس کا گٹھہ لے کر آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اَماں! اب بس کر دے۔ تمہارا وقت اب کام کرنے کا نہیں رہا۔ مصلٰے پر بیٹھی رہا کرو۔ عرض کی حضور! گھر بیٹھ کر کھانا مجھے اچھا نہیں لگتا جب تک زندگی ہے اللہ تعالٰی لنگر شریف کی خدمت میرے نصیب رکھے۔ یہی دُعا کرتی ہوں۔ حضور قبلہ عالم آپ کا بہت لحاظ فرماتے اور بچپن میں پرورش کی وجہ سے انہیں ''اماں'' کہہ کر بُلاتے تھے۔ مائی صاباں کی تمام اولاد سوائے مائی انور کے سب اسکی زندگی میں عالمِ آخرت کو سدھار گئی۔ مائی انور بھولی بھالی تھی اور اپنا گھر ٹوٹنے کی وجہ سے یہیں دربار شریف پر رہتی تھی اکثر مائی صاباں کہتی دُعا کرو۔ انور میرے جیتے جی فوت ہو جائے تاکہ میرے بعد پیر خانہ میں اس کی وجہ سے تکلیف نہ ہو حالانکہ مائی انور پاگل نہیں تھی ذرا کم فہم تھی۔ لیکن مائی صاباں اُسکا بوجھ بھی پیر خانہ پر نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ ایک مرتبہ مہر اسلام پٹواری نے آکر بتایا ''اماں! تمہاری کچھ زمین نکلی ہے۔ جو پہلے دریا بُرد ہو چکی تھی۔ کہا میں نے کیا کرنی ہے۔ بیچ دو۔ مہر اسلام نے فروخت کر دی اور اس کی رقم مائی صاباں کو لا کر دی۔ انہوں نے وہ تمام رقم کپڑے میں بندھی ہوئی حضور قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور نے فرمایا ''اماں! تو نے اپنی زندگی ہمارے نام لگا دی ہے۔ ہم خود تیرے مقروض ہیں۔ یہ رقم ہم نے کیا کرنی ہے'' مائی صاباں رَو پڑی اور عرض کی۔ میرا ابھی حضور کے سوا اور کون ہے۔ حضور نے وہ رقم نہ لی بلکہ مائی صاباں کے نواسے فلک شیر کو بلا کر اُسے عنایت فرما دی کہ جھنگ میں اپنے بچوں کے لیے کوئی مکان لے لو۔ کیونکہ انکا پہلے ذاتی مکان کوئی نہ تھا۔ حضور قبلہ عالم کا معمول تھا گرمی کی شدت والے چند مہینے جھنگ تشریف رکھتے تھے۔ یہاں اُس وقت بجلی نہیں تھی۔ حضور دربار شریف سے تیاری فرمانے لگے تو نماز جمعہ کے بعد اندرونِ خانہ سب کو ملنے کے لیے تشریف لائے۔ میں اس وقت حاضرِ خدمت تھا مائی صاباں کو حضور کے آنے کا علم ہوا تو کہا مجھے حضور کے پاس لے چلو دو عورتوں نے انکے بازوؤں کو تھاما اور حضور کی خدمت میں لائیں۔ مائی صاباں نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے اور عرض کی ''حضور اب مجھے رخصت کی اجازت فرمائیں'' آپ نے فرمایا ''اماں! اب ہمارے پاس نہیں رہتی ہو'' عرض کی ''حضور ہاتھ پاؤں جواب دے

گئے ہیں اب دنیا کی قید سے رہائی چاہتی ہوں''۔فرمایا''چلو جیسے تمہاری مرضی''حضور نے جھنگ کی تیاری فرمائی اور مجھے عیدِ قربان ملتان میں حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب کی فیملی کے ساتھ گزارنے کا حکم فرمایا۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے مائی صاباں سے کہا''حضور نے مجھے عید ملتان میں گزارنے کا ارشاد فرمایا ہے۔تم بھی بیمار ہو۔اگر فوت ہوگئی تو میں نہیں پہنچ سکوں گا'' وہ ہنس پڑی اور کہا'' آپ خیر سے جاؤ جب تک واپس نہ آؤ گے میں نہیں مروں گی'' میں ملتان چلا گیا تین روز بعد جب دربار شریف پر واپس آیا تو اُسی شب نمازِ عشاء کے بعد مائی صاباں نے اہلِ خانہ کو بُلایا۔میری والدہ صاحبہ اور مائی حاجن پاس گئیں۔کہا میرا وقتِ آخر ہے۔میرا چہرہ روضہ شریف کی طرف کرو۔اپنے پیر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آخری سلام اپنے شیخ کی بارگاہ میں کیا پھر کہا اب کلمہ شریف پڑھو۔سب کلمہ شریف پڑھنے لگے خود بھی قبلہ رُخ ہو کر کلمہ شریف پڑھا اور جان جانِ آفریں کو سونپ دی۔

دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے

رات بھر تمام اہل خانہ انکے پاس ذکر و تلاوت کرتے رہے صبح سویرے حضرت اخی قبلہ کار پر حضور قبلہ عالم کو اطلاع کے لیے جھنگ چلے گئے۔کچھ ہی دیر بعد حضور سب دُرویشوں کے ساتھ دربار شریف پر تشریف لائے اور بھی جس کسی نے سُنا دوڑتا آیا۔حضور نے میری دادی اماں اور والدہ صاحبہ کو بطورِ خاص فرمایا غسل کے وقت تم سب ایک ایک لوٹا پانی کا مائی صاباں پر ضرور ڈالنا کیونکہ وہ ہمارے گھر کی ایک فرد تھی پھر مجھ سے پوچھا آخری لمحات کسطرح گُزرے میں نے ساری رُوداد پیش کی تو حضور خوش ہوگئے کہ کلمہ شریف پڑھ کر واصل حق ہوئی پھر خود ہی یہ حدیث مبارکہ سنائی کہ مسلم شریف میں سیدنا عثمانِ غنیؓ سے روایت ہے **قَالَ رسول اللّٰہ ﷺ مَنْ مَّاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ** (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، کتاب الایمان، فصل سوم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو موت آئی اور وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ داخل جنت ہوگا''

مائی صاباں کی وفات 26 جولائی 1988ء بعد از نماز عشاء ہوئی۔دوسرے روز حضرت اخی قبلہ نے جنازہ پڑھایا قبر کی جگہ حضور قبلہ عالم نے خود متعین فرمائی اور پاس بیٹھ کر قبر کھدوائی میں نے دیکھا شدتِ غم کی وجہ سے حضور کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح گر رہے تھے اور ظہر تک تدفین مکمل ہوئی۔مائی صاباں کی بعد وفات ایک مرتبہ ستائیس رمضان المبارک کی شب مجھے عزیزی قاسم حسین نے خود بتایا۔میں ان کی مزار کے پاس سے گُزرا تو میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں قبر سے باہر بیٹھے ہوئے دیکھا میں یہ دیکھ کر ڈر گیا اور گھر بھاگ کر آیا۔وہ تمام اوصاف جو ایک ولی کامل عورت میں ہوتے ہیں وہ سب اس نیک خاتون میں بدرجہ اتم موجود تھے۔آج بھی منگانی شریف روضہ مبارک کے باہر بالکل حضور قبلہ عالم کے قدموں میں یہ خدا رسیدہ خاتون آسودۂ خاک ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 12

کراماتِ حافظیہؒ

کراماتِ اولیاء:۔ میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ اپنے ایک ملفوظ میں اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (پ3ع2)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے اِن کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے۔

اِس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کی شان، اِن کے تحفظ اور کرامات کا ذکر فرمایا ہے۔لفظ ''ولی'' ولایت سے مُشتق ہے جس کے معنی قُرب کے ہیں ولایت کی دو قسمیں ہیں ایک ولایتِ عامہ اور دوسری ولایت خاصہ۔ ولایتِ عامہ میں تمام مومن شریک ہیں جبکہ ولایت خاصہ۔ میں صرف اہل سلوک ہیں۔اس تعریف کے مطابق ولی وہ ہے۔ جو فانی فی اللہ، باقی باللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مومنوں کا ولی ہوں، جس کا میں ولی ہوں اس کی شان کا اندازہ دُنیا والے کیا کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا میں ان کو اندھیروں میں نہیں رہنے دیتا گویا ان کا ہر عمل صراطِ مستقیم پر ہے۔اور ان کو نور کی طرف نکالتا ہوں۔یعنی ان کے اجسام مبارکہ سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں جو سارے جہان کو منور کرتی ہیں۔اس روشنی کو کراماتِ اولیاء کا نام دیا جاتا ہے۔حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا کرامات اولیاء حق ہیں اور اس پر کتاب اللہ احادیثِ صحیحہ، اجماع اہل السنۃ والجماعۃ شاہد ہے۔

کرامات کی اقسام خرقِ عادات پر مشتمل ہوتی ہیں جو کہ قانون فطرت کے خلاف کسی چیز کا اظہار ہوتا ہے مثلاً کسی پوشیدہ چیز کا ظاہر کرنا، ظاہر کو چھپا دینا، طویل سفر کم مدت میں طے کرنا، امرِ غیب کی خبر دینا، دُعا کا مقبول ہونا اور مُردوں کا زندہ کرنا وغیرہ۔ایک جلیل القدر صوفی کا فرمان ہے'' جس شخص نے دوسروں کی عادات کو ترک کر دیا یا خود اپنی عادات سے دستبردار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ویسی ہی خرقِ عادت اُس کو عطا فرما دیتا ہے۔ اس کو عام طور پر کرامت کہا جاتا ہے'' قرآن مجید میں کئی جگہوں پر کرامات اولیاء کا ذکر ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۔جب زکریا علیہم السلام حضرت مریمؑ کے پاس آئے تو ان کے پاس رزق موجود پایا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا (پ3ع12) اے مریمؑ! یہ بے موسم اور لذیذ پھل کہاں سے آ گئے۔حضرت مریمؑ نے جواب دیا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ رزق میرے رب کا عطا کردہ ہے۔

بے موسم اور لذیذ پھلوں کا حضرت مریمؑ کے پاس آنا ایک خرقِ عادت تھا یہ آپ کی کرامت تھی۔قرآن مجید میں ایک اور جگہ حضرت سلیمانؑ کے صحابی کی کرامت کا ذکر ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تختِ بلقیس لانا چاہا تو حاضرین سے کہا کہ کون ایسا کر سکتا ہے تو ایک جن نے کہا میں یہ تخت مجلس کے برخاست ہونے تک لا سکتا ہوں۔فرمایا مجھے تو اس سے پہلے چاہیے۔آپ کے ایک صحابی ولی اللہ حضرت آصف نے عرض کی اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (پ19ع18) میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے اس کو آپ کے پاس لے

آؤں گا یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے نبیؑ نے کرامتِ اولیاء کی تردید نہیں کی بلکہ تصدیق کی اور فرمایا لے آؤ۔ اس طرح قرآن مجید گواہ ہے کہ اصحابِ کہف تین سو سال یا اس سے بھی زیادہ سوئے رہے ان کی کروٹیں تبدیل ہوتی رہیں نہ صرف اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا بلکہ ان کے کُتے کو بھی زندہ رکھا اور اس کی کروٹیں بھی تبدیل ہوتی رہیں۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (پ15 ع15) اور ہم ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔ کراماتِ اولیاء کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ بھی ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے سرکارِ دوعالم ﷺ نے تین آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا جو غار میں پھنس گئے تھے۔ غار کے منہ پر ایک پتھر آ گیا تھا۔ اپنی موت کو یقینی دیکھ کر انہوں نے اپنی نیکیوں کے وسیلے سے دُعا مانگی غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک جریح نامی شخص کی کرامت کا ذکر فرمایا کہ اس پر جب تہمت لگائی گئی تو ایک دودھ پیتے بچے نے گواہی دے کر یہ بہتان غلط ثابت کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصال سے قبل اپنی ایک بیٹی کی پیدائش کی خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کو ایک رُقعہ لکھ کر حکم دیا کہ رواں ہو جا اور دریا جاری ہو گیا۔ یہ سب کرامات خرقِ عادات ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام کی بے شمار کرامات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اولیاء کرام کو یہ مراتب اس لیے عطا کیے جاتے ہیں تا کہ وہ کرامات کا اظہار کر کے لوگوں کو صراط مستقیم پر لائیں۔

نصف گھنٹہ تک آنکھ نہ جھپکنا:۔ احادیث مبارکہ میں آتا ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی مجلس میں جب سیدنا صدیق اکبرؓ حاضر ہوتے تو اکثر اسطرح حضورؐ کے چہرہ مبارک کی زیارت میں گم رہتے کہ بہت کم آنکھ جھپکتے تھے۔ حضرت خواجہ کی بھی اپنے پیرو مرشد کی مجلس میں یہی کیفیت ہوتی تھی مجھے ڈاکٹر علی محمد صاحب سندھی نے بتایا ایک مرتبہ حضرت اقدس دہڑویؒ کی مجلس میں دہڑ شریف میں نے دیکھا حضرت خواجہ نے حضرت اقدس دہڑویؒ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہوئے نصف گھنٹہ تک آنکھ نہ جھپکی میں نے حضور کی یہ کیفیت پاس بیٹھ کر ملاحظہ کی اور حیران رہ گیا۔

تیرا جلوہ ہو تیری صورت ہو اور کیا چاہیے نظر کے لیے

ایک لمحہ میں دریا عبور کرنا:۔ مجھے خلیفہ میاں فیض احمد سکنہ قصبہ باغ نے بتایا ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ کو سائیکل پر دہڑ شریف لے گیا۔ جب ہم ماڑی پتن (دریائے راوی پر ایک گزرگاہ) پہنچے تو پانی کافی مقدار میں آیا ہوا تھا اور کشتی بھی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا اب دریا کیسے عبور کیا جائے حضور نے فرمایا تو فکر مند نہ ہو پھر ایک بازو سے میرا ہاتھ پکڑا اور دوسرے سے سائیکل۔ بس اُسی لمحے ہم دریا کے دوسرے کنارے پر موجود تھے حضور نے مجھے فرمایا ایسی باتیں دُرویشوں سے نہ کرنا وہاں سے پھر میں نے حضور کو سائیکل پر بٹھالیا اور فتح پور شریف حاضری دے کر دہڑ شریف آ گئے۔

هَل مِنْ مُستَغفِرِ اَغفِرُ لَهٗ:۔ چچا حافظ عبد الغفور صاحب بتاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ پچھلی رات کے وقت مجھے فرمایا باہر جاؤ اور سنو، آسمان سے کوئی آواز آئے گی۔ اُسے غور سے سُننا اور پھر مجھے آکر بتانا۔ لہٰذا میں باہر نکلا تو سنا آسمان سے آواز آرہی تھی ھَل مِنْ مُستَغفِرِ اَغفِرُ لَه، (ہے کوئی جو مغفرت مانگے اُس کی مغفرت کر دی جائے) میں نے دوبارہ حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا تو فرمایا یہ ایک فرشتے کی آواز ہے جو اللہ رب العزت کے حکم پر ہمیشہ رات کو ندا دیتا ہے۔ اس مفہوم کی تصدیق میں ایک حدیث مبارکہ میری نظر سے گزری جو واقعہ کی مناسبت سے یہاں بھی درج کر دیتا ہوں۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ الَّیْلِ الْاٰخِرِ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِبْ لَهٗ، مَنْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ، مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ،

(بخاری شریف، جلد اوّل، ابواب التہجد، ص ۱۴۹)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے (اپنی شان کے مطابق) جس کا وقت آخری تہائی رات تک باقی رہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اسے بخش دوں۔''

کرایہ نہ لگنا:۔ میاں غلام حیدر عرف مست کمہار سکنہ کوٹ بلوچ نے ایک روز حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کی حضور! ہمیشہ دل زیارت کے لیے بے تاب رہتا ہے لیکن کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ فرمایا تم گاڑی کا ٹکٹ نہ لیا کرو اور بغیر ٹکٹ کے آجایا کرو تمہیں کبھی ٹکٹ چیکر نہ پوچھے گا بعد ازاں وہ دو سال لگاتار بغیر ٹکٹ کے دربار شریف پر آتا جاتا رہا لیکن کسی نے ٹکٹ کے بارے نہ پوچھا۔ وہ بیان کرتا ہے تا دمِ تحریر (2010ء) اس کے پاس کرایہ ہو تو ٹکٹ لے لیتا ہے اور نہ ہو تو آج بھی بغیر ٹکٹ کے آجاتا ہے۔ کوئی اُسے پوچھتا تک نہیں۔

آپ کی دُعا سے بیٹا ہونا:۔ جناب حاکم خان بلوچ عرف سلیم خان سابق ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر بیان کرتے ہیں میں کافی عرصہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک مرتبہ میرے بڑے بھائی حاجی صوبہ خان چیئرمین کے گھر بچہ ہونے والا تھا میں نے بھائی کی اہلیہ سے کہہ دیا تمہیں اس مرتبہ بیٹا پیدا ہوگا۔ اُس نے میرا مذاق اُڑایا اور کہنے لگی بھلا تو کوئی ولی اللہ ہے جو غیب کی خبریں جانتا ہے۔ میں بڑا پشیمان ہوا۔ اِسی ندامت اور افسردگی میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور! مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے کہ اپنے بھائی کی اہلیہ سے بیٹے کی پیدائش سے متعلق کہہ بیٹھا ہوں اب دعا فرمائیں تاکہ میرا بھرم رہ جائے پہلے تو حضور خفا ہوئے کہ تمہیں ایسا

نہیں کہنا چاہیے تھا۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا اب چونکہ تم نے کہہ دیا ہے لہٰذا بیٹا ہوگا۔ آئندہ اس طرح کی بات نہ کہنا لیکن اس کی والدہ کو تھوڑی تکلیف ہوگی۔ الغرض وقت مقررہ پر جب بھائی کے گھر تکلیف شروع ہوئی تو مجھے حضور کا فرمان یاد آ گیا۔ فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور پانی دم کروا کر لے گیا۔ جس سے تکلیف دور ہوگئی اور بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا نام ''محمد مشتاق'' ہے اور اب صاحبِ اولاد ہے۔

اسّی (80) سال عمر پانا:۔ بابا خادم حسین دُرویش اکثر کہا کرتا مجھے حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا ''خادم حسین! تو اس دنیا میں اسّی (80) سال عمر پائے گا'' لہٰذا میں اسّی (80) سال دنیا میں گزار کے فوت ہوں گا۔ کئی مرتبہ وہ اس قدر بیمار ہوا کہ زندگی کی اُمید ختم ہوگئی لیکن وہ نہایت پُر امید اور مطمئن نظر آتا کہ میں ابھی دنیا سے جانے والا نہیں ہوں ابھی میری عمر کے کئی سال باقی ہیں۔ راقم السطور نے جب سے ہوش سنبھالا اُسے یہی کہتے سُنا کبھی کہتا میری عمر کے پندرہ سال باقی ہیں اور کبھی دس سال اور پانچ سال وغیرہ اپنا سالِ وفات بھی بتاتا کہ شناختی کارڈ پر میرا سنِ ولادت 1919ء لکھا ہے جو غلط ہے میری ولادت 1920ء میں ہوئی لہٰذا 2000ء کو میں اسّی (80) کا ہو جاؤں گا اور یہی سال میری وفات کا ہے۔ بالآخر جب اُس کی زندگی کا آخری سال آ پہنچا تو منگانی شریف سے اجازت لے کر اپنے عزیز و اقارب سے ملنے گجرات چلا گیا۔ مجھے اُس کے بھائی عبدالعزیز نے بتایا بوقت ملاقات ہمیں بتایا یہ میرا آخری بار آنا ہے کیونکہ مجھے حضرت خواجہ نے فرمایا تھا تو اسّی (80) سال زندہ رہے گا جو اس سال ختم ہو رہے ہیں۔ اب تم لوگ میرے پاس آؤ گے میں نہیں آؤں گا واپس دربار شریف پر آیا تو کچھ ہی ماہ بعد بخار کا عارضہ ہوا۔ ہم نے بڑے نامور اور قابل ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن بخار نہ اترا ایک دن ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہم نے آپ کے دُرویش کا بہت معیاری اور مہنگا علاج کیا لیکن اس کا بخار نہیں اترا اَب میں نے کل ہی ایک آدمی سے واقعہ سُنا ہے کہ آپ کے بزرگوں نے اس دُرویش کی عمر سے متعلق کچھ فرمایا تھا۔ میرا خیال ہے وہی ہو کر رہے گا ہمارا علاج بے سود ہے اور چند ہی دنوں بعد 9 جون 2000ء بروز جمعۃ المبارک بابا خادم حسین کا انتقال ہو گیا۔ میں نے بطورِ تصدیق ان کا شناختی کارڈ دیکھا تو واقعی اس پر تاریخ پیدائش 1919ء لکھی تھی یعنی وہ دنیا میں اسّی (80) سال گزار کر اپنے شیخ کے حسبِ فرمان راہیِ ملکِ عدم ہو گیا۔ سبحان اللہ بار

بندگانِ خاص علّامُ الغُیوب:۔ میرے پیرِ دستگیر حضور قبلہ عالم منگانویؒ نے ایک روز بندگانِ خدا پر دلوں کے احوال منکشف ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا ''قرآن مجید میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حاضرین سے فرمایا کرتے وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (پ۳:ع۱۳) ''اور میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو تم کھا کر آئے ہو اور جو اپنے گھروں میں (پوشیدہ) جمع رکھتے ہو'' میرے والد صاحب قبلہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے حاضرین میں سے اگر کوئی غلط دلیل اپنے دل میں لاتا تو اُسے اُسی وقت ارشاد ہوتا میاں! فقیر کی مجلس میں

بیٹھ کر غلط دلیلیں (خیالات) اپنے دل میں نہ لایا کرو۔

بندگانِ خاص علاّمُ الغُیوب در جہانِ جاں جو اسیس القلوب

(اُن کے لیے غیب، غیب نہیں، مخفی سے مخفی حقیقتوں کو جانتے ہیں۔ دل کے چھپے بھیدوں کو پالیتے ہیں)

اسی مناسبت سے میں ایک واقعہ بھی لکھتا ہوں حضور کے ایک دیرینہ مرید ہیڈ ماسٹر محمد یوسف قادری نے مجھے بتایا ایک مرتبہ جمعہ کے روز میری والدہ نے کچھ شرینی (مٹھائی) تھیلہ میں دی اور مجھے کہا یہ دربار شریف پر حضور کی خدمت میں پیش کر آؤ۔ میں دربار شریف حاضر ہوا تو حضور مسجد کے اندر وعظ فرما رہے تھے باہر دروازہ کے ساتھ میاں ماچھیا بیٹھا تھا میں چونکہ لڑکا تھا زیادہ پتہ نہیں تھا میں نے اُن سے پوچھا چچا! میں یہ شرینی حضور کو دوں گا تو وہ کیا کریں گے۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا یہ جو سامنے آدمی بیٹھے ہیں ان میں تقسیم کر دیں گے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ چک نمبر 175 سے حضور کے لیے اٹھا کر لایا ہوں اور یہ حاضرین کھا جائیں دل میں سوچا خود ہی باہر جا کر کھا لیتا ہوں اور والدہ سے کہوں گا حضور کی خدمت میں پہنچا آیا ہوں۔ بس یہی خیال کر کے میں پیچھے ہٹنے والا تھا کہ حضور نے مجھے آواز دے کر فرمایا محمد یوسف! آگے آؤ میں قریب پہنچا تو فرمایا یہ شیرینی میز پر رکھ دو اور بیٹھ جاؤ میں نے ویسا ہی کیا اور حیران رہ گیا کہ حضور نے کس طرح میرے دل کی کیفیت ملاحظہ فرمالی۔ پھر جمعہ کے بعد ویسا ہی ہوا۔ آپ نے وہ شیرینی تمام حاضرین میں بانٹ دی اور میں دُرویشوں کو کھاتا ہوا دیکھ کر صبر کے گھونٹ پیتا رہا۔

ایک شکستہ دل کی تالیف:۔ ماسٹر حق نواز ولد غلام محمد بلوچ (م: 20 اگست 2010ء) نے مجھے بتایا میں حضرت خواجہ کا مرید تھا اور جھنگ ایف۔اے میں پڑھتا تھا۔ وہاں شورکوٹ سے ایک لڑکا داخل ہوا۔ میری نظر جونہی اُس پر پڑی اُس کی صورت میرے دل میں گھر کر گئی۔

؏۔ تیز نگاہے نشت مسکن خود جاں گذاشت

(کسی نگاہ کا تیر ایسے لگا۔ سینے میں آبیٹھا کہ جان اپنا ٹھکانہ چھوڑ گئی)

حالانکہ ہم کلاس میں کم وبیش اڑھائی سو طلباء تھے میں بڑا پریشان ہوا۔ بلوآنہ شریف حاضر ہوا تو مجھے دیکھتے ہی حضور نے فرمایا "حق نواز! آج میں تمہارے دل میں اپنی محبت نہیں دیکھ رہا" میں نے تمام واقعہ عرض کر دیا کہ حضور میں ابھی تک اُس لڑکے کا نام بھی نہیں جانتا صرف اُسے دیکھنے سے اس کی صورت میرے دل پر قبضہ کر گئی ہے۔ حضور مسکرائے اور فرمایا۔ ہم ابھی تمہارے دل پر اُسکا قبضہ چھڑوا دیتے ہیں بس ایک نگاہ فرمائی پھر کیا تھا اُس لڑکے کا خیال بھی میرے دل سے جاتا رہا اور اس کی جگہ حضور کی محبت پیدا ہوگئی۔

امتحان میں کامیابی:۔ ماسٹر حق نواز ولد غلام محمد بیان کرتے میری ہمشیرہ (والدہ افتخار احمد) کا ریاضی کا پیپر تھا۔ لیکن وہ بیمار ہوگئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کی بیماری کا عرض کیا حضور نے دُعا فرمائی اور

ارشاد فرمایا اُسے کہنا صبح ضرور پیپر دے آئے کامیاب ہوگی میں نے عرض کی اُس نے پڑھا بھی نہیں ہے حضور نے فرمایا رات کو چار پانچ سوال دیکھ لے وہی آجائیں گے۔ میری ہمشیرہ نے رات کو جو سوالات کتاب سے دیکھے وہی دوسرے دن امتحان میں آئے اور حضور کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے اُسے سالانہ امتحان میں کامیاب فرمایا۔

حشرات الارض کی فرمانبرداری:۔ میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا بلوآنہ شریف کے ایک بلوچ (جس کا نام میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا) نے ایک روز والد صاحب قبلہ سے بطور آزمائش کہا جناب! آپ بڑی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں اور بڑے مسائل بیان کرتے ہیں کیا آپ کچھ کر کے دکھا بھی سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا جاننے والوں کو آزمانا نہیں چاہیے مگر تم آزمالو۔ اس نے کہا پھر مجھے آج کچھ دکھائیں۔ جہاں آپ اور وہ کھڑے تھے نیچے زمین میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ حضور نے کچھ پڑھ کر اس سوراخ پر پھونک ماری تو وہاں سے ایک موٹا تازہ بچھو نکلا۔ حضور نے اسے پکڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور فرمایا۔ دیکھو یہ ہمیں ڈنگ نہیں مارتا ۔جب سے ہم نے خدا تعالیٰ کے ساتھ دوستی قائم کی ہے اس کی مخلوق بھی ہماری دوست بن گئی ہے۔ یہ سن کر اُس نے کہا اِس بچھو کا تو ڈنگ ہی مَرا ہوا ہے اس نے کیا تکلیف دینی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسی بات ہے تو اسے تم اپنی ہتھیلی پر رکھ کر دکھاؤ؟ جونہی اُس نے اپنی ہتھیلی پر رکھا تو بچھو نے ایسا ڈنگ مارا کہ اُس کا رنگ بدل گیا اور دَرد سے چلا اُٹھا کہ میرا تو سارا بازو سو گیا ہے۔ میں دَرد سے مَر رہا ہوں مہربانی فرماؤ یہ تکلیف دور کرو۔ آپ نے فرمایا۔ اب سناؤ۔ اُس نے کہا آپ کی آنے والی پُشتوں کو بھی مان گیا ہوں۔ مہربانی فرمائیں میں نے جو کچھ دیکھنا تھا دیکھ لیا ہے۔ آئندہ میری توبہ ہے آپ نے اس کے ہاتھ پر دَم فرمایا تو درد فوراً ختم ہو گیا۔

خونخوار کُتّے کا سجدہ کرنا:۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ اپنا ایک ذاتی مشاہدہ اپنے ملفوظاتِ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ کہ ”ایک مرتبہ ہم قبلہ والد صاحب کے ساتھ موضع نکہ دولتانہ جا رہے تھے۔ جب موضع ستیانہ سے گزرے تو ایک زمیندار کا کُتا کھل گیا۔ اُسکی زنجیر ٹوٹ گئی تھی وہ بڑا خونخوار تھا اور اسی جانب دوڑ پڑا جس طرف سے ہم آرہے تھے۔ حضور گھوڑی پر سوار تھے پانچ، سات دُرویش ہمراہ تھے۔ کتے کا مالک دوڑتا ہوا اور شور مچاتا آرہا تھا کہ بھائیو! اپنا دفاع کرنا، بچاؤ کرنا، کُتا بڑا خطرناک ہے کہیں تمہیں کاٹ نہ لے۔ حضور نے فرمایا اسے کچھ نہ کہنا۔ بزرگوں کے ساتھ رہو تو پتہ چلتا ہے کہ بزرگی کی شان کیا ہے، دُرویشی کیا چیز ہے، رب کی دوستی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تم کُتے کو کچھ نہ کہنا۔ آرام سے کھڑے رہو۔ میں نے اسے پہچانا ہوا ہے۔ یہ بھولے ہوؤں کو کاٹتا ہے ہمیں نہیں کاٹے گا۔ وہ کتا دوڑتا ہوا آیا اور حضور کی گھوڑی کے سامنے سجدہ کر دیا۔ آگے والے پاؤں لمبے کر کے پھیلا دیے اور سر زمین پر رکھ دیا۔ پچھلے پاؤں ویسے کھڑے ہیں اور دُم ہل رہی ہے۔ سجدہ میں پڑا ہے۔ یہ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔

کافی عرصہ پیٹ میں سوکھے بچے کی ولادت:۔ رانا محمد بشیر سکنہ منگانی شریف یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں ہی سوکھ گئے۔ ڈاکٹروں، حکیموں سے انکے والدین نے بہت علاج کروایا مگر بات نہ بنی آخر انکی والدہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کے لیے عرض کی حضور نے پانی دم فرما کر دیا اور ارشاد ہوا۔ ان شاء اللہ یہ بچہ جو ایک عرصہ سے تیرے پیٹ میں سوکھ گیا تھا اب ہرا ہو جائے گا۔ اور بڑی عمر پائے گا۔ اسکا نام "محمد بشیر" رکھنا۔ رانا صاحب کی والدہ سے میں نے خود سُنا حضور کی دُعا سے یہ میرا عرصہ سے سوکھا ہوا بچہ تندرست پیدا ہوا۔ پھر وہ مائی صاحبہ جب تک زندہ رہیں دربار شریف پر حاضر ہوتی رہیں اور یہ کرامت سُنایا کرتیں رانا صاحب بڑے ہوئے تو انہیں حضور قبلہ عالم غریب نواز کا مرید کروایا۔ اکثر رانا صاحب جب حاضرِ خدمت ہوتے تو حضور قبلہ عالم انہیں دیکھ کر فرماتے "یہ میرے والد صاحب کی زندہ کرامت ہے" اور اُن کے حال پر عنایت رکھتے۔

سانپ کاٹے کا نظر (توجہ) سے علاج:۔ میں نے حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا ایک مرتبہ دھڑ شریف خلیفہ میاں فیض احمد کھوجہ کو سانپ نے ڈس لیا۔ سانپ بڑا زہریلا تھا فوراً اثر دکھا گیا وہ بے ہوش تھا اور اس کے بچنے کی اُمید باقی نہ تھی۔ دُرویش اُسے اُٹھا کر حضرت اقدس دھڑویؒ کی خدمت میں لائے۔ حضور نے والد صاحب قبلہ کو طلب کیا اور فرمایا۔ اس کی ایک چیز میں اپنے قبضے میں لیتا ہوں دوسری تم لے لو۔ یعنی دل پر میں توجہ کرتا ہوں اور دماغ پر تم کرو۔ دیکھتے ہیں زہر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟ بس یہی علاج ہوا۔ اور میاں فیض احمد اُسی وقت اُٹھ بیٹھا۔ حالانکہ پہلے بے ہوش تھا اور اس کے زندہ رہنے کی امید بھی نہ تھی۔ فرمایا اب وہم نہ کرنا تم ٹھیک ہو۔ کچھ دیر بعد والد صاحب قبلہ کو اجازت ہوئی۔ چونکہ میاں فیض احمد ہی آپ کو سائیکل پر بٹھا کر دھڑ شریف لایا تھا۔ لہٰذا وہ تندرست ہو کر سائیکل چلانے لگا۔ وہ کہتا تھا۔ راستے میں ایک نہر کے کنارے پہنچے تو مجھے پیاس کی شدت محسوس ہوئی میں نے حضور سے عرض کی اگر لسی کہیں سے مل جائے تو بڑی بات ہے حضور ٹھہر گئے اور میں کپڑوں سمیت نہر میں کود پڑا۔ خوب نہایا اِسی دوران ایک آدمی لسی کا کٹورا لے کر وہاں سے گزرا حضور نے اُس شخص سے میرے لیے لسی طلب فرمائی وہ وہیں بیٹھ گیا اور سارا کٹورہ میرے حوالے کر دیا۔ پیاس اتنی شدید تھی کہ میں اکیلا وہ سارا برتن خالی کر گیا۔ اور پھر وہاں سے بخیرو عافیت بلوآنہ شریف آ گئے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف نے یہ واقعہ میاں فیض احمد کے بیٹوں کو بتایا تو انہوں نے مزید کہا کہ یہ اثر انہیں ساری عمر یاد دلاتا رہا۔ ہر سال انہی ایام میں اچانک انکی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں جیسے نشہ طاری ہو۔ اس دوران وہ لسی پیا کرتے اور ایک دو دِن میں نارمل ہو جاتے یعنی یہ کرامت ہر سال انہیں یاد دہانی کراتی رہی۔

موت سے مہلت:۔ حضرت خواجہؒ حویلی لعل میں جب دوسری مرتبہ تشریف لے گئے۔ تو حافظ غلام محمد موچی کی والدہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی حضور! میرے بیٹے غُلام محمد پر نزع کا وقت ہے اور وہ بڑی مُشکل سے سانس لے رہا ہے۔ حضور مہربانی فرما کر ہمارے گھر تشریف لائیں۔ جب آپ اُس کے گھر پہنچے تو دیکھا واقعی حافظ

صاحب پر نزع کا عالم تھا۔ اُن کی والدہ حضرت خواجہؒ کے قدموں سے لپٹ گئیں اور عرض کی حضور دُعا فرمائیں کہ میرا بیٹا اُٹھ کر دو چار باتیں میرے ساتھ کر لے۔ آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے بس اُسی وقت حافظ صاحب بالکل صحیح سلامت بسترِ مرگ سے اُٹھ بیٹھے اور اپنی والدہ سے باتیں کرنے لگے آپ نے حافظ صاحب کی والدہ سے فرمایا "جامائی تیری اور تیرے بیٹے کی قسمت۔ اگر تُو کہتی کہ یہ بالکل ٹھیک ہو جائے تو یہ تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگ جاتا۔ مگر بدقسمتی سے تم نے دو، چار باتوں کی مہلت مانگی تھی۔ جو کہ ہم نے اپنے مولا کریم سے لے کر دی۔" لہذا تھوڑی ہی دیر بعد حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی دُعا سے دَمہ چلا گیا:۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ تہجد سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ میاں اللہ دتہ موچی قدمبوس ہوا اور عرض کی۔ حضور! میری بیوی کو دَمہ کی بڑی تکلیف ہے۔ لہٰذا دُعا فرمائیں۔ آپ نے تھوڑا سا نمک اسے دم کر کے دیا اور فرمایا "یہ نمک اسے کھلا دینا ان شاء اللہ مرتے وقت تک دَمہ کی تکلیف نہ ہوگی" اور اُس نے گھر پہنچ کر کھلا دیا۔ اس واقعہ کو تادم تحریر چھپن (56) سال کا عرصہ گُزر چکا ہے لیکن آج تک پھر اسے دَمہ کی شکایت نہیں ہوئی۔

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست:۔ بابا خادم حسین دُرویش بتایا کرتا ایک روز حضرت خواجہ اپنے چوبارہ پر تشریف فرما تھے اور حسبِ معمول گفتگو فرما رہے تھے اچانک فرمایا "غلام قادر اچھا نہیں کر رہے ہو" میں بڑا حیران ہوا اور عرض کی حضور یہاں غلام قادر کہاں سے آ گیا۔ آپ نے فرمایا وہ سامنے دیکھو غلام قادر کیا کر رہا ہے؟ اب جو میں نے دیکھا تو میری نظروں کے سامنے بھی حجاب اُٹھ گیا اور حیران ہوا کہ میاں غلام قادر (کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین) اپنی گلی کے کونے پر کھڑا پولیس پر فائرنگ کر رہا تھا۔ لیکن فائر مِس ہو رہا تھا۔ پولیس تو اسکے ہاتھ میں پستول دیکھ کر ڈر گئی۔ لیکن فائر چل گیا اور سامنے تالاب میں بیٹھی ایک چیل گولی لگنے سے مَر گئی۔ اور یہ تمام واقعہ ہم نے بلوآنہ شریف بیٹھ کر دیکھا۔ بعد ازاں میاں غلام قادر پر جب ناجائز اسلحے کا کیس چلا تو منڈی بہاؤالدین کی عدالت میں جج نے تین بار اسے چودہ سال قید کا حکم لکھا مگر ہر بار کاغذ پر رہائی کا حکم لکھا جاتا تھا جج بڑا متعجب ہوا معاملہ کی نزاکت سمجھ گیا اور بَری کر دیا۔ پھر تنہائی میں میاں صاحب کو بلا کر واقعہ سنایا اور کہا تمہارا پیر کامل ہے جس نے تمہیں بچا لیا۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست دست او جز قبضۂ اللہ نیست

(پیر کامل کا ہاتھ دُور دراز اور غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر نہیں ہے کیونکہ ان کا ہاتھ سوائے قبضۂ جلّ و علیٰ کے کوئی دوسری چیز نہیں)

ایک مائی کو لڑکی اور لڑکے کی بشارت:۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ اپنے خلیفہ میاں عبدالغفور خان بلوچ ساکن "لالی دا تھڑہ" کی دعوت سے واپسی پر رات کو دُرویش حاکم خان بلوچ کے ہاں "قبہ" کے مقام پر قیام

فرمایا۔ صبح جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک شخص احمد خان بلوچ کی تین بیٹیوں نے دوڑ کر آپ کے گھوڑے کی لگام کو تھام لیا۔ اور عرض کی ہمیں اللہ تعالیٰ سے ایک بھائی لے کر دیں۔'' آپ نے فرمایا میں کل شام سے یہیں پر تھا پہلے کیوں نہ کہا اب روانہ ہوا تو پھر تمہیں یاد آیا' جب وہ بار بار اپنے سوال کو دہرانے لگیں تو فرمایا'' اس دفعہ بھی تمہاری ماں کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ وہ رونے لگیں تو ارشاد ہوا، خداوندِ کریم سے ہم نے تمہارے لیے ایک بھائی مانگا ہے۔ جو اُس نے تمہاری ماں کے پیٹ میں لڑکی کے ساتھ ہی رکھ دیا ہے۔ لہٰذا لڑکی اور لڑکا اکٹھے پیدا ہوں گے۔ لڑکی صحت منداور لڑکا چھوٹا سا اور کمزور ہو گا۔ تم اُس کی پرورش کرنا وہ صحت مند ہو کر بڑی عُمر پائے گا۔ اور وہ لڑکی مہینہ بھر کی ہو کر مَر جائے گی'' آپ کا فرمان پورا ہوا وہ دونوں اکٹھے پیدا ہوئے۔ لڑکی تو مرگئی مگر لڑکا صحت مند ہو گیا۔ اُس کا نام ''محمد نواز خان'' ہے تا دمِ تحریر زندہ سلامت ہے اور اسکی کافی اولاد ہے۔

بندوق کی گولیوں کا بے اثر ہونا:۔ میاں غلام قادر سکنہ کوٹ بلوچ نے ایک روز عرض کی حضور! میرے دشمن بہت ہیں جو ہر وقت مجھ پر بندوقیں تانے پھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا'' ڈرو نہیں، تمہاری موت گولی سے نہیں آئے گی'' حضرت خواجہ کے وصال سے کم و بیش دس سال بعد کا واقعہ ہے کہ ایک بار میاں غلام قادر اور منظور حسین جو پیر بھائی ہونے کے علاوہ آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ منڈی بہاؤالدین سے واپس آرہے تھے راستے میں دشمن گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ میاں غلام قادر پر اتنی گولیاں برسائی گئیں کہ ان کی چادر اور کپڑوں میں گولیوں کے چھروں سے سوراخ پڑ گئے مگر اسے کچھ نہ ہوا حالانکہ ہمراہی منظور حسین شہید ہو گئے تھے۔ بعد ازاں دُرویشوں کو وہ کپڑے دکھانے کے لیے دربار شریف پر بھی لائے گئے۔

ایک مُردہ کا زندہ کرنا:۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہؒ چالیس افراد کی جماعت کے ہمراہ پیدل عُرس مبارک پر سند یلیانوالی شریف روانہ ہوئے۔ آپ کے اکثر خُلفاء، قریبی خُدّام، پیر بھائی اور کچھ مضافات شورکوٹ کے مُریدین بھی ساتھ تھے۔ راقم الحروف نے میاں سُلطان محمود کھوڑی اور دیگر اُن دُرویشوں کی زُبانی سُنا جو قافلہ میں شریک تھے۔ جب آپ راستہ میں پیر محل کے قدیم قبرستان سے گذرے تو دُرویشوں نے اِصرار کیا حضور آج کوئی مُردہ زندہ فرمائیں۔ آپ نے پہلے تو اُنہیں کافی سمجھایا لیکن جب سب وہیں بیٹھ گئے تو آپ ایک قبر پر جو سب سے بوسیدہ نظر آرہی تھی اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور دُعا فرمائی۔ ابھی آپ کے ہاتھ نیچے نہ ہوئے تھے کہ اچانک قبر کھلی اور صاحب مزار جو کہ سفید ریش تھے نمودار ہوئے اور دست بستہ عرض کی حضور میں نیکوکارہ ہوں۔ جب میں فوت ہوا تو میری عمر بمشکل بارہ برس تھی۔ اب قیامت کے خوف سے داڑھی بھی سُفید ہو گئی ہے۔ بعد ازاں اُس نے اِجازت طلب کی اور دوبارہ قبر میں غائب ہو گیا۔ سُبحان اللہ، قرآن مجید میں بھی ہے۔ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۔ (پ ۲۹ ع ۱۳) اگر تم بھی کفر کرتے رہے تو اُس دن

عذاب سے کیسے بچو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

حضرت خواجہؒ نے سب دُرویشوں کو تاکید فرمائی کہ اب یہ واقعہ حضرت شیخ سے عرض نہ کرنا ورنہ آپ ناراض ہوں گے۔ لیکن جب سندیلیانوالی شریف پہنچے تو دُرویشوں سے رہا نہ گیا اور اُنہوں نے تمام واقعہ حضرت اقدس دہڑویؒ کی خدمت میں عرض کر دیا آپ حضرت خواجہؒ پر ناراض ہوئے اور فرمایا "آج کے بعد پھر کوئی مردہ زندہ نہ کرنا کیونکہ فقیر کے لیے یہ کام اچھا نہیں ہوتا" اور سب دُرویشوں پر بھی خفا ہوئے کہ تم لوگوں نے مردہ زندہ کرنے کے لیے انہیں مجبور کیوں کیا۔

سوزاک کی مرض سے نجات:۔ میاں محمد نواز موچی کو سوزاک کی بڑی تکلیف تھی۔ یہاں تک کہ وہ چارپائی سے نیچے بھی نہ اُتر سکتا تھا۔ میاں اللہ دتہ موچی نے آستانہ شریف پر حاضری کے موقع پر حضرت خواجہؒ سے جب اس کی شفاء یابی کے لیے میں عرض کی تو آپ نے فرمایا اللہ دتہ تم جانتے ہو کہ ہمارے شیخ سو کوس دور بیٹھے ہیں لیکن ہم جو بھی غلطی کرتے ہیں وہ اسے جانتے ہیں۔ پھر آپ نے میاں محمد نواز کی چار غلطیاں بتاتے ہوئے فرمایا میں اسے ہر غلطی پر منع کرتا رہا لیکن جب وہ باز نہ آیا تو اُسے یہ سزا ملی ہے۔ میاں اللہ دتہ موچی نے اُس کی معافی کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا گھر جا کر اُسے میری طرف بھیجنا۔ میاں اللہ دتہ نے گھر جاتے ہی میاں محمد نواز کو اُس کی غلطیوں سے آگاہ کیا اور وہ بڑی مشکل سے گاڑی میں سوار ہو کر حاضر خدمت ہوا آپ نے اُسے معافی دی اور دم بھی فرمایا۔ پھر واپسی پر فرمایا اب تم کسی حکیم کے پاس گے وہ تمہیں صرف چار آنے کی دوائی دے گا اور تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح ہوا جب وہ اپنے گھر واپس ہوا تو رستہ میں اُس کی ملاقات ایک حکیم سے ہوئی۔ اُس نے کہا تم چار آنے مجھے دو میں تمہیں ایک دوائی دیتا ہوں جس سے تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اور اُسی چار آنے کی دوائی سے وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

دستِ فقیر اور خزانہ غیب:۔ راقم الحروف نے خلیفہ میاں فیض احمد کھوجہ کی زُبانی سُنا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ اور میں دہڑ شریف پیدل روانہ ہوئے۔ جب ہم گوکیرہ بنگلہ پہنچے تو میں اس قدر تھک گیا کہ آگے چلنے کی ہمت نہ رہی۔ حضرت خواجہ ایک تانگے والے کے پاس گئے اور فرمایا ہمیں دہڑ شریف تک چھوڑ آؤ۔ اُس نے پانچ روپے مانگے۔ آپ نے فرمایا تم چلو وہاں پہنچ کر ہم تمہیں کرایہ دیں گے وہ چل پڑا میں راستہ بھر سوچتا آیا کہ نہ تو کوئی روپیہ میرے پاس ہے اور نہ ہی حضور کے پاس ہے۔ پتہ نہیں اب کہاں سے دیں گے؟۔ جب ہم دہڑ شریف کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا تانگہ یہیں روک دو اور نیچے اُتر آئے پھر اپنی جیب سے روپوں کی بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور ان میں سے پانچ روپے تانگے والے کو دے کر آستانہ شریف کی طرف چل پڑے ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ حضرت خواجہؒ نے اپنے عصا سے زمین میں تھوڑا سا گڑھا کھود کر وہ تھیلی اُس میں دبا دی۔ میں حضرت خواجہ کے اس فعل پر بڑا حیران ہوا کیونکہ پہلے ایسا دیکھنے میں کبھی نہ آیا تھا۔ وہ تانگے والا ہمیں دیکھ رہا تھا۔ جب ہم ذرا آگے چلے گئے تو اُس نے وہ جگہ دوبار کھودی لیکن اُسے وہاں پر کچھ نہ ملا۔ وہ حیران و پریشان ہو کر دوڑتا ہو

ہمارے پاس آیا اور حضرت خواجہؒ سے اس غلطی پر معافی کا طلب گار ہوا۔ آپ کے زمانہ میں اس قسم کے حالات و واقعات اکثر ہوتے رہتے تھے۔ عموماً دھڑ شریف محفل سماع کے دوران جب حضرت خواجہؒ حالت وجد میں ہوتے تو اپنی داہنی ران کے نیچے مٹھی بھر بھر کے رُوپے قوالوں کے سامنے پھینکتے رہتے۔ اور اِس طرح معلوم ہوتا جیسے اس ران کے نیچے رُوپوں کی مشین لگی ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس دھڑویؒ کے برادر اصغر پیر سیّد اسوار شاہ بخاری نے حالتِ وجد میں جبکہ آپ روپوں کی مُٹھیاں بھر بھر کر قوالوں کے سامنے پھینک رہے تھے۔ اُنہوں نے جلدی سے آپ کی ران اُٹھا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس واقعہ سے وہ بڑے متاثر ہوئے اور دُرویشوں سے کہا حافظ صاحب کی ران کے نیچے روپوں کا ہونا عنایتِ خُداوندی ہے ورنہ وہاں پر ایک روپیہ بھی نہیں ہوتا۔

جان کے بدلے جان کا نذرانہ:۔ ایک مرتبہ میاں شہامند خان گھبرایا ہوا حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی میرا بیل بیمار ہو گیا ہے ایسے لگتا ہے زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا۔ حضور نگاہِ کرم فرمائیں۔ آپ نے ایک دُرویش سے فرمایا جلدی سے کوئی مرغہ لے آؤ۔ وہ دوڑ کر لے آیا۔ حضرت خواجہ نے دُعا مانگی اور اُسے ذبح کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میاں شہامند خان کے گھر سے ایک آدمی نے آکر بتایا کہ بیل ٹھیک ہو گیا ہے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں اُس وقت ایک مولوی صاحب بیٹھے تھے انہوں نے عرض کیا۔ حضور! یہ معاملہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے یہ عام فہم بات نہیں اور نہ ہر کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ یہ طریقہ خود اللہ پاک نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔ پھر بطورِ وضاحت حضرت اسماعیلؑ کا واقعہ بیان فرمایا کہ اللہ پاک نے ان کی جان کے بدلے بہشت سے دُنبہ بھجوایا۔ حالانکہ حُکم بھی اپنا تھا۔ یہ پیاروں کے راز و نیاز ہیں۔ ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتے۔

بارش کا رُکنا:۔ لنگر شریف کی ایک بزرگ خادمہ مائی کرم بھری بلوچنی بتایا کرتی۔ ایک مرتبہ اسقدر بارش ہوئی کہ رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضور اب تو غریبوں کے مکان بھی گرنے لگے ہیں۔ دعا فرمائیں تا کہ بارش رُک جائے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا ''جاؤ باہر آسمان کی طرف منہ کر کے یہ کلمات کہو بارش رُک جائے گی''۔ میں نے باہر آ کے جونہی وہ کلمات کہے بارش رُک گئی۔

ایک شخص کو چوری پر تنبیہہ:۔ ایک شخص نے کماد سے چوری گنا توڑا۔ اور اُسے چوس کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے دیکھا تو فرمایا ''شرم نہیں آتی چوری کا مال کھا کر فقیر کی مجلس میں آتے ہو؟'' اُس نے انکار کی کہ میں نے کوئی چوری کا مال نہیں کھایا۔ حضور ناراض ہوئے اور فرمایا، تم نے فُلاں جگہ سے گنا توڑا، فُلاں جگہ بیٹھ کر چُوسا، میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم نے کتنا چُوسا ہے؟ وہ نادم ہو کر فوراً قدموں پر گر پڑا اور آئندہ کے لیے حضور کے دستِ مبارک پر توبہ کی۔

رضائے حق کی مخالفت کا نتیجہ:۔ ایک مرتبہ مائی بخت بھری (صالت کی بلوچنی) حضرت خواجہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی، "اللہ کے فقیر دعا کرو بارش ہو جائے مخلوق بڑی تنگ ہے"۔ حضور نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا سیکھو۔ جب وہ چاہے گا تو بارش آجائے گی۔ ویسے بھی ہمارے لیے خیر اسی میں ہے۔ اگر ابھی بارش آجائے تو تمہارا نقصان ہے۔ گائے مرجائے گی" اُس نے کہا میری گائے مرتی ہے تو مرجائے مگر بارش آئے۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بڑے زور کی بارش ہوئی لیکن اُس کی گائے مرگئی۔

زبانِ فقیر حق کی تدبیر:۔ راقم الحروف نے پیر نجی حسین صاحب کی زبانی سُنا۔ حضرت خواجہ نے ایک روز بابا خان محمد گجراتی سے فرمایا میں اپنے حجرہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں تم میرے بارے کسی کو نہ بتانا۔ "حضور تو حجرہ میں چلے گئے اور وہ بطور محافظ باہر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حاجی احمد خان چیئر مین[1] حاضر ہوا اور بابا خان محمد سے پوچھا حضور کہاں ہیں؟ اُس نے سوچا میں فقیر کا مُرید ہوں جھوٹ بھی نہیں بول سکتا لہٰذا حاجی صاحب کو بتا دیا کہ حضور اپنے حجرہ میں آرام فرمارہے ہیں۔ البتہ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ حاجی صاحب نے کہا آپ مجھ سے ناراض نہیں ہونگے ویسے بھی میں نے ایک ضروری بات کرنی ہے اور بابا خان محمد کے روکنے کے باوجود حجرہ کا دروازہ کھول کر اندر دیکھا تو پلنگ خالی پڑا تھا۔ حضور نہیں تھے۔ انہوں نے اُلٹا بابا خان محمد کو سخت سست کا کہ تم نے میرا لحاظ نہیں کیا اور جھوٹ بولا ہے میں حضور سے تمہاری شکایت لگاؤں گا۔ حاجی صاحب چلے گئے تو بابا خان محمد نے خود بھی حجرہ میں جھانک کر دیکھا لیکن وہاں حضور نہیں تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ حجرہ مبارک کوئی اور دروازہ یا کھڑکی بھی نہیں جہاں سے حضور کہیں اور چلے جاتے پھر حضور کہاں غائب ہو گئے؟ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ حجرہ مبارک سے حضور کے کھانسنے کی آواز آئی۔ دوڑ کر اندر آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضور اپنے پلنگ مبارک پر بدستور موجود ہیں۔ آپ نے بابا خان محمد کے چہرہ پر تشویش کے آثار دیکھے تو فرمایا "خان محمد! مرید کو چاہیے جو کچھ پیر فرمائے اُس پر عمل کرے"۔

---

(1) حاجی صاحب مرحوم اپنی قوم کے معزز شخص حضرت خواجہ کے دوست اور پیر بھائی تھے ان کا سارا گھرانہ حضرت اقدس دھڑویؒ کے دامنِ کرم سے وابستہ تھا۔ ان کے داماد ماسٹر محمد عظیم خان حضرت خواجہؒ کے بڑے مخلص دُرویش تھے۔ حاجی صاحب کو آپ نے ایک خصوصی وصیت بھی فرمائی تھی۔ منگانی شریف ایک مرتبہ حضور قبلہ عالمؒ نے حاجی صاحب سے جب اس وصیت کا ذکر فرمایا تو وہ حیران رہ گئے۔ اور کہا خُدا کی قسم یہ حضور اپنی ولایت کے نُور سے بیان فرمارہے ہیں۔ کیونکہ جسوقت حضرت خواجہ اور میرے درمیان یہ بات ہوئی تھی۔ ایک تو اسوقت آپ بہت چھوٹے تھے پھر کوئی تیسرا آدمی بھی پاس نہیں تھا اور نہ میں نے یہ بات کسی کو بتائی ہے۔

قلبی کیفیت سے آگاہی:۔ میاں شیخ احمد پٹھان ایک مرتبہ خلیفہ میاں محمد رمضان ارائیں اور میاں محمد وریام مسلم شیخ کو مرید کروانے کے لیے بلوآنہ شریف حاضر خدمت ہوا۔ حضرت خواجہؒ اُس وقت آرام دہ کُرسی پر تشریف فرما تھے۔ لہٰذا قدم بوسی کے بعد میاں شیخ احمد نے عرض کی حضور اِن دونوں کو مُرید فرمالیں۔ اُسی لمحے میاں محمد رمضان کے دل میں خیال آیا کہ میں تو کسی بڑے سیّد کا مرید ہوتا تو فوراً حضرت خواجہؒ نے میاں شیخ احمد سے فرمایا ''یہ جو وریام ہے اِس کو تو ہم مرید کر لیتے ہیں لیکن یہ جو ارائیں ہے اپنے دل میں کہہ رہا ہے کہ میں تو کسی بڑے سیّد کا مرید ہوتا'' بس حضرت خواجہؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ میاں محمد رمضان آپ کے قدموں پر گر پڑا اور زاروقطار رونے لگا۔ آپ نے اُسے پکڑ کر سینے سے لگایا اور فرمایا بیٹا میں آجکل سیّدوں سے دو آنے اوپر سیّد ہوں'' اور اُنہیں مرید کر لیا۔ عارف رومی کیا خُوب فرماتے ہیں۔

عاشقِ صادق جمالِ ذاتِ اُو اوست سیّد جُملہ موجودات اُو

(جو بھی جمالِ ذاتِ حق کا سچا عاشق ہوتا ہے وہ تمام موجودات عالم کا سردار ہوتا ہے)

جملہ امراض کے لیے ایک عجیب دم:۔ ایک مرتبہ خلیفہ میاں عُمر حیات خان بلوچ کی بیوی آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئی اور عرض کی حضور اکثر میاں صاحب گھر پر نہیں ہوتے اور دم کرنے والے لوگ مجھے تنگ کرتے ہیں لہٰذا کوئی ایسا دم عنایت فرمائیں جو ہر بیماری کے لیے مفید ہو۔ حضرت خواجہؒ مُسکرا دیئے اور فرمایا ''تمہیں ایک آسان سا دم بتاتے ہیں۔ جب کوئی مریض آئے تو اپنے مکان کے بالے گن لینا اور میرا تصور رکھ کر دم کر دینا ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا'' انہوں نے راقم الحروف سے بیان کیا۔ جب میں گھر واپس گئی تو دُوسرے روز کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ ایک آدمی کو چارپائی پر اُٹھا کر ہمارے ڈیرہ پر لے آئے اور مجھ سے میاں صاحب کے بارے میں پُوچھا۔ میں نے کہا وہ تو گھر پر نہیں ہیں یہ سُن کر مریض رونے لگا۔ اُس کی حالت زار دیکھ کر میں نے کہا تُم ذرا ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔ لہٰذا حضرت خواجہؒ کے دم کو آزمانے کے لیے میں اپنے کمرہ میں گئی اور بالے گن کر باہر چلی آئی۔ اور آپ کا تصور کر کے اُس کو دم کر دیا دوسرے روز وہی آدمی جسے لوگوں نے چارپائی پر اُٹھا رکھا تھا خود چلتا ہوا میرے پاس آیا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا مائی صاحبہ خُدا آپ کا بھلا کرے میں تو مر رہا تھا۔ لیکن جب آپ نے دم کیا مرض فوراً جاتی رہی اور میں تندرست ہو گیا ہوں۔ لہٰذا یہ ایک مُرغا اور دیسی گھی آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اس کا ہدیہ اُٹھایا اور بلوآنہ شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ مُسکرانے لگے اور فرمایا ''میں نہیں لیتا یہ سب تُمہارا ہے اور یاد رکھنا یہ دم اپنے خاوند کو نہ بتانا'' جب میرے دَم کی شہرت ہوئی تو کئی دفعہ میرے خاوند نے مجھ سے پوچھا کہ تم یہ کون سا دم کرتی ہو۔ لیکن میں نے کچھ نہ بتایا۔ آخر ہم دونوں میاں بیوی ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو آپ نے مجھے مُخاطب ہو کر فرمایا ''تو نے میرے والا دم میاں عُمر حیات کو

نہیں بتایا" میں نے عرض کی حضور انہوں نے پوچھا تو بہت ہے لیکن میں نے بتایا نہیں آپ میاں صاحب سے مُسکرانے لگے اور پھر مجھے فرمایا اب کوئی بات نہیں لہٰذا میاں کو بھی بتا دینا۔ اور میں نے انہیں بتا دیا۔ الغرض میں نے جس کو بھی آج تک دم کیا وہ شفایاب ہوا ہے۔ جو کہ حضرت خواجہؒ کی ایک ظاہر کرامت ہے۔

اے بوڑھے سُنا ہے تو بہت مارتا ہے؟:۔ خواجہ نُور محمد دُرویش راوی ہے کہ مجھے موضع مَلّہ دولتانہ سے مولوی محمد بخش عُرف پلیچو مرید کروانے کے لیے بلوآنہ شریف لایا اور حضرت خواجہؒ کا مرید کروایا۔ جب میرے والد صاحب کو معلوم ہوا تو وہ میرے گھر آئے اور مجھے مارا، پیٹا کہ ہم جدّی پشتی حضرت بابا فرید شکر گنج کے چشتی ہیں اور تو کسی قادری فقیر کا مرید ہو گیا ہے لہٰذا میں خاموش رہا۔ جب پچھلی رات کو میں نمازِ تہجد سے فارغ ہوا میرے والد صاحب بھی اُس وقت بیدار ہو گئے اور کہا نُور محمد مجھے بلوآنہ شریف کا راستہ بتاؤ۔ میں نے کہا آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی ہے تو انہوں نے کہا میرے ساتھ رات کو بہت کچھ ہو گیا ہے۔ تم خاموش رہو۔ میں نے راستہ بتا دیا اور وہ اُسی وقت روانہ ہو گئے۔ جب بلوآنہ شریف پہنچے اور حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے آتے ہی فرمایا "اے بُوڑھے سُنا ہے تو بہت مارتا ہے۔" وہ اسی وقت قدموں پر گر کر معافی کے طلب گار ہوئے اور مرید ہونے کے بعد بقیہ تمام اہل وعیال کو بھی آپ کا مرید کروا دیا۔

ایک چرواہے مرید کے لیے گاڑی کا رُکنا:۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ موضع مدوکی میں تشریف رکھتے تھے کہ وہاں پر چرواہا میاں محمد بخش ولد صالح محمد لُگوانہ مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور! میں مرید ہونا چاہتا ہوں مگر میری ایک شرط ہے کہ آپ ہر وقت میرے ساتھ رہیں جو آپ نے قُبول فرمائی۔ مرید ہونے کے کچھ دنوں بعد اُس نے اپنے ریوڑ میں سے ایک مینڈھا لنگر کے لیے پسند کیا اور لے کر چل پڑا۔ جب ریلوے اسٹیشن مدوکی پہنچا تو ٹکٹ لیے بغیر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اتنے میں ٹکٹ چیکر بھی آ گیا۔ اور ٹکٹ کے بارے پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔ یہ ریل گاڑی بھی میرے سائیں کی ہے اور یہ مینڈھا بھی میرے سائیں کا ہے۔ لہٰذا مجھے ٹکٹ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ ٹکٹ چیکر نے پاگل سمجھ کر گاڑی سے اُتار دیا۔ تو اُس نے کہا میں دیکھوں گا کہ میرا سائیں میرے بغیر اسے کیسے چلنے دے گا۔ اتنے میں گاڑی کے چلنے کا وقت بھی ہو گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی چلانا چاہی لیکن گاڑی (whistle) گھنٹی تو بجاتی تھی مگر چل نہ سکتی تھی۔ لاکھ کوشش کے باوجود جب کوئی تدبیر کار گر نہ ہوئی تو ٹکٹ چیکر نے میاں محمد بخش کو تلاش کر کے بڑی منت وسماجت سے گاڑی میں سوار کیا۔ جونہی میاں سوار ہوا تو گاڑی چل پڑی۔ بعد ازاں جب وہ بلوآنہ شریف پر پہنچا تو حضرت خواجہؒ نے اُسے آتے ہی فرمایا اب بتاؤ ہم تمہارے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں یا نہیں۔ تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا۔

ایک معروف خلیفہ کا دورانِ وعظ نہ بول سکنا:۔ ایک مرتبہ دہڑ شریف میلاد النبیؐ کے موقع پر حضرت اقدس دہڑویؒ نے اپنے خلفاء سے فرمایا سب حضرات تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے مجلس میں وعظ کریں۔ تو آپ کے ایک مشہور ومعروف خلیفہ صاحب جنہیں اپنے علم پر بڑا ناز اور فخر تھا۔ سب سے پہلے اسٹیج پر آ کھڑے ہوئے اور کہا "سنو میرے پیر بھائیو! میں آج تمہیں وہ بات بتاؤں گا جو نہ تم نے پہلے کبھی سُنی ہوگی اور نہ پھر سُنو گے" حضرت خواجہ اور دُرویشوں پر یہ بات گراں گزری کہ حضرتِ شیخ کی موجودگی میں ایسے کلمات کہنا سراسر بے ادبی اور گستاخی ہے۔ حضرت خواجہ نے اسے سبق سکھانے کے لیے اُسے دکھا کر اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دبے لفظوں سے کہا "اب پھر ہمارا بچہ ہوگا جو بول سکے گا" خلیفہ صاحب سمجھ گئے اور مزید طیش میں آ کر بولنا چاہا۔ مگر آواز بند ہو چکی تھی سب لوگوں کی نگاہیں خلیفہ صاحب پر تھیں اور وہ خاموش ساکت کھڑے تھے۔ آخر غصہ میں خود ہی اسٹیج سے اُتر آئے اور حضرت اقدس دہڑویؒ کی خدمت میں اپنی خجالت مٹانے کے لیے کہا ہم نے ایک عرصہ سے آپ کی خدمت کی لیکن نعمت اس حافظ کو دے دی جو کل ہی آیا ہے۔ اور ناراض ہو کر چلے گئے۔ پھر کافی عرصہ بعد حضرت خواجہ کی سفارش پر حضرت اقدس دہڑویؒ نے ایک منظوم خط لکھ کر انہیں طلب فرمایا اور اُن کی ناراضگی دُور کی۔

سُفید داغ کا تصوّر ہر مرض کی شفا:۔ ایک روز آپ کے چھوٹے بھائی بابا فضل الٰہی صاحب نے عرض کی حضور مجھے کوئی ایسا دم بتائیں جو میں بیمار یا کسی مرض میں مبتلا لوگوں پر کیا کروں۔ آپ نے اُسی وقت آپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور اپنے پیٹ پر سے ایک سفید گول روپیہ کے برابر داغ دکھا کر فرمایا اسے غور سے دیکھ لو اِس کا تصور کر کے جو بھی دم کرو گے ہر مرض کا مریض شفایاب ہوگا۔ حضرت بابا جی فرماتے ہیں کہ اُس سفید داغ پر قدرے سُفید بال بھی تھے جس کا تصور کر کے میں آج تک لوگوں کو دم کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مریض شفا پاتا ہے۔

ایک نظر سے قلب جاری ہو گیا:۔ میاں صالح محمد دُرویش ساکن "نواں" بیان کرتا ہے کہ میری عُمر بمشکل دس بارہ سال تھی اور میں حضور کا پڑوسی تھا دن رات حضور کی خدمت کرتا۔ رات کو لوگ جب چلے جاتے تو میں دیر تک حضور کے پاؤں دباتا رہتا۔ ایک روز میں حسبِ معمول حضور کے پاؤں مبارک دبا رہا تھا جب کافی دیر ہو گئی تو آپ نے فرمایا صالح محمد سو جاؤ میں نے عرض کی حضور جب آپ سوتے ہیں تو مُنہ مبارک سے ہُو ہُو کی ایسی پُر سوز آواز آتی ہے کہ مجھے بہت مزا آتا ہے۔ آپ نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر کے بعد جو آنکھ کھولی تو فرمایا صالح محمد سو جاؤ میں نے پھر وہی جواب دیا اور حضور نے آنکھیں بند کر لیں۔ تیسری بار جب بڑی دیر کے بعد آنکھ کھولی تو فرمایا صالح محمد سو جاؤ میں نے عرض کی حضور مجھے ہُو ہُو پر مزا آ رہا ہے۔ فرمایا اچھا تو بھی ہُو ہُو کے مزے لے۔ جیسے ہی حضور نے یہ الفاظ کہے میرا قلب جاری ہو گیا دل وزبان سے ہُو ہُو کا ورد شروع ہو گیا مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ نیم

بے ہوشی کے عالم میں گھر پہنچا تو قلب اس طرح جاری تھا کہ سب گھر والے جاگ اُٹھے۔ سادہ لوح والدین نے سمجھا کہ ہمارے بچے کو کچھ ہو گیا ہے ہاتھوں پر اُٹھایا اور حضور کی خدمت میں لے آئے۔ عرض کی جناب! صالح محمد کو کچھ ہو گیا ہے۔ فرمایا ہم نے اسے دودھ دیا تھا جو ہضم نہ کر سکا الغرض دستِ مبارک پھیرا تو وہ کیفیت جاتی رہی۔ پھر وہ درویش ساری زندگی افسوس کرتا رہا۔

یار کا راز افشاں نہ کرنا:۔ حضرت خواجہؒ کے آبائی گاؤں نواں ضلع میانوالی کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ پہلے پہل جو آپ کا مُرید ہوتا اُس پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ دُنیا دار لوگ اُسے دیوانہ کہتے اور کچھ لوگ حیران ہوتے کہ حافظؒ صاحب لوگوں کو ایسی کون سی بات بتاتا ہے کہ یہ لوگ لمحہ بھر میں اُس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ میاں صالح محمد دُرویش بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں نواں کے قریبی گاؤں گیا جو کہ ملک محمد خان اعوان خلیفہ حضرت اقدس دہڑویؒ کا گاؤں تھا۔ وہاں اُن کے چچازاد بھائی محمد عبداللہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو بھی حافظؒ صاحب کا مرید ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے پوچھا تمہیں حافظ نے کونسا وظیفہ بتایا ہے۔ میں نے کہا بتانے کا حکم نہیں۔ میں اُس وقت دس بارہ سال کا بچہ تھا، اُس نے پہلے مجھے رعب دیا پھر تھپڑ مارے مگر میں نے بتانے سے انکار کر دیا پھر اُس نے رسّی سے باندھ کر مجھے درخت کے ساتھ اُلٹا لٹکا دیا۔ اور کہا اب بتاؤ گے یا نہیں۔ میں نے کہا یہ میرے پیر کا راز ہے۔ حکم نہیں۔ مجھے اُس نے سارا دن درخت کے ساتھ اُلٹا لٹکائے رکھا اور ہر گھنٹہ کے بعد آ کر کہتا اب بتاؤ گے کہ نہیں میں وہی جواب دیتا۔ بخدا جب میں درخت کے ساتھ اُلٹا لٹکا ہوا تھا تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں درخت کے ساتھ سیدھا کھڑا ہوں۔ مجھے ذرّہ بھر تکلیف نہ ہوئی آخر اُس نے تھک ہار کر مجھے چھوڑ دیا اور کہا ان دیوانوں سے راز اُگلوانا ہمارے بس کی بات نہیں۔

لبِ مُبارک سے آنکھوں کو دائمی شفا:۔ بیربل ولد نور احمد بلوچ ساکن بلوآنہ شریف بیان کرتا ہے۔ کہ میں ابھی ماں کے دودھ پر ہی تھا کہ میری آنکھوں کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ کسی دوا سے شفا نہ ملتی تھی میرے والدین نے میرا بہت علاج کروایا۔ بڑے بڑے ہسپتالوں میں جا کر دکھایا مگر آنکھیں ٹھیک نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے کہا ہم کیوں نہ حضرت خواجہؒ سے دم کروائیں۔ وہ مجھے لے کر آپ کی خدمت میں آئیں۔ میرے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ اُس وقت حضرت خواجہؒ دربار شریف کے نزدیک ایک شیشم کا درخت کٹوا رہے تھے۔ وہ بہت بڑا درخت تھا۔ جڑیں تو کاٹی جا چکیں تھیں مگر اُس کا تنا باہر نہ نکل رہا تھا۔ میرے والد نے آتے ہی کہا کہ میرا بیٹا آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہے۔ کسی دوا سے شفا نہیں ملی۔ آپ اگر فقیر ہو تو اس کا کچھ کرو۔ حضور کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ آپ مُوڑھے پر تشریف فرما تھے۔ شیشم کے تنے کو پکڑ کر کھڑے ہوئے تو وہ تنا جو کافی آدمیوں سے باہر نہیں نکل رہا تھا ایک ہی جھٹکے سے باہر نکل آیا۔ فرمایا ادھر لے آؤ۔ میری والدہ لے گئیں تو

آپ نے اپنا لعاب مبارک نکال کر اُنگلی سے میری دونوں آنکھوں پر لگایا۔ گھر جاتے ہی مرض ختم ہوگیا اور اُس دن سے آج تک میری آنکھوں کو کوئی مرض لاحق نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ ہمارے گاؤں میں ایسی وبائیں بھی آئیں کہ تمام گاؤں کے لوگوں کی آنکھیں خراب ہو جاتی تھیں۔ مگر میری آنکھیں کبھی بھی خراب نہیں ہوئیں۔ الغرض یہ شخص حضرت خواجہؒ کی زندہ کرامت کا آج بھی مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

بیٹے کی دُعا اور جلدی کی سزا:۔ ایک مرتبہ خواجہؒ نور محمد دُرویش کی دُوسری بیوی نے عرض کی حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ کیونکہ میرے شوہر کی پہلی بیوی مجھے طعنہ دیتی ہے کہ میرا بیٹا ہے اور تیری بیٹیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کبھی دُعا کروانا اس وقت ہمارے پاس سلطان محمود کٹھوڑی بیٹھا ہے۔ جو ایک پاؤں سے معذور ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا بیٹا بھی اس جیسا ہو۔ اُس نے کہا بیٹا ہو چاہے دونوں ٹانگوں سے معذور کیوں نہ ہو۔ آپ نے اسے گڑ دم کر کے دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا کرے گا جو بائیں پاؤں سے معمولی لنگڑا ہوگا۔ اور اُس کے بازو پر نشان ہوگا۔ لڑکے کا نام محمد رفیق رکھا گیا۔ جو اب بھی لنگڑا کر چلتا ہے۔ تو حضرت خواجہؒ کا فرمان یاد آ جاتا ہے۔

ایک قبر سے عذاب کا ٹلنا:۔ حضرت خواجہؒ جب بھی کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین تشریف لے جاتے تو گاؤں کے مشرقی جانب قبرستان حضرت شیخو شہید بھیؒ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ خلیفہ میاں غلام رسول، خلیفہ میاں عمر حیات خان، ملک عبدالرحمٰن ثانی، خلیفہ میاں ماچھیا خان اور میاں سلطان محمود کٹھوڑی کے ہمراہ قبرستان کی طرف جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کی قبر تھی۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو چونکہ میاں ماچھیا خان کو کشف القبور تھا اُس نے قبر میں دیکھا تو وہ عورت عذاب میں مبتلا تھی لہٰذا اس نے میاں ماچھیا خان سے ہاتھ جوڑ کر کہا میں بہت گنہگار تھی مجھ پر سخت عذاب ہے۔ برائے مہربانی تُم حضرت خواجہؒ سے عرض کرو کہ وہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کریں میاں ماچھیا خان نے وہیں علیحدگی میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے اُس کے لیے دُعائے مغفرت فرمائی۔ پھر میاں ماچھیا خان قبر کی طرف متوجہ ہوا تو اُس عورت سے عذاب ہٹا لیا گیا تھا اور اُس کی روح سراپا تشکر و سپاس تھی۔

حضرت خواجہؒ اور ایک مجذوب فقیر:۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ دہڑ شریف جا رہے تھے۔ راستہ میں گوگیرہ بنگلہ کے نزدیک پیر بودیا نوالہ کے دربار پر ایک مجذوب فقیر بیٹھا تھا جس نے اُسی روز چودہ برس کی خاموشی کا روزہ کھولا تھا۔ اُس مجذوب نے جب آپ کو دیکھا تو نام لے کر اپنے پاس بُلایا۔ لہٰذا آپ اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ مجذوب بولا "اب پہچان جو لیا ہے گھر بیٹھے رہو۔ دہڑ شریف جا کر کیا کرو گے" حضرت خواجہ نے فرمایا پہچان کروانے والے کے احسان کا تقاضا ہے کہ جب تک دم میں دم ہے۔ شکر نعمت کے سبب اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہیں گے۔ اُس نے کہا یہ ازلی مقدر میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر بھی رہبر کا احسان مند رہنا چاہیے۔ مجذوب اپنی مستی میں تھا اُس نے کہا کیا احسان اور کون احسان مندی انہی باتوں میں تُو، تُو میں، میں ہوگئی۔

مجذوب جوش میں آگیا اور کہا جاؤ آج رات میں تم سے نپٹ لوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تو رات کو ہی معلوم ہوگا کون کیا کرسکتا ہے۔ اور روانہ ہوگئے۔ جب دھڑ شریف پہنچے تو سارا واقعہ حضرت اقدس دھڑویؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا میں تو سائیں شیرن پاک کی وجہ سے فتح پور گوگیرہ کے کتوں کا بھی ادب کرتا ہوں۔ اور تم ایک مجذوب سے جھگڑ آئے ہو۔ لہٰذا ہماری تو یہ مجال نہیں۔ اگر وعدہ کیا ہے تو کمزور کیوں پڑتے ہو؟ حضرت خواجہؒ فرماتے اُس روز عشاء کے بعد ہی مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور میں اپنے کمرہ میں آکر سو گیا۔ حاضر خدمت رہنے والے دُرویش بتاتے ہیں کہ ابھی آپ سوئے ہی تھے کہ یکدم اُٹھے اور چارپائی کے پاؤں والی جانب ہوگئے۔ پھر سے قریب ہی پڑی ایک اینٹ کو اُٹھایا اور اِس طرح بُلند کیا کہ وہ غائب ہوگئی بعد ازاں آپ دیر تک مُسکراتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت اقدس دھڑویؒ نے آپ کو طلب فرمایا اور گزشتہ شب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے عرض کی حضور! کل عشاء کے بعد ہی مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ ابھی لیٹا ہی تھا کہ اُس مجذوب نے اپنا عصا مجھے مارنا چاہا لیکن میں چارپائی کے سرہانے سے پاؤں کی طرف ہوگیا اور اُس کا وار خطا ہوگیا۔ پھر میں نے اپنی چارپائی کے نزدیک ہی پڑی ایک آدھی اینٹ اِس زور سے ماری کہ اُس کا سر پھٹ گیا۔ جس کی وجہ سے وہ مَر گیا۔ حضرت اقدس دھڑویؒ نے مُراقبہ فرمایا اور تصدیق کی کہ۔ اُس کا چودہ برس کی خاموشی کا اجر بھی ضائع ہوگیا۔ اور فوت بھی ہوگیا ہے۔ بعد ازاں آپ کو اجازت ہوئی۔ الغرض بوقتِ عصر جب آپ وہاں سے گُورے تو اُس مجذوب کا جنازہ تیار تھا۔ جب ملنگوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ فقیر صاحب کل رات کو اس سامنے والی بوہڑ (برگد) پر چڑھ گئے اور اپنے عصا کو ہوا میں لہرانے لگے۔ اچانک درخت سے نیچے گر پڑے اور یہ آدھی اینٹ ان کے سر پر لگ گئی۔ جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور انتقال ہوگیا۔ جب آپ کے ہمراہی دُرویشوں نے وہ آدھی اینٹ دیکھی تو یہ وہی تھی جو گزشتہ شب حضرت خواجہؒ نے یہاں سے تقریباً بیس میل دُور بیٹھ کر اُسے ماری تھی۔ جب ملنگوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ حضرت خواجہؒ کے قدموں پر گر پڑے اور معافی کے طلب گار ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے نہ صرف اُسے معاف کردیا بلکہ اُس مجذوب کا جنازہ بھی خُود پڑھایا۔ الغرض علاقہ فتح پور گوگیرہ میں حضرت خواجہؒ کی یہ کرامت بڑی مشہور ہوئی۔

فیضانِ خواجہ حافظؒ

نظر بسوئے خود کن کہ تو جانِ دلربائی
مفکن بخاکِ خودرا کہ تو از بلند جائی

(اپنے آپ کو دیکھ کہ تو معشوق کی جان ہے۔ اپنے آپ کو ذلیل نہ کر کیونکہ تو اصل میں اعلیٰ جگہ ہے۔)

تو زِ چشمِ خود نہانی تو کمالِ خود چہ دانی
چو دُر از صدف بیروں آ کہ بس گراں بہائی

(تو اپنی آنکھ سے پوشیدہ ہے تو اپنے کمال کو کیا جانے۔ موتی کی مانند سیپی سے نکل۔ کیونکہ موتی کی قیمت سیپی سے پنہاں ہے۔)

تو چہ طلبی از زمانہ چرا گشتی در جہاناں
آفاق داری النفس تو آں گنج بے بہائی

(تو زمانہ سے کیا ڈھونڈتا ہے۔ جہاں میں کیوں خوار ہوتا ہے۔ تمام جہان تیرے اندر ہے تو وہ بیش قیمت خزانہ ہے)

عالم کبیر۔ ہستی، عالم صغیر گشتی
عالم کبیر در تست تو رازِ ذات الٰہی

(تو بڑے حال سے ادنیٰ حال میں وارد ملا ہے۔ تجھ سے ایک بڑا جہان آباد ہے کیونکہ تو اللہ کا راز ہے۔)

در اختیار داری خواہی چو جان عاشق
لبیک گفتہ آید چو تو خنجر آزمائی

(تو اختیار رکھتا ہے۔ جب چاہے عاشق کی جان پر وہ لبیک کہتی ہوئی حاضر ہے۔ خواہ خنجر چلائے۔)

از سینہ محباں آمد چو تیز نالہ
رفت از بلند سدرہ ازیں ساز بے نوائی

(عاشقوں کے سینہ سے جب تیز نالہ نکلے۔ وہ سِدرَۃُ الْمُنْتَھٰی سے بلند جاتا ہے۔ خواہ یہ ساز بے آواز ہے۔)

دِل من بزور بُردی بازِ حالِ ما نہ پُرسی
ہستم چونیم لبسمل بے آب ہچو ماہی

(میرے دِل کو جبراً تو نے موہ لیا پھر آ کر حال نہ پوچھا۔ نیم بسمل کی طرح یا بے آب مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہوں۔)

اے دل مشو دیوانہ ایں است کوئے جاناں
با ادب گو فانہ بحضور بارگاہی

(اے دل دیوانہ نہ ہو یہ معشوق کی گلی ہے۔ یہاں باادب رہنا لازم ہے۔ بارگاہِ اعلیٰ ہے۔)

حاجت نہ ہیچ دارد چوں بخوانی نفسِ خود را
اقرا کتٰبک آمد کافی ترا آگاہی

(جب تو اپنی کتاب آپ پڑھے تو پھر تجھے کسی چیز کی حاجت نہ رہے گی۔ اقرا کتٰبک کا حکم ہی آگاہی کو کافی ہے۔)

در صورتِ جہاں است جانانِ جاں بے صُورت
بلباسِ ماسوائے است خُود ذاتِ کبریائی

(بے صورت محبوب، جہان کی صورت میں ہے۔ ماسوا کے ہر لباس میں خُود اللہ کی ذات پاک ہے)

تو گویدت کہ آید ایں از ہمہ زبانت
نے من نے زباں ما کُلہٗ، ز دلربائی

(تیری طرف حکم ہے تیری ہی زبان سے نہ ہم ہیں اور نہ ہماری زبان کوئی شئے ہے۔ جو کچھ ہے اللہ ہی اللہ ہے۔)

شانِ ترا چہ گویم فتبارک اللہ گوید
اے سِرِّ ذاتِ حقّی احسن ترا زیبائی

(تیری شان میں کیا کہوں خُود اللہ پاک فرماتا ہے۔ اے اللہ کے بھید حُسن تجھ کو زیبا ہے۔)

درد ایں غلامؔ عطا شُد زِ خوشبوئے گُل محمد
داری چو درد دَر دل ہمیں دَرد ہست دَوائی

(اس غُلام (غلام رسول) کو خُوشبوئے حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادریؒ سے درد ملا ہے۔ جب دردِ دل میسر ہوا تو تمام دردوں کی دوا میسر ہوئی۔)

از خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحبؒ

الحمدُ للہ کہ دریں حالات و بابرکات سیّدی وجدی حضرت خواجہ حافظ گل محمد قُطبی قادری نُور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ در ایام سعادت فرجام عشرۂ ثانی بماہِ صیام المُبارک ۱۴۱۷ھ تمام شد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیرانِ پیر حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ

حضرت قطبِ عالم پیر محلویؒ

حضرت سلطان ہاتھیوانؒ

حضرت شیرِ یزادانی فتح پوریؒ

حضرت سردار الاصفیاء دھڑویؒ

حضرت قبلہ عالم منگانویؒ

حضرت خواجہ حافظ پاکؒ

حضرت عون قطب شاہ علویؒ

باباجی مولینا غلام محمدؒ

باباجی خواجہ یار محمدؒ

حضور خواجہ حافظ پاکؒ

حضرت قبلہ عالم منگانویؒ

حضرت قبلہ عالم منگانویؒ

حضور خواجہ حافظ پاکؒ

روضہ کے ساتھ دوسری مسجد اور کنواں

حضور قبلہ عالمؒ، بوہڑ کے نیچے تشریف فرما ہیں بلوآنہ شریف

زیرِ تعمیر روضہ حضور حافظ پاکؒ

حضور عالمؒ، عرصہ قیام بلوآنہ شریف

دھڑ شریف میلادالنبیؐ کے موقع پر حضرت اقدس
دھڑوی تشریف فرما ہیں۔ آپ کے دائیں، بائیں
حضور حافظ پاکؒ اور حضور قبلہ عالم منگانویؒ بیٹھے ہیں۔
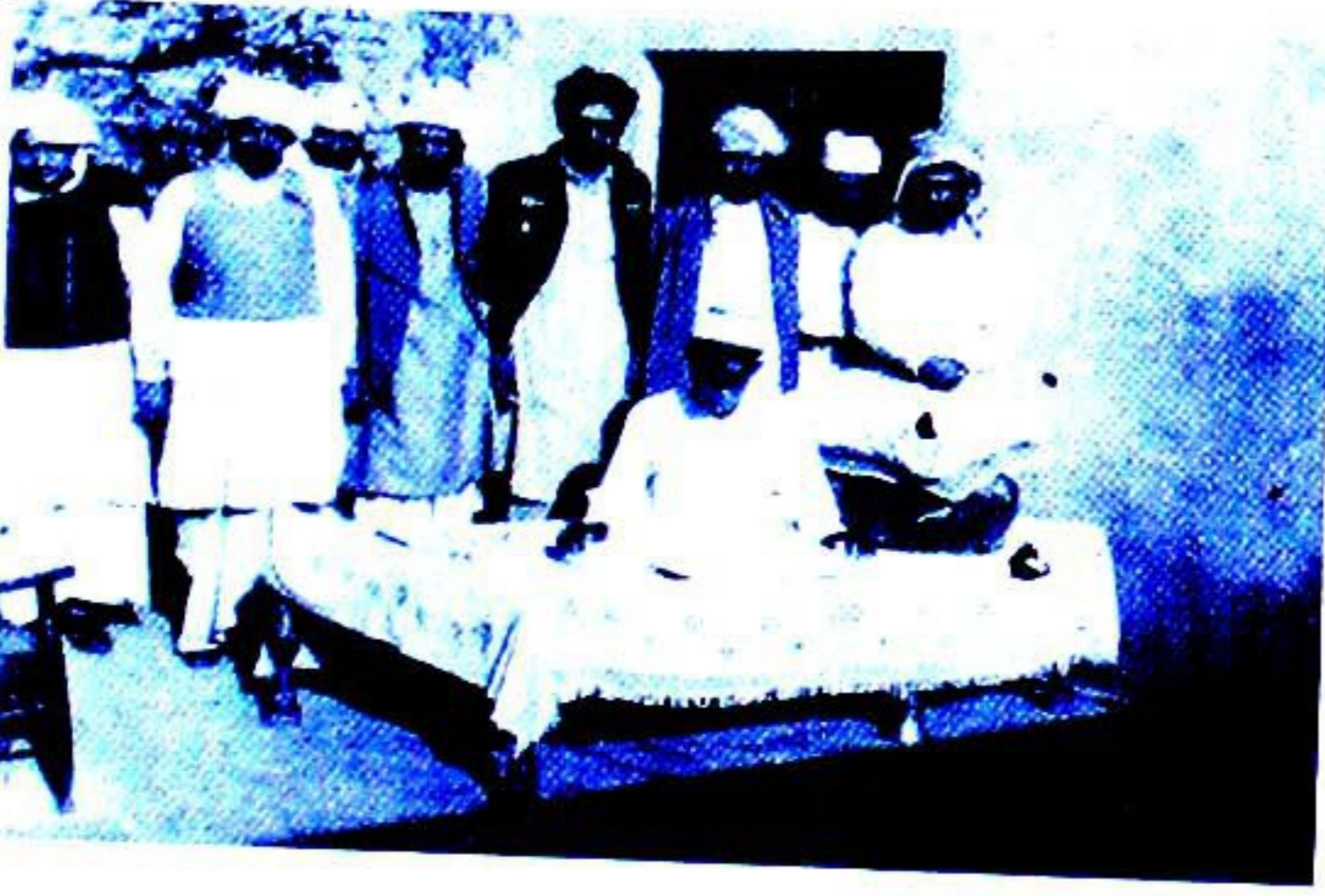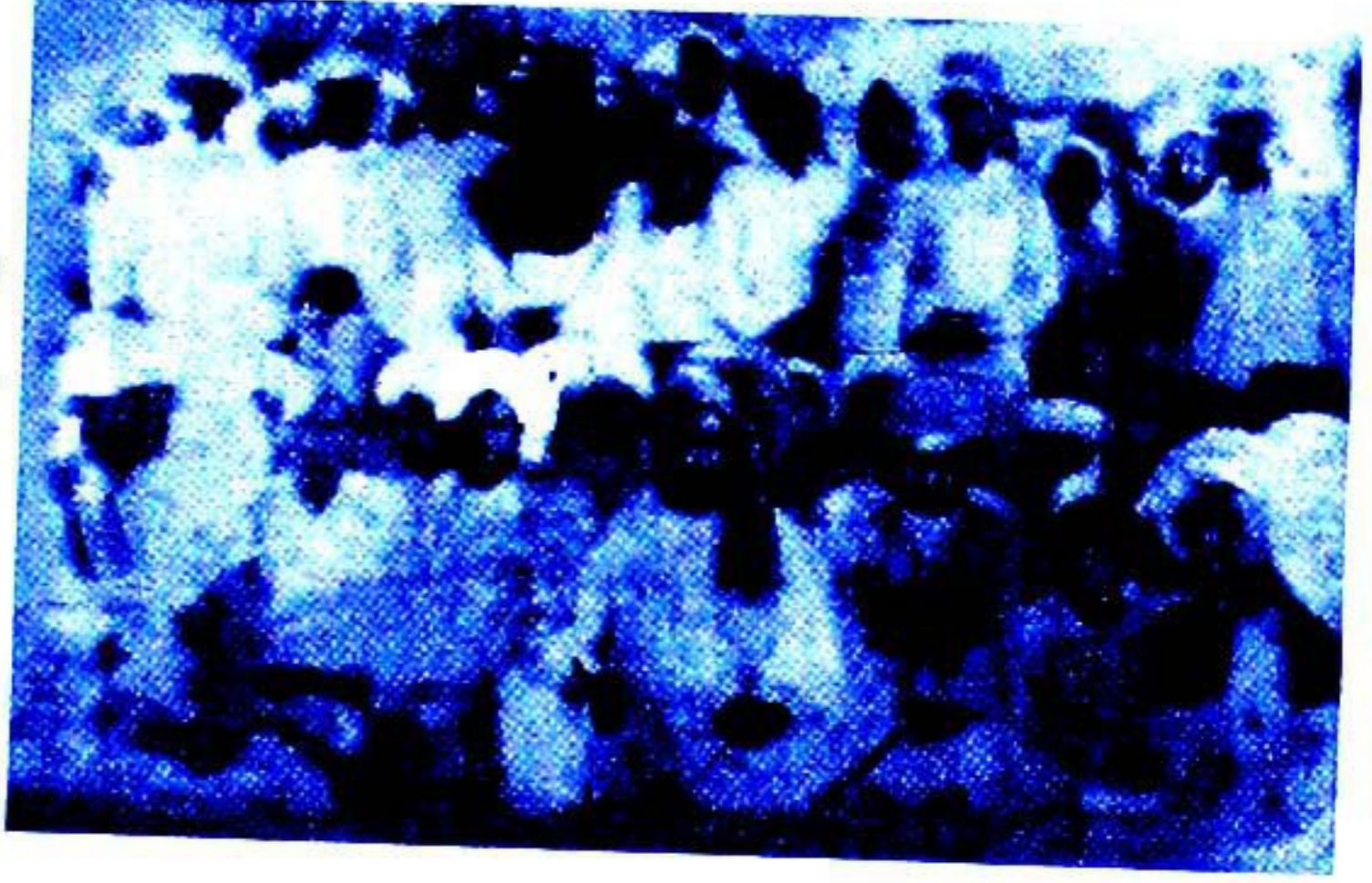
حضور قبلہ عالمؒ جھنگ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کے
پیچھے، پیر اختر حسین، پیر نور حسین، پیر ادتاد حسین اور
حافظ عبدالغفور کھڑے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ اور آپ کے برادرِ اصغر پیرزادہ
محمد امداد حسین

حضور قبلہ عالمؒ، کوٹ بلوچ ضلع
منڈی بہاوالدین کی جنوبی مسجد میں

حضور قبلہ عالمؒ، روضہ مبارک بلوآنہ شریف
کے سامنے دورانِ مجلس

حضور قبلہ عالمؒ، خلفاء کے جھرمٹ میں
محلہ منظور آباد (منڈی بہاؤلدین)

حضور قبلہ عالمؒ، عرس کی محفل میں، آپ کے
دائیں، بائیں پیر طاہر حسین اور پیر محمد مظہر حسین
بیٹھے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ محفل میں آپ کے ساتھ
دائیں، بائیں پیر اختر حسین اور پیر گُل فردوس
بیٹھے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ مسجد کے برآمدے میں تشریف
فرما ہیں، آپ کے دائیں، بائیں پیر محمد مظہر حسین
اور پیر طاہر حسین بیٹھے ہیں۔
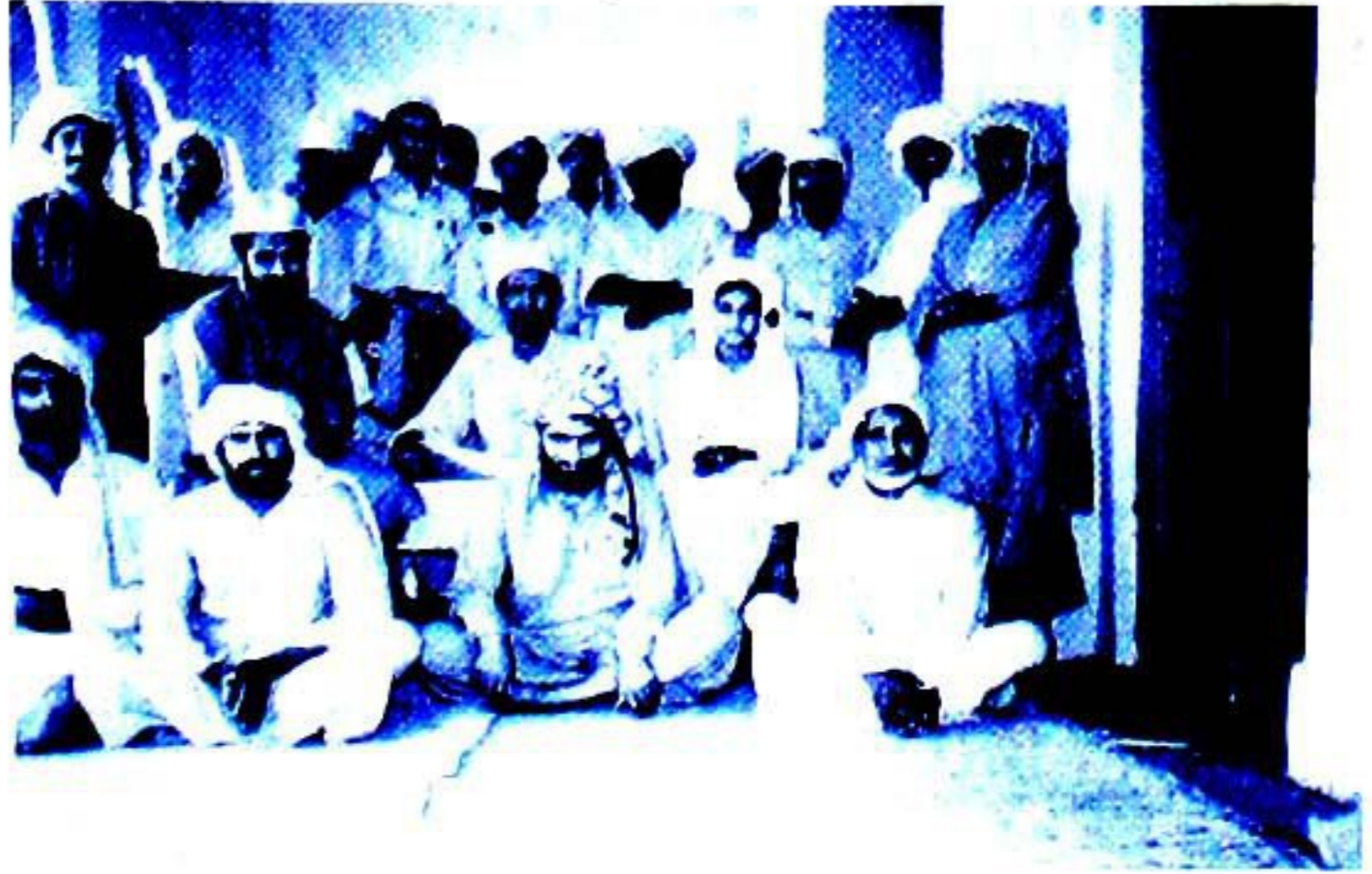
پیر محمد مظہر حسین صاحب اپنی شادی
کے موقع پر حضور قبلہ عالم منگانویؒ
اور پیر سید حبیب سلطان کے ہمراہ
پیچھے پیر محمد طاہر حسین کھڑے ہیں

حضور قبلہ عالم منگانویؒ
دربار شریف کے گراسی پلاٹ

نمازِ جمعہ کے بعد حضور قبلہ عالم منگانویؒ
درویشوں کے جھرمٹ میں، نیچے قدموں
میں پیر محمد طاہر حسین بیٹھے ہیں

روضہ مبارک بلوآنہ شریف کی ایک نایاب
تصویر، اس کے ساتھ حضور قبلہ عالم منگانویؒ
کا حجرہ عبادت اور تیسری مسجد بھی نظر آ رہی ہے۔
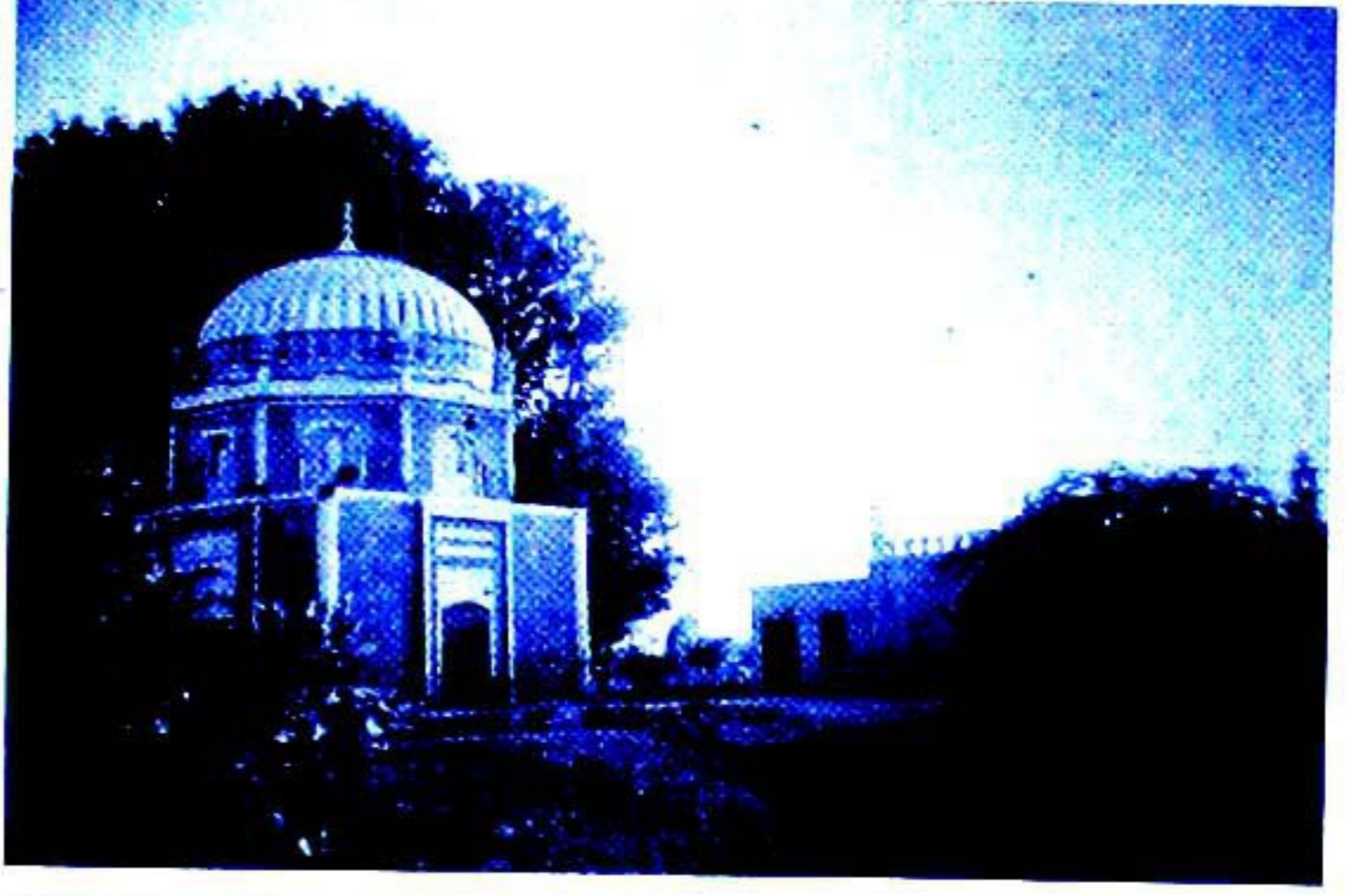
حضرت فقیر سائیں محمد رمضانؒ کا مزار
مبارک۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ پلاٹ میں تشریف
فرما ہیں، پیچھے پیر سخی حسین کھڑے ہیں۔
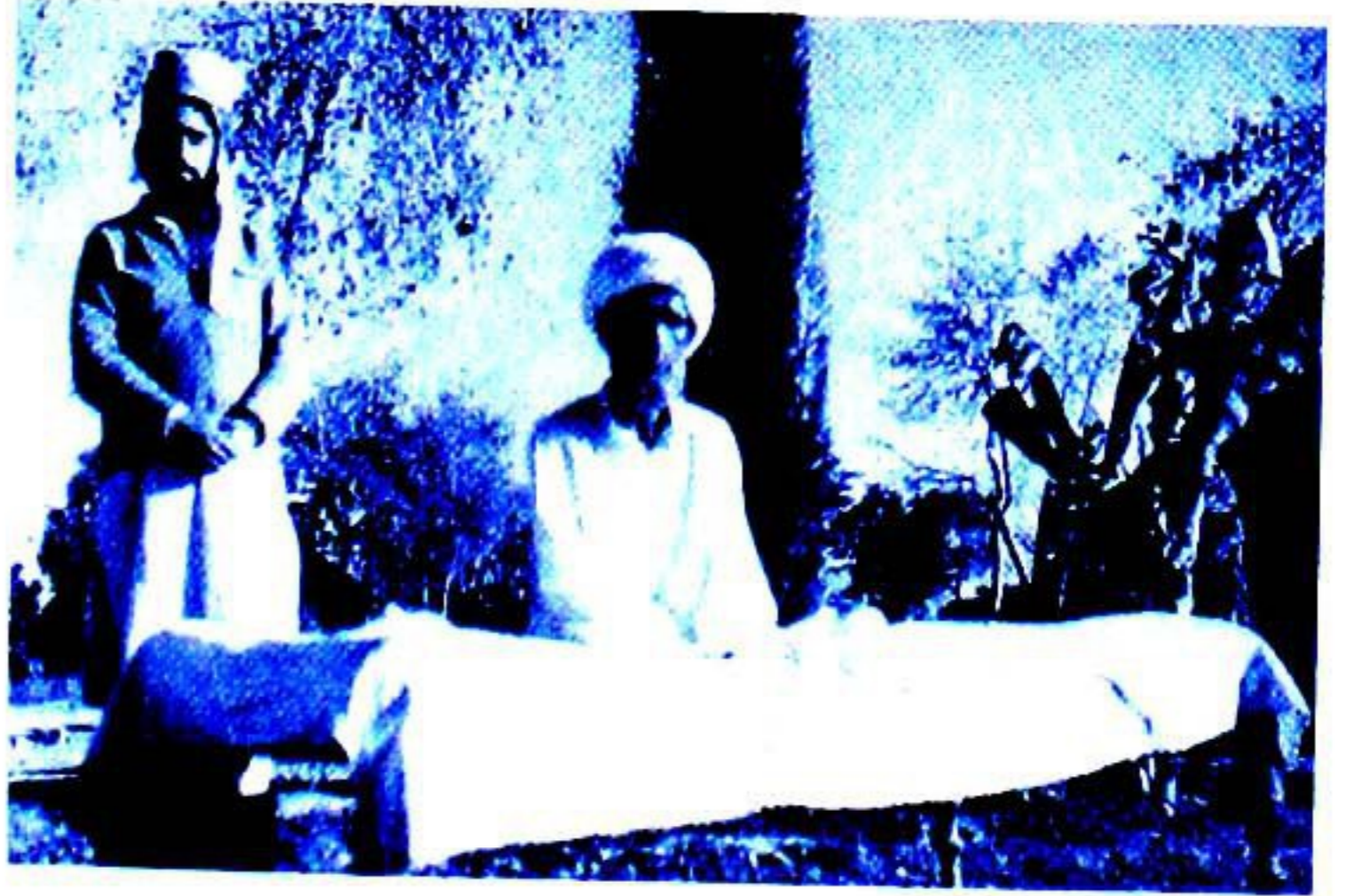
حضور خواجہ حافظ پاکؒ

حضور قبلہ عالم منگانویؒ

حضور قبلہ عالم منگانویؒ اور حضور ضیاء الامتؒ

جامع مسجد دربار حضور قبلہ عالمؒ دن کا منظر

روضہ منگانی شریف رات کا منظر

حضور قبلہ عالمؒ عرس کی ایک محفل میں

حضور قبلہ عالمؒ مطالعہ کرتے ہوئے

ایوانِ کرم میوزیم منگانی شریف

روضہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

روضہ حضور خواجہ حافظ پاکؒ

مزار حضور قبلہ عالم منگانویؒ

مزار حضور خواجہ حافظ پاک

حضرت پیر محمد مظہر حسین حنفی القادری

حضرت پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب
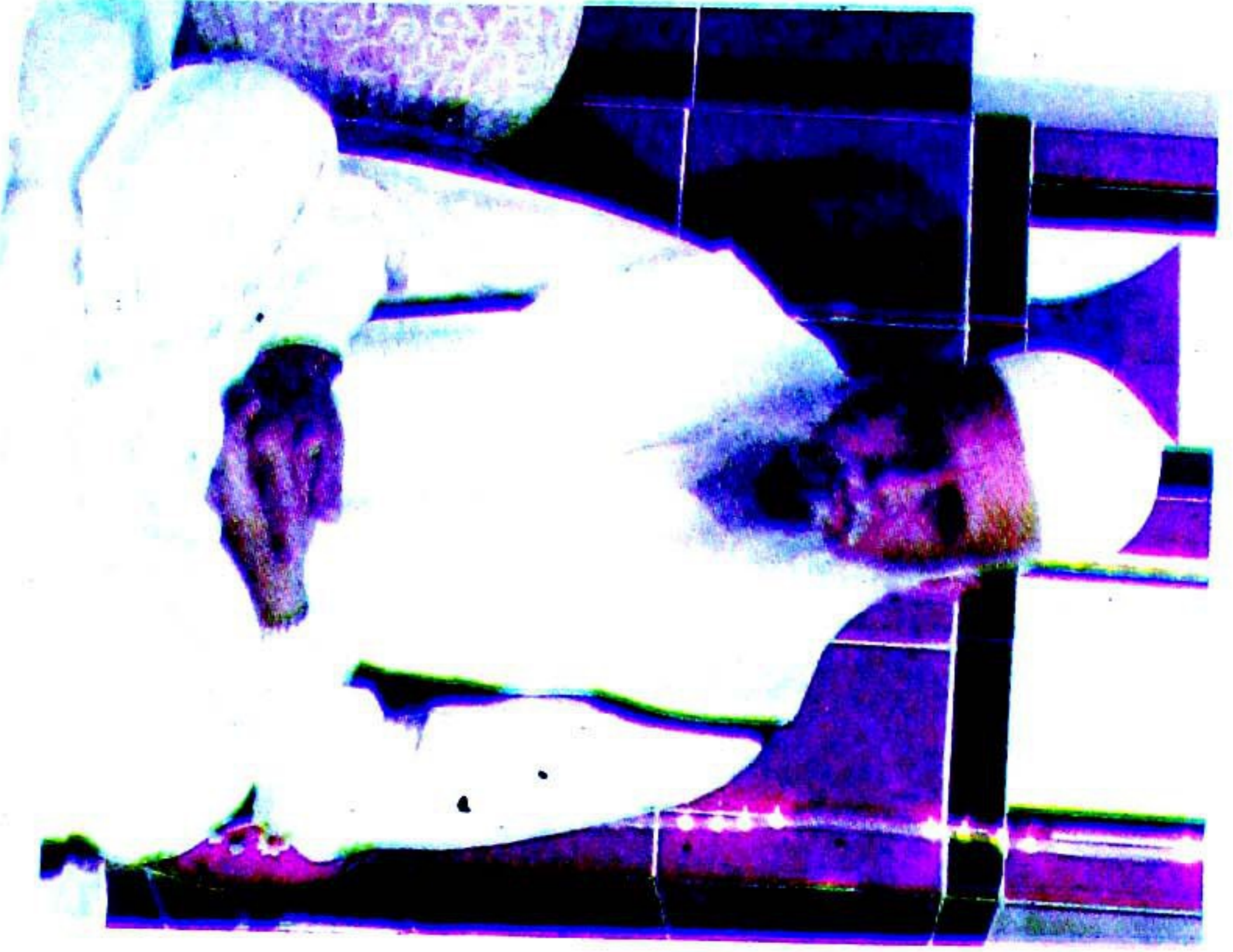
طاہر حزیں کہتے ہیں اہلِ سخن جسے
لو دیکھئے جناب یہ بیٹھے ہیں سامنے

قادریہ آرگنائزیشن